

اظہار حقیقت الحق

المعروف

فارق بین الحق والباطل



مؤلف و مصنف علامہ ابو العطاء محمد اللہ دتہ قادری

حکم ربانی بذریعہ آیت قرآن

وَلَا تَلْبَسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (پ)

اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور حق بات کو نہ چھپاؤ حالانکہ تم جانتے ہو

ترجمہ: اہل تشیع فرمان علی پار ۱ آیت ۳۲

اظہارِ حقیقتِ الحق

المعروف

فارق بین الحق والباطل

مؤلف و مصنف

علامہ ابوالعطاء محمد اللہ دتہ قادری

خطیب جامع مسجد المصطفیٰ آباد (رتی ٹی) چک ۱۲ ضلع شیخوپورہ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب	:	اظہار حقیقت الحق
مصنف	:	علامہ ابوالعطاء محمد اللہ دتہ قادری
نظر ثانی	:	الحاج علامہ مقبول احمد رضوی
اشاعت اول	:	2007
صفحات	:	575
تعداد	:	1100
ہدیہ	:	220
ناشر	:	انجمن غلامانِ مصطفیٰ والہ بیت و صحابہ عظام
خصوصی تعاون	:	الحاج علامہ مقبول احمد رضوی صاحب
ملنے کا پتہ	:	شفا خانہ غوثیہ بنی چوک سرگودھا روڈ مین بازار حبیب کالونی شیخوپورہ۔
	:	المصطفیٰ آباد رتی ٹی چک نمبر 12 ضلع ننکانہ تحصیل صفدر آباد
	:	جامعہ محمدیہ فاروقیہ رضویہ رجسٹرڈ شادیوال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اعتراف حقیقت

ابو عقیل کہتے ہیں میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میری جان آپ پر قربان۔ ابوبکر و عمر
هَذَا ظَلَمْنَاكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ ذَنْبًا كَمَا ابُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ تَمَارَعَا حَقَّكَ مِنْ حَقِّكَ كَمَا يَتَمَارَعَانِ حَقَّكَ مِنْ
رَكْمٍ۔ لَقَالَا لَا وَالَّذِي اَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلٰی عَبْدِهِ لِيُكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَبِيْرًا مَا ظَلَمْنَا مِنْ حَقِّكَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ
خَرْدَلٍ فَرَمَا يَنْبِئُكَ اللهُ كَيْفَ جَسَدُكَ جَسَدُكَ لِيُكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَبِيْرًا مَا ظَلَمْنَا مِنْ حَقِّكَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ
حَقِّكَ مِنْ سِوَاكَ رَأَيْتَ كَيْفَ دَانَ بَرَابَرِيْهِمْ اَنْهَوْنَ نَعْمَ بِرِظْمٍ نَّبِيْئِكَ كَمَا يَتَمَارَعَانِ حَقَّكَ مِنْ حَقِّكَ
اَنْ دُوْنُوْكَ كُوْدُوْسٌ رَكْمُوْنَ۔ امام نے فرمایا کہ ہاں تجھ پر افسوس تو دنیا اور آخرت میں اُن دونوں سے دوستی رکھ۔ پھر تجھے
کوئی تکلیف ہو تو وہ میری گردن پر ہے۔ (شرح نوح البلاغہ لابن ابی الہدیہ جلد چہارم)

صفحہ ۲۲ ترجمہ عربی عبارت: سیدنا امام زین العابدین اور ان کے صاحبزادے امام محمد باقر اور ان کے
صاحبزادے امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ جب بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
روضہ اطہر پر حاضری دیتے تو حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صلوات و السلام عرض کرتے اس کے بعد حضرت ابوبکر
صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے سامنے آ کر سلام پیش کرتے۔ (شرح نوح البلاغہ لابن ابی الہدیہ صفحہ ۶۸۱)
نیز کتب تواریخ اور اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے باہمی تعلقات محبت و عقیدت الفت
و اخوت اور بھائی چارے سے بھرپور ہیں۔ جیسا کہ اُن کی باہمی رشتہ داریاں اور ایک دوسرے کے فضائل و مناقب
بیان کرنے سے ظاہر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زیر نظر کتاب انتہائی قوی دلائل پر مشتمل ہے جیسا کہ اس کتاب کے
مطالعہ کرنے کے بعد واضح ہو جائے گا۔

حضرت محترم و مکرم قبلہ حکیم صاحب حفظہ اللہ کو اللہ تعالیٰ یہ وافر نعمت عطا فرمائی ہے کہ وہ قادر الکلام ہونے
کے ساتھ ساتھ اس بات میں بہت وسیع اور گہرا مطالعہ اور تجربہ رکھتے ہیں۔ دعا ہے کہ زیر نظر کتاب کو اہل ایمان کیلئے
منفید اور نافع بنائے اور حضرت قبلہ حکیم صاحب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

احقر العباد مقبول احمد رضوی

مہتمم جامعہ دارالعلوم محمدیہ فاروقیہ رضویہ (رجسٹرڈ) شاد پور الگہرات
اس تالیف کردہ کتاب میں غلطی سے کسی بھی جگہ پر زیر نظر کتاب پر پیش یا نقطہ کی کمی بیشی ہونے کا احتمال
ہے۔ مگر عبارت کے سیاق و سباق کو غور سے پڑھنے پر قاری کتاب پر واضح ہو جائے گا۔

مقدمۃ الكتاب

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ بِفَضْلِ اِيْزِدُتَعَالَى بِفَيْضِ سِرِّكَ اِيْزِدُتَعَالَى اُسْ مُقَدَّسٍ اَوْرِ عَظِيْمٍ هَسْتِي كَيْ فَيْضِ بَرَكْتِ اَوْرِ لَعَابِ دِهْنِ مَبَارَكِ كِي تَاثِيْر وَّ گِرْنَهْ كِهَااِ يِهْ بِنْدَهْ حَقِيْر وَّ نَاچِيْزِ اَوْرِ كِهَااِ يِهْ تَحْقِيْقِ اِنِيْقِ - مِيْرِيْ مُرَادِ عَظِيْمٍ هَسْتِي سَهْ قَطْبِ رِبَانِيْ، غُوْثِ صِدْمَانِيْ چِيْر سِيْدِ جَمَاعَتِ عَلِيْ شَاهِ صَاْحِبِ لَاثَانِيْ رَحْمَهْ اللّٰهِ عَلِيْهِ هِيْنَ -

چونکہ ہر ولی کامل بوجہ فنا فی الرسول ہونے کے کمالات مصطفوی کا مظہر ہوتا ہے۔ مگر بحسب استعداد اور اپنے مرتبہ و مقام کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک لعاب دہن کا کمال ملاحظہ کیجئے۔ غزوہ خبیر کے موقع پر مولانا علی کرم اللہ وجہہ شہید آ شوب چشم میں مبتلا تھے۔ صاحب دافع البلاء و الوباء و القحط و المرض و الالئم اپنا لعاب دہن حیدر کرار غیر فرار کی دکھتی آنکھوں میں لگایا۔ آ شوب چشم سے صحت عاجلہ کاملہ حاصل ہو گئی۔ دوبارہ آ شوب چشم کا مرض زندگی بھر نہ ہوا۔

مدینہ منورہ کے کھاری پانی والے کنویں میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا ہمیشہ کیلئے آب شیریں کا چشمہ بن گیا۔

اب سنیئے قبلہ عالم لاٹانی کا واقعہ ماخوذ از انوار لاٹانی اشاعت چہارم ۱۹۹۰ء

قبلہ عالم لاٹانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں آپ کا ایک مرید حاضر ہو کر کہنے لگا میری بہو ایک سخت بیماری میں مبتلا رہنے کی بنا پر نابینا ہو گئی ہے بہت علاج کروائے ہیں مگر بے سود۔ آپ قبلہ عالم نے اُن کے گھر آ کر دو تین دفعہ لعاب دہن اس کی آنکھوں میں لگایا اور روشنی لوٹ آئی۔

ایک شخص اپنے بیمار بچے کو لے کر حاضر خدمت ہوا۔ اُس نے دعا کیلئے التجا کی قبلہ عالم نے پانی کا گلاس منگوا لیا۔ اس میں سے کچھ نوش فرما کر باقی اس کو دے دیا کہ بچے کو پلاؤ۔ سائل نے ادب سے عرض کی آپ نے دم نہیں فرمایا۔ ارشاد ہوا مومن کا جھوٹا مومن کیلئے شفاء ہوتا ہے اور بچے کا مومن ہونا تو ظاہر ہے اپنے ایمان کا بھی پتہ چل جائے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ بچہ مکمل طور پر تندرست ہو چکا ہے۔ ایک مولوی صاحب حاضر خدمت تھے انہوں نے اس حدیث پاک کی تصدیق کر دی کہ مومن کا جھوٹا مومن کیلئے شفاء ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا جو مضمون تحریر کیا گیا تمہیداً لکھا گیا تاکہ اگلی کہانی کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ واقعہ یوں ہے کہ میرے والدین کے ہاں زینہ اولاد فوت ہو جاتی تھی اور بیٹیاں زندہ رہتی تھیں۔ میرے والد محترم اللہ تعالیٰ انہیں جو رحمت میں جگہ عطا فرمائے عقیدہ غیر مقلد تھے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اُن کو قبلہ عالم علی پوری کی غلامی کا شرف حاصل ہو گیا۔ والد محترم چونکہ عالم فاضل کے علاوہ اعلیٰ پائے کے طیب بھی تھے۔ بوجہ عالم دین ہونے کے قبلہ عالم کے منظور نظر مریدین میں سے تھے۔ تو جب میری ولادت ہوئی تین ماہ کے بعد مجھے بھی وہی بیماری وہی علامات ظاہر ہو گئے۔ جس بیماری سے پہلے لڑکے فوت ہو جاتے تھے۔ میری والدہ محترمہ مرحومہ کے اصرار پر کہ اب تو آپ نے قبلہ شاہ صاحب علی پوری کی بیعت کر لی ہے چلو اُن کی بارگاہ عالیہ میں جا کر دعا کرائیں یا نقش وغیرہ حاصل کریں۔

القصہ علی پور شریف حاضر خدمت ہوئے۔ قبلہ عالم نماز عصر کیلئے وضو فرما کر جائے نماز پر آئے ہی تھے۔ قبلہ عالم نے فرمایا اے حکیم جی کس طرح آئے ہو۔ والد گرامی نے سارا قصہ گوش گزار کر دیا۔ قبلہ عالم نے میرے سر پر ہاتھ پیر کر فرمایا۔ اے لوجی اللہ خیر کرے گا مگر والد مرحوم کھڑے رہے چونکہ ادائیگی نماز عصر میں جلدی تھی فرمانے لگے اے حکیم جی اب کیا چاہتے ہو اور تو کچھ نہ کہا عرض کی کہ قبلہ حضور بچے کے منہ میں تھوک دیجئے۔ قبلہ عالم نے حکم دیا

بچے کا منہ کھولو آپ نے اپنا تھوک مبارک میرے کھلے منہ میں ڈال دیا۔ والد محترم پھر کھڑے رہے۔ پھر جلال میں آ کر فرمانے لگے اب کیا چاہتے ہو۔ والد محترم نے مجھ کو قبلہ عالم کے قدموں میں پھینک دیا اور آپ قبلہ عالم کے مقدس قدموں میں گر کر نہایت الحاج وزاری کے ساتھ اضطراری حالت میں تڑپ رہے تھے تو پھر خلق عظیم کے مظہر مرد خدا نے نہایت مشفقانہ انداز میں فرمایا۔ اے حکیم جی، ہن کی آہندے ہو۔ والد محترم نے مؤذبانہ انداز میں عرض کی کہ قبلہ عالم ایک دفعہ اور بچے کے منہ میں تھوک دو۔ قبلہ عالم پھر ایک دفعہ نہیں از خود دو دفعہ اس حقیر و ناچیز کے منہ میں تھوک دیا اور فرمایا جاؤ اب خیر ای خیر اے۔

حدیث پاک میں آیا ہے الْعِلْمُ الْأَبْدَانِ وَالْعِلْمُ الْأَذْيَانِ ایک بدنی علم دوسرا دین کا علم۔ تو بندہ ناچیز و حقیر کو دونوں میں آگاہی حاصل ہے۔ بسبب اس کے کے ہمارے خاندان کا دو تین پشتوں سے طب و خطابت کا پیشہ چلا آ رہا ہے۔ چونکہ طیب یونانی کی کتب معتبرہ عربی اور فارسی زبان میں بھی تھیں۔ مثلاً قانونچہ، میزان الطب، اکسیر اعظم وغیرہ کے اور اس کے بعد بندہ کو دینی کتابیں پڑھنے کا از حد شوق پیدا ہو گیا اور تلاش حق کی خاطر اہل تشیع، مرزائیت، منکرین حدیث اور خوارج کی کتابیں کثیرا کثیرا مطالعہ میں رہیں اور دو طرفہ جواب الجواب پڑھنے کا کافی موقع ملا مگر حق عقیدہ اہل سنت و جماعت نظر آیا اور اسی پر پختگی نصیب ہو گئی جس کے نتیجہ میں یہ کتاب اظہار حقیقت الحق لکھی گئی۔

قارئین کرام کو ہماری اس تالیف سے ہماری دینی بصیرت کا اندازہ ہو جائے گا۔ خاص کر اہل علم طبقہ کو۔ دوسرا بدنی علم اس کا ثبوت یہ ہے کہ بندہ طبی میڈیکل کالج دہلی کا سند یافتہ ہے۔

حدیث پاک ۱: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

حدیث پاک ۲: خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ

آدم برسر طلب قارئین آپ نے تمہیدی کلمات کے ضمن پڑھا ہو گا کہ حضور قبلہ عالم

لا تانی رحمۃ اللہ علیہ تین دفعہ فرمایا۔

- ۱۔ میرے سر پر دست مبارک پھیر کر فرمایا۔ اے جاؤ جی اللہ خیر کرے گا۔
- ۲۔ عرض کی قبلہ عالم ایک دفعہ اور بچے کے منہ میں تھوک دو قبلہ عالم نے پھر ایک دفعہ نہیں از خود دو دفعہ اس پر تقصیر کے منہ میں تھوک دیا اور فرمایا جاؤ اب خیرای خیراے۔ حاصل کلام تین دفعہ اس عاجز کے منہ میں لعاب دہن مبارک ڈالا اور تین دفعہ ہی خیر کا لفظ استعمال کیا۔ پہلی خیر کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ کی عمر اب ۸۵ تا ۹۰ سال کے درمیان ہے۔ دوسری خیر کا مطلب دینی علم کیونکہ قرآن پاک ہی دینی علم کا منبع و مخزن ہے۔ تیسری خیر کا مطلب عوام الناس کو نفع پہنچانا۔ طیب اگر نادار غریبوں مسکینوں کا علاج مفت کرے تو کر سکتا ہے اور نافع الخلاق کا ذریعہ بھی۔

نوٹ: حرف اول سے لے کر آخر تک جو کچھ لکھا گیا اس کا مقصد محض اللہ اور اس کے رسول مقبول کے فضل و کرم کا اظہار اور قبلہ عالم پیر جماعت علی شاہ صاحب کی دعائے مقبول اور آپ کے لعاب دہن مبارک کی تاثیر کا تذکرہ بطور شکر کی ادائیگی کے جو کہ ان نعمتوں کے حصول پر کرنا مجھ پر واجب تھا خدا گواہ ہے اس میں اپنی کسی قابلیت کا جتنا میرا مقصد نہیں کیونکہ

داد حق را قابلیت شرط نیست

بلکہ شرط قابلیت داداوست

انتساب

بندہ اپنی اس کوشش کو قطب ربانی، غوثِ صمدانی، سلطان الفقراء حضور قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی نقشبندی قادری مجدد قدس سرہ العزیز علی پوری کے اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔ جن کی نظر کرم اور لعابِ دہن مبارک کے فیض و برکت نے اس فقیر کو خدمت دین کے قابل بنایا۔ (مصنف اظہار حقیقت الحق)

ناچیز انجمن غلامانِ مصطفیٰ ﷺ و اہل بیت کرام و صحابہ عظام المصطفیٰ آباد (رتی ٹبی) چک نمبر 12 کا تہ دل سے ممنون و مشکور ہے جس نے اس کتاب کی اشاعت میں تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ بوسیلہ جلیلہ سید الانبیاء علیہ التحیۃ و الثناء انجمن کے تمامی معاونین کی اس خدمت کو اپنی بارگاہ عالیہ میں قبول و منظور فرما کر ان کو دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے اور ہر قسم کے رنج و غم مصائب و آلام سے محفوظ و مصون فرمائے اور تبلیغ دین کا شوق و ذوق عطا فرمائے۔

بالخصوص عزیزم گرامی قدر راحت دل و جان شیخ القرآن علامہ مقبول احمد جلالی رضوی مہتمم جامعہ دارالعلوم محمدیہ فاروقیہ رضویہ (رجسٹرڈ) شاد یوال جو کہ شب و روز اپنے تمامی وسائل تبلیغ دین کی نشر و اشاعت پر صرف کر رہے ہیں اور اسی سلسلہ میں چند کتابچے بھی تصنیف فرمائے ہیں۔ مثلاً الجواب المعقول..... مسائل حج و عمرہ..... شیعہ سُنی بھائی بھائی کیسے؟.....

بخاری شریف میں حوضِ کوثر کے عنوان پر محققانہ بحث^۱

میری اس تالیف کی اشاعت میں ان کا تعاون تمامی معاونین سے دوچند ہے۔

تعارف

مذہب حق اہل سنت و جماعت کا نشان

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

وَعَلَىٰ آلِكَ وَأَصْحَابِكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِيبِهِ سَيِّدِنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ اما بعد یہ کتاب مذہبی تعصب کو دور کرنا یعنی
بالائے طاق رکھ کر معرض وجود میں آئی ہے۔ اس کا ثبوت اس کتاب کا ایک ایک کلمہ واضح
دلیل ہے۔ ہمارا مقصد صرف بحکم ربانی حقیقت حق کو روز روشن کی طرح ظاہر کرنے کیلئے
آیات قرآنی اور احادیث نبوی علی صاحبہما الف الف صلوة و سلام جو طرفین میں مسلمہ ہیں اس
کے بعد امیر المؤمنین امام المتقین حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر ائمہ اہل سنت
ظاہرین صادقین سلام اللہ علیہم کے اقوال مبارکہ سے راہ نمائی حاصل کی ہے۔

ہمارا مدعا افراد امت کو صحیح راستہ دکھانا اور غلط راستہ کے خطرات سے آگاہ کرنا ہے تا
کہ ہر شخص اپنی صوابدید سے صحیح راہ عمل تیار کر سکے۔ ہمیں مکمل یقین ہے کہ جو لوگ ان مبارک
ہستیوں کے ساتھ دعویٰ محبت و عشق تو لیں و عقیدت کا بچے دل سے دم بھرتے ہیں جو کہ ہر
مؤمن کی جان ہے۔ ہماری پیش کردہ روایات سر آنکھوں پر رکھیں گے مگر اہل علم، اہل عقل،
اہل انصاف۔

صحابہ کرام پر زبان طعن دراز کرنے والے لوگ ہوں یا اہل بیت اطہار پر طعنہ زنی کرنے والے ہوں۔ اہل سنت و جماعت شروع ہی سے ان دونوں کی تردید اپنا فرض اولین سمجھتی ہے۔ مگر مذکورہ بالا طعن و تشنیع کرنے والوں کی طرح مخالفین کی ہٹ لٹیں بنانا، مساجد امام باڑوں کو مخالفین کے خون سے رنگین کر کے ملک میں فرقہ واریت کی آگ بھڑکانے اور غیر مسلموں سے اسلام کو دہشت گرد مذہب کہلوانے اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اسلام سے متنفر کرنے کے حق میں نہیں۔ بلکہ قرآن مجید اور احادیث شریف اور اقوال مبارکہ ائمہ اہل بیت صادقین طاہرین سے آراستہ ہماری تحریروں، تقریروں کا منصفانہ انداز تبلیغ ہے۔

دیگر کتاب ہذا میں ہم نے ہر مسئلہ کے اثبات اور اپنے دعویٰ پر استدلال صرف اور صرف کتب معتبرہ اہل تشیع سے ہی کیا ہے اور چند مقام پر اہل سنت کی کتب سے حوالے پیش کئے ہیں وہاں کتب شیعہ سے اس کی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے یہی اس کتاب کی امتیازی خصوصیت ہے۔

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
29	باب اول در مسئلہ بنات سید الکائنات از روئے قرآن (بنات کا لفظ حقیقی بیٹیوں پر استعمال ہوتا ہے۔ سوتیلی بیٹیوں پر نہیں ہوتا)۔	1
31	بموجب (امام الطائفہ علامہ نوری طبری کی تفسیر کے اگر کوئی قرآنی اصطلاح سے بنات کے لفظ کو سوتیلی بیٹی میں شامل دیکھا دے تو اس کو انعام دیا جائے گا۔ تفسیر مجمع البیان	2
31	عربی زبان میں ایک بیٹی کے لئے لفظ بنت آیا ہے اور دو کے کیلئے بنتان اور دو سے زیادہ کیلئے بنات	3
32	اس اعتراض کا جواب جو اہل تشیع کہتے ہیں کہ بنات جمع کا صیغہ محض سیدہ فاطمہ <small>ؑ</small> کی تعظیم کیلئے ہے۔	4
33	اگر بنات جمع تعظیسی سمجھ کر ایک بیٹی مانو گے تو ازواج بھی ایک ہی ماننی پڑے گی۔	5
34	اصول کافی جو شیخہ حضرات کی سب سے اعلیٰ ترین حدیث کی کتاب ہے سے چار صاحبزادیوں کا ثبوت	6
35	علمائے اہل تشیع کا اقرار کہ اصول کافی میں تمام اخبار و آثار صحیح ہیں۔	7
36	امام جعفر صادق کا فرمان کہ رسول خدا نے فرمایا کہ حضرت نے میری پشت سے جنے قاسم، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم، زینب <small>ؑ</small>	8
37	بموجب حدیث اصول کافی حضرت امام جعفر صادق کا فرمان خدا تعالیٰ کا فرمان ہے۔	9
39	اہل تشیع کی صحاح اربعہ سے دوسری کتاب سے یعنی بحوالہ استبصار حضرت فاطمہ کی حقیقی ہمیشہ حضرت زینب زوجہ حضرت ابوالعاص بروایت امام جعفر صادق	10
40	اہل تشیع کی مستند سنن اربعہ سے تیسری کتاب "من لا یخفرہ الفقیہ" حضرت علی المرتضیٰ نے سیدہ فاطمہ کے وصال کے بعد امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ سے نکاح کیا۔	11

- 12 حضرت امام جعفر صادق کا فرمان معتبر سند کے ساتھ کہ آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ 42
- 13 بقول حضرت علی المرتضیٰ حضرت عثمان کا داماد رسول ہوتا۔ 43
- 14 تمام علمائے انساب متفق ہیں کہ آپ کی صلب پاک سے بطن خدیجہ سے چاروں صاحبزادیاں پیدا ہوئیں جن کے نام اوپر مذکور ہیں۔ مشہور ماہر علم انساب سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۰۲، طبری جلد دوم صفحہ ۳۱۱، طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۳، الاستیعاب جلد دوم صفحہ ۱۸۷
- 15 سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کے عقیدہ میں آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں 46
- 16 شیعہ حضرات کی سنن اربعہ سے آپ کی صاحبزادیاں چار ہونے کا ثبوت تہذیب الاحکام جلد اول صفحہ ۲۸۳ 47
- 17 امام جعفر صادق نے فرمایا کہ میرے باپ فرماتے تھے کہ حضور نے اپنی صاحبزادیوں اور اپنی بیویوں کے نکاح دس اوقیہ سے کم مہر پر نکاح نہیں کیے۔ فروع کافی کتاب النکاح جلد دوم 48
- 18 شیخ صدوق نے روایت کی کہ جناب رسول اللہ کو حضرت خدیجہ سے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں 49
- 19 حضرت عبداللہ بن عباس کا بلند و بالا علمی مقام حضرت علی المرتضیٰ کے خاص شاگرد علی پاک نے اُن کی تربیت اپنی اولاد کی طرح کی۔ 50
- 20 حضرت خدیجہ کے بطن سے قاسم اور عبداللہ پیدا ہوئے جنہیں طیب و طاہر بھی کہتے ہیں اور چار بیٹیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم جن کا نام آمتہ بھی ہے اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ مناقب آل ابی طالب مصنفہ ابن شہر آشوب، حضرت خدیجہ کے بطن سے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں قرطبی نے کہا کہ ناقلمین اس بات پر متفق ہیں۔ زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ 51

- 21 حضرت عثمان غزوہ بدر سے بوجہ حجازی سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ کے گھر رہ گئے۔ مگر حضور نے انہیں مال غنیمت کا حصہ بھی دیا اور فرمایا تمہیں اصحاب بدر کی طرح ثواب بھی ملے گا۔ (المتبیہ والاشرف للمسعودی)
- 22 عیاشی نے روایت کی امام جعفر صادق سے کسی نے پوچھا کہ حضور نے اپنی بیٹی عثمان غنی سے بیای تھی تو فرمایا ہاں ضرور بیای تھی (حیات القلوب در بیان حالات رقیہ)
- 23 ثبوت گیارہویں صدی کے مجدد ملا محمد باقر مجلسی عند الشیعہ (تخت التواریخ) محمد ہاشم الخراسانی المشہدی، مجددین کا ہر صدی کے سرے پر آتا (سنن ابی داؤد کتاب البسنت)
- 24 امام جعفر صادق کا فرمان کہ حضرت رسول خدا کیلئے بطن خدیجہ رضی اللہ عنہا سے چار صاحبزادیوں کا ثبوت (ابن بابویہ)
- 25 برائے رسول خدا حضرت خدیجہ کے بطن سے چار صاحبزادیوں کا ثبوت (حیات القلوب)
- 26 حبشہ کی طرف خفیہ ہجرت کرنے والے گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں ان میں حضرت عثمان غنی اور ان کی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہ بنت رسول بھی تھیں۔ (حیات القلوب تفسیر مجمع البیان شیعہ)
- 27 فرمان امام جعفر صادق حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں اور طاہرہ و قاسم دو صاحبزادے۔ فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے اور زینب کا نکاح حضرت ابوالعاص بن ربیع سے جو خاندان بنو امیہ سے تھا اور ام کلثوم اور رقیہ کا نکاح یکے بعد دیگر حضرت عثمان غنی سے ہوا۔ (منہج الامال الحاج شیخ قتی)
- 28 حضرت زینب کا عقد حضرت ابوالعاص کے ساتھ اظہار نبوت کے پہلے اور کافروں کیلئے مؤمنہ و دختر کے ساتھ نکاح حرام ہونے سے پہلے ہوا۔ حضرت زینب سے ابوالعاص کی بیٹی امامہ پیدا ہوئی۔ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی وصیت کے مطابق ان سے یعنی امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ سے (منہج الامال شیخ عباس قتی)
- 29 اعتراض شیعہ بنات کا لفظ جو کہ جمع کا صیغہ ہے حضرت فاطمہ کی شان مقدس بہت بلند تھی جنت کی تمام عورتوں کی سردار اس لئے سیدہ فاطمہ کی تعظیم کیلئے استعمال کیا گیا۔

- 30 اس اوپر کے اعتراض کی متعدد وجوہات، اعتراض نمبر ۲ لفظ بنات میں سیدہ فاطمہ کی بیٹیاں (یعنی حضور ﷺ کی نوایاں شامل ہیں)
- 31 اعتراض نمبر ۲ کے متعدد جوابات، اعتراض نمبر ۳ اگر سرور عالمیوں کی چار صاحبزادیاں ہوتیں تو خطبات میں صرف سیدہ فاطمہ کا نام لیا جاتا ہے دوسری بیٹیوں کا نام بھی لیا جاتا۔
- 32 اس اعتراض نمبر ۳ کے متعدد جوابات
- 33 اعتراض نمبر ۴ جمع کا صیغہ بنات اس لئے ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے باپ ہیں اس لحاظ سے امت کی عورتیں آپ کی بیٹیاں ہوں گی۔ اسی بنا پر آپ کو خطاب ہوا۔ اس کے متعدد جوابات
- 34 اعتراض نمبر ۵ اگر رسول پاک کی چار صاحبزادیاں ہوتیں تو ان کو واقعہ مہلبہ اور واقعہ تطہیر کے وقت کیوں شامل نہیں کیا گیا۔ اس کے متعدد جوابات
- 35 اعتراض نمبر ۶ کسی نبی، رسول اور مؤمن نے اپنی بیٹی کا فر کو نہیں دی۔
- 36 اعتراض نمبر ۶ کے متعدد جوابات صفحہ نمبر ۴۳ تا صفحہ نمبر ۵۰
- 37 اعتراض نمبر ۷ رسالت مآب کی دختران پاک کا نکاح اہل بیتوں ابو العاص بن ربیع اور حضرت عثمان سے کیے جائز تھا۔
- 38 اعتراض نمبر ۸ سید زادی کا نکاح غیر سید سے کیے جائز ہے اس اعتراض کے متعدد جواب
- 39 اعتراض نمبر ۹ اگر حضور علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں ہوتیں حقیقی تو سیدہ فاطمہ کے برابر اُن کی شان ہوتی۔ اس کا جواب
- 40 (باب دوم) درود شریف ابراہیمی میں آل محمد کے مصادیق قرآن پاک میں خاص صحابہ کرام پر درود بھیجنے کا ذکر
- 41 اللہ کریم اور اس کے فرشتوں کا

- 42 ہماری نماز نہیں ہوتی جب تک ہم تشہد میں حضور کی ذات پاک پر ہدیہ سلام بھیجنے کے ساتھ
 اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ہدیہ سلام نہ بھیجیں۔ فتاویٰ مہریہ صفحہ ۱۸ پر مصداق آل پر
 اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی تصریح حضرت علی المرتضیٰ کا صحابہ کرام پر صلوة
 بھیجنا یعنی ان کیلئے نزول رحمت کی دعا کرنا۔ (صحیفہ علویہ) سید مرتضیٰ حسین لکھنوی
- 43 حضرت امام زین العابدینؑ کا صحابہ اور تابعین اور ان کی ازواج و اولاد پر صلوة بھیجنا یعنی
 ان کے لئے نزول رحمت کی دعا کرنا۔ (صحیفہ کاملہ) سید قائم رضا نسیم امروی
- 44 اسی طرح صلوة دعائیہ کیلئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ رب العزت نے سورۃ توبہ میں
 حکم دیا اپنے صحابہ کیلئے۔
- 45 سیدہ فاطمہؑ کی صلوة دعائیہ۔ یا اللہ رحمت نازل کر پاک محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور اس کی اہل
 بیت پاک پر اور اصحاب اخیار پر اور ان کی طاہر و مطہر بیویوں اور ان کی اولاد پر اور تمام
 انبیاء پر۔ (ناخ التوارخ جلد ہشتم)
- 46 باب سوم آیہ تطہیر اور قرآنی رو سے اہلیت کا بیان، از روئے قرآن پاک
- 47 سورۃ ہود سے مضبوط ترین ثبوت۔ سورۃ قصص سے دوسرا ثبوت۔ سورۃ طہ سے تیسرا
 ثبوت اور ان پر واد شدہ اعتراضات کا جواب۔
- 48 حضرت ام سلمہ کا اہل بیت میں شامل ہونے کا ثبوت۔
- 49 شیعہ حضرات درحقیقت ختم نبوت کے منکر ہیں کیونکہ وہ ائمہ کو جناب رسالتؐ کی طرح
 معصوم جانتے ہیں اور اماموں کو جملہ انبیاء کی طرح منصوص من اللہ جانتے ہیں اور ان کی
 اطاعت کو رسول پاک کی طرح فرض جانتے ہیں۔ مفروض الطاعۃ اصول کافی قول امام
 جعفر صادق کہ حضرت علی کہ بزرگی مثل اُس بزرگی کے ہے جو محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم
 کیلئے ثابت ہے اور ایسی ہی بزرگی تمام آئمہ ہدیٰ کی ہے۔
- 50 ازواج پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اہل بیت میں شامل ہیں۔

- 51 باب چہارم دفع الوسواس فی حدیث قرطاس اس میں شیعہ حضرات کے شکوک و شبہات اور
ان کے جملہ اعتراضات کافی و شافی جوابات دربارہ حدیث قرطاس درج کئے گئے ہیں۔
- 52 یہ حدیث صرف عبداللہ بن عباس سے مروی ہونے کے باعث جو اس وقت بالغ بھی نہ
تھے ناقابل اعتبار ہے۔ اور حضرت فاروق اعظم کی ذات مبارکہ پر اہل تشیع کے جملہ
اعتراضات کا جواب باصواب بسلسلہ حدیث قرطاس
- 53 باب نمبر ۵ در مسئلہ جنازۃ الرسول
- 54 حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ حضرت عباس حضرت علی المرتضیٰ ہی خدمت
میں آئے اور فرمایا کہ لوگوں نے اتفاق کر لیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق امامت کیلئے کھڑا
ہو کر صلوٰۃ جنازہ پڑھائیں۔ حضرت امام جعفر صادق کا قول مبارک کہ نبی پاک کا وصال
ہوا تو آپ پر فرشتوں اور تمام مہاجرین اور تمام انصار نے فوج در فوج نماز جنازہ پڑھی۔
(اصول کافی)
- 55 شیعہ حضرات کے مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی، چھوٹے بڑے مرد عورت مدینے والے اور
مدینہ شریف کے تمام گرد و نواح والوں نے علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ جنازہ ادا کی۔
(حیات القلوب جلد دوم)
- 56 جس شخص نے حضرت ابو بکر کی بیعت کی تمام نے نماز جنازہ ادا کی اور جس نے بیعت نہ
کی اس نے بھی نماز جنازہ ادا کی۔ (احتجاج طبری شیخ ابواحمد بن علی طبری)
- 57 حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ جبکہ آپ کے وصال کا وقت قریب آ گیا کلام فرمایا
حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کی کہ آپ کس وقت انتقال کریں گے۔ آپ علیہ السلام
نے فرمایا میری اجل حاضر ہے۔ ابو بکر نے کہا آپ کی بازگشت کہاں ہے فرمایا جنت
الملائی رفیق اعلیٰ قرب حق تعالیٰ میری بازگشت ہے۔
- 58 جو اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ جنازہ پڑھی اس سے مراد۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ تَاْخِرُ

- 59 اہل تشیع کا اعتراض کہ خلفائے ثلاثہ لاپہی تھے آپ کی نش مبارک رکھی ہوئی تھی اور وہ اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ اس کا جواب
- 60 باب نمبر ۶ تحقیق قفیہ باغ فدک
- 61 باغ فدک کے بارے تمام اختلافات کے باوجود ان روایات میں سے دو باتیں شیعہ حضرات تسلیم کر لیں وہ یہ کہ باغ فدک وہ مال ہے جو بغیر جنگ و جدال بطور مصالحت حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ آیا۔ جو مال اس طریقہ سے ہاتھ آئے اسے مال فئے کہتے ہیں۔ سورۃ حشر میں ارشاد رب العزت فدک مال فئے سے تھا۔ (مقبول شیعہ)
- 62 فدک مال فئے میں سے تھا۔ تاریخ التواریخ مرزا محمد تقی
- 63 مال فئے اس کو کہتے ہیں جو لشکر کشی کے بغیر حاصل ہوا۔ مال غنیمت اس کو کہتے ہیں جو لشکر کشی سے لڑائی کے بعد حاصل ہو
- 64 مال فئے کے مالک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں۔ جب تک بقید حیات ہیں اور ان کی وفات کے بعد اس شخص کی ملکیت قرار پاتے ہیں جو پیغمبر کے قائم مقام ائمہ دین میں سے ہوتے ہیں۔ جو کو چاہیں اس سے عطا کریں اور بہتر کام پر خرچ کریں یہی قول امیر المؤمنین کا ہے۔ (تفسیر منہج الصادقین)
- 65 اموال فئے یعنی فدک بھی از روئے قرآن اس کے حقدار بہت سی اقسام کے لوگ ہیں۔
- 66 باغ فدک میں خلفائے راشدین کا عمل
- 67 ابو بکر صدیق فدک کا غلہ وصول کرتے اور اہل بیت سیدہ فاطمہ، حسنین کریمین کو ان کی ضرورت کے مطابق دے دیتے اور حضرت امیر معاویہ تک یہی عمل جاری رہا۔ (شرح نہج البلاغۃ فیض ابن مہتم) شیعہ کاماینا ز سید علی نقی نے بھی یہی کہا۔ (شرح نہج البلاغۃ فیض الاسلام)
- 68 حضرت ابو بکر صدیق فدک کا غلہ وصول کر کے اہل بیت کی ضروریات کے مطابق انہیں دیا کرتے تھے پھر ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی اسی پر عمل کیا (شرح نہج البلاغۃ ابن حدید)

- 69 خلفائے ثلاثہ نے سیدہ فاطمہ کو فدک سے محروم کر کے رسول خدا کی لخت جگر کو ناراض کیا 175
اس کا جواب مدلل
- 70 جب شیعہ حضرات لا جواب ہو جاتے ہیں تو پھر کہتے کہ رسول خدا نے سیدہ فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا باغ فدک اس کے مسکت جوابات 177
- 71 ہبہ فدک کے بطلان پر دلائل 171
- 72 اموال فنیے اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حصہ ہے اور آپ کے رشتہ داروں کا اور امت کے یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا 178
- 73 سیدہ فاطمہ لونڈی مانگنے کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں گئیں آپ نے فرمایا میں تجھے لونڈی سے بہترین تحفہ پیش کرتا ہوں آپ نے بخوشی اپنی رضا مندی کا اظہار کیا۔ فرمایا جب سونے لوگو تو ہر روز ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ورد کر لیا کرو۔ (جلاء العیون)
- 74 غزوہ تبوک جو بالاتفاق خیر و برکت و فدک کے بعد کا ہے ۷ ہجری فدک ہاتھ آیا۔ غزوہ تبوک ۸ ہجری کا اس وقت مسلمانوں کی مالی حالت نہایت مخدوش تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مالی قربانی پیش کرنے کا اعلان خلفائے ثلاثہ نے سب سے بڑھ کر حصہ لیا۔ 183
- 75 شیعہ حضرات ایسی روایت دکھا سکتے کہ خاتون جنت نے اس غزوہ میں کوئی حصہ ڈالا ہو اور یہ بھی نہیں کہ مال بہت اکٹھا ہو گیا تھا اور ضرورت ہی نہ رہی۔ 186
- 76 ہم ہبہ کی تردید میں کافی حقائق گذشتہ اوراق میں کر چکے ہیں وہ روایات شیعہ و سنی جس سے وہ ہبہ کا ثبوت گزارتے ہیں ان کا جائزہ اور جوابات 187
- 77 دعویٰ میراث دعویٰ ہبہ کی نفی چاہتا ہے۔ بایں سبب کہ دعویٰ میراث موت کو چاہتا ہے اور دعویٰ ہبہ حیات کو 191

- 78 شیعہ عالم مجتہد ایک ایسی صحیح روایت جس کے راوی سب کے سب ثقہ اور سنی المذہب ہوں جس سے سرکارِ دو عالم کا خاتونِ جنت کو باغِ فدک ہبہ کرنا اور سیدہ کا اس پر قبضہ کرنا ثابت ہو۔ پانچ صد روپے انعام دیں گے۔
- 194
- 79 دعا وراثت، شیعہ حضرات دعویٰ ہبہ فدک میں لاجواب ہوتے ہیں تو وراثت کا سوال پیش کر دیتے ہیں۔
- 196
- 80 سیدہ فاطمہ کا عدالتِ صدیقی میں جنس نفیس جاننا مذکور ہے بالکل عقل و نقل کے خلاف ہے
- 197
- 81 حضرت ابو بکر صدیق نے سیدہ فاطمہ کو کہا مجھے آپ کی شان اور فضل کا انکار نہیں۔ آپ کا حکم میرے ذاتی مال میں نافذ ہے۔ مگر آپ کے والد بزرگوار کی مخالفت نہیں کر سکتا
- 200
- 82 لَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ شِيعَةَ حَضْرَات كَيْتِي هِي يِه حَدِيثِ ابُو بَكْرٍ صَدِيقِي حِكِي خُو د سَاخْتِي هِي اِس كِي مَتَعَدِد مَسْكَت جَوَابَات
- 201
- 83 مسئلہ میراث میں شیعہ حضرات کے اعتراضات اور ان کے جوابات
- 216
- 84 اعتراض نمبر ابو فیکم اللہ فی اولاد کُم..... الی آخرہ تمہارے ترکہ میں سے ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہوگا۔ (سورۃ النساء) اس کا جواب
- 217
- 85 اعتراض نمبر مؤثر سُلَيْمَانِ ذَاوَد پ ۱۹ اس کا جواب
- 219
- 86 فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا..... الی آخرہ پس عطا کر مجھے ایک لڑکا جو کہ میرا وارث بنے اور حضرت یعقوب کی اولاد کا وارث بنے
- 221
- 87 سیدہ فاطمہ ابو بکر صدیق پر ناراض ہوئیں اور صدیق اکبر سے قطع تعلق کر لیا۔ اس کے متعدد جوابات۔
- 226
- 88 روایات از کتب شیعہ سیدہ فاطمہ ابو بکر صدیق سے راضی ہو گئیں اس کے متعدد ثبوت
- 230
- 89 حضرت امام باقر سے دریافت کیا کہ کیا ابو بکر صدیق اور عمر فاروق تمہارے حقوق کے بارے میں کچھ ظلم کیا یا تمہارے حق دبانے رکھے۔ فرمایا نہیں اللہ کی قسم انہوں نے ہمارے حقوق میں سے ایک دانہ کے برابر بھی ہم پر ظلم نہیں کیا۔ شرح نوح البلاغ جلد چہارم ابن جدید
- 233

- 90 حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ باغِ فدک کے متعلق شیخین کی مخالفت سے مجھے اللہ سے 234 حیا آتی ہے۔ (ابن حدید شرح نہج البلاغۃ) یعنی مجھے اس چیز کے لوٹانے (فدک) سے شرم خدا آتی ہے۔ جس کو ابو بکر صدیقؓ نے نہیں لوٹایا۔
- 91 کتب معتبرہ سے جو اہل تشیع کی ہیں حضرت علیؓ پر سیدہ فاطمہ کا ناراض ہونا ثابت ہوتا 236 ہے۔ انوارِ نعمانیہ، امالی صدوق، جلاء العمیون، تاریخ التواریخ، علی الشرائح
- 92 دعوتِ غور و فکر شیعہ حضرات سے اہل بیت رسول اللہ کو اللہ رب العزت دنیاوی مال و 245 دولت اور زب و زینت سے منع فرمایا۔ قریباً معتبر سات حوالے۔
- 93 باب نمبر ۶ بحث مسئلہ خلافت بلا فصل سیدنا علی المرتضیٰ۔ پہلی دلیل اہل تشیع کی خلافت بلا 253 فصل حضرت علیؓ پر وعدہ اللہ الذین امنوا منکم الی آخرۃ اس پر دلائل اور ان کے جوابات
- 94 حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل پر دلیل دوم اور اس کے متعدد جوابات 253
- 95 ثبوت شیعہ حضرات کے علماء کا (معاذ اللہ) قرآن پ اک میں تحریف ہو چکی ہے اس 284 کے متعدد ثبوت۔
- 96 حضرت علیؓ کے خلیفہ بلا فصل ہونے سے اللہ تعالیٰ کا انکار قول امام محمد باقر (حیات القلوب) 288
- 97 علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل پر شیعہ حضرات کی دلیل سوم اور اس کے متعدد جوابات 292
- 98 حضرت علی المرتضیٰ کی گردن میں رسی ڈال کر ان سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت پر 297 بیعت کرائی گئی۔
- 99 حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل پر شیعہ کی دلیل چہارم اور اس کے متعدد جوابات 303
- 100 حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل پر شیعہ حضرات کی دلیل پنجم اور اس کے 306 متعدد جوابات۔
- 101 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علیؓ کے اس امر کی وضاحت فرمادی اَنْتَ مِنْسَى 307 بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى اس میں سبھی متفق ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔

- 102 یہ تاویل باطل اور لغو ہے کیونکہ حضرت ہارونؑ تو موسیٰ کی زندگی میں ہی وفات پا گئے کیا خلیفہ وہی ہوتا ہے جو دنیا سے پہلے رخصت ہو اور جو خلیفہ بنا، والا ہو وہ بقیہ حیات ہو۔
- 310
- 103 خلفائے راشدین کی خلافت پر دلیل اول اس پر متعدد دلائل
- 314
- 104 رسول پاک خانہ کعبہ جا کر حجر اسٹیل پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکارا کہ اے گروہ قریش اور اے اقوام عرب بت پرستی چھوڑ کر میری دعوت قبول کرو۔ یعنی اللہ کی توحید اور میری رسالت پر ایمان لے آؤ تاکہ تم عرب کے بادشاہ ہو جاؤ اور اہل عجم تمہارے فرماں بردار ہو جائیں اور بہشت میں بادشاہ بنو۔ حیات القلوب
- 316
- 105 امام محمد باقر سے روایت ہے کہ جب امام مہدی آئیں گے عائشہ صدیقہؓ گوزندہ کریں گے تاکہ ان سے حضرت فاطمہؓ کا انتقام لیں اور ان پر حد جاری کریں۔ ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور ان کے ساتھیوں کو رضی اللہ عنہم جنہوں نے آل محمد کے حقوق چھینے ان کو سخت ترین عذاب دی کر قتل کریں گے (حق العین)
- 325
- 106 استخفاف سے مراد خلفائے اربعہ ہیں۔
- 331
- 107 آیا استخفاف کی وضاحت
- 334
- 108 خلافت حق پر دلیل دوم، جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مرض شدت اختیار کر گیا تو ابو بکر صدیق کو فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ متعدد دلائل
- 346
- 109 خلفائے راشدین کی خلافت دلیل سوم، میں نے صحابہ کرام کی بیعت کی اور ان کا وفادار ہوں۔ امالی طوسی سے حضرت علی کا فرمان
- 348
- 110 خلفائے ثلاثہ کی حقانیت پر دلیل چہارم
- 351
- 111 خلفائے ثلاثہ کی خلافت حق پر دلیل پنجم اور اس پر متعدد دلائل
- 353
- 112 خلفائے راشدین کی خلافت حق پر دلیل ششم
- 358
- 113 حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میرے بعد خلفیہ بلا فصل ابو بکر صدیق ہوں گے اور ان کے بعد عمر فاروق اعظم اس پر متعدد دلائل
- 358

- 114 خلافتِ حقہ ثلاثہ پر دلیل ہفتم حضرت حیدر کرار نے فرمایا کہ جو مجھے (رابعِ خلیفہ یعنی چوتھا خلیفہ) نہ کہے اُس پر اللہ کی لعنت ہے۔ (علامہ ابن شہر آشوب) اس پر شیعی اعتراض اور اس کا جواب
- 360
- 115 خلافتِ حقہ ثلاثہ پر دلیل ہشتم
- 363
- 116 سیدنا علی المرتضیٰ باری تعالیٰ کے دربار مقدس میں الحجّہ گواہ رہ اس بات پر کہ بے شک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو اس کے اوصیاء ہیں وہ میرے امام ہیں۔ صحیفہ علویہ
- 363
- 117 خلفائے راشدین کی خلافت پر دلیل نہم
- 365
- 118 صحیح حدیث مروی ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگئی۔ ابو بکر صدیق ۲ سال ۳ ماہ اور آٹھ دن عمر فاروق دس سال چھ ماہ اور چار تیس عثمان غنی گیارہ سال گیارہ ماہ اور تیرہ دن علی المرتضیٰ چار سال ایک دن کم سات ماہ اور امام حسن آٹھ ماہ دس دن خلافت کی یہ کل مدت تیس سال ہوئی۔ (مروج الذهب للمسعودی شیبی)
- 365
- 119 خلفائے راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل دہم حضرت علی سے روایت ہے کہ نبی پاک نے فرمایا تین دفعہ اے اللہ میرے خلفائے پر رحم کر عرض کی آپ کے خلفاء کون ہیں؟ فرمایا کہ وہ لوگ جو میری حدیث کی اور سنت کی تبلیغ کریں گے (امالی شیخ صدوق) اس پر متعدد ثقہ دلائل
- 368
- 120 خلفائے ثلاثہ کی خلافتِ حقہ پر دلیل یازدہم رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کو فرمایا تھا کہ جو شخص قرآن اور میری سنت کی مخالفت کرے اور دین میں اپنی رائے کو دخل دے تو ایسے بدعتی سے جنگ کرنا۔ (احتجاج طبری اس کی تشریح)
- 372
- 121 خلفائے ثلاثہ کی حقانیت پر دلیل دوازدہم اگر خلفائے ثلاثہ کی خلافت غاصبانہ تھی تو حیدر کرار نے اُن کے خلاف جہاد کیوں نہیں کیا۔
- 374
- 122 شیعہ حضرات کے سات بہانوں کا جواب
- 375

388	ثبوت بیعت منجانب شیعہ حضرات کہ حضرت علی سے بالجبر بیعت لی گئی۔ اس پر شیعہ حضرات کے آٹھ قول اور ان کے زبردست جوابات	123
393	قوت حیدری کا بیان	124
397	فرمان حیدر کرار، خبردار میں دو شخصوں سے ضرور جنگ کروں گا۔ ایک وہ شخص جو خلافت کا مدعی ہو لیکن اس کا اہل نہ ہو۔ دوسرا وہ شخص جو اس چیز سے اپنے نفس کو منع کرے جو اس کے لئے واجب ہو۔	125
401	حیدر کرار کا بخوشی حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت کرنے کے متعدد ثبوت	126
404	امام حسن پاک اور حسین پاک کا حضرت امیر معاویہ کی بیعت کرنے کا ثبوت	127
415	عبداللہ بن سبا یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے مسلمانوں میں حضرت علی کا وصی رسول ہونا اور خلیفہ بلا فصل کا عقیدہ پھیلایا اور خلفائے ثلاثہ کو غائب اور ظالم مشہور کیا متعدد حوالے۔	128
419	شیعہ حضرات کے فخر المناظرین قاضی سعید الرحمن کا کہنا۔ مسلمانو حقیقت یہ ہے کہ عبداللہ بن اس زمن پر پیدا بھی نہیں ہوا بلکہ یہ نعمان فیکسری کا تیار کردہ ایک ڈرامہ ہے جو محض شیعیت کو بدنام کرنے کیلئے کھڑا کیا۔	129
422	انظہار حقیقت مؤلفہ شاہ صاحب کی حقیقت کا بیان	130
426	بحث آیہ تطہیر	131
437	جنگ احد کا ذکر قرآن میں جنگ احد میں جب خالد بن ولید نے عقب سے حملہ کیا تو لشکر اسلام بھاگ گیا صرف ایک جوان کھڑا رہ گیا رسول خدا نے کہا اے علی تم کیوں نہیں بھاگے۔ علی نے کہا یا رسول اللہ (لا کفر بعد اسلام)	132
447	صحابہ کرام کا مؤمن ہونا۔	133
449	اصحاب بدر کا قطعی جنتی ہونا۔	134
449	حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم کا از روئے قرآن مؤمن ہونا۔	135
451	بعنوان حضرت علی کا صدیق اکبر ہونا۔	136

457	137	حضرت علی کی خلافت بلا فصل کے چند دلائل
461	138	سخمبائے فہمیدنی در بارہ مسئلہ خلافت
462	139	شیعہ حضرات بارہ اماموں کو مثل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام مانتے ہیں (اصول کافی)
466	140	ہم نے ان کو امام بتایا وہ ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں۔ ہم نے ان کو امام بتایا وہ جہنم کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔
475	141	آیہ استخلاف فی الارض کا مفہوم مختصر الفاظ میں
481	142	فرمان علی المرتضیٰ در بارہ تمکین دین
489	143	حضرت علی المرتضیٰ اور آپ کے قبیحین کا اہل سنت و جماعت ہونے کا ثبوت
491	144	حضرت علی کو خلافت برائے نام ملی قول شیعہ
494	145	فضائل حضرت ابو بکر صدیق
496	146	حضرت ابو بکر کا مشرف باسلام ہونا اعلان نبوت کے ساتھ ہی تھا۔
	147	حضرت ابو بکر صدیق کے لقب سے ملقب ہو۔
499	148	از روئے قرآن صدیق اکبر کا بڑا متقی ہونا یعنی اقیل اِنْ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اتَّقَاكُمْ
499	149	امام جعفر صادق کی والدہ کے ابو بکر تانا اور دادا لگتے ہیں۔
500	150	فرمان رسالت مآب ہر کسی نے اسلام قبول کرنے میں کچھ تردد سے کام لیا مگر ابو بکر صدیق بغیر کسی تردد کے فوراً اسلام قبول کیا۔ (روضۃ الصفا)
502	151	ابو بکر صدیق نے گھر کا سارا مال حضور اکرم ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔
502	152	ابو بکر صدیق کی رسول اکرم پر جانثاری کا فروع کے زغہ میں گھرے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بچالیا۔ خود کا فروع کی مار پیٹ سے بیہوش ہو کر گر پڑے۔
503	153	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے مجھ پر ایمان اور مالی قربانیاں کرنے میں سب سے سبقت کی وہ ابو بکر ہیں۔ (مسلم شریف) تاریخ التوارخ

- 154 اللہ نے مومنوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا احسان جنایا۔ ادھر آپ ﷺ فرماتے ہیں سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر ابو بکر کا احسان ہے۔
- 155 کسی صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے نزدیک محبوب ترین انسان کون ہے فرمایا ابو بکر صدیقؓ اور عائشہ صدیقہؓ (روضۃ الصفاء)
- 156 فضائل سیدنا عمر فاروق اعظم
- 157 رسول پاک نے دعا کی خدا یا اسلام کو یا عمر بن خطاب سے عزت و غلبہ عنایت فرمایا عمر بن ہشام سے تفسیر قمی (بجاری الانوار مطابا قر مجلسی)
- 158 عمر فاروق نے کلمہ پڑھا تو حضور علیہ السلام نے تکبیر کہی صحابہ کرام نے انتہائی خوشی سے اور مسرت میں آ کر اتنے زور سے تکبیر کہی کہ قریش کی محفلوں تک آواز سنائی دی۔
- 159 فاروق اعظمؓ کے اظہار ایمان سے پہلے رسول اکرمؐ بمعہ جماعت صحابہ اپنے گھر میں نماز ادا کرتے تھے لیکن حضرت عمر کے اظہار ایمان کے بعد پوری جماعت کو لیکر حرم کعبہ نماز ادا کی کعبہ میں اولین نماز باجماعت حضرت عمر فاروق کی جرأت و شجاعت کی مرہون منت ہے۔
- 160 اِنَّ الْحَقَّ يَنْطَلِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ
- 161 جب عمر فاروق شہید ہوئے اور ان کو کفن پہنایا گیا تو حضرت علی تشریف لائے اور فرمایا اس کفن پوش پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برکتیں ہوں۔ تمام روئے زمین پر میرے نزدیک کوئی چیز اس سے پسندیدہ تر نہیں کہ میں اللہ سے ملوں۔ اور میرا نامہ اعمال بھی اس کفن پوش کے اعمال نامہ کی طرح ہو۔
- 162 حضرت عمر فاروق نے حضرت علی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے ابوالحسن مجھے ایسی قوم میں رہنا اور زندگی گزارنا پسند نہیں جس میں تم نہ ہو۔ (امالی طوسی)
- 163 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ سے جو ہری وحدت کتاب الحقیق و امفترق فتاویٰ افریقہ (نوادرا اصول)

- 164 ثابت ہو گیا کہ سرور عالم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے اجسام مبارک کا خیر طیب ایک ہی پاکیزہ ترین مٹی سے اٹھایا گیا۔
- 521 گنبدِ حضرتؓ میں وصالِ ابدی
- 165 فضائلِ سیدنا عثمان غنی
- 522
- 167 غزوہ تبوک میں حضرت عثمان غنی کی بے مثال مالی امداد اس امداد کو دیکھ کر رسول کریم نے حضرت عثمان غنی کے بارے میں فرمایا۔ اے اللہ میں عثمان پر راضی ہو گیا تو بھی راضی ہو جا۔
- 523
- 168 بیعت الرضوان تحقیق اللہ راضی ہو گیا جب کہ انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت کرنے والوں تمام صحابہ جن کی تعداد پندرہ سو تھی اس وقت دنیا کے افضل ترین انسان تھے۔ رسول پاک نے ارشاد فرمایا ان میں سے کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ بلکہ سب کے سب جنتی ہیں۔
- 526
- 169 بیعت رضوان میں رسول پاک اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھ کر حضرت عثمان کیلئے غائبانہ بیعت فرمائی۔ فرودِ کافی کتاب الروضہ
- 528
- 170 اللہ تعالیٰ حضور کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیں اور سرور عالم اپنے اسی ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیں۔
- 528
- 171 حضرت عثمان غنی کی رسول کریم سے جدی رشتہ داری حضرت عثمان کا داماد رسول پاک ہونا
- 530
- 172 حضور ﷺ تیسرے دادے میں جا ملتے ہیں۔ شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام
- 530
- 173 حث حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ برائے قتل کیا گیا تو حضرت علیؓ نے اپنے دونوں لخت جگر امام حسن پاک اور حسین پاک کو حضرت عثمانؓ کے دروازہ پر حفاظت کیلئے مقرر فرمایا۔
- 532
- مروج الذهب
- 174 حضرت علی پاک نے اپنے دونوں بیٹوں کو فرمایا کہ تم دونوں دروازے پر تھے تو ایسے میں امیر المؤمنین کیسے قتل ہو گئے اس کے بعد امام حسن پاک اور امام حسین پاک کے منہ پر طمانچہ مارا اور سینے پر مکارا محمد بن طلحہ کو برا بھلا کہا اور عبد اللہ بن زبیر کو لعن طعن کی
- 533

- 175 حضرت عثمان خود امام رسول اور اُن کا پوتا داماد حسین ابن حدید شرح نوح البلاغہ
- 534
- 176 عائشہ بنت عثمان کا نکاح امام حسن پاک سے مناقب آل ابی طالب فرمان رسول پاک اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو وہ بھی عثمان کو دے دیتا اسی لئے حضرت عثمان کو ذوالنورین کہتے ہیں۔
- 535
- 177 حضرت عثمان نے غزوہ تبوک کے موقع پر جبکہ سخت مشکل اور تنگی کا وقت تھا۔ سینکڑوں اونٹ سامان سے لدے ہوئے اور ایک ہزار مشقال سونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا تو آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمکتا تھا۔ اور آپ بار بار فرماتے تھے کہ عثمان غنی آج کے بعد جو بھی عمل کریں گے اس کی باز پرس نہیں ہوگی۔
- 535
- 178 حسین کریمین کے بیمار ہونے پر حضرت فاطمہ، حضرت علی، انکی کنیز رضہ نے اُن کی صحت کیلئے تین روزوں کی منت مانی ان کی صحت پر جب وفا کا وقت آیا تینوں نے روزے رکھے۔ لیکن بوقت افطار ایک روز مسکین دوسرے روز یتیم تیسرے روز اسیر آ گیا۔ ان حضرات نے تینوں دن سب روٹیاں اُن سالکوں کو دے دیں اس معیاری ایثار و احسان کا ذکر رب العزت نے قرآن میں فرمایا۔
- 544
- 179 ایثار و انفاق فی سبیل اللہ کا یہ عالم کہ تمام عمر صاحب نصاب نہ ہو سکے۔ کہ زکوٰۃ ادا کرنے کی نوبت آتی۔
- 545
- 180 کئی کئی دن چولہا نہ جلتا تھا آپ کا کھانا نہایت سادہ ہوتا تھا آپ کی نان جویں بہت مشہور ہے۔
- 546
- 181 امام حسن پاک کا گھر میں چند دن فاقے کی نوبت آتی ہے آپ کی خادمہ چاندی کا ٹکڑا لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ آپ نے جلال میں آ کر اپنا قدم زمین پر مارا گھر کی ساری زمین سونا بن گئی۔ فرمایا کیا ہم محتاج اور فقراء اضطراری میں مبتلا ہیں نہیں دوسروں کا فقر مٹانے کیلئے یہ فقر ہم نے اپنے اوپر خود طاری کر رکھا ہے۔ یہ فقر اختیاری ہے اور ہمارے نانا پاک کی سنت

- 182 فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہے۔ مکتوٰۃ 547
- 183 حضرت علی علم و عرفان کے شہشاہ ہیں۔ حضور و اتاسخ بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تمام اولیاء اور اصفیاء کے پیشوا ابوالحسن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔ کشف المحجوب 547
- 184 تمام قطب الاقطاب، ابدال اوتاد جو اولیاء عزلت میں سے ہیں ان کی تربیت اور امداد اعانت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد ہے اور قطب مداد کا سر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قدم کے نیچے ہے۔ حضرت فاطمہ الزاہرا اور حضرت امام حسن پاک اور امام حسین پاک بھی اس مقام میں حضرت علی کے شریک ہیں۔ مکتوبات مجدد الف ثانی 547
- 185 حضرت علی کرم اللہ وجہہ قبل پیدا آئیں اور بعد پیدا آئیں وجود عنصری اس مقام کے مرکوز ہے۔ 548
- 186 اہل سنت و جماعت ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ حضرت علی سے محبت رکھے جس کا دل اہل بیت کی محبت سے خالی ہے وہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے اور خارجی فرقہ میں داخل ہے۔ (مکتوبات مجدد) 548
- 187 فتح خیبر کا سہرا آپ ہی کے سر پر ہے اسی بنا پر دنیا کو فاتح خیبر کہتی ہے۔ 549
- 188 حضرت فاروق اعظم کے نزدیک گستاخ علی گستاخ رسول مقبول ہے۔ (امام شیخ طوسی) 552
- 189 قبلہ عالم پیر جماعت علی شاہ لاثانی نے فرمایا میرے نزدیک جناب سیدہ فاطمہ الزاہرا کا درجہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے زیادہ ہے۔ (انوار لاثانی) بحکیم الامیران شاہ عبدالحق محدث دہلوی میں لکھا ہے کہ یہی عقیدہ امام مالک حضرت تاج الدین سبکی شیخ علیم الدین عراقی کا ہے۔ 553
- 190 علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے گلہائے عقیدت بحضور سیدہ فاطمہ الزاہرا، امام حسن پاک، امام حسین پاک نوجوانان جنت کے سردار (ترمذی شریف) جس کی موت آل محمد کی محبت پر ہوگی اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو فرشتوں کیلئے زیارت گاہ بنائے گا۔ 553

پیش لفظ

بندہ حقیر و ناچیز عرصہ دراز سے رتی ٹہی چک نمبر 12 تحصیل و ضلع شیخوپورہ جامع مسجد المصطفیٰ ﷺ میں خطابت کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ ہمارے گاؤں میں تھوڑے شیعہ صاحبان بھی اقامت پذیر ہیں۔ گاہ بگا اُن شیعہ دوستوں اور ان کے آنے والے ذاکرین و اعظین سے اختلافی مسائل شیعہ سنی پر بحث و تہیص ہوتی رہی۔ بایں سبب شیعہ لٹریچر کا اور ان کے دفاع میں اہلسنت اکابر علماء کی کتابوں کا بکثرت مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ اپنے دوران خطابت بسلسلہ شیعہ سنی مسائل اختلافی پریکٹوں تقریریں کیں۔ اکثر اصحاب و احباب جو ماشاء اللہ مذہبی علم و بصیرت رکھتے ہیں اور ان میں دینی تعلیم کے علاوہ بعض احباب میٹرک، ایف اے، بی اے بھی ہیں۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ علامہ صاحب ہم نے اکثر بڑے بڑے علماء اور مناظرین کی انہیں مسائل اختلافی ”شیعہ سنی“ پر تقریریں سنی ہیں اور انہیں مسائل پر ان کے تحریر کردہ رسائل اور چھوٹی موٹی کتابیں بھی پڑھی ہیں۔ مگر آپ جیسا مدلل اور موثر بیان جو کہ دلائل قویہ سے مزین ہوتا ہے کم۔ یکھنے میں آیا۔ ہمارا مخلصانہ مشورہ جو کہ دینی حمیت پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ تقریر خواہ کتنی ہی فصیح و بلیغ اور مدلل ہو۔ ہو میں اڑ جاتی ہے اور کچھ عرصہ بعد سامعین کے ذہنوں سے از یاد رفت ہو جاتی ہے۔ لہذا آپ کو ان اختلافی مسائل پر کوئی ایسی کتاب لکھنی چاہیے جس سے ہم اور آئندہ آنے والی ہماری اولاد دیگر

احباب اہلسنت فیض یاب ہو سکیں۔ ہم ہر طرح آپ کے ساتھ تعاون کریں گے۔ اُن نیک طبیعت احباب و اصحاب کا مشورہ بسر و چشم قبول کرتے ہوئے کتاب کی تالیف شروع کر دی۔

مگر اس کاوش سے میرا مطلب یا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ کوئی اپنا یا بیگانہ میری تعریف

کرے۔ من آنم کہ من دانم، میں ایک حقیر و ناچیز بندہ ہوں بقول شاعر

نہ خریدار کا حصہ ہوں نہ حق بائع کا

میں وہ دانہ ہوں جو گر جائے کف میزاں سے

اگر اس کے باجوہ کوئی صاحب علم و بصیرت مجھے کسی قابل سمجھتا ہے۔ اور اپنے گوشہ

التفات میں مجھے جگہ دیتا ہے تو میں اُسے اللہ کا فضل اور اُس قدر شناس کی بلندئِ اخلاق سمجھتا

ہوں۔

معرا ہوں ہنر سے میں سراپا عیب ہوں اکبر
عنایت ہے اجبا کی اگر اچھا سمجھتے ہیں

باب اول

در مسئلہ بنات سیداکائنات

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ
مِنْ جَلَابِئِهِنَّ ط

ترجمہ: اے نبی! تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔

(ترجمہ مقبول شیعہ مطبوعہ افتخار بکڈ پوکرشن نگر لاہور صفحہ ۸۴۹)

غور کیجئے! اس آیت مبارکہ میں تینوں لفظ جمع وارد ہوئے ہیں۔ ازواج۔ بنات۔ نساء۔
المؤمنین بلحاظ قواعد عربیہ صیغہ جمع سے کم از کم تین افراد مراد لینا حقیقی معنی ہے۔ ان تینوں یعنی ازواج۔
بنات۔ نساء المؤمنین میں کسی لفظ میں واحد کا شائبہ ہی نہیں۔ بنت کا واحد کہاں سے لاؤ گے۔

بنات کا لفظ حقیقی بیٹیوں پر استعمال ہوتا ہے۔ سوتیلی بیٹیوں پر نہیں ہوتا۔

چونکہ بنات کا لفظ مضاف بسوئے نک ہے جس کا ترجمہ یہ ہوا۔ کہ آپ اپنی بیٹیوں

کو فرمائیے اگر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پچھلی لڑکیاں ہوتیں تو بنتیک کی بجائے بنات زوجہ ہوتا
و بنا تک میں ک اضافی نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں ثابت کر دیں۔ اب بنت کی
تشریح شعبیہ تفسیر سے

(وَبَنَاتِكُمْ) وَنِكَاحُ بَنَاتِكُمْ وَكُلُّ امْرَأَةٍ رَجَعَ نَسْبُهَا إِلَيْكَ
بِالْوَلَاةِ بِدَرَجَةٍ أَوْ دَرَجَاتٍ بِإِنَاثٍ رَجَعَ نَسْبُهَا إِلَيْكَ أَوْ بِذُكُورٍ
فَهِيَ بِنْتُكَ

ترجمہ: یعنی اور وہ تمہاری بیٹیاں، یعنی تمہاری بیٹیوں کا نکاح تمہارے لئے حرام ہے۔
آگے بنت کی تشریح کرتے ہیں۔ بنت ہر اُس عورت کو کہا جاتا ہے جس کی نسبت
ولادت کے ساتھ تیری طرف رجوع کرے یا پوتی وہ بھی بیٹی ہے۔ (علامہ نوری طبری نے جو
امام الطائفة الشیعہ ہے) اس نے فیصلہ کر دیا کہ اپنی بیٹی جو اپنی عورت سے اپنے نسب سے پیدا
ہو وہی بیٹی کہلاتی ہے۔ جس بیٹی کی نسبت آدمی کی طرف نہ ہو وہ اس آدمی کی بیٹی نہیں کہلا سکتی
اور جو شخص بنات سے سوتیلی بیٹی مراد لیتا ہے وہ زبان عرب سے ناواقف ہے کیونکہ عربی زبان
میں سوتیلی بیٹی یعنی بیوی کی پچھلی لڑکی کو پرہیزہ کہا جاتا ہے۔

بنت کا لفظ اس پر دوسرے خاوند کیلئے استعمال ہوتا ہی نہیں جیسا کہ قرآن پاک میں

مذکور ہے۔

وَرَبَابِنَاتِكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَاءِ كُمْ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ

ترجمہ: جن عورتوں سے تم نے صحبت کی یعنی دخول کیا ان کی گدیوں میں جو تمہاری سوتیلی بیٹیاں ہیں۔

منکرین بنات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عربی زبان سے اتنے ناواقف ہیں ان کو اتنا علم بھی نہیں کہ

بنات کا لفظ سوتیلی بیٹی پر استعمال نہیں ہوتا۔ اگر کوئی قرآنی اصطلاح سے بنات کے لفظ کو

سوتلی بیٹی میں شامل دیکھا دے تو ہم اس کو انعام دینگے۔ ورنہ ہم قرآنی اصطلاح کو شیعہ تفسیر سے دیکھا دیتے ہیں۔

(دیکھو تفسیر عمدة البیان ۱/۲۲۵ میں لکھا ہے)

وَرَبَابِكُمْ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ اُورِغُلُويسِ تَهَارِي جُو كِه بِيچِ گُو دِيُوں تَهَارِے كِي
ہیں تم ان کی پرورش کرتے ہو۔ (نمبر ۲ النساء پ ۵)

نمبر ۱ مجمع البیان مطبوع طہران مؤلفہ ابی علی طبری ----- ۳/۲۷ اور ربائب جمع
رہیبہ کی ہے اور رہیبہ اُس کو اس واسطے کہتے ہیں کہ اُس کی ماں کا دوسرا شوہر اُسکی پرورش کرتا
ہے۔ یعنی تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو کہ دوسرے خاوندوں سے ہیں۔

الحاصل: ثابت ہوا کہ بنت کا حقیقی معنی بھی یہی ہے کہ اپنی پشت سے متعلق ہو چنانچہ علامہ
نوری طبری جو امام الطائفۃ الشیعہ ہے اپنی تفسیر مجمع البیان صفحہ ۲۸ پر یہی فرماتے ہیں پیچھے حوالہ
گذر چکا ہے۔ اگرچہ قرآنی آیت کے بعد کسی اور حوالہ کی ضرورت نہیں رہتی مگر ضدی اور
متعصب مزاج والوں کیلئے ہم انہیں کی مسلمتہ کتب کے حوالہ جات پیش کریں گے۔ مگر ہم اب
خلاصہ کلام اختصاراً پیش کرتے ہیں تاکہ ہماری قرآنی آیت کی تشریح جو کہ ہم نے کی ہے
بآسانی سمجھ میں آجائے۔ یہ ایک مسلمتہ حقیقت ہے کہ قرآن شریف فصیح ترین زبان عرب
میں نازل ہوا ہے۔

عربی میں ایک بیٹی کیلئے لفظ بنت آیا ہے اور دو کیلئے بنات اور دو سے زیادہ کیلئے بنات
اور بیویوں کے پہلے شوہر سے بیٹیوں کیلئے ربائب اور عام عورتوں اور بیویوں کیلئے نساء اور جیسا کہ
قرآن پاک میں محرمات (یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام ہے) کے بیان میں فرمایا گیا ہے۔

حُرْمَتٌ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ تَا

وَرَبَّائِكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ (آلایہ)

یعنی حرام ہیں تم پر تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو کہ دوسرے شوہروں سے ہیں۔ (شیعی تفسیر عمدة البیان صفحہ ۲۲۵)

اور جیسا کہ بیان ہو چکا قرآن پاک میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ کی دو سے زیادہ صاحبزادیاں تھیں اور یہ ذکر صاف لفظوں میں پردہ کے حکم میں ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ

یعنی یا نبی کہہ دو اپنی بیویوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مومنوں کی عورتوں کو کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ خدائے عالم الغیب کے علم میں تھا کہ اگر صرف یہ حکم دیا جاتا ہے کہ۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ.

تو اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹیاں بھی آ سکتی تھیں اور ازواج پاک بھی اور عام مسلمان عورتیں بھی مگر خاص کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دانا و نبی سے عداوت رکھنے والے لوگ کہہ دیجئے کہ قرآن میں کہیں نہیں کہ رسول خدا کی ایک سے زیادہ بیٹیاں تھیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ہر صنف کو الگ الگ واضح طور پر بیان کر دیا تاکہ منکرین کو انکار کی گنجائش نہ رہے۔ قرآن مقدس کی اس واضح اور محکم دلیل سے فرار کیلئے منکرین بنات نے کئی ایک لایعنی بے معنی اور بود لے اعتراضات کا سہارا لے رکھا ہے۔ جن کی حیثیت پرکاہ سے زیادہ نہیں۔ اعتراض جعفری صاحب:

واقعی آیہ حجاب میں لفظ بنات جمع کا صیغہ ہے۔ لیکن یہیں جمع کا صیغہ محض سیدہ کی تعظیم کیلئے ہے۔ دراصل مراد صرف ایک بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے۔

جواب قادری صاحب:

یہ اعتراض بھی کم علمی اور بے بصیرتی کا نتیجہ ہے۔ غور کیجئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اس جگہ مخاطب ہیں۔ ان کے لئے تو قتل واحد اور ک ضمیر واحد استعمال ہو اور صرف ایک صاحبزادی کیلئے تعظیماً صیغہ جمع ہو یا للعجب۔ حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (مخاطب) زیادہ تعظیم کے مستحق ہیں۔

جس شان تمہیں شانیں سب بنیاں

دیگر اس آیت کریمہ میں احکام تکلیفیہ بیان ہو رہے ہیں۔ عورتوں کے پردہ کا حکم دیا گیا ہے یہ مقام مدح و ثنا نہیں۔ غور فرمائیں اگر جمع تعظیسی ہوتی تو قُلْ لَا زَوْجَکَ میں کاف ضمیر خطاب میں افراد کیوں برتا گیا۔ جناب میریم علیہا السلام تمام دنیا کی عورتوں سے بزرگ ہیں قرآن پاک میں وَصَطَفَکِ عَلٰی نَسَاءِ الْعَالَمِیْنَ ہے۔ لیکن کاف ضمیر مفرد لایا گیا ہے۔ جس طرح لفظ اَزْوَاجَکَ میں سے واضح ہے کہ رسول پاک کی بیویاں ایک سے زیادہ تھیں اسی طرح بنات کی تعداد ایک سے زیادہ ہے اگر بنات جمع تعظیسی سمجھ کر ایک بیٹی مانو گے تو ازواج بھی ایک ہی ماننی پڑے گی۔ اگر ازواج زیادہ ہیں تو بنات بھی زیادہ ہیں۔ جس طرح کوئی شخص ایک زوجہ رسول کو مانے بقیہ کا انکار کرے تو وہ اس آیت قرآن کا منکر ہے۔ اسی طرح بقیہ دختران رسول کا انکار کرنا بھی منکر آیت قرآن ہوگا۔

آیت قرآنی کی تفسیر ختم ہوئی۔ اب شیعہ حضرات کی معتبر کتب احادیث سے حوالے

پیش کئے جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱:

وَمَا تَعْبُدُ الْمَطْلِبِ فَوَلَدَ لَهُ مِنْهَا قَبْلَ مَبْعُوثِهِ

الْقَاسِمُ وَرَقِيَّةٌ وَزَيْنَبُ وَ أُمُّ كَلْثُومٌ وَوَلَدَهُ، بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبِ
وَالطَّاهِرُ وَالْفَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَرَوَى أَيْضًا أَنَّهُ لَمْ يُوَلَّدْ لَهُ، بَعْدَ
الْمَبْعَثِ إِلَّا فَاطِمَةَ وَ إِنَّ الطَّيِّبَ وَالطَّاهِرَ وَوَلَدَ قَبْلَ مَبْعَثِهِ

ترجمہ: اور عبدالمطلب فوت ہوئے اس وقت نبی کریم ﷺ تقریباً آٹھ برس کے تھے اور آپ
نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا تو اس وقت آپ تقریباً ۲۲/۲۳ برس کے
تھے۔ اظہار نبوت سے پہلے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے قاسم۔ رقیہ۔ زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئے
اور ایک روایت میں ہے کہ اظہار نبوت کے بعد صرف حضرت فاطمہ طیبہ اور طاہرہ پیدا ہوئے۔
(کتاب الحجۃ اصول کافی جلد اول داب نمبر ۱۱ شمیم بکڈ پو کراچی صفحہ نمبر ۵۴۴)

دوستان عزیز اصول کافی مذہب شیعہ کی وہ کتاب ہے جس کے صفحہ اول پر لکھا ہے کہ
حضرت امام مہدی علیہ السلام نے اس کتاب کو ملاحظہ فرما کر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ قال امام

العصر و حجة الله المنتظر هذا كافٍ لشيئتنا

حضرت امام مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کتاب ہمارے شیعوں کیلئے کافی ہے۔ شاید
اسی وجہ سے اس کتاب کا نام اصول کافی رکھا گیا۔ کہ امام مہدی علیہ السلام نے اسے کافی فرما دیا
ہے۔ خود شیخ کلینی صاحب کتاب اصول کافی کے مقدمہ میں اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ انہوں
نے اس کتاب میں تمام اخبار و آثار صحیحہ جمع فرمائے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

مَنْ يَرِيذُ عِلْمَ الدِّينِ وَالْعَمَلَ بِهِ بِالْأَثَارِ الصَّحِيحَةِ عَنْ صَادِقَيْنِ
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَالسَّنَنَ الْقَائِمَةَ الَّتِي عَلَيْهَا الْعَمَلُ

یعنی تمام شیعہ خیر البریہ کا اس کتاب کی فضیلت اور اس کے قابل عمل و وثوق ہونے
پر اتفاق ہے۔ نیز ان کا اس امر پر اجماع ہے کہ اس کتاب کا درجہ تمام کتاب احادیث سے

اجل وارفع ہے۔ اور یہ کتاب وہ ہے جس پر قابل اعتماد راوی جو ضبط و اتقان میں مشہور ہیں کی روایات کا دار و مدار ہے۔ ماخوذ از مقدمہ مظفری صفحہ ۲۵

تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے نزدیک حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی بیٹیاں ہیں ورنہ امام مہدی علیہ السلام قرآن مجید کے حکم اذْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ لے پالکوں کو اُن کے حقیقی باپ کا کر کے پکارا کرو کہ خدا کے نزدیک یہی بات زیادہ انصاف کی ہے۔

(سورۃ احزاب پ ۲۱ ترجمہ مقبول قرآن مجید ۸۳۳ افتخار بکڈ پوکر شناگر)

ورنہ حکم خداوندی کو مد نظر رکھ کر ان تینوں بیٹیوں کے ناموں کو اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج فرما دیتے۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ محمد بن یعقوب کلینی نے اصول کافی کی اس روایت میں یہ اختلاف تو نقل کیا ہے کہ کونسی اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے پیدا ہوئی اور کون سی اولاد بعثت نبوی کے بعد۔ لیکن محمد بن یعقوب کلینی صاحب اصول کافی کو اپنی روایات شیعہ میں یہ اختلاف کہیں نہیں ملا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ ورنہ اس اختلاف کو بھی اختلاف اول کی طرح ضرور ذکر فرماتے۔ جس سے واضح ہو گیا کہ روایات شیعہ میں یہ مسئلہ متفق علیہا ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہو کہ صاحب تفسیر صافی نے لکھا ہے کہ محمد بن یعقوب کلینی اپنی کتاب اصول کافی میں وہ روایات نقل کرتے ہیں جو ان کے نزدیک موثوق اور معتبر ہوتی ہیں۔ ازاں یسو بہ ادا وہ فیہ (تفسیر صافی) نمبر ۱۳

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ إِنَّ
 خَدِيجَةَ وَلَدَتْ مِنِّي طَاهِرًا وَهُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَهُوَ الْمُطَهَّرُ وَوَلَدَتْ مِنِّي
 الْقَاسِمَ وَفَاطِمَةَ وَرُقِيَّةَ وَأُمَّ كَلْثُومَ وَزَيْنَبَ وَأَنْتَ مَهْنُ أَعْقَمَ اللَّهُ
 رَحْمَهُ، فَلَمْ تَلِدِي شَيْئًا

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق ؑ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے
 دو لکدہ پر تشریف لائے تو اچانک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ
 عنہا کے سامنے کھڑی تھیں چیخواری تھی اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں خدا کی قسم اے
 خدیجہ کی بیٹی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیری ماں کی کوئی ہم پر فضیلت تھی اور کوئی فضیلت اس کو ہم
 پر تھی ہمارے بعض کی مثل تھی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بات کو سنا تو جب
 حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا رو پڑیں تو آپ نے فرمایا اے بنت محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں کس نے رُلا یا ہے۔ فرمایا: اس نے میری والدہ کا ذکر کیا تو اس کی تنقیص
 کی تو میں رو پڑی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آ گیا پھر فرمایا چھوڑ اے حمیرا ضرور اللہ تعالیٰ
 نے اچھی اولاد میں برکت فرمائی ہے اور بے شک خدیجہ رضی اللہ عنہا نے میری پشت سے دو
 بیٹے جنے طاہر جس کا نام عبد اللہ ہے اور وہ مطہر ہے اور میری پشت سے قاسم جنا اور فاطمہ اور
 رقیہ اور ام کلثوم اور زینب ؑ کو اور تو ان عورتوں سے ہے جس کے رحم کو اللہ تعالیٰ نے بانجھ
 بنایا۔ تو نے کچھ جنا نہیں۔

لفظ ”ولدت منی“ خدیجہ نے میری پشت سے جنے قاسم۔ فاطمہ۔ رقیہ۔ ام کلثوم۔
 زینب الخ شیعہ حضرات عبرت پکڑیں حضور نے اپنی پشت کی چار بیٹیاں فرمائیں۔ کیوں بھی
 جعفری صاحب اب تو شیعہ مذہب کی مستند اور معتبر کتاب سے حدیث مصطفیٰ ؐ اور مصطفیٰ ؑ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے معلوم ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک سے آپ کی چار بیٹیاں حقیقی نسبی ثابت ہو گئیں۔ اب جو چاروں صاحبزادیوں کا منکر ہے وہ منکر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

قادری صاحب یہ منقولہ حدیث ہم پر حجت نہیں اس لئے کہ یہ حدیث منقطع ہے۔ جعفری صاحب یہ ہمارے محدثین کا قانون ہم کو سناتے ہو۔ یہ شیعہ مذہب کی حدیث ہے اور اصول حدیث دیکھو۔ یہ حدیث تمہارے نزدیک منقطع نہیں۔

سنیے! یہ مذکورہ بالا حدیث حضرت امام جعفر صادق ؑ کی روایت کردہ ہے اور آپ ہی کی زبان مبارک سے اصول حدیث سنیے۔ شیعہ قانون کے مطابق حضرت امام جعفر صادق ؑ کا فرمان خدا تعالیٰ کا فرمان ہے۔ آپ کا فرمان سنیے اور سر دھنیے۔

اصول کافی: علی بن محمد عن سہل بن زیاد عن احمد بن محمد عن عمر عبدالعزیز عن ہشام بن سالم و حاد بن عثمان وغیرہ باب ہجدهم صفحہ ۱۵۶ اصول کافی جلد نمبر ۱

قالو سمعنا ابا عبد الله عليه السلام يقول حديثي حديث ابي
و حديث ابي حديث جدی و حديث جدی حديث الحسين و
حديث الحسين حديث الحسن و حديث الحسن حديث امير
المؤمنين و حديث امير المؤمنين حديث رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم و حديث رسول الله قول الله عز وجل

ترجمہ: حاد بن عثمان وغیرہ نے کہا کہ ہم نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے سنا
فرماتے تھے۔ میری حدیث میرے باپ محمد باقر علیہ السلام کی حدیث ہے اور حدیث میرے
باپ محمد باقر علیہ السلام کی میرے دادا حضرت علی زین العابدین کی ہے اور حدیث حضرت

زین العابدین حدیث حضرت حسین کی ہے اور حدیث حضرت حسین کی حدیث حضرت حسن کی ہے اور حدیث حضرت حسن کی حدیث رسول اللہ علیہ وسلم کی ہے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمان خداوندی ہے اب بتاؤ جعفری صاحب تم تو جعفری ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرما دیا کہ میرا فرمان، فرمان حق ہے یعنی میری حدیث اللہ کا فرمان ہے۔ شیعہ دوستو! حضرت کا نعرہ لگا کر اگر جعفری بنا ہے تو ایمان درست کر لو۔ اب اسی حدیث کی شرح اور وضاحت تمہاری ہی شرح سے بیان کرتے ہیں۔

مرادیں است کہ حدیث مرا زہر کد ام کہ خواہی نقل میتوانی کرد و احتیاج بذکر واسطہ نیت چہ حدیث ما محض نقل است و خود رائی در آں نیست

مندرجہ بالا حدیث کی شرح اب تمہارے ہی فاضل جلیل ملا خلیل تزوینی شیعہ فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میری حدیث جہاں سے چاہو نقل کر لو واسطے کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہماری حدیث محض نقل ہی ہے اور اس میں خود رائی نہیں ہے۔ کیوں جعفری صاحب اب تو تم حضرت امام جعفر صادق کی حدیث بلا واسطہ کو بھی واسطے سے طلب نہیں کر سکتے۔ اگر تم واسطہ طلب کرو گے تو پھر تم جعفری نہیں رہو گے بلکہ واسطے کا اعتراض کرنے سے خود رائی کہلاؤ گے شیعہ نہیں کہلا سکتے۔

(الصافی شرح اصول کافی جلد ۱/۱۱)

کیونکہ شیعہ مذہب میں بارہ امام ائمہ معصومین ہیں اسلئے اُن سے غلطی تمہارے مذہبی عقیدہ کے مطابق ممکن ہی نہیں۔ اسلئے جو بھی حدیث مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بارہ اماموں سے بلا واسطہ بھی ہوگی وہ تمہارے اصول و عقیدہ کے مطابق حدیث متصل کا درجہ رکھے گی۔ ورنہ ائمہ معصومین کی معصومیت میں فرق لازم آتا ہے۔ کیوں جعفری صاحب یہی تھا آپ کا اعتراض کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے شروع

حدیث میں دَخَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا هِيَ۔ کیا حضرت جعفر صادق ؑ نے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا۔ درمیان میں جس حدیث کا روای نہ بیان کیا جائے وہ منقطع ہوتی ہے اور حدیث منقطع قابل حجت نہیں۔ امید ہے اب آپ کی تسلی ہوگئی ہوگی۔

جعفری صاحب ایک طرف تو تمہارے مذہب شیعہ میں حدیث منقطع قابل حجت ہے اور دوسری طرف امام جعفر صادق، حضرت امام باقر، حضرت زین العابدین، حضرت امام حسین، حضرت امام حسن اور حضرت علی المرتضیٰ ؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ ؐ اور خود خدا تعالیٰ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیوں کا اشادنا میں اور تم صرف ایک کے قائل ہو۔ خدا سوچو تم کون ہوئے۔ اگر آپ جعفری ہیں تو اپنے ائمہ معصومین کا کہا مانو۔ بولونفرہ حیدری! یا علی ؑ اور حدیث مصطفیٰ ؐ جو فرمان الہی کا درجہ رکھتا ہے۔ آنحضرت کی زبانی چار بیٹیاں پڑھ کر سن کر آپ کی چار صاحبزادیوں پر ایمان لا کر سچے جعفری، باقری، مومن بن جاؤ۔

(حدیث نمبر ۳ کتاب الاستبصار جلد اول کتاب الجنازہ صفحہ ۲۳۵)

علی بن الحسین عن عبد الرحمان

عَنْ يَزِيدِ بْنِ خَلِيفَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِنَ الْقُمَّيِّينَ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ اتَّصَلِي النِّسَاءَ عَلَى الْجَنَازَةِ قَالَ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآلِهِ كَانَ فِيمَا هَدَرَدَمَ الْمُغِيرَةَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ وَحَدَّثَ حَدِيثَنَا طَوِيلًا وَإِنَّ زَيْنَبَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ تُوَفِّيَتْ وَإِنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ خَرَجَتْ فِي نِسَاءٍ هَا فَصَلَّتْ عَلَيَّ أُخْتِهَا

یزید بن خلیفہ نے کہا کہ میں جعفر صادق ؑ کے پاس تھا تو ایک آدمی ؑ نے آپ سے سوال کیا کہ یا ابا عبد اللہ ؑ کیا عورتیں نماز جنازہ پڑھ سکتیں ہیں کہا راوی نے تو حضرت جعفر صادق ؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغیرہ بن ابی العاص کے خون ضائع ہونے کی بات فرما رہے تھے اور آپ نے لمبی حدیث بیان فرمائی اور بلا شک زینب ؑ بھی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فوت ہوئی اور یقینی بات کہ حضرت فاطمہ ؑ اپنی عورتوں میں نکلے تو آپ نے اپنی ہمیشہ حضرت زینب ؑ پر نماز جنازہ پڑھی۔

حدیث نمبر ۴:- روى محمد بن احمد الاشعري

عن يونس بن يعقوب عن ابى مریم ذَكَرَهُ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أُمَّامَةَ
بِنْتَ الْعَاصِ وَأُمَّهَا زَيْنَبُ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
كَانَتْ تَحْتَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ وَفَاتِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا
السَّلَامُ فَخُلِفَ عَلَيْهَا بَعْدَ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمُغِيرَةَ بْنِ نَوْفَلٍ

ترجمہ: بے شک امامہ بنت عاص اور جس کی والدہ زینب ؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی علی بن ابی طالب علیہ السلام کے نکاح میں تھیں۔ حضرت فاطمہ ؑ کے وصال کے بعد حضرت علی المرتضیٰ ؑ کے بعد مغیرہ بن نوفل نے امامہ بنت عاص سے نکاح کیا۔ (من لا یخفہ الفقیہ صفحہ ۴۰۷)

کیوں جی جعفری صاحب ہم نے آپ کی مستند سنن اربعہ کی حدیث سے ثابت کر دیا کہ حضرت امامہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی تھیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی حضرت زینب کی لڑکی تھیں اور علی المرتضیٰ ؑ سیدہ فاطمہ ؑ کے وصال کے بعد امامہ ؑ بنت زینب ؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کیا۔ امامہ ؑ

حضرت زینب کے وطن سے عامس کی بیٹی تھیں۔

۱۔ اب تم ثابت کر دو اپنی ہی کتب احادیث مسلمہ سنن اربعہ یعنی کافی لابی جعفر بن

یعقوب الکلینی صغیرا

۲۔ تہذیب الاحکام شیخ الطائفہ ابی جعفر محمد بن الحسن بن علی الطوسی

۳۔ استبصار فیما اختلف من الاخبار شیخ الطائفہ ابی جعفر الطوسی

۴۔ من لاسخرفہ الفقہیہ محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی سے

کہ امامہ ؑ بنت زینب ؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی نہ تھی یا حضرت

علی ؑ نے حضرت امامہ ؑ سے نکاح نہیں کیا۔ تو آپ کو 4 صد روپیہ انعام دیا جائیگا۔

حدیث نمبر ۵:-

عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ قال ولد لرسول اللہ من

خدیجۃ القاسم و الطاہر و هو عبد اللہ و أم کلثوم و رقیۃ و زینب و

فاطمۃ و تزوج علی ابن ابی طالب فاطمۃ علیہا السلام و تزوج ابو

العاص بن الربیع و هو رجل من بنی امیۃ زینب و تزوج عثمان بن

عفان أم کلثوم فمات و لم یدخل بہا فلما ساروا الی بدر زوجہ

رسول اللہ رقیۃ

ترجمہ: ابو بصیر حضرت جعفر صادق ؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی

حقیقی اولاد کا ثبوت ہے۔

حضرت خدیجہ ؑ سے پیدا ہوئی۔ قاسم اور طاہر ان کا نام عبد اللہ تھا۔ أم کلثوم رقیۃ

اور زینب اور فاطمہ۔ نکاح کیا علی ابن ابی طالب ؑ نے فاطمہ ؑ سے اور نکاح کیا حضرت

ابوالعاص بن ربیع نے اور وہ بنی امیہ سے تھا۔ حضرت زینب ؓ سے اور نکاح کیا حضرت عثمان بن عفان ؓ نے ام کلثوم ؓ سے پھر وہ فوت ہو گئیں اور اس کے ساتھ جماعت نہیں فرمائی پھر جب وہ جنگ بدر کی طرف چلے تو مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان ؓ سے حضرت رقیہ ؓ کا نکاح کر دیا۔ (خصال لابن بابویہ جلد ۲ صفحہ ۳۷)

حدیث نمبر ۶:-

از قرب الاسناد لابی العباس عبداللہ بن جعفر۔ حضرت امام جعفر صادق ؑ اپنے والد حضرت امام محمد باقر ؑ سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ وَلِدَ لِرَسُولِ اللَّهِ (ص) مِنْ خَدِيَجَةَ الْقَاسِمِ وَالطَّاهِرِ وَأُمِّ كَلْثُومٍ وَرُقِيَّةَ وَزَيْنَبَ فَزَوْجَ عَلِيٍّ (ع) مِنْ فَاطِمَةَ (ع) وَتَزَوَّجَ أَبُو الْعَاصِ بْنِ رَبِيعَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ زَيْنَبًا وَتَزَوَّجَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَانَ أُمَّ كَلْثُومٍ وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا حَتَّى هَلَكَتْ وَزَوْجَهُ رَسُولُ اللَّهِ (ص) مِكَانَهَا رُقِيَّةَ

(قرب الاسناد) صفحہ ۸

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت فرماتے ہیں۔ محمد باقر ؑ نے فرمایا کہ حضرت خدیجہ ؓ سے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پیدا ہوئی۔ قاسم اور طاہر ؑ اور ام کلثوم اور رقیہ اور فاطمہ اور زینب ؓ پھر نکاح کیا علی ؑ نے حضرت فاطمہ ؓ سے اور نکاح کیا ابوالعاص بن ربیعہ نے جو بنی امیہ کی قوم سے تھا۔ حضرت زینب ؓ سے اور نکاح کیا حضرت عثمان بن عفان ؓ نے ام کلثوم ؓ سے۔ دخول نہیں کیا اور وہ فوت ہو گئیں اور نکاح کیا حضرت عثمان ؓ سے رسول اللہ ﷺ نے ام کلثوم کی جگہ حضرت رقیہ ؓ کا قرب الاسناد لابی العباس عبداللہ بن جعفر الحمیری صفحہ ۸

کیوں بھی آپ اپنے آپ کو جعفری کہلاتے ہو اگر آپ واقعی جعفری ہو تو ہم نے آپ کی معتبر حدیث کی کتاب سے حضرت امام جعفر صادق ؑ اور ان کے والد محترم حضرت امام محمد باقر ؑ کا صاف صاف فیصلہ سنا دیا کہ آنحضرت عالیان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیاں تھیں۔

ف۔ وُلِدَ لِرَسُولِ اللَّهِ فِي لَامٍ تَخْصِيصٍ كِي هِي جَسَّ سِي اِطْنِي حَقِيْقِي اَوْلَادِ كَا ثَبُوْتِ هِي۔ ثَابِتْ هُوَا كِي جَعْفَرِي اَوْرِ بَاقَرِي حَقِيْقًا وَهِي هِي جُو مَصْطَفِي عَلِيهِ الصَّلٰوٰةُ وَالسَّلَامُ كِي چَارُوں صَاحِبَزَادِيُوں كُو حَقِيْقِي بِنَاتِ الرَّسُوْلِ مَانِي۔
حدیث نمبر ۷:-

فرمان جناب علی الرضی ؑ شیر خدانج البلاغت سیدنا علی الرضی ؑ نے سیدنا حضرت عثمان ؓ کو فرمایا۔

اَنْتَ اَقْرَبُ اِلَي رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَيْجَةَ رَحْمٍ مِنْهُمَا وَقَدْ نِلْتِ مِنْ صِهْرِهِ مَا لَمْ يَنَالَا
ترجمہ: آپ بہ نسبت اُنکے (ابوبکر و عمر ؓ) رسول اللہ ؐ سے نسبتی قرابت میں قریب ہیں اور آپ نے رسول اللہ کی دامادی کا شرف پایا جو اُن دونوں کو نہیں ملا۔ جعفری صاحب اگر آپ لوگ ذرا بھی انصاف سے کام لیں تو جناب امیر ؓ کے اس فرمان پر جس میں آپ قرابت رسول اور دامادی کا اعتراف کرتے ہیں۔ حضرت عثمان ؓ کیلئے یہ ایسی زبردستی شہادت ہے جس کے مقابلہ میں منکرین بنات الرسول کے خرافات کی کوئی وقعت نہیں۔ آپ کے اس فرمان مبارک کا ترجمہ اور شرح حاجی سید علی نقی شیعہ نے فیض الاسلام میں یوں کیا ہے۔

در حالیکہ تو از جہت خویشی برسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از انہا نزدیک تری۔ چوں

عثمان پر عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف سے باشد و عبد مناف جد سوم حضرت رسول ﷺ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب است و اما ابو بکر عبد اللہ پر ابو قحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب سے باشد و مرہ جد ششم پیغمبر اکرم است و اما عمر پر خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بودہ و کعب جد ہفتم رسول خدا است پس خویشاوندی عثمان از ابو بکر و عمر بہ پیغمبر اکرم نزدیک تر است و بہ دامادی پیغمبر مرتبہ اے یافتہ ای کہ ابو بکر و عمر نیاقتند عثمان رقیہ و ام کلثوم را کہ بنا بر مشہور دختران پیغمبر اند بہمسری خود در آورد۔ در اول رقیہ داو بعد از چند گاہ کہ مظلومہ وفات نمود ام کلثوم را بجائے خواہر باو دادند

ترجمہ: یعنی حضرت علی ؑ نے حضرت عثمان ؓ کو فرمایا تم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکر ؓ و عمر ؓ سے رشتہ میں زیادہ قرابت ہے کیونکہ حضرت عثمان ؓ تیسرے دادے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نسب میں ملتے ہیں اور حضرت ابو بکر چھٹے دادے میں اور حضرت عمر ساتویں دادے میں نسب میں ملتے ہیں۔ اور تجھے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا ایسا شرف حاصل ہے جو ابو بکر اور عمر ؓ کو حاصل نہیں۔ کیونکہ حضرت عثمان ؓ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی حضرت رقیہ ؓ کا نکاح ہوا۔ پھر حضرت رقیہ ؓ کی وفات کے بعد حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم سے حضرت عثمان ؓ کا نکاح ہوا۔ حالانکہ جناب صدیق و فاروق ؓ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دامادی حاصل نہیں ہوئی۔

(نسخ البلاغہ جلد اول صفحہ ۵۲۳ خطبہ نمبر ۱۶۳)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ

اے نبی ﷺ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو۔ ضمناً ایک اور مضمون جو اس آیت سے نکلا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی بیٹیاں ثابت ہوتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ اے نبی "اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے کہو" یہ الفاظ اُن لوگوں کے قول کی قطعی تردید کر دیتے ہیں جو خدا سے بے خوف ہو کر بے تکلف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ ﷺ تھیں۔ اور باقی صاحبزادیاں حضور ﷺ کی اپنی صلیبی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ گلہیز تھیں۔ یہ لوگ تعصب میں اندھے ہو کر یہ بھی نہیں سوچتے کہ اولاد رسول ﷺ کے نسب سے انکار کر کے وہ کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اس کی کیسی سخت جواب دہی انہیں آخرت میں کرنی ہوگی۔ تمام محترم روایات اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خدیجہ کے لطن سے حضور کی صرف ایک بیٹی فاطمہ ﷺ ہی نہیں تھیں بلکہ تین اور بیٹیاں بھی تھیں۔ حضور ﷺ کے قدیم ترین سیرت نگار محمد بن اسحاق حضرت خدیجہ سے حضور کے نکاح کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں۔

ابراہیم ﷺ کے سوانحی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد انہی کے لطن سے پیدا ہوئی۔ اور

ان کے نام یہ ہیں۔ قاسم اور طاہر و طیب اور زینب و رقیہ اور اُم کلثوم و فاطمہ ﷺ

(سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۰۲) مشہور ماہر علم انساب

ہشام بن محمد بن السائب کلبی کا بیان ہے کہ مکہ میں نبوت سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہاں سب سے پہلے قاسم ﷺ پیدا ہوئے۔ پھر زینب ﷺ اور پھر رقیہ ﷺ اور اُم کلثوم

طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۱۳۳ بن حزم نے جوامع السیدۃ میں لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ

ﷺ کے لطن سے حضور کی چار بیٹیاں تھیں۔ سب سے بڑی بیٹی حضرت زینب ﷺ اور اُن سے

چھوٹی رقیہ ﷺ اُن سے چھوٹی فاطمہ ﷺ اور اُن سے چھوٹی اُم کلثوم (صفحہ ۳۹-۳۸) تمام

علمائے انساب متفق ہیں کہ آپ کی صلب سے اُن کے ہاں وہ چاروں صاحبزادیاں پیدا

ہوں جن کے نام اوپر مذکور ہیں۔ (ملاحظہ ہو طبری جلد دوم صفحہ ۴۱۱) طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۳-۱۶ کتاب الحجر صفحہ ۷۸-۷۹-۸۰، الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۱۸)

ان تمام بیانات کو قرآن مجید کی یہ تصریح قطعی الثبوت بنا دیتی ہے کہ حضور کی ایک ہی صاحبزادی نہ تھیں بلکہ کئی صاحبزادیاں تھیں۔ تفہیم القرآن جلد چہارم ابوالاعلیٰ مودودی ادارہ ترجمان القرآن لاہور صفحہ ۱۳ (تفسیر سورہ احزاب)

نوٹ: شیعہ فن رجال کے ماہر عبداللہ ماقانی نے اپنی کتاب تنقیح المقال شیعہ مذہب کی مشہور کتاب ہاروضات الجنات کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابن جریر شیعہ تھا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کے نزدیک بھی جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ آنحضرت عالمیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف اکلوتی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی تھی باقی صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی صلیبی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ گیلٹر تھیں۔ وہ لوگ متعصب اور ضدی ہیں عقل کے اندھے ہیں۔ جو اولاد رسول کے نسب کا انکار کر کے جرم عظیم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ جرم عظیم کے معنی یعنی حقیقت سمجھنے کیلئے معترض خود سوچے اور اپنے ضمیر سے فتویٰ لے کہ اس کی متعدد بیٹیاں ہوں جو اس کے صلب سے ہوں ایک شخص اٹھ کر بکواس کرے کہ صرف تیری صلیبی بیٹی یعنی حقیقی بیٹی صرف ایک ہے۔ تیری دوسری بیٹیوں کا باپ فلاں شخص ہے تو بتاؤ معترض اس کا سر پھوڑے گا یا نہیں۔ اس کو نہ جانے کیسے کیسے گندے القابات سے ملقب کرے گا۔ بنات رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار بارگاہ رسالت میں سخت ترین گستاخی ہے۔

حدیث نمبر ۹:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى رُقِيَّةَ بِنْتِ نَبِيِّكَ وَالْعَنْ مَنْ أَدَّى نَبِيَّكَ فِيهَا

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى أُمَّ كَلْتُومَ بِنْتِ نَبِيِّكَ وَالْعَنْ مَنْ أَدَّى نَبِيَّكَ فِيهَا

ترجمہ: اے اللہ صلوة بھیج اپنے نبی کی بیٹی رقیہ پر اور لعنت بھیج اُس شخص کو جس نے تیرے نبی کو رقیہ کے متعلق تکلیف دی۔ اے اللہ صلوة بھیج اپنے نبی کی بیٹی ام کلثوم پر اور لعنت بھیج اُس شخص پر جس نے ام کلثوم کے متعلق تیرے نبی کو تکلف دی۔

(تہذیب الاحکام جلد ۱ صفحہ ۲۸۴)

حدیث نمبر ۱۰:-

تزوج خديجة وهو ابن بضع و عشرين سنة فولد قبل مبعثه
القاسم و رقيه و زينب و ام كلثوم و ولد له بعد المبعث الطيب
و الطاهر و الفاطمه

ترجمہ: یعنی جو وقت حضور ﷺ نے خدیجہ سے نکاح کیا اس وقت حضور کی عمر بیس برس سے کچھ زیادہ تھی اور بعد از نکاح حضرت خدیجہ سے قبل از اعلان نبوت قاسم، رقیہ، زینب، ام کلثوم پیدا ہوئے اور بعد بعثت بطن خدیجہ سے طیب، و طاهر، و فاطمہ پیدا ہوئے۔ (باب ۱۱۰ بیان مولد النبی ﷺ)

(اصول کافی صفحہ ۵۴۳ جلد اول۔ شمیم بکڈ پونٹاظم آباد نمبر ۲ کراچی نمبر ۱۸)

یاد رہے کہ کتاب امام غائب کی مصدقہ ہے۔ شیعہ حضرات کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ بطن خدیجہ سے سلام اللہ علیہما سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلی یعنی حقیقی چار صاحبزادیاں تھیں۔

حدیث نمبر ۱۱:

عن حماد ابن عيسى عن ابي عبد الله عليه السلام قَالَ
سَمِعْتُهُ ابا عبد الله عليه السلام يَقُولُ مَا زَوْجَ رَسُولِ اللَّهِ (ص) سائر

بِنَاتِهِ وَلَا تَزُوجَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ عَلَى أَقَلِّ مِنْ عَشْرَةِ أَوْ قِيَّةٍ

(فروع کافی کتاب النکاح جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ نولکھور)

ترجمہ: حماد بن عیسیٰ روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا کہ میرے باپ فرماتے تھے کہ حضور ﷺ نے اپنی تمام صاحبزادیوں اور اپنی بیویوں کے نکاح دس اوقیہ سے کم پر یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کسی بیٹی کا اور اپنی کسی بیوی سے نکاح نہیں کیا مگر دس اوقیہ سے کم پر نکاح کیا۔

لفظ بنات خود بھی جمع ہے اور سائر کا لفظ زیادہ واضح کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی بیٹیاں ایک سے زائد تھیں اور ”بِنَاتِهِ“ بنات کے ساتھ ضمیر ہے جو حضور ﷺ کی طرف راجع ہے۔ ثابت ہوا کہ آپ کی حقیقی صاحبزادیاں ایک سے زائد تھیں۔ حدیث نمبر ۱۲:-

عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالمطلب بن عبدمنات نبی ابا رسول خدا در عبدمناف پیوستہ شود۔ کنیت ابو عبد اللہ بوجہ پسرے کہ از رقیہ دختر رسول خدا داشت نامش عبد اللہ بود۔

ترجمہ: یعنی عثمان بن عفان کا نسب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عبدمناف سے جا کر ملتا ہے۔ اُن کی کنیت ابو عبد اللہ تھی اسلئے کہ اُن کے بیٹے کا نام عبد اللہ تھا جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی رقیہ سے پیدا ہوا۔ (ناخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۶۳)

شیعہ حضرات سوچیں کہ عثمان نبی علیہ السلام کے نسب کے ایک فرد ہیں لیکن عوام کو بہکانے کیلئے کہہ دیتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صاحبزادی ایک اُمّتی کو دے دی۔ اس کا جواب آگے آ رہا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق ؑ کا فرمان

روى الصدوق فى الخصال باسناده عن ابى بصير عن ابى
عبدالله قال وُلِدَ لِرَسُولِ اللَّهِ مِنْ خَدِيجَةَ الْقَاسِمِ وَالطَّاهِرِ وَهُوَ
عَبْدُ اللَّهِ وَ أُمُّ كُلثُومٍ وَرُقِيَّةٌ وَزَيْنَبُ وَفَاطِمَةُ
ترجمہ: شیخ صدوق نے خصال میں روایت کیا ہے جو کہ اپنی سند سے ابو بصیر سے روایت کی
ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ کو حضرت خدیجہ سے قاسم،
طاہر، عبد اللہ اور ام کلثوم رقیہ و زینب و فاطمہ پیدا ہوئے۔

(مرآة العقول شرح الاصول والفروع جلد ۱ صفحہ ۳۵۳)

حضور پر نور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت عبد اللہ بن عباس
رضی اللہ عنہما رئیس المفسرین کا فرمان پڑھیے:
حدیث نمبر ۱۳:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَوَّلُ مَنْ وُلِدَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ الْقَاسِمُ وَيُكْنَى بِهِ ثُمَّ زَيْنَبُ ثُمَّ رُقِيَّةُ ثُمَّ فَاطِمَةُ
ثُمَّ أُمُّ كُلثُومٍ ثُمَّ وُلِدَ لَهُ فِي الْإِسْلَامِ عَبْدُ اللَّهِ فَسُمِيَ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ
وَأُمُّهُمُ جَمِيعًا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا مکہ معظمہ میں حضور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
نبوت سے قبل قاسم پیدا ہوئے جن کی وجہ سے آپ کی کنیت ابو القاسم تھی پھر زینب پھر رقیہ پھر ام
کلثوم پیدا ہوئیں۔ پھر بعثت نبوت کے بعد آپ کے عبد اللہ ؑ پیدا ہوا۔ جن کو طیب و طاہر کہا

گیا اور ان سب کی والدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد تھیں۔ (مرآة العقول صفحہ ۳۵۳ جلد ۱)

شیعہ حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت جو ہم نے لکھی ہے تو اب آپ کو اکلوتی بیٹی کی رٹ چھوڑ دینی چاہیے۔ ہم آپ کی جلالت علمی آپ ہی کے محققین کی زبانی آپ کے سامنے رکھتے ہیں تاکہ بنات الرسول ﷺ پر آپ کو ایمان لانا نصیب ہو جائے۔ آپ کے فخر المحققین سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ فرماتے ہیں:-
بہر حال سب سے پہلے علم تفسیر کے تدوین کی بنیاد امیر المؤمنین کے ہاتھوں قائم

ہوی ہے اور آپ کے شاگردوں میں ترجمان القرآن امام المفسرین عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے جن کی آپ نے مثل اولاد کے تربیت کی تھی اور ان کو علوم و کمالات سے آراستہ کیا تھا۔ ابن عبدالبر نے کتاب الاستیعاب میں لکھا ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے ان کو عادی تھی کہ ”اللَّهُمَّ عَلِّمَهُ الْحِكْمَةَ وَ تَأْوِيلَ الْقُرْآنِ“

خداوند! اس بچہ کو حکمت اور تاویل قرآن کا علم عطا فرما۔ اس کی برکت تھی اور امیر المؤمنین کے فیض تعلیم و تربیت کا اثر تھا کہ باوجود کسی کے اکابر صحابہ کے سامنے ”ترجمان القرآن“ کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔

تو حضرت عبداللہ بن عباس آپ کے چچا زاد بھائی کا قول بھی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہونے کا ثبوت پیش کر دیا اور ان کی جلالت علمی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ان کو بمنزلہ اولاد کی تربیت کرنا اور علوم و کمالات سے آراستہ کرنا آپ ہی کے فخر المحققین سید العلماء سید علی نقی صاحب کی زبانی ثابت کر دیا۔ اب بنات الرسول پر ایمان لانا نہ لانا آپ کا کام ہے۔ (مقدمہ تفسیر القرآن مصنفہ فخر المحققین سید العلماء سید علی نقی

صاحب ناشر ادارہ علمیہ پاکستان لاہور صفحہ ۱۴۳)

حدیث نمبر ۱۵:

وَقَالَ شَهْرُ أَشُوبٍ وَلِدَمِنْ خُدَيْجَةَ الْقَاسِمُ وَعَبْدُ اللَّهِ وَهُمَا
الطَّاهِرُ وَالطَّيِّبُ وَأَرْبَعُ بَنَاتٍ زَيْنَبُ وَرُقِيَّةُ وَأُمُّ كَلْثُومٌ وَهِيَ أَمِنَةٌ وَفَاطِمَةُ
ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پاک کے متعلق ابن شہر آشوب نے المناقب میں
بیان کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لطن سے قاسم و عبد اللہ پیدا ہوئے جنہیں طیب و
طاہر بھی کہتے ہیں۔ اور چار بیٹیاں زینب، رقیہ، أم کلثوم جو کہ آمنہ بھی کہی جاتی ہیں اور فاطمہ
رضی اللہ عنہن۔

(مرآة العقول جلد ۱ صفحہ ۳۵۲ مناقب آل ابی طالب مصنفہ ابن شہر آشوب جلد اول صفحہ ۱۶۱)
حدیث نمبر ۱۶:

قَالَ الْقُرْطَبِيُّ اجْتَمَعَ أَهْلُ النَّقْلِ عَلَى أَنَّهَا وَلِدَتْ لَهُ، أَرْبَعُ بَنَاتٍ
كُلُّهُنَّ أَدْرَكْنَ الْإِسْلَامَ وَهَاجِرُونَ زَيْنَبُ وَرُقِيَّةُ وَأُمُّ كَلْثُومٌ وَفَاطِمَةُ
ترجمہ: قرطبی نے کہا کہ ناقلمین اس بات پر متفق ہیں کہ آنسرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
ہاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لطن سے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ سب مسلمان تھیں اور تمام نے
ہجرت بھی کی اور مدینہ پاک آئیں۔ زینب۔ رقیہ۔ أم کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن
(مرآة العقول جلد اول صفحہ ۳۵۲)

حدیث نمبر ۱۷:

عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ تَخَلَّفَ عَنْ بَدْرِ لِمَرَضٍ رُقِيَّةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْرَبَ لَهُ، بِسَهْمِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ

اَجْرِي؟ قَالَ وَ اَجْرُكَ

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سے بوجہ تمارداری سیدۃ رقیہ بنت رسول اللہ کے گھر رہ گئے۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مالِ غنیمت کا حصہ انہیں دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا مجھے ثواب بھی ملے گا؟ فرمایا ہاں ضرور ملے گا۔
(التبہیہ والاشرف للمسعودی صفحہ ۲۰۵)

حدیث نمبر ۱۸:

عثمان غنی ؓ کی دامادی مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حضرت امام جعفر صادق ؓ کا فتویٰ۔

عیاشی روایت کردہ است کہ از صادق علیہ السلام پرسیدند کہ آیا حضرت رسول خدا دختر خود را عثمان ؓ داد حضرت فرمود کہ بلے

ترجمہ: عیاشی نے روایت کی کہ امام جعفر صادق ؓ سے پوچھا گیا کہ حضور نے اپنی بیٹی عثمان غنی ؓ کے ساتھ بیاہی تھی۔ حضرت امام صادق ؓ نے فرمایا: ہاں ضرور بیاہی تھی۔
(حیاة القلوب در بیان احوالات رقیہ دختر آنحضرت جلد دوم صفحہ ۵۹۳)

ہر صدی میں مجدد آنے کی حدیث اہل سنت کی کتابوں میں سے سنن ابی داؤد میں موجود ہے۔ شیعہ حضرات بھی اسے تسلیم کرتے ہیں اور انکی معتبر کتاب مستدرک میں جامع الاصول سے یہ حدیث منقول ہے۔ شیعہ کے نزدیک قرونِ ماضیہ کے مجدد یہ بزرگ تھے۔

☆ پہلی صدی کے مجدد حضرت امام باقر

☆ دوسری صدی کے مجدد امام رضا

☆ تیسری صدی کے مجدد ملا محمد بن یعقوب الکلینی

- ☆ چوتھی صدی کے مجدد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ یا بقول بعض علماء شیخ مفید
- ☆ پانچویں صدی کے مجدد شیخ فضل بن حسین صاحب تفسیر مجمع البیان
- ☆ چھٹی صدی کے مجدد خواجہ نذیر طوسی وزیر ہلاک خواں
- ☆ ساتویں صدی کے مجدد ابن مطہر حلّی
- ☆ آٹھویں صدی کے مجدد محمد جلال الدین شہید اول
- ☆ نویں صدی کے مجدد شیخ علی بن عبدالحال الکرکی العالی
- ☆ دسویں صدی کے مجدد شیخ محمد بن الحسنی العالی
- ☆ گیارہویں صدی کے مجدد ملا محمد باقر مجلسی
- ☆ بارہویں صدی کے مجدد ملا محمد باقر بھبائی
- ☆ تیرہویں صدی کے مجدد مرزا محمد بن حسن الشیرازی

یہ فہرست شیعہ مذہب کے ثقہ جلیل رکن الاسلام محمد ہاشم الخراسانی المشہدی نے منتخب التواریخ صفحہ ۷۵ پر پیش کی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۳۹ میں بڑی آب و تاب سے طہران میں شائع ہوئی ہے۔

شیعہ حضرات اب اپنے مجدد و مجتہد کے اقوال و فرامین ملاحظہ فرما کر خدا را اپنے ایمانوں کو درست کر لیں۔ کہ آنحضرت عالمیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی چار صاحبزادیاں ہی تھیں۔
حدیث نمبر ۱۹:

در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از حدیث متولد شدند طاہر و قاسم و قاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب
(حیاء القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۸۸)

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق لکھا ہے چہار دختر از برائے حضرات رسول
 آورده زینب و رقیہ و ام کلثوم و فاطمہ
 ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے چار بیٹیاں ہوئیں۔
 زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن (حیۃ القلوب صفحہ ۵۸۸)
 ترجمہ حدیث نمبر ۲۳:

و عبد اللہ پر رقیہ کہ از عثمان بہم رسیدہ بود فوت شد پس یازدہ مرد و چہار زن خفیہ از اہل
 مکہ گریختند و بجانب حبشہ رواں شدند و از جملہ آنہا عثمان بود و رقیہ دختر حضرت رسول کہ زن او بود
 ترجمہ: حبشہ کی طرف خفیہ ہجرت کر کے جانے والے گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ ان میں سے
 حضرت عثمان اور انکی زوجہ محترمہ جو کہ حضرت سیدہ رقیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی تھیں۔
 (حیۃ القلوب جلد ۲ یہی مضمون تفسیر مجمع البیان شیعہ جلد ۳ تفسیر میں بھی موجود ہے)
 حدیث نمبر ۲۳:

فَخَرَجَ إِلَيْهَا سِرًّا أَحَدَ عَشَرَ رُجُلًا وَ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ وَ هُمْ عُثْمَانُ
 بِنُ عَفَّانٍ وَ امْرَأَتُهُ رُقِيَّةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. الخ
 ترجمہ: حبشہ کی طرف ہجرت کر کے جانے والے گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں ان میں سے
 حضرت عثمان اور انکی زوجہ محترمہ جو کہ حضرت سیدہ رقیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی تھیں۔
 ثقہ الحدیثین شیخ عباسی قہی لکھتے ہیں۔
 حدیث نمبر ۲۵:

در قرب الاسناد از حضرت صادق علیہ السلام روایت شدہ است کہ از برائے رسول
 خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حدیجہ متولد شدند۔ طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب و

تزوج نمود فاطمہ را بحضرت امیر المومنین علیہ السلام و زینب را بابی العاص بن ربیع کہ از نبی
 امیہ بود۔ و ام کلثوم را بعثمان بن عفان و پیش از آنکہ بخانہ عثمان برود برحمت الہی واصل شد و
 بعد از او حضرت رقیہ را با تزویج نمود پس از برائے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در مدینہ
 ابراہیم متولد شد از ماریہ قبطیہ کہ بہد یہ فرستادہ بود از برائے آنحضرت اور پادشاہ اسکندریہ
 با ستر اشقی و بعضے از ہدایائی دیگر فقیر گوید آنچه مشہور است و مورخین نوشتہ اند تزویج ام کلثوم
 بعثمان بعد از وفات رقیہ است و رقیہ در سال دوم ہجری در ہنگامے کہ جنگ بدر بود وفات کرد و
 شیخ طبری و ابن شہر آشوب روایت کردہ کہ اولاد امجاد آنمغز عباد از غیر خدیجہ ہم زسید مگر ابراہیم
 کہ از ماریہ بوجود آمد

ترجمہ حدیث نمبر ۲۵:

قرب الاسناد میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے کہ رسول
 خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد حضرت خدیجہ سے پیدا ہوئی۔ طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و
 رقیہ و زینب اور حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت امیر المومنین سے ہوا اور زینب کا ابو العاص بن
 ربیع سے نکاح ہوا جو خاندان بنی امیہ سے تھا اور ام کلثوم کا نکاح عثمان بن عفان سے ہوا۔
 عثمان کے گھر جانے سے پہلے اُس کا وصال ہو گیا اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے حضرت رقیہ کا عثمان سے نکاح کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ میں آپ کا
 لڑکا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
 اسکندریہ کے بادشاہ نے ماریہ اور ستر اشقی اور کئی دوسرے نذرانوں کیساتھ پیش کیا تھا۔ شیخ
 عباس قتی کہتا ہے کہ مورخین نے لکھا ہے کہ مشہور ہے کہ ام کلثوم کا نکاح عثمان کے ساتھ رقیہ کی
 وفات کے بعد ہوا اور رقیہ کا وصال ۲ ہجری میں جنگ بدر کے موقع پر ہوا۔ اور شیخ طبری اور ابن

شہر آشوب نے روایت کیا ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اور کسی عورت سے نہیں مگر ابراہیم جو ماریہ قہطیہ سے پیدا ہوئے۔^{منقہی}
 الامال تالیف آقائے حضرت مہدی المحدثین ناصر الملئہ والدین مرحوم حاج شیخ قتی کتاب فروشی
 علمیہ اسلامیہ تہران خیاباں ناصر خسر و صفحہ ۷۹ جلد ۱
 ترجمہ حدیث نمبر ۲۶:

تزوج زینب ابی العاص پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکافراں بود۔ و از زینب
 امامہ دختر ابی العاص بوجود آمد و حضرت امیر المومنین علیہ السلام بعد از فاطمہ سلام اللہ علیہا۔
 بمختہائے وصیت آل محمدہ اور اتزوج فرمود و نقل شدہ کہ ابو العاص در جنگ بدر اسیر شد و
 زینب قلاہ امی کہ حضرت خدیجہ باودادہ بود بنزد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرستاد
 برائے فدائے شوہر خود چون حضرت نظرش بر قلاہ افتاد حدیجہ رایا د نمود و رنت کرد و از اصحاب
 طلب نمود کہ فدائے اور اینخند و ابو العاص را بے فدائے رہا کنند صحابہ چنین کردند حضرت از ابو
 العاص شرط گرفت کہ بمکہ برگردد زینب را بخدمتے آنحضرت فرستد و بشرط خود وفا نمود زینب را
 فرستاد۔ بعد از اں خود بمدینہ آمد و مسلمان شد و زینب در مدینہ سال ہفتم و بقولے در سال ہشتم
 ہجرت برحمت ایزدی واصل شد

ترجمہ حدیث نمبر ۲۶:

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ابو العاص کے ساتھ اظہار نبوت کے پہلے
 اور کافروں کیلئے مومنہ دختر کے ساتھ نکاح حرام ہونے سے پہلے ہوا۔ حضرت زینب رضی اللہ
 عنہا سے ابو العاص کی بیٹی امامہ پیدا ہوئی اور حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ نے حضرت
 فاطمہ سلام اللہ علیہا کے وصال کے بعد بمختہائے وصیت حضرت فاطمہ الزاہرہ رضی اللہ عنہا

امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا اور منقول ہے کہ ابو العاص جنگ بدر میں قیدی اور حضرت ﷺ نے اپنا والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہار جو ان کی والدہ نے دیا تھا ابو العاص کے فدیے کیلئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ارسال کیا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر پاک ہار پر پڑی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یاد فرمایا اور رو پڑے اور اصحاب سے مطالبہ کیا کہ ابو العاص کا فدیہ معاف کر دو اور ابو العاص کو بغیر فدیے کے رہا کر دو۔ صحابہ کرام نے ایسا ہی کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابو العاص سے یہ شرط کی کہ جب مکہ واپس جائے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیج دے۔ ابو العاص نے شرط کو پورا کرتے ہوئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھیج دیا بعد ازاں خود مدینے پہنچ کر مسلمان ہو گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مدینہ طیبہ میں ۷ھ یا ۸ھ وصال ہو گیا۔ (حاشیہ زیرین صفحہ شیخ عباس قمی بر منتہی الامال جلد ۱ صفحہ ۹۷ در بیان زوجات آنحضرت باب پنجاہ دوم، شیخ طبری و دیگران روایت کردہ اند کہ اول زینب کے آنحضرت تزویج نمودہ خدیجہ دختر خویلد بود۔

ترجمہ حدیث نمبر ۲۷:

پس اول فرزندے کہ از برائے او بہر سید عبد اللہ بود کہ اورا الطیب و طاہر ملقب ساختند و بعد از وقاسم متولد شد و بعضے گفته اند کہ قاسم از عبد اللہ بزرگ بود، چہار دختر برائے آنحضرت آورد، زینب، رقیہ و ام کلثوم و فاطمہ، حیاء القلوب باب پنجاہ دوم ترجمہ حدیث نمبر ۲۸:

ترجمہ: حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے چار بیٹیاں ہوئیں زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ رضی اللہ عنہن۔

حدیث نمبر ۲۹:

منکرین بنات الرسول کے منہ پر شیخ عباس قتی کے مندرجہ ذیل دو شعر تنبیہاً زناٹے
دارتھپڑکی حیثیت رکھتے ہیں۔

فرزندِ نبی قاسم و ابراہیم است
پس طیب و طاہر زراہ تعظیم است
با فاطمہ و رقیہ و ام کلثوم
نہب شرار ترا سر تعلیم است

یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے لے قاسم اور ابراہیم ہیں۔ جن کو
تعظیم و توقیر کے طور پر طاہر اور طیب بھی کہتے ہیں۔ اور پھر صاحبزادیاں یعنی بیٹیوں میں
فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم کیساتھ نہب رضی اللہ عنہن کو شمار کر کے اگر تجھے علم سے کوئی واسطہ ہے۔
(منٹھی لاآمال صفحہ ۸۰ ابونصر فرہادی در عدد اولاد امجاد آنحضرت گفتہ)

اب ہم انہی حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں حالانکہ اور بیسوں حوالہ جاتے شیعہ سنی
کتب سے پیش کیے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ کتاب کا حجم بڑھ جانے کا اندیشہ ہمارے پیش نظر
ہے۔ اب ہم شیعہ حضرات کے اعتراضات نقل کر کے ان کے جوابات تحریر کرتے ہیں۔
اعتراض اول:-

آیت کریمہ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزُوجَكَّ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ

الْمُؤْمِنِينَ اس آیت پردہ میں لفظ بنات واقعی جمع کا صیغہ ہے۔ لیکن چونکہ سیدہ فاطمہ زہرا
رضی اللہ عنہا کی شان مقدس اتنا بلند تھی کہ جنت کی تمام عورتوں کی سردار صرف آپ ہی کو بتایا
گیا۔ اسلئے بنات بصیغہ جمع حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تعظیم کیلئے استعمال کیا گیا۔ مراد

صرف ایک بیٹی فاطمہ ہے۔

جواب:

یہ تاویل نہایت احمقانہ ہے کیا اللہ تعالیٰ کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ تعظیم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی منظور تھی۔ آپ کو تو صیغہ واحد نبی سے نہ کہ انبیاء سے مخاطب کیا اور آپ کی بیٹی کیلئے اور ہو بھی بلا اظہار نام جمع کا صیغہ استعمال فرمایا۔ غور کیجئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اس جگہ مخاطب ہیں اُن کیلئے تو قُلْ وَاحِدًا اور کُفِّرُوا وَاحِدًا استعمال ہوا اور صرف ایک صاحبزادی کیلئے تعظیماً صیغہ جمع ہو۔ کتنی حیرانگی اور کم علمی کی نتیجہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں احکام تکلیفیہ بیان ہو رہے ہیں یعنی عورتوں کو پردہ کا حکم دیا جا رہا ہے یہ مقام مدح و ثناء نہیں۔

اعتراض نمبر ۲:

لفظ بنات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بیٹیاں (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نوایاں شامل ہیں۔ کیونکہ نوایوں اور پوتیوں کیلئے بھی لفظ بنات استعمال ہوا ہے۔ دیکھو قرآن پاک پارہ ۴ رکوع آخر۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخْوَالِكُمْ

حرام کی گئی ہیں اور پرتمہارے تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں۔

باتفاق مفسرین پوتی اور نواسی پر بھی لفظ بنت بولا جاتا ہے۔ اسی لئے وہ لفظ بَنَاتُكُمْ کے تحت ہیں۔

جواب:

اس آیت مبارکہ میں یعنی وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مَنْ

جَلَابِيْهِنَّ اے نبی اپنی بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ چادروں کے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ میں پردہ کا حکم دیا جا رہا ہے اور نزول آیت کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی بالغہ جوان نواسی موجود ہی نہیں تھی تو پھر ان سے خطاب کیسا؟ یہ تکلفی خطاب ہے غیر مکلف تو اس آیت کا مخاطب ہو ہی نہیں سکتا۔

بے علمی تو دیکھو ۵ ہجری میں نواسی یا تو کوئی نہ تھی اگر بغرض محال تھی تو بوجہ نہایت کم عمری پردہ کا حکم میں نہ تھی۔ اس کو علم تاریخ سے جاہل ہونا سمجھئے یا کہ فریب کاری۔ کیونکہ بقول مفسرین سورہ احزاب ۵ ہجری میں نازل ہوئی۔

تفہیم القرآن جلد چہارم صفحہ ۵۴ سید ابو الاعلیٰ مودودی، ضیاء القرآن جیشن محمد کرم شاہ
الازہری جلد چہارم صفحہ ۵، منتہی الامال تالیف شیخ عباسی قتی صفحہ ۲۹، تاریخ ولادت امام حسن
پاک صفحہ ۳، ہجری کتاب الشافی ترجمہ اصول کافی، تاریخ ولادت امام حسین پاک صفحہ ۴، ہجری
پانچویں شعبان

شیخ مفید نے ارشاد میں لکھی ہے۔ جاننا چاہیے کہ شیخ مفید دنائے تشیع کے سرآمد روز
گارفیقہ و متکلم ہیں۔ ماخوذ از مقدمہ تفسیر القرآن شیعہ حضرات کے فخر احققین سید العلماء سید
مولانا علی نقی کی تالیف کردہ کتاب ناشر ادارہ علمیہ پاکستان لاہور۔

اب ہوش کے ناخن لو بتاؤ ۴ ہجری سے پانچ ہجری تک کتنی نواسیاں ہوگی اور انکی عمر
شریف آئیہ حجاب کی مخاطب ہو سکتی ہیں۔

اعتراض نمبر ۳:-

اکثر شیعہ حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار
صاحبزادیاں ہوتیں تو خطبات میں صرف حضرت سیدہ فاطمہ الزاہرا کا نام لیا جاتا بلکہ دوسری

بیٹیوں کا نام بھی لیا جاتا۔

جواب:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیاں چار تھیں لیکن ہمارا اہل سنت والجماعت کا یہ نظریہ بھی صحیح ہے کہ ان سب میں سے افضل حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔ آنسورور عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ پس فطرۃ آپ کو سب سے زیادہ محبت بھی انہی سے تھی۔ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل پاک بھی انہی سے جاری رہی باقی دوسری بیٹیوں کی اولاد پاک تو ہوئی جیسے حضرت زینب کے بطن مبارک سے علی نامی صاحبزادے اور سیدہ امامہ صاحبزادی جن کا نکاح شریف وصال سید فاطمہ الزاہرا کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ ؑ سے ہوا۔ اور حضرت سیدہ رقیہ کے بطن پاک سے سیدنا عبد اللہ جو کہ حضرت عثمان ذوالنورین کے صاحبزادے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت کی عورتوں کا سردار بھی اپنی بیٹیوں میں سے صرف سیدہ فاطمہ الزاہرا ہی کو فرمایا یہ وہ فضیلت ہے جس کی وجہ سے ہم اہل سنت اپنے خطبات میں ان کا نام لیتے ہیں۔ بیٹیوں کی بات چھوڑیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادوں کے متعلق تو کسی کو کلام نہیں۔ پھر ان کا نام کیوں نہیں لیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ خطبات میں دوسری صاحبزادیوں کے ناموں کا مذکور نہ ہونا آنسورور عالمیاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ یاد رکھیے شیعہ بارہ اماموں میں سے کسی امام کا یہ قول ہرگز نہیں دکھا سکتے کہ آنسورور عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی صرف ایک تھی۔ اس کے برعکس ہم حضرت امام جعفر صادق کا ارشاد بسند معتبر از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شد نہ طاہرہ و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب (حیات القلوب جلد ۲) ترجمہ پیچھے گزر چکا وہاں

دیکھ لیں۔ حضرت امام جعفر صادق کا ارشاد معتبر سند سے پیش کر دیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیاں تھیں۔

اعتراض نمبر ۴:

جمع کا صیغہ یعنی لفظ بنات اسلئے ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے باپ ہیں اس لحاظ سے امت کی عورتیں آپ کی بیٹیاں ہوئیں اسی بنا پر آپ کو خطاب ہوا۔

جواب:

یہ بنات حقیقتاً صلیب لڑکیاں اور مجازاً دوسری حقیقت اور مجازاً کا اجتماع محال ہے۔ جبکہ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ یہاں سیدہ فاطمہ الزہرا بھی مراد ہیں اور دوسرے امتی لوگوں کی عورتیں بھی یہ غلط ہے اور قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے بالکل خلاف اور یہی جواب نو اسیوں کے متعلق دیا جائے گا۔

اور معاشرہ میں اسلامی تعلیمات کی رو سے بھی تین قسم کے باپ شمار کئے جاتے ہیں۔ یعنی خسر، بمنزلہ باپ اور داماد، بمنزلہ بیٹا۔

جس نے تعلیم دی ہو یعنی استاد، بمنزلہ باپ شاگرد، بمنزلہ بیٹا

جو سب پیدائش ہو یعنی والد اور اولاد اُس کی بیٹیا یا بیٹی مگر پہلے دو مذکورہ مجازاً باپ

اور بیٹا ہوتا ہے۔ اور جو سب پیدائش ہو یعنی والد اور اولاد اُس کی بیٹیا یا بیٹی تو بنات کا لفظ حقیقتاً صلیب بیٹوں پر اور مجازاً انو اسیوں پر

فصاحت و بلاغت بھرے کلام کو غیر فصیح بنانا شیعہ حضرات کا شیوہ ہے۔ جب بنات

سے تمام امتی عورتیں تو نساء المؤمنین کہنے کی کیا ضرورت تھی اس طرح سے تکرار لازم آیا اور یہ فصاحت کے بالکل خلاف ہے۔

اعتراض نمبر ۵:

اگر یہ چاروں رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹیاں ہوتیں۔ آپ اُن کو بھی سر میدان لے آتے جس طرح سیدہ فاطمہ الزہرا اور حسنین کو لے آئے تھے۔ لیکن واقعہ مہبلہ اور واقعہ تطہیر کے وقت ان کو کیوں شامل نہیں کیا گیا۔

جواب:

تفسیر حسینی پ ۲۲ آ یہ تطہیر کے موقع پر لکھا ہے کہ آیت تطہیر ۹ ہجری میں نازل ہوئی تھی اور منتهی الآمال جلد ۱ صفحہ ۶۹ پر ہے۔ قصہ مہبلہ و نصاریٰ بحران واقع سال دہم ہجری ان حوالوں سے ثابت ہوا یہ آیت تطہیر ۹ ہجری میں اور آیت مہبلہ ۱۰ ہجری میں نازل ہوئیں تھیں۔ جس وقت سیدہ فاطمہ الزہرا کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باقی تینوں دختران پاک فوت ہو چکی ہیں۔

مورخین نوشتہ اند تروج ام کلثوم عثمان بعد از وفات رقیہ است و رقیہ در سال دوم ہجری در ہنگامے کہ جنگ بدر بود وفات کرد منتهی الآمال شیخ عباسی فی جلد ۱ صفحہ ۸۰ مورخین نے لکھا ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد شریف حضرت عثمان کیساتھ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد ہوا۔ اور حضرت رقیہ ۲ ہجری میں جبکہ جنگ بدر ہو رہی تھی وفات پا گئیں۔

زینب در مدینہ در سال ہفتم ہجرت و در روایتی در سال ہشتم برحمت ایزدی واصل شد، سوم ام کلثوم و اورانیز عثمان بعد از رقیہ تروج نمود و گوئید کہ در سال ہفتم ہجرت برحمت ایزدی واصل شد

حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ میں ۷ ہجری میں اور ایک روایت کے میں ۸ ہجری

میں وفات پا کر رحمت الہی میں چلی گئیں۔ سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری بیٹی اُم کلثوم جن کی شادی حضرت رقیہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان ؓ سے ہوئی تھی ۷ ہجری میں وفات پا کر رحمت الہی میں چلی گئیں۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ ان دونوں آیات تطہیر اور مہبلہ کے نزول سے پہلے تینوں دختران پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وصال فرما چکی تھیں۔

اعتراض نمبر ۶:

شیعہ حضرات سے ہم بفرض محال ان تینوں کو لے آنا تسلیم کر کے پوچھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اپنے صاحبزادے سیدنا ابراہیم کو بھی ساتھ نہ لائے تھے جو اس وقت زندہ تھے کیا اس نے لانے کے سبب انکو بھی اولاد پاک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خارج سمجھو گے۔ سیدنا ابراہیم ؑ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی بیٹے جو کہ مہبلہ کے وقت زندہ تھے۔

انکی وفات ۲۰ شوال ۱۰ ہجری میں ہوئی کل اٹھارہ ماہ حریات رسالت مآب راجہ محمد شریف

ابراہیم علیہ السلام۔۔۔۔۔ در سال دہم ہجری در روز ہجرت ہم ماہ رجب وفات یافت عمر شریفش یکسال دو ماہ و ہشت روز بود و بروایت یکسال شش ماہ و چند روزی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ابراہیم علیہ السلام دنیا میں تھوڑا عرصہ گزار کر ۱۰ ہجری ۱۸ ماہ رجب میں وفات پائی اور بروایت ۱۸ ماہ چند روز کل عمر ہوگی۔

(منتہی الآمال قمی صفحہ ۸۰ جلد اول)

اعتراض ۷:

کسی نبی رسول نے اور مومن نے اپنی بیٹی کا فر کو نہیں دی۔ قرآن فرماتا ہے۔ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُوْمِنَ..... وَلَا تَنْكِحُوا

لُمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا

دیکھو قرآن صاف کہہ رہا ہے نہ مشرک عورت سے نکاح کرو اور نہ مشرک مرد کو اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کرو یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں۔

جواب:

تمام خاندان قریش میں سلسلہ معاہرت قائم تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واقعی ابولہب کے بیٹوں سے برادری سسٹم کے تحت رشتے کر دیئے۔ حال سیدہ رقیہ بنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اب سنیچے ملا باقر مجلسی شیعہ حضرات کے مجدد و مجتہد اعظم صاحب کا قول۔ عقبہ پسر ابولہب اور تزویج نمود در مکہ و پیش از دخول اور راطلاق داد۔

ترجمہ: ابولہب کے بیٹے عقبہ سے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا مکہ میں نکاح ہوا تھا۔ شادی اور رخصتی نہ ہوئی تھی۔ رخصتی کے پہلے اُس نے طلاق دیدی۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۸۹)

رُقیہ بنت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام الاصابہ جلد ۸ صفحہ ۹۱ تَزَوَّجَهَا عُتْبَةَ بْنَ أَبِي

لَهَبٍ قَبْلَ النَّبُوَّةِ فَلَمَّا بُعِثَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ رَأْسِي مِنْ رَأْسِكَ حَرَامٌ إِنْ لَمْ تُطَلِّقْ ابْنَتَهُ فَقَارَ قَهَا وَلَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا فَتَزَوَّجَهَا عُثْمَانُ

ترجمہ: رقیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی صاحبزادی تھی نبوت سے پہلے اُس نے عقبہ بن ابی لہب سے نکاح کیا تو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اظہار نبوت فرمایا۔ ابولہب نے اپنے بیٹے کو کہا اگر تو نے محمد ﷺ کی بیٹی کو طلاق نہ دی تو میری سرداری کی سجادگی تیرے لئے حرام ہوگی۔ تو عقبہ نے حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو قریب جانے سے پہلے ہی طلاق دیدی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ رقیہ سے نکاح کیا۔

مشہور آنست کہ دختران آنحضرت چہار نفر بودند اول زینب و حضرت پیش از بعثت و
حرام شدن دختر بکافراں دادن اور ربابا الوالعاص بن ربیع تزویج نمود

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۸۸)

مشہور یہی ہے کہ حضور کی چار صاحبزادیاں تھیں جو سب حضرت خدیجہ سے پیدا
ہوئی تھیں جن کا نکاح حضور نے اپنی بعثت سے پہلے اور کافروں کو لڑکیاں دینے کی حرمت سے
پہلے ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا تھا۔

اب شیعہ حضرات مانیں یا نہ مانیں مگر شیعہ حضرات کے مجتہد لکھ گئے ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ صفحہ ۳۰۸)

سیدہ رقیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی صاحبزادی تھی۔ نبوت سے پہلے اس کا
نکاح عقبہ بن ابولہب سے ہوا اور سیدہ رقیہ کی بہن اُختہاُم کُلثوم اُخوہ عتیبہ اُبی
لہب ثُمَّ طَلَّقَا هُمَا قَبْلَ الدُّخُولِ بِهِمَا بَعْضُهُ، فِي رَسُولِ اللّٰهِ

سیدہ رقیہ کی بہن اُم کلثوم کا نکاح عقبہ بن ابولہب کے بھائی عتیبہ بن ابولہب سے ہوا۔
عقبہ اور عتیبہ دونوں نے دخول سے پہلے رسول دشمنی کی وجہ سے دنوں بہنوں کو طلاق دیدی۔

اب شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ توبہ توبہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لڑکیاں
ہوں اور ابولہب کے بیٹے کافروں کے نکاح میں ہوں اس کے کیا معنی؟ جواب تزویج زینب بابی
العاص پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکافراں بود۔ حضرت زینب کا نکاح ابوالعاص کے ساتھ
اظہار نبوت کے پہلے اور کافروں کیلئے مؤمنہ دختر کے ساتھ نکاح حرام ہونے سے پہلے ہوا۔

منقہی الآمال تالیف حضرت ثقہ الحدیث ناصر الملہ والدین مرحوم حاج شیخ عباس قتی رضوان اللہ علیہم)

حضور کی لڑکیاں اور کافروں کے نکاح میں

شیعہ حضرات کو یہ اعتراض کرنے سے پہلے یہ خیال کرنا چاہیے کہ جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ نبوت نہیں کیا یعنی نبوت کا اعلان نہیں فرمایا۔ تب تک کوئی شخص نبوت یعنی احکام نبوت کا مکلف نہیں ہو سکتا۔ تو جب آپ نے دعویٰ نبوت کا اعلان ہی نہیں کیا فرمایا تو ان پر تم کفر کیسے لگا سکتے ہو۔ تو جب کفر نہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی برادری قریش خاندان میں نہ کرتے تو اور کہاں کرتے۔ اور یہی بات شیعہ حضرات مجتہد اعظم اور ناصر دین مفتی محمد شین یعنی ملا باقر مجلسی اور شیخ عباسی قمی نے لکھی ہے۔ کہ ان تینوں صاحبزادیوں یعنی حضرت سیدہ زینب ؑ، حضرت سیدہ رقیہ ؑ، حضرت سیدہ ام کلثوم ؑ کا حضرت سیدہ زینب ؑ کا نکاح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعثت سے پہلے اور کافروں کو لڑکیاں دینے کی حرمت سے پہلے ابو العاص بن ربیع ؓ سے کر دیا تھا اور سیدہ رقیہ ؑ اور سیدہ ام کلثوم ؑ کا نکاح عقبہ اور عتیہہ پر ان ابو لہب سے اظہار نبوت سے پہلے نکاح کئے تھے۔ جب آپ نے اظہار نبوت فرمایا تو ابو لہب نے اپنے بیٹوں عقبہ اور عتیہہ سے بوجہ بغض رسالت دخول سے پہلے دونوں بہنوں کو طلاق دیدی۔ اب بتاؤ کون جھوٹا ہے۔ آپ

یا آپ کے۔ اب ایک اور ثبوت آپ کے مجدد و مجتہد اعظم پیش کرتے ہیں۔

شیعہ حضرات کہتے ہیں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی نبوت کا علم تھا۔ اس میں حکم تھا۔ وَلَا تَنْكُحُوا الْمُشْرِكِينَ لَهَذَا حُضُورِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ کبھی اپنی بیٹیاں مشرکوں کو نکاح میں نہیں دے سکتے۔

جواب:

آپ کے علامہ الدہر مجتہد اعظم مجدد دین ملا محمد باقر مجلسی اس کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغ اسلام کی خاطر کافروں کو لڑکیاں دی ہیں۔ ہم یہ روایت سینہ پر پتھر رکھ کر بیان کرتے ہیں۔

پس اگر دختر عثمان دادا ہوا باشد بنا برآں کہ در ظاہر داخل مسلماناں بودہ است ودلالت نئے کند برآں کہ در باطن کافر نہ بودہ است وتالیف قلب ایثاں ودختر خواستن ازا ایثاں ودختر دادن با ایثاں در تروج دین اسلام واعلائے کلمہ حق مدخلیت عظیم داشت ودر نہما مصالح بسیار بود کہ اکثر آنہا بر عاقل متقابل پوشیدہ نیست و اگر آجناب اطہار نفاق ایثاں سے نمود و سلام ظاہر ایثاں را قبول نئے فرمود باآں جناب غیر از قلبیے ازضعفاء نئے مانند چنانچہ

بلغ ازاں جناب امیر المومنین علیہ السلام بغیر از سہ چہار نفر نمانند

(حیوة القلوب صفحہ ۵۸۹ جلد ۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیٹی عثمان کو دی تھی اس وجہ سے کہ ظاہر میں مسلمان تھا۔ تو یہ بیٹی دنیا سبات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ باطن میں کافر نہ تھا بلکہ باوجود کفران لوگوں کے دلوں کو نرم و مائل کر نیچے اور ان لوگوں کو لڑکیاں دینا اور ان لوگوں سے لڑکیاں لینا۔ دین اسلام کی ترقی اور کلمہ حق کی بلندی میں بڑا اثر و دخل رکھتا تھا۔ اور انہیں بہت سی مصلحتیں تھیں جو کہ سوچنے

واکے عقلمند پر مخفی نہیں۔ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کے نفاق (باطنی کفر) کو ظاہر کرتے اور ان کے بظاہر مسلمان کہلانے کو قبول کرتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محض قلیل اور کمزور آدمیوں کے سوا کوئی نہ رہتا۔ جیسے کہ نبی پاک کے بعد حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے ساتھ سوائے تین چار آدمیوں کے کوئی مسلمان نہ رہا۔ شاید آپ کی تسلی ہو جائے۔

پیش از آں باشد کہ حق تعالیٰ احرام گردانید دختر دادن بکا فران را چنانچہ باتفاق مخالفان حضرت زینب ربا ابوالعاص تزویج نمود در مکہ در وقتیکہ او کافر بود وہم چنیس رقیہ وام کلثوم را بنا بر مشہور میاں مخالفان محبتہ و حتمیہ کہ پسران ابولہب بودند و کافر بودند تزویج نمودہ بود ترجمہ: پیشتر اس کے کہ کافروں کا لڑکی کا رشتہ دینا حرام قرار دیا گیا۔ مکہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زینب کا نکاح ابوالعاص سے کر دیا۔ جبکہ وہ کافر تھا اور رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح عقبہ و حتمیہ پسران ابولہب سے کر دیا۔ جبکہ کافروں سے لڑکی دینا لیما حرام تھا۔

(حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۷۱۸)

شیعہ حضرات کی کتابوں سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ کفار سے نکاح کی حرمت سے پہلے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص سے کر دیا۔ اور رقیہ، ام کلثوم اپنی بیٹیوں کا نکاح پسران ابولہب عقبہ و حتمیہ سے کر دیا۔ دوسرے یہ کہ دین اسلام کی ترقی اور ترویج اور دینی مصالح کے پیش نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے منافقین کیساتھ جن کے باطن کفر کو بخوبی جانتے تھے رشتے لیتے بھی رہے اور دیتے بھی رہے۔ اور ان کے نفاق کو بھی ظاہر نہ فرماتے تھے۔ ورنہ بجز چند کمزور آدمیوں کے آپ کے ساتھ کوئی نہ رہتا۔ جس طرح کہ سرور عالمیاء کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سوائے تین چار آدمیوں کے کوئی نہ رہا۔ العیاذ باللہ ہمارے نزدیک شیعہ حضرات کی اس دوسری تاویل سے تو جن رسالت کی بدترین بو

آتی ہے۔ اگر اسی پر اکتفا کرتے کہ حرمت کا حکم آنے سے پہلے یہ نکاح ہوئے تھے تو شان رسالت مجروح نہ ہوتی جس طرح کہ ابوعلی طبری شیعہ مجتہد اور مفسر نے حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ میں لکھا ہے۔ (تفسیر مجمع البیان جلد ۳ صفحہ ۱۸۴)

كَانَ يَجُوزُ فِي شَرَعِهِ تَزْوِيجُ الْمُؤْمِنَةِ مِنَ الْكَافِرِ وَ كَذَا كَانَ يَجُوزُ اَيْضًا فِي مَبْدِئِ الْاِسْلَامِ وَقَدْ زَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنْتَهُ مِنْ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ قَبْلَ أَنْ يَسْلَمَ ثُمَّ نَسَخَ ذَلِكَ

ترجمہ: حضرت لوط علیہ السلام کی شرح میں مومنہ کی شادی کافر سے جائز تھی۔ اس طرح ابتداء اسلام میں بھی جائز تھی۔ جس کے باعث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیٹی کی شادی ابو العاص بن ربیع کی ساتھ اس کے اسلام لانے سے پہلے کر دی تھی۔ پھر یہ حکم اسلام میں منسوخ ہو گیا۔

شیعہ مفسر و مجتہد کی تفسیر کے اس حوالہ سے بھی ثابت ہو گیا کہ کفار سے نکاح کی حرمت کے حکم سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے کر دیا تھا۔ شیعہ مجتہدین اپنے ائمہ معصومین کے ارشادات کو مانتے ہوئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیاں تھیں ان کو نکاحوں کے بارے میں مذکورہ بالا توجیہات کہیں ہیں۔

شیعہ حضرات سے ایک سوال: آپ کا یہ ارشاد کہ کسی مومن نے اپنی بیٹی کسی کافر کو نہیں دی۔ ظاہر ہے اگر کوئی شخص کسی کافر کو اپنی بیٹی دیتا ہے تو بقول آپ کے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ اگر مومن ہوتا تو کافر کو اپنی بیٹی قطعاً نہ دیتا۔ اب فرمائیے کہ حضرت ابو طالب نے اپنی بیٹی ام ہانی کافر مطلق دشمن رسول ہبیرہ بن ابودہب مخزومی کے نکاح میں کیوں دی۔

(طبری جلد ۲ صفحہ ۳۳۹ منقحی الآمال صفحہ ۸۱)

حالانکہ حضرت ابو طالب شیعہ عقیدے کے مطابق صرف مومن کامل ہی نہیں تھے بلکہ حامل نور ولایت تھے۔

عمران جن کی کنیت ابو طالب ہے اپنے زمانے کے معصوم اور امام تھے اور انبیاء ماسلف کے تبرکات کے حامل ہونیکے علاوہ حامل نور امامت بھی تھے۔ آخری نبی کی اکلوتی بیٹی از علامہ قاضی سعید الرحمن علوی اصغری منزل ساندہ کلاں لاہور صفحہ ۳۹

شیعہ حضرات اب بتاؤ اس بھاری پتھر کا جواب آپ کے اس دعویٰ کی روشنی میں کہ وہ نہیں ہو سکتا جو اپنی بیٹی کافر کے عقد میں دے حضرت ابو طالب کا ایمان بھی بقول تمہارے خطرہ میں پڑ گیا۔ (تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۳۳۹) منقہ الامال جلد اول صفحہ ۸۱

نوٹ: حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص بن ربیع سے ہوا وہ بعد میں مسلمان ہو گیا یہ وہی سیدنا ابو العاص بن ربیع ہیں۔ جب قریش مکہ نے دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی طرح تبلیغ اسلام سے نہیں رکتے تو باہمی مشورت سے بنی ہاشم سے لین دین ملنا جلنا ترک کر دیا جائے تو اس سخت معاہدے کے بعد حضرت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے خاندان والوں کو سخت مصیبت کا سامنا ہوا۔ اب بنو ہاشم کو مکہ میں رہنا دشوار ہو گیا۔ مجبوراً وہاں سے ترک سکونت کر کے شعب ابی طالب میں چلے گئے اور تین سال متواتر وہیں رہے۔ کھانے پینے کا سامان دستیاب ہونا از حد مشکل تھا۔ اگر شعب سے کوئی شخص باہر آتا اُسے زد و کوب کرتے۔ اگر کوئی بنی عبدالمطلب کافر دباہر سے کوئی خوردنی چیز بھیجتا تو اُس سے مزاحمت کرتے۔

نقل شدہ کہ ابو العاص شتراں از گندم و خرما حمل دادہ شعب مہر دور ہا میکرد و از جا است کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم فرمودہ کہ ابو العاص حق دامادی ما بگذاشت ترجمہ: یہی ابو العاص اونٹوں اور گھوڑوں اور چوہارے بار کر کے شعب ابی طالب میں

ہا تک دیا کرتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابو العاص ؓ نے حق دامادی ادا کر دیا۔ (منہجی الآمال شیخ عباس قتی صفحہ ۳۶ جلد اول)

یعنی یہی عبارت فارسی میں تاریخ التواریخ جلد دوم صفحہ ۵۱۸ پر ملاحظہ کیجئے اور تسلی کیجئے۔ اور حضرت ابو طالب کا داماد آپ کی وفات کے بعد بدر احد احزاب کی جنگوں میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیخلاف کفار کے لشکر میں موجود رہا۔

غزوہ خندق و مبارزت عمر بن عبدود یا امیر المؤمنین علی علیہ السلام پس یکروز عمرو بن عبدود و نوفل بن عبد اللہ بن المغیرہ۔ ضرار بن الخطاب و ہبیرہ بن ابی وہب و عکرمہ بن ابی جہل یعنی غزوہ خندق میں ہبیرہ بن ابی وہب کفار کی طرف سے بمقابلہ لشکر اسلام موجود تھا۔ (منہجی الآمال شیخ عباس قتی صفحہ نمبر ۵۱ جلد اول)

فتح مکہ کے روز بھاگ نجران کی طرف نکل گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کی وجہ سے اپنی زوجہ ام ہانی اور بچوں کی بھی پرواہ نہ کی۔

سوال نمبر ۷: رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دختران پاک کا نکاح امتیوں یعنی ابو العاص بن ربیع اور حضرت عثمان ؓ سے کیسے جائز تھا۔

جواب ۱:

یہ سوال اپنے آئمہ کرام مجتہدین عظام سے کرنا چاہیے۔ جنہوں نے اپنی تالیفات میں لکھا ہے کہ آنسور و عالمیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں کا نکاح حضرت ابو العاص اور سیدنا عثمان ؓ سے ہوا تھا۔ حوالہ جات سابقہ اوراق میں پڑھیے۔

جواب ۲:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خدائے وحدہ لا شریک کے رسول تھے جو لوگ ہر وقت آپ کے پاس رہتے تھے پہلے ان لوگوں کو دعوت اسلام دی۔ چنانچہ سب سے پہلے اسلام لائے والے

چار اشخاص ہیں۔ اول حضرت علی علیہ السلام دوسرے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تیسرے حضرت ابو بکر صدیق ؓ چوتھے زید بن حارث ؓ آنحضرت کے آزاد کردہ غلام۔

(ماخوذ از رسالہ سرور کائنات ؐ ناشر امامیہ مشن پاکستان لاہور)

قرآن مجید میں یا لکھا الذین امنوا کے لفظ جہاں جہاں بھی ہوں اس سے منظور نظر آئمہ معصومین ہیں۔ بے شک کیا شبہ ہے اس میں کہ وہ حضرات اس مفہوم کے مصداق اصلی اور افراد کاملہ ہیں۔

(ماخوذ مقدمہ تفسیر القرآن سید علی نقی صاحب قبلہ صفحہ ۱۱۵)

کلمہ اسلام کے اقرار اور ایمان کے عہد کا نام ہے۔ کلمہ کیا ہے تو حید رسالت ماننے کا اقرار تو جس نے بھی تو حید و رسالت کا اقرار کیا یعنی خداوند کریم کو وحدہ لا شریک مان لیا اور محمد اللہ کے رسول ہیں کو دل و جان سے تسلیم کر لیا اور کلمہ طیبہ آپ کا پڑھ لیا وہ سب آپ کے امتی ہیں۔ تو اس لحاظ سے حضرت علی ؓ بھی آپ کے امتی ہیں اور کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ میں داخل ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق ؓ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ قَالَ بِنَا انْبِيَاءَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَمَنْ شَكَّ فِي ذَلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ

(رجال کشی صفحہ ۲۵۵ مطبوعہ کربلا)

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ ہم اہل بیت نبی ہیں اس پر اللہ کی لعنت ہو، اور جو اس میں شک لائے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔ تو مذکورہ بالا بیانات سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ امیر المومنین علی المرتضیٰ ؓ نہ نبی ہیں نہ خدا ہیں۔ اگر نبی کی امت سے بھی نہیں تو کیا ہیں؟

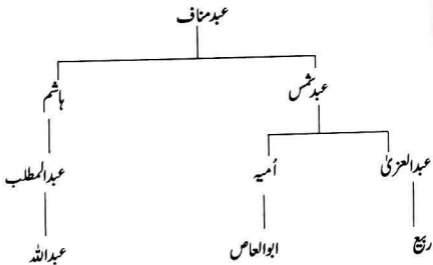
جواب ۳: پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یا علی جو ثواب تم کو میرے ساتھ چلنے سے ملتا ہے اتنا ہی مدینہ میں رہنے سے ملے گا اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تنہا ایک امت قرار دیا ہے۔

ضمیمہ مقبول احمد کی اس عبارت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واضح طور پر ارشاد مذکور ہوا کہ اے علی تو تنہا ایک امت ہے۔ یعنی اگرچہ تو کئی امتیوں جیسا ایک امتی ہے مگر پھر بھی امتی ہے نبی نہیں۔

ضمیمہ مولوی مقبول احمد صاحب مرحوم دہلوی

تو جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علیؑ سے جائز تھا۔ تو حضرت ابوالعاصؑ اور حضرت عثمان سے بھی جائز تھا۔
جواب: یہ سوال بھی آپ کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جس طرح حضرت علیؑ آپ کے جدی ہیں اسی طرح حضرت ابوالعاص اور حضرت عثمانؑ بھی جدی ہیں۔
شجرہ نسب حسب ذیل ہے



محمد ﷺ

عفان

ابوالعاص باوفا

عثمان باحیا

اس شجرہ مبارکہ سے واضح ہے کہ حضرت عثمان باحیا اور ابوالعاص باوفا یہ دونوں حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تیسرے دادے عبدمناف کی اولاد ہیں۔ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ تینوں داماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باحیا حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ باوفا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دولت ایمان سے مالا مال تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب عالی میں قریبی رشتہ دار اور جدی تھے۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ہالہ بنت خویلد حضرت خدیجہ الکبریٰ بنت خویلد کی سگی بہن ہیں۔ اس طرح وہ زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی ہوئے۔ مکہ میں اُن کی پوزیشن مالدار اور تجارت و امانت میں بڑی اونچی تھی۔ دیکھو از (کتاب تاریخ الاصابہ عربی ایڈیشن بحوالہ کتاب رسول اللہ کی صاحبزادیاں مرتبہ مولانا عاشق الہی بلند شہری)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ماں باپ دونوں کی طرف سے بالترتیب چھٹی اور پانچویں صلب پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مل جاتے ہیں۔ (دیکھو مروج الذهب جلد دوم صفحہ ۳۳۱ ذکر خلافت عثمان)

هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ بْنِ أُمَيَّةَ بْنِ عَبْدِ الشَّمْسِ وَيُكْنَى
بِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ وَابْنِ عُمَرَ وَالْأَعْلَبُ مِنْهُمَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَ أُمُّهُ أُرْوَى بِنْتُ كُرَيْبِ
بْنِ جَابِرِ بْنِ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ

ترجمہ: حضرت عثمان غنی کے باپ اور والدہ دونوں کا سلسلہ نسب عبد شمس پر مل جاتا ہے اور عبد شمس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردادا حضرت ہاشم کا حقیقی بھائی ہے۔ لہذا عثمان غنی نسب کے اعتبار سے چوتھے درجہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جاتے ہیں۔

سوال: سید زادی کا نکاح غیر سید سے کیسے جائز ہے۔

جواب: سادات فاطمہ، بنو ہاشم اور قریش کے نکاح آج سے چودہ صدیاں پہلے اور پھر اس کے بعد بھی ہوتے رہے۔

اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آنسرور عالمیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنی پھوپھی زاد نینب ﷺ بنت جحش کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید ﷺ سے کر دیا۔ اب ظاہر ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش بنو ہاشم سے تھیں۔ کہاں ان کا نسب اور کہاں زید ﷺ کا نسب۔ چونکہ اس کے عدم جواز میں کوئی آیت نہیں اتری تھی اور نہ نکاح کے بعد ہی نازل ہوئی تو مذکورہ بالا عبارت میں حضرت زید ﷺ کے نکاح کے حوالے سے جواز کا ذکر ہو چکا۔ بہر حال ہر سید پہلے بنیادی طور پر قریشی ہو گا پھر ہاشمی پھر سید یعنی سید میں بیک وقت تین نسبتیں موجود ہوتی ہیں۔ جبکہ ہر قریشی کیلئے ضروری نہیں کہ وہ ہاشمی بھی ہو مگر ہر ہاشمی کیلئے قریشی ہونا ضروری ہے۔ اس طرح قریشیت کی اکائی بنو ہاشم اور سادات میں ہر وقت موجود رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سادات بنو فاطمہ کے نکاح بعض بنو امیہ سے ہوئے۔ کیونکہ بنو امیہ عبد شمس کی اولاد سے ہیں اور بنو فاطمہ ہاشم کی اولاد سے جبکہ عبد شمس اور ہاشم دونوں عبد مناف کے بیٹے ہیں۔ یعنی اوپر جا کر یہ دونوں شاخیں مل جاتی ہیں۔

حضرت عثمان ﷺ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھانجے تھے اور عثمان کی نانی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھوپھی تھیں۔

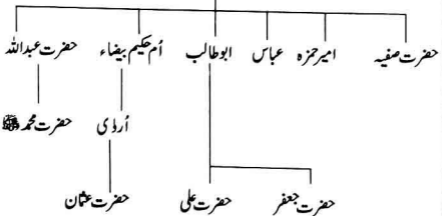
قَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ بْنِ أُمَيَّةَ وَ أُمُّ عُثْمَانَ
أُرْوَى بِنْتُ كُرَيْزٍ وَ أُمُّ أُرْوَى أُمُّ حَكِيمٍ وَ هِيَ أَلْبَيْضَاءُ عَمَّةُ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(المستدرک جلد سوم صفحہ ۹۶)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کی والدہ اُرْوَى بنت کریز ہیں اور حضرت عثمان کی تانی
ام حکیم جن کو البیضاء بھی کہتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سگی پھوپھی تھیں۔

نوٹ: ام حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب اور صفیہ دونوں حقیقی ہمشیرگان ہیں۔ لہذا حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ کی والدہ اُرْوَى کی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما حقیقی خالہ ہوئیں۔ اسی طرح حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ کی والدہ عبد اللہ بن عبدالمطلب اور عباس بن عبدالمطلب اور حمزہ بن عبدالمطلب کی سگی
بھانجی ہوئی اور والدہ عثمان رضی اللہ عنہ اُرْوَى کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور
حضرت علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ کی پھوپھی زاد بہن ہونے کی وجہ سے خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان
کے بھانجے ہوئے اور یہ حضرات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماموں ہوئے۔

عبدالمطلب



بنی ہاشم اور بنی عبد شمس کے درمیان ہونے والی رشتہ داریوں میں سے ایک رشتہ یہ بھی تھا۔

وَتَزْوُجَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ

بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرو بن عثمان نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی دختر سیدہ فاطمہ بنت حسین سے شادی کی۔

(شرح نوح البلاغہ ابن حدید جلد ۳ صفحہ ۳۵۹ مطبوعہ)

حسین کریمین داماد عثمان غنی تھے۔

فَذَكَرَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خِطْبَةَ الْحَسَنِ عَائِشَةَ وَفَعَلَهُ

امام حسین رضی اللہ عنہ عائشہ بنت عثمان کی خواستگاری کی اور رشتہ ہو گیا۔ (مناقب

آل ابی طالب جلد ۲ صفحہ ۳۹)

ثُمَّ إِنَّهُ كَانَ الْحُسَيْنُ تَزْوُجَ لِعَائِشَةَ بِنْتِ عُثْمَانَ

ترجمہ: امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ

عنہ کی بیٹی عائشہ سے شادی کی۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۲ صفحہ ۴۰)

حضرت عثمان کے لڑکے ابان کی شادی حضرت جعفر طیار کی پوتی سے ہوئی۔

(المعارف جلد اول صفحہ ۱۲۱)

وَكَانَتْ عِنْدَهُ أُمُّ كُلثُومٍ بِنْتُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرَ

ترجمہ: ابان بن عثمان کے نکاح میں ام کلثوم بنت عبد اللہ بن جعفر تھی۔

وبعد از حسن ثنی فاطمہ بحالہ نکاح عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان در آمد

ترجمہ: حضرت حسن ثنی کی وفات کے بعد فاطمہ بنت حسین نے عبد اللہ بن عمرو بن عثمان

بن عفان سے شادی کر لی۔ (ناخ التوارخ جلد ۶ کتاب دوم صفحہ ۵۳۴)

حضرت عثمان کے عقد میں یکے بعد دیگرے آنیوالی رقیہ، ام کلثوم دونوں بیویاں فوت ہو گئیں قول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو وہ بھی عثمان کو دے دیتا۔

قَالَ شَيْخُنَا أَبُو عُثْمَانَ وَلَمَّا مَاتَتِ الْإِبْنَتَانِ تَحْتَ عُثْمَانَ قَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صُحَابِهِ مَا تَنْظُرُونَ لِعُثْمَانَ إِلَّا أَبُو آيِمٍ
إِلَّا أَخُو آيِمٍ زَوْجَتُهُ ابْنَتَيْنِ وَلَوْ أَنَّ عِنْدِي ثَالِفَةٌ لَفَعَلْتُ قَالَ وَلِذَلِكَ
سُمِّيَ ذُنُورَيْنِ

ترجمہ: ہمارے شیخ ابو عثمان نے کہا۔ جب حضرت عثمان کے عقد میں یکے بعد دیگرے آنیوالی دونوں بیویاں فوت ہو گئیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو فرمایا۔ تم عثمان کیلئے کس چیز کا انتظار کرتے ہو۔ کیا کسی بیوہ کا بھائی کا یا باپ کا، میں نے اپنی دو بیٹیوں (رقیہ اور ام کلثوم) کا عقد اس سے کیا۔ اگر میرے پاس تیسری بھی ہوتی تو اس کی شادی بھی اس سے کر دیتا۔ راوی کہتے ہیں اسی لئے عثمان کو ذنورین یعنی دونوروں والا کہتے ہیں۔

(شرح نوح البلاغ ابن ابی حدید جلد ۳ صفحہ ۴۶۰)

الماضلة بين بنى عبد شمس وهي بنى هاشم

يَجُوزُ نِكَاحُ الْعَرَبِيَّةِ بِالْعَجَمِيِّ وَالْهَاشِمِيَّةِ بِغَيْرِ الْهَاشِمِيِّ

ترجمہ: عربی عورت کا نکاح عجمی مرد کیساتھ اور ہاشمی عورت کا نکاح غیر ہاشمی مرد کیساتھ جائز ہے۔

(شرايح الاسلام صفحہ ۱۸۳)

شیعہ دوستو یہ آپ کے مذہب کی مشہور و مستند فقہ کی کتاب کا فتویٰ آپ کے سامنے

ہے اور اس فتویٰ کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جو

حضرت علی المرتضیٰؑ اور سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہیں ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؑ سے ہوا تھا حالانکہ وہ سید نہیں صرف حضرت علیؑ کے جدی ہیں۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمانؑ حضرت ابوالعاصؑ سے یک جدی ہو سکی وجہ سے نکاح بالکل صحیح اور جائز تھا۔ حوالہ پڑھیے۔

زینب رضی اللہ عنہا در حبالہ نکاح عبداللہ بن جعفر پر عم خویش بود

ترجمہ: سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جو حضرت علیؑ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ہیں۔ اُن کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا۔

(منتہی الآمال در ذکر اولاد آنحضرت امیر المؤمنین صفحہ ۱۳۵)

فَقُرَيْشٌ يَتَزَوَّجُ مِنْ ابْنِي هَاشِمٍ

ترجمہ: قریش بنی ہاشم سے نکاح کر سکتے ہیں۔ (فروع کافی جلد پنجم صفحہ ۳۴۵) کتاب النکاح

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْكُفُورَ يَكُونُ عَفِيفًا

ترجمہ: یعنی امام باقرؑ نے فرمایا کفو یہی ہے کہ آدمی پاکدامن اور پاکباز ہو۔

(فروع کافی جلد پنجم صفحہ ۳۴۷ کتاب النکاح باب الكفو)

قَالَ إِذْ جَاءَ كُمْ مِنْ تَرْضُونِ خُلُقِهِ، وَدِينِهِ، فَزَوْجُوهُ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جب تمہارے پاس رشتہ کیلئے ایسا شخص

آجائے جس کے اخلاق اور دین کو تم پسند کرتے ہو۔ تو اس سے شادی کر دو۔

(فروع کافی جلد پنجم صفحہ ۳۴۷ کتاب النکاح)

نوٹ: شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ سید زادی کا نکاح غیر سید سے نہیں ہو سکتا اگر حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی وہ بیٹیاں آپ کی حقیقی بیٹیاں ہوتیں تو آپ اُن کا نکاح غیر سیدوں سے کس

طرح نہ کرتے۔

جواب: سب سے پہلے معلوم ہونا چاہیے کہ سید کے کیا معنی ہیں اور کیا مراد ہے۔ عرب کہتے ہیں فُلَانٌ سَيِّدُنَا اِی رَئِیْسُنَا وَالَّذِی نَعْظِمُهٗ، وہ ہمارا سید ہے۔ یعنی وہ رئیس ہے اور ہم اس کی تعظیم کرتے ہیں۔

وَالْأَصْيَا سَيِّدَهَا لَدَ الْبَابِ (سورہ یوسف) حضرت یوسف اور حضرت زلیخا اور دونوں مل گئے عورت کے خاوند سے دروازے پاس۔ یہاں غلام کے مالک اور عورت کے خاوند پر بھی سید کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے۔

حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی موجود ہے۔ کہ انصار کے ایک قبیلہ کے رئیس (حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ) کے مجلس میں آنے پر اس کی قوم سے فرمایا۔
قَوْمُو الٰی سَیِّدِکُمْ اِنِّیْ قَوْمِکُمْ سَرْدَارِکُمْ تَعْظِمُوْا کَیْلَیْ اِثْمُوْا۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم باب القیام)

اَنَّ اللّٰهَ یَبْشُرُکَ بِبَحْیِیْ مُصَدِّقًا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَیِّدًا وَ حَضُوْرًا وَ
نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (پ ۳)

آل عمران بے شک اللہ تعالیٰ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے۔ (بحی علیہ السلام کی اللہ کے حکم کی گواہی دیگا۔ اور سردار و پاکباز ہوگا اور نبی ہوگا صالحین میں سے یہ معنی ہوئے بلحاظ محاورہ عربی زبان کے۔

دوسرے اولاد رسول کا سید کہلاتا۔ جاننا چاہیے کہ لفظ سید صدیوں سے اولاد رسول کی علامت نسب بن چکا ہے۔ سید کہلانے کا وہی مجاز ہے جو امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما کی صلیبی اولاد سے ہے۔ اولاد رسول کو سید اسلئے کہا جاتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام حسن

اور امام حسینؑ اور سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو سید کے لقب سے نوازا۔ لہذا لفظ سید کا اطلاق صرف انہی افراد پر ہوگا۔ جو حسی یا حسینی نسب کے حامل ہوں۔ آنسردور عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے متعلق ارشاد فرمایا:

أَنَا سَيِّدٌ وَوَلِدِ آدِمَ وَلَا فَخْرَ فِي أَوْلَادِ آدَمَ كَأَسْرَدَارِ هَوْنَ لَيْكِنَ اسْ بِرِجْجِي كَوْنِي فُخْرِي اس لئے کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان و کرم ہے۔

حضرت جناب حسنؑ کو ابسی ہذا سید پھر مجموعی طور پر حسنین کریمین کو سیدہ شباب اهل الجنة کے الفاظ سے یاد فرمایا اور اس طرح حضرت فاطمہ الزہرا کو سیدۃ النساء اهل الجنة فرمایا: (مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہل بیت صفحہ ۵۵۸)

تو احادیث مبارکہ کی روشنی اور کتب سیرت کے مطالعہ سے یہ امر حقیق اور ثابت ہو جتا ہے کہ سید کا خصوصی شرف صرف اور صرف جناب سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حسنینؑ کی اولاد کیلئے ہے۔ یعنی جن کے نسب میں آنحضرت عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دخل ہے۔ انہیں ہی سادات سمجھا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں امام حسنؑ امام حسینؑ تو بے شک سید بلکہ اصل سادات ہیں۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰؑ صرف قریشی ہاشمی ہیں ان کے نسب میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی دخل نہیں۔

بلکہ حضرت علی المرتضیٰؑ اپنے دادا عبدالمطلب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتے ہیں۔ سید کی اس تعبیر سے ان پر سید کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خون نہیں۔ ہاں یہ اعزاز اکرام اور شرف و فضیلت حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا کو حاصل ہے اور ان کے بعد یہ مرتبہ ان کی اولاد میں منتقل ہے۔ حضرت علیؑ کی وہ اولاد جو دوسری بیویوں سے تھی انہیں سید نہیں کہا جاتا بلکہ ان کو علوی کہا جاتا ہے۔ اگر حضرت

علیؑ سید ہوتے تو ان کی سب اولاد بھی سید کہلاتی۔ حالانکہ یہ اعزاز و شرف صرف اولاد فاطمہ الزہرا کو حاصل ہے اور یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰؑ سے ہوا۔ یہ اس امر کی واضح شہادت ہے کہ سیدزادی کا نکاح غیر سید سے جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ غیر سید خاندان قریش میں سے ہو۔ یا کسی ایسے خاندان میں سے ہو جو شرافت یا وجاہت کے لحاظ سے سید کا کفو بن سکے۔ قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں خواہ کوئی ہاشمی ہو خواہ اموی اور عجمی ممالک میں کفایت کا مدار حریت اور اسلام پر ہے۔

نوٹ: اس سے ثابت ہو گیا کہ خصوصی شرف اور صرف جناب سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور ان ہر دو کی اولاد کیلئے ہے۔ یہ ایک جزوی فضیلت ہے جو آنسور و عالیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف دوسری صاحبزادیوں بلکہ حضرت علیؑ کو بھی عنایت نہیں فرمائی۔

اعتراض نمبر 10:

امت کی جن عورتوں سے رسول نکاح فرمائے وہ امت کی ماں ہیں اور امتی اُن سے نکاح نہیں کر سکتا۔

وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهُمْ مِنْ مَّ بَعْدِهَا اَبَدًا

ترجمہ: اور نہیں تم نکاح کر سکتے اس کی بیویوں سے بعد اس کے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔

وَ اَزْوَاجُهُمْ اُمَّهَاتُهُمْ

اور اس کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔

اور مسلمان کہتے ہیں کہ ان کو ام المؤمنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس امتی عورت سے نکاح کرے وہ امت پر مندرجہ بالا آیت کے حکم سے حرام ہوگی۔ تو جب امتی عورتیں

نکاح رسول میں آ کر امت کیلئے حرام۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی امت کیلئے کیسے حلال ہوگی۔ نیز ہم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج کو اُمّ المؤمنین کہتے ہیں۔ یعنی مؤمنین کی ماں اور ماں امت کی اسی لئے نکاح حرام کہ امتی بیٹے ہیں اور اس ماں کی بیٹی کیا لگی مؤمنین کا بہن تو کیا امت کیلئے اس سے نکاح حلال ہوگا۔

جواب: چونکہ حضرت علی المرتضیٰؑ بھی مؤمن ہیں۔ لہذا ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ حضرت علی المرتضیٰؑ کی بھی ماں ہی ہیں۔ تو شیعہ حضرات کی اس زالی منطق کی رو سے اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت علیؑ کی کیا لگی؟

تو بتائیے کیا حضرت علیؑ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح جائز ہوگا؟ ہائے افسوس شیعہ حضرات بنات الرسول زینب، رقیہ، ام کلثوم رضی اللہ عنہم سے انکار کے جنوں میں ایسے حواس باختہ ہیں کہ ہوش ہی نہیں۔

اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیاں ہوتیں تو جناب سیدہ فاطمہ الزہرا کے برابر ان کی شان ہوتی۔

جواب: ایک ماں باپ کی اولاد کا دینی اور دنیاوی امور میں برابر نہ ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ ایک ماں باپ کی اولاد بھی نہ ہوں۔

جیسے حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل تینوں بھائی اور مؤمن کامل اور تینوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد بھائی ہیں۔ لیکن کمالات و درجات میں اور شان میں حضرت علی سب سے بلند اور ارفع و اعلیٰ ہیں۔ تو شان میں برابر نہ ہونے سے یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ کے بھائی بھی نہیں۔ تو جناب سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شان اور درجات کی وجہ سے یہ کہنا غلط ہے کہ باقی بیٹیاں اگرچہ جناب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی بیٹیاں ہوتیں تو ان کی شان بھی سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی مثل ہوتی۔

شیعہ حضرات ان تصریحات کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ رقیہ، زینب، ام کلثوم رضی اللہ عنہما پہلے خاندانوں میں سے تھیں اور یہ صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ بلکہ رقیہ تھیں یا حالہ کی لڑکیاں تھیں۔

جواب: ایسا کہنے والوں کے پاس کوئی سند نہیں۔ اول تو اس وجہ سے یہ بات ناقابل قبول ہے کہ معتبر کتب شیعہ میں صاف لفظ بیٹیوں کا ہے۔ اور پہلے خاندان کی بیٹی کو یعنی اولاد کو عربی میں ریبیب کہتے ہیں اور قرآن مجید میں بھی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بیٹیاں ہی آیا ہے۔ جیسا کہ پارہ نمبر ۲۲ رکوع نمبر ۵ میں اَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ کا لفظ الگ ہے۔ اور پارہ نمبر ۴ رکوع نمبر ۱۵ میں وَرَبَّائِبُكُمُ الْيَتٰی فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَاۤئِكُمُ الْبٰیْعِ ذَخَلْتُمْ بِهِنَّ اور تمہاری بیٹیاں جو تمہاری اُن ازواج کی گود میں ہوں جن سے تم نے صحبت کی ہو۔

زینب، رقیہ، ام کلثوم رضی اللہ عنہما حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد کی لڑکیاں تھیں۔ اس کی موت کے بعد اپنی خالہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے پاس چلیں۔ یا یہ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاندان سے بیٹیاں تھیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے تھا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں پرورش پا کر جوان ہوئیں۔ یعنی آپ کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں۔ کھلمگ تھیں مگر یہ ہر دو قول بالکل غلط ہیں۔ یعنی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔ شیعہ حضرات کے مجدد و مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔

جمعے از علماء خاصہ و عامہ را۔ علماء کی ایک جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ اعتقاد آنت کہ

حضرت رقیہ و ام کلثوم کی دختران خدیجہ بودند از شوہر دیگر

پہلے خاندان سے بیٹیاں تھی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے تھا۔ کہ پیش از حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داشتہ اور آنحضرت نے ان کی پرورش فرمائی تھی و حضرت الیشاں راتر بیت کردہ بود، حضور کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں و دختر حقیقی آنجناب نبودند و بعضے گفتہ اند کہ

دختران ہالہ، خواہر خدیجہ رضی اللہ عنہما بودند، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ دونوں حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں برقی اس دو قول روایات معتبرہ دونوں قول کی تردید پر معتبر روایات دلالت سے کند، روایات دلالت کرتی ہیں۔ (حیوة القلوب جلد دوم صفحہ ۵۸۹)

شیعہ حضرات اب تو آپ کے رئیس المحدثین مجتہد اعظم محمد باقر مجلسی نے واضح کر دیا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ ریبہ (پچھلگ) تھیں یا حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ کی لڑکیاں تھیں۔ ان دونوں کی بات آئمہ کرام کی معتبر روایات غلط قرار دیتی ہیں۔ کیونکہ آئمہ کرام اہل بیت کے واضح فرمان اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ یہ چاروں صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔

نوٹ: برقی اس دو قول روایات معتبرہ دلالت سے کند

یعنی ان ہر دو اقوال کی تردید پر معتبر روایات، دلالت کرتیں ہیں بقول شعبہ مجتہد روایات پر غور کریں۔

جیسے حکایت کی جمع حکایات ہے اسی طرح روایت کی جمع روایات ہے۔ یعنی بقول شیعہ مجتہد اعظم ایک روایت نہیں بلکہ بہت روایتیں ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ چاروں صاحبزادیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی بیٹیاں تھیں۔ نہ کہ پچھلگ تھیں اور نہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما کی پہلے خاوند سے بیٹیاں تھیں اور نہ ہی خدیجہ رضی اللہ عنہما کی بہن ہالہ کی لڑکیاں تھیں۔

ان کتب الفریقین مشحونۃ بانہا ولدت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 اربع بنات زینب و ام کلثوم و فاطمہ و زقیہ.... و بناتہ فاذرکن الاسلام
 و ہاجرین معہ و ابتغتہ امن بہ

ترجمہ: فریقین اہل سنت و شیعہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما کے
 بطن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیاں زینب، ام کلثوم، فاطمہ، زقیہ رضی اللہ عنہما پیدا

ہوں۔ آپ کی بیٹیاں اسلام لائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا۔

واضح رہے کہ علامہ عبداللہ مامقانی شیعہ کا شہرہ آفاق ماہر فن رجال ہے اس کا فیصلہ پڑھنے کے بعد چند کم علم ملاں یا ذاکروں کا یہ کہنا کہ ان احادیث کے راوی ضعیف ہیں یا روایت ثقہ نہیں۔ سوائے ضد اور ڈھٹائی کے کچھ نہیں۔ شیخ القائل فی احوال الرجال از علامہ مامقانی طبع جدید نجف اشرف

شیعہ حضرات خدا را غور کرو کہ آپ ہی کا ماہر فن رجال کہہ رہا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لطن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیاں زینت، ام کلثوم فاطمہ، رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ اور پڑھیے ابن شہر آشوب

وَأَوْلَادُهُ، وَلَدَيْنَ خَدِيجَةَ الْقَاسِمِ وَعَبْدُ اللَّهِ وَهُمَا الطَّاهِرُ وَالطَّيِّبُ وَ
أَرْبَعُ بَنَاتٍ زَيْنَبُ وَرَقِيَّةُ وَأُمُّ كَلْثُومٍ وَفَاطِمَةُ

دیکھو علامہ ابن شہر آشوب نے کتنے واضح الفاظ میں نام لے کر لکھ دیا ہے کہ اربع بنات یعنی چار بیٹیاں زینب اور خدیجہ اور ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اولاد رسول تھیں اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لطن مبارک سے تھیں۔ تو پھری وہ کتنی لچر اور جھوٹ بات ہوئی کہ یہ لڑکیاں ربیہ (بچھلگ) تھیں یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کی لڑکیاں تھیں۔

مناقب آل ابی طالب مصنفہ ابن شہر آشوب جلد اول صفحہ ۱۶۱ باب ذکر سیدنا رسول اللہ ﷺ اب انہی پر ہم اکتفا کرتے ہیں کیونکہ کتاب کے حجم بڑھ جانے کا اندیشہ ہمارے پیش نظر ہے۔

عاقل نے ایک نقطہ کافی لوڑ نہیں دفتر دی
تے جاہل نوں کچھ اثر نہ کردی پند نبی سرور دی

ہم جناب رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آئمہ کرام کے غلام ہیں۔ قرآن پاک پر ہمارا ایمان ہے جب ان حضرات اور کلام خداوندی سے صراحتاً ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیاں ہیں تو ہم کیسے انکار کر سکتے ہیں۔

قارئین نے اندازہ کر لیا ہو گا کہ شیعہ حضرات کے اعتراضات دربارہ بنات الرسول کتنے بے معنی اور لالچی ہیں پنجابی میں انہیں ہی آئیں بائیں چھائیں کہا جاتا ہے۔

کبھی جمع کا صیغہ بنا تک سیدہ کی تعظیم کی خاطر آیا ہے۔

کبھی اس جمع کے صیغے سے مراد امتی عورتیں ہیں۔

کبھی سیدہ اور اس کی مومنہ اولاد مقصود ہے اسلئے جمع کا صیغہ آیا ہے۔

کبھی ریبہ یعنی پھمک لڑکیاں مراد ہیں۔

کبھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یہ بیٹیاں پہلے خاوندوں سے ہیں۔

کبھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی ہم شیرہ ہالہ کی بیٹیاں بناتے ہیں۔

غرضیکہ اس مسئلہ میں بہت عاجز ہیں۔

کبھی واقعی اگر یہ چاروں صاحبزادیاں حقیقی رسول خدا کی بیٹیاں تھیں تو واقعہ تطہیر اور واقعہ مہبلہ کے وقت ان کو کیوں شامل نہیں کیا گیا۔

کبھی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں تھیں تو ان کی شادی ابولہب کافر کے کسی لڑکے سے نہ ہوتی۔

کبھی ان کا نکاح امتیوں سے یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے کیسے جائز تھا۔

کبھی سیدزادی کا نکاح غیر سید سے کیسے جائز ہے وغیرہ وغیرہ

دوستو خدا را غور کرو۔ کہیں بھی قرآن و حدیث ارشادات آئمہ کرام سے کوئی حوالہ

پیش کیا ہے کہ نہیں صرف سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکلوتی بیٹی ہیں۔ کہتے ہیں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ فعیہ علماء کو اس مسئلہ میں تو تنکا بھی ہاتھ نہیں آیا۔

اتنے زبردست دلائل کے باوجود علمائے شیعہ میں نہ مانوں گا کی رٹ لگائے جا رہے ہیں۔ کبھی اپنی کتابوں کو غیر معتبر کہہ دیتے ہیں کبھی فلاں روایت کی سند معتبر نہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہمارے علماء نے سنیوں کی کتابوں سے یہ بنات الرسول کی روایتیں نقل کی ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ بنات الرسول کی روایات بطور تقیہ ہماری کتابوں میں درج ہیں غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں غرضیکہ بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہیں۔

شیعہ حضرات کا ہم پیچھا نہیں چھوڑیں گے ہم آپ کے ان لغو جوابات کا بھی جواب دیں گے۔ یعنی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے علاوہ بھی آپ کی بیٹیاں تھی۔ یعنی بنات الرسول کے جواز میں آپ جن کتابوں کے حوالے دیتے ہیں وہ ہمارے ہاں غیر معتبر ہیں۔

جواب ہم نے آپ کی سنن اربعہ سے بنات الرسول کے حوالے دیئے ہیں پہلا حوالہ بنات اربعہ کا اصول کافی کتاب الحجت جلد اول سے دیا، دوسرا حوالہ کتاب الاسحبار جلد اول کتاب الجنائز سے تیسرا حوالہ من لا یخفہ الفقیہ سے، چوتھا حوالہ نوح البلاغہ سے قول علی المرتضیٰ ؑ کا شیعہ حضرات عباس علمدار کے علم کو تمام کر قسم کھاؤ کہ ان کتابوں سے اونچی کتاب سوائے قرآن پاک کے اور کوئی شیعہ مذہب کی ہے نہیں ہرگز نہیں نمبر ۲ بنات والی روایتوں کی سندیں معتبر ہیں۔

جواب: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیوں کا ثبوت شیعہ کی تمام معتبر کتب میں تو اترا کیساتھ موجود ہے۔ جنی کہ شیعہ حضرات کے رئیس الحدیث مجتہد اعظم نے حیات القلوب

جلد دوم صفحہ ۵۸۸ میں حدیث کی ابتداء میں لکھا ہے۔ درقرب الاسناد بسند معتبر از امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شدند طاہر وقاسم فاطمہ وأم کلثوم ورقیہ و زینب رضوان اللہ علیہم اجمعین حاصل ترجمہ: کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لطن سے حضور کی چار بیٹیاں فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ، زینب رضی اللہ عنہم پیدا ہوئیں۔

گویا چار بیٹیوں والی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ والی روایت کے اسناد کو شیعہ حضرات کے مجدد رئیس المحدثین باقر مجلسی بھی معتبر سمجھتا ہے۔ اگر موجودہ دور کا کوئی شیعہ مناظر خواہ کتنا بھی بڑا ہو باقر مجلسی کے پاؤں کی دھوڑ بھی نہیں تو اس کی ٹیس ٹیس کو کون سنے اور اس کے غیر معتبر کہنے کو اس کے فرار پر محمول کیا جائیگا۔ بس ایسی بے تکی باتیں ہانک کر اب لوگوں کے بے وقوف نہیں بنایا جاسکتا۔

کہتے ہیں ہمارے علماء نے سنیوں کی کتابوں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیوں والی روایتیں نقل کی ہیں۔ یہ شیعہ علماء کا فضول خیال ہے اور اپنی امہات الکتاب کی معتبر روایات سے فرار کی ناکام کوشش ہے۔ اصول کافی فروع کافی اغیار کے اقوال نہیں بلکہ شیعہ قداما کے اصل شیعہ عقائد ہیں۔ اصول کافی کے مکمل متن سے تو شیعہ حضرات انکار ہی نہیں سکتے کیونکہ اس کے شروع میں لکھا ہے کہ یہ کتاب غار میں چھپے ہوئے امام مہدی کی خدمت اقدس میں پیش کی گئی تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا ہذا کاف لشیعتنا یعنی یہ کتاب ہمارے شیعوں کیلئے کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صدقہ امام غائب کتاب میں اغیار کے اقوال یعنی سنی روایات کہاں جا گھسیں گی۔

دیگر ہم نے اصول کافی اور من لا یخفرہ الفقہ سے ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیدہ فاطمہ الزہراء اکلوتی بیٹی نہیں آپ کے علاوہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں

تھیں۔ نیز کتاب من لاسنفرہ الفقہ کی فارسی شرح کے مقدمہ میں گیارہویں فائدے کے ضمن میں یہ تحریر ہے۔

وہم چنین احادیث مرسلہ محمد بن یعقوب کلینی و محمد بن بابوقی بلکہ جمع احادیث ایساں کہ در کافی و من لاسنفرہ است ہمہ را صحیح مے توان خواند۔ زیرا کہ شہادت اس دو شیخ بزرگوار کمتر از شہادت اصحاب رجال نیست یقیناً بلکہ بہتر است

ترجمہ: اسی طرح مولوی کلینی اور ابن بابویہ قتی کی مرسل حدیثیں بلکہ ساری حدیثیں جو کہ کتاب کافی اور من لاسنفرہ میں ہیں سب کو صحیح کہنا چاہیے۔ اس لئے کہ ان دو بزرگوں کی گواہی علمائے رجال کی گواہی سے کم نہیں۔ ناظرین کرام شارح محقق کے بیان سے واضح ہو گیا کہ ساری حدیثیں جو کہ کتاب اصول کافی اور من لاسنفرہ الفقہ میں ہیں وہ سب صحیح ہیں۔ اگر علمائے رجال کوئی اعتراض کریں تو ان کی جرح پر صاحب اصول کافی محمد بن یعقوب کلینی اور صاحب من لاسنفرہ الفقہ لابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی کی تصدیق مقدم ہوگی کیونکہ علمائے رجال میں سے کوئی بھی ان ہر دو بزرگوں کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اب بھی اگر شیعہ حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیوں والی روایت مندرجہ اصول کافی کو تسلیم نہ کریں تو بتاؤ ان کا کیا علاج کریں۔ خداوند کریم ہی ان کو سوچنے سمجھنے کی توفیق دے۔

نیز شیعہ مؤرخ حاجی محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی اپنی کتاب منتخب التواریخ مطبوعہ طہران صفحہ ۲۳ پر لکھتا ہے۔

از اصول کافی مستفاد میشود کہ آں بزرگوار از خدمتہ الکبریٰ سہ پسر داشت و چہار دختر۔ جناب قاسم وزینب و رقیہ و ام کلثوم کہ قبل از بعثت متولد شدند و جناب الطیب و الطاہر فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کہ بعد از بعثت متولد شدند

ترجمہ: اصول کافی کی روایت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لطن مبارک سے تین صاحبزادے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جناب قاسم و زینب و رقیہ و ام کلثوم بعثت سے پہلے پیدا ہوئے اور جناب طیب و طاہر اور سیدہ فاطمہ الزہرا بعثت کے بعد پیدا ہوئے۔ منکرین دختران رسول توجہ کریں۔

جبکہ شیعہ مؤرخین اصول کافی کی چار بیٹیوں والی روایت کو تسلیم کرتے ہیں۔ تو چند بے علموں کے تسلیم نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

بنات الرسول یعنی چار بیٹیوں والی روایات ہماری کتابوں میں بطور تقیہ درج ہیں۔

جواب: ہم نے اس کتاب میں آنحضرت عالمیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہیں۔ بحوالہ حیات القلوب در قرب الاسناد سند معتبر از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام درج کیا ہے۔

ابن بابویہ سند معتبر از حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام۔ بحوالہ حیات القلوب درج کیا ہے اور یہی حوالہ منتهی الآمال شیخ عباس قمی نے جلد اول صفحہ ۷۹ میں بیان کیا ہے۔ اسی کتاب میں درج کردہ حدیث نمبر ۶ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت فرماتے ہیں۔ فرمایا حضرت امام باقر علیہ السلام نے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لطن پاک سے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پاک پیدا ہوئی۔ قاسم اور طاہر اور کلثوم اور رقیہ اور فاطمہ اور زینب رضوان اللہ علیہم اجمعین ورق الٹ کر دیکھئے۔

ان درج کردہ روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیوں کا واضح ذکر ہے اب اصول کافی کتاب الحجّت سے ایک حدیث پرھیئے اور تھیے کا عذر لنگ جو آپ نے پیش کیا ہے اس کا جواب باصواب لا جواب پڑھ کر اپنی پیشانیوں سے ندامت کا پینہ صاف کیجئے اور خوف خدا کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں پر ایمان لے آئیے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے اپنی بے نبی کی وفات سے پہلے ایک کتاب نازل کی اور فرمایا اے محمد ﷺ یہ ہماری وصیت ہے تمہارے اہل سے جو نبیاء ہیں ان کے لئے حضرت نے فرمایا اے جبرائیل وہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی اولاد۔ اس کتاب پر مہریں لگی ہوئی تھیں سونے کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کتاب امیر المومنین کو دے دی۔ اور حکم دیا کہ ان میں سے ایک مہر کو توڑیں اور جو لکھا ہے اس پر عمل کریں۔ امیر المومنین نے ایک مہر کو توڑا اور حسب ہدایت عمل کیا پھر اُسے امام حسن رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ ایک مہر انہوں نے توڑی اور اس پر عمل کیا۔ انہوں نے اپنی مرگ کے وقت امام حسین علیہ السلام کو دی انہوں نے تیسری مہر توڑی اس میں لکھا تھا کہ ایک گروہ کیساتھ شہادت کیلئے نکلوان کی شہادت تمہارے ہی ساتھ ہے اور راہ خدا میں اپنا نفس بیچ ڈالو۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا پھر وہ کتاب علی بن حسین علیہ السلام کو دی گئی۔ انہوں نے چوتھی مہر کو توڑا اس میں لکھا تھا کہ سر تسلیم خم کرو اور خاموشی کے ساتھ اپنے گھر بیٹھ جاؤ اور مرتے دم تک عبادت خدا کرو انہوں نے ایسا ہی کیا پھر اس نے اپنے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام کو دی انہوں نے مہر کو توڑا تو اس میں لکھا تھا لوگوں سے احادیث بیان کرو۔

حَدَّثَ النَّاسَ وَافْتَتَهُمْ وَلَا تَخَافُنَّ إِلَّا اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ نَأْنَهُ لَا

سَبِيلَ لَا حَيْدَ عَلَيْكَ فَفَعَلَ

ترجمہ: لوگوں سے احادیث بیان کرو اور ان کو فتوے دو اور اللہ کے سوا کسی سے ڈرو تم پر کسی کو قبا بوحاصل نہ ہوگا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

پھر وہ اُن کے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام کو ملی انہوں نے مہر کو توڑا تو اس میں لکھا تھا۔

حَدَّثَ النَّاسَ وَافْتَتَهُمْ وَأَنْشَرَ عُلُومَ أَهْلِ بَيْتِكَ وَصَدَّقَ

أَبَانِكَ الصَّالِحِينَ وَلَا تَخَافُنْ إِلَّا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنْتَ فِي حِرْزٍ وَأَمَانٍ

ترجمہ: احادیث کو بیان کرو اور فتویٰ دو اور علوم اہل بیت علیہ السلام کو نشر کرو اور تصدیق کرو اپنے آباؤ صالحین کی۔ اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو تم اس کی پناہ میں ہو انہوں نے ایسا ہی کیا۔

نوٹ: تقیہ کیا ہے؟ شیعہ علماء کی اصطلاح میں اپنی جان کو بچانے کیلئے اپنے دین کو چھپالینا تقیہ ہے۔ تقیہ سے مراد یہ ہے کہ خوف کی وجہ سے اظہار کفر کرے۔ بحالیکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔ (موعظہ تقیہ مؤلفہ مجتہد علامہ السید علی الحارثی صاحب)

ایک مرد مومن بوجہ خوف اصلی عقائد دل میں چھپا کر بظاہر ناصبی کی موافقت کرے۔
(قول فیصل مرزا محمد لکھنوی شیعہ)

تو ان اقوال شیعہ مجتہدین سے ثابت ہوا کہ بحالت خوف تقیہ کا جواز ہو سکتا ہے۔ مگر یہاں تو امامین کریمین حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کو خداوند کریم کی طرف سے حکم ہو رہا ہے۔ تم لوگوں سے احادیث بیان کرو اور ان کو فتویٰ دو نہ دہب حقہ کے مطابق اور علوم اہل بیت کو نشر کرو اور تصدیق کرو اپنے آباؤ صالحین کی اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہ ڈرو تم پر کسی کو قابو حاصل نہیں ہوگا۔ تم اللہ کی پناہ میں ہو۔ تو آئمہ علیہم السلام نے نہیں کیا اور نہیں کریں گے مگر وہی جو عہد خدا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ آپ کی روایت کردہ بنات الرسول والی احادیث ازراہ تقیہ نہیں وہ تو وعدہ الہی پر کہ۔ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ کوئی خوف نہ تھا انہیں تو تقیہ کیسے کیا۔ بلکہ چاروں بیٹیوں والی روایات ہی بیان کر کے اپنے آباؤ صالحین کی تعریف کردی اور فتویٰ دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیاں تھیں۔

نوٹ: شیعہ حضرات اور ان کے علماء کا شیوہ ہے کہ جب اہل سنت کے دلائل سے عاجز آ

جاتے ہیں اور کوئی جواب نہیں آتا تو تقیہ کا سہارا لے کر انکار کر جاتے ہیں۔ اہل سنت کے سارے سوالات اور اعتراضات کا جواب ان کے پاس تقیہ ہے۔

مگر اے شیعہ حضرات خدا را خیال کرو جبکہ بغیر خوف کے تقیہ ناجائز اور حرام ہے۔ اور حکم خداوندی بروایت سیدنا امام جعفر صادق۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتاب منزل من اللہ حضرت علی بن ابی طالب کو دے دی اور حکم دیا کہ ان میں ایک مہر کو توڑیں اور جو لکھا ہے اس پر عمل کریں۔ اور اس طرح ہر امام قیام امام مہدی رضی اللہ عنہ تک جو اس میں لکھا ہوا ہے اس میں اپنے وقت میں اس پر عمل پیرا ہوا اور خدا و رسول کے احکام کی اطاعت کرے۔ تو حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق کو منزل من اللہ کتاب میں یہ حکم تھا۔

لَا تَخَافَنَّ إِلَّا اللَّهَ اللَّهُ کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ اگر انہوں نے تقیہ کیا تو لا محالہ اللہ کے سوا کسی اور سے خوف کیا اور وعدہ خداوندی پر اعتبار نہ کیا اور اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا ارتکاب کیا۔ تو پھر یہ تو کھلی گمراہی ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ وَمَنْ يُعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُّبِينًا

ترجمہ: ترجمہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا یقیناً وہ تو کھلی گمراہی میں پڑے گا۔ مگر حاشا اللہ ہم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو صادقین میں سے جانتے ہیں انہوں نے احکام الہیہ کی ہرگز ہرگز نافرمانی نہیں کی۔

شیعہ حضرات محض عداوت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سلسلے میں بنات النبی کا انکار کر رہے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ موجودہ دور کے اہل تشیع تعدد بنات کے انکار پر مصر ہیں اور ان کے سابق شیعہ مجتہدین، محققین چار صاحبزادیوں کا اقرار کر رہے ہیں اور ان کے اقرار بنات النبی پر بیسوں ثبوت پیش کئے جاسکتے ہیں۔ علاوہ اس کے جو ثبوت ہم اپنے اس رسالہ

میں پیش کر چکے ہیں۔ مگر چونکہ ان کے پاس سوائے بودے اعتراضات اور چونکہ چنانچہ البتہ کے سوا کچھ نہیں، شیعہ حضرات سے آخری گزارش یہ ہے۔

- ۱۔ اگر آپ کے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی ایسی صحیح حدیث جو کسی معتبر کتاب میں مستند حوالے کے ساتھ ہو جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آپ کی صاحبزادی ایک تھی تو پیش کیجئے
- ۲۔ کسی معتبر کتاب میں بسند معتبر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کا قول دکھائیے۔
- ۳۔ کسی معتبر کتاب میں معتبر روایت یا قول امام سے مستند حوالے کیساتھ سیدہ فاطمہ الزہرا سے ثابت کیجئے۔ ان کا فرمان ہو کہ میں اپنے والد مکرم کی اکلوتی بیٹی ہوں اور میری نسبی بہن کوئی نہیں۔

۴۔ کسی معتبر کتاب میں معتبر روایت یا قول سے مستند حوالہ کے ساتھ ثابت کرو کہ امام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ نے فرمایا ہو کہ سوائے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے میرے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بیٹی پیدا نہیں ہوئی۔

- ۵۔ اگر آپ اس قسم کی تصریحات سے عاجز ہیں اپنی کتب معتبرہ سے بسند معتبر دوازدہ آئمہ علیہم السلام سے کسی امام کی تصریح اپنے موقف کی تائید میں دکھا دیجئے۔ ہماری دعویٰ ہے کہ شیعہ حضرات اس مسئلہ میں عاجز ہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں دکھا سکتے۔ اس کا زندہ ثبوت یہ بھی پڑھیئے۔ (منجانب یاور حسین ساقی صفحہ ۳۷۲ ۱۹۷۳ مارچ ۵)

بخدمت مجتہدین عظام علمائے کرام و مدیران ذوالاحترام مذہب شیعہ السلام علیکم! ہندوستان ہونے میں نے ایک آدمی کے ہاتھ میں الحمد للہ مولوی فیض عالم صدیقی کی تالیف، حقیقت مذہب شیعہ دیکھی۔ یوں ہی سرسری طور پر ورق گردانی کرتے ہوئے ایک مقام پر نظر ٹھہر گئی۔ شیعہ مذہب کی جن درجن بھر معتبر کتب کے حوالے سے لکھا دیکھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں۔ ان میں تحفۃ العوام کا نام بھی تھا۔ میں یہاں جملہ معترضہ کے

ایک بہانہ:

کچھ شیعہ علماء کا کہنا ہے کہ شیعہ کتاب قرب الاسناد کی حدیث میں سعدہ بن صدقہ سنی راوی ہے لہذا قابل قبول نہیں جو اب یہ حقیقت سے فرار کی راہ ہے۔

۱۔ جس سعدہ بن صدقہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ سنی ہے یا شیعہ وہ امام محمد باقرؑ سے روایت کرتا ہے۔ اور یہ چار بیٹیوں والی روایت کا راوی نہیں۔ تنقیح المقال میں تذکرہ سعدہ بن صدقہ میں ہے کہ!

سعدہ بن صدقہ یکنی ابابشر روى عن أبي عبد الله و أبي الحسن له، كُتِبَ مِنْهَا خُطْبَةٌ
أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَظَاهِرِ النَّجَاشِيِّ مِنْ عَدَمِ غَمَزِهِ مَلْهُبَةٌ

ترجمہ سعدہ بن صدقہ جس کی کنیت ابوالبشر ہے یہ امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے اور ابو الحسن سے اس کی کتابیں ہیں ان سے امیر المؤمنین کے خطبے بھی ہیں اور علامہ نجاشی نے اس کے مذہب پر کوئی تنقید نہیں کی۔

روضہ کافی اور فروع کافی میں سعدہ بن صدقہ امام جعفر صادق کی حدیث کا راوی ہے۔ سبکی سعدہ بن صدقہ آپ کی اہم ترین کتاب تہذیب الاحکام میں باب فضل الساجد اور باب وصیت میں امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جو سعدہ بن صدقہ امام محمد باقرؑ سے روایت کرتا ہے وہ تمہری فرقہ کا ہے جو شیعہ فرقہ میں سے ہیں۔

(ملاحظہ ہو فرقہ الشیعہ از علامہ نوختی شیعہ) یا سنی ہے مگر جو امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے وہ شیعہ ہے اور یہ چار بیٹیوں والی روایت اس سعدہ بن صدقہ کی ہے جو شیعہ ہے اور امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے اور قرب الاسناد کی روایت میں وہی سعدہ بن صدقہ جو امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے اور شیعہ ہے۔

۲۔ قرب الاسناد کی روایت کو شیعہ کے فخر الحدیثین طاہر محمد باقر مجلسی نے اپنی کتاب حیاة القلوب باب پنجاہ و یکم میں سب سے پہلے اسی روایت کو نقل کیا ہے۔ جلد دوم صفحہ ۵۸۸

در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت جعفر صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شدند، طاہر قاسم و فاطمہ و ام کلثوم رقیہ و زینب

رسول خدا کی اولاد ہیں خدیجہ سے طاہر و قاسم اور فاطمہ ام کلثوم رقیہ اور زینب پیدا ہوئیں۔

۳۔ قَالَ وَ حَدَّثَنِي مُسْعَدُ بْنُ صَدَقَةَ قَالَ وَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ (ع) عَنْ أَبِيهِ قَالَ
وَلِدَ لِرَسُولِ اللَّهِ (ص) مِنْ خَدِيجَةَ الْقَاسِمِ وَ الطَّاهِرِ وَ امِ كَلْثُومِ وَ رَقِيَةَ وَ فَاطِمَةَ وَ زَيْنَبَ

حضرت امام جعفر صادق اپنے والد گرامی امام محمد باقرؑ سے روایت فرماتے ہیں کہ محمد باقرؑ نے فرمایا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پیدا ہوئی قاسم اور طاہر رضی اللہ عنہما اور ام کلثوم اور رقیہ اور فاطمہ اور زینب رضی اللہ عنہن یہ ہے امام جعفر صادق اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہما کا عقیدہ۔ حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیوں کے متعلق (قرب الاسناد لابن العباس عبداللہ بن جعفر اکبری صفحہ ۸)
 عَنْ مَسْعَدَةَ بِنِ مَوْلَانِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَوَلَدْتُ لِرَسُولِ
 اللَّهِ مِنْ خَدِيجَةَ الْقَاسِمِ وَالطَّاهِرَةَ وَأُمَّ كَثُومَ وَرُقِيَةَ وَفَاطِمَةَ وَزَيْنَبَ
 حضرت امام جعفر صادقؑ اپنے والد گرامی امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ امام محمد باقر رضی
 اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پیدا ہوئی۔ قاسم اور
 طاہر رضی اللہ عنہما اور اُم کلثوم اور رقیہ اور فاطمہ اور زینب رضی اللہ عنہن۔
 (تنقیح المقال فی احوال الرجال از علامہ عبداللہ مامقانی اہل تشیع کی شہرہ آفاق کتاب طبع جدید نجف اشرف صفحہ ۷۳)
 پھر اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔

ان کتب الفریقین مشحونہ بانہا ولدت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربع بنات
 زینب و اُم کلثوم و فاطمہ و رقیہ
 ترجمہ: فریقین (اہل سنت اور شیعہ) کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ حضرت خدیجہ کے بطن سے حضور علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیاں زینب، اُم کلثوم، فاطمہ اور رقیہ پیدا ہوئیں۔
 (تنقیح المقال فی احوال الرجال صفحہ ۷۷)

آگے چل کر لکھتے ہیں ابوالقاسم کوئی نے علماء فقہاء اور سنیوں کی ایک بڑی جماعت کی مخالفت کی
 ہے اور وہ علماء جو دین شیعہ کے ستون کی حیثیت رکھتے ہیں ابوالقاسم کے قول کو یعنی بنات رسول کا انکار کیا
 اُس نے، ابوالقاسم کے قول کو تسلیم کرنا اس کثیر جماعت کی توہین ہے ان جدید علماء میں شیخ مفید بھی ہے جن کا
 صاف عقیدہ ہے کہ حضور کی چار صاحبزادیاں تھیں اور شیخ مفید کے علاوہ اس کے شاگرد سید شریف مرتضیٰ علم
 الہدیٰ کی یہی رائے ہے۔ ابوالقاسم کے اس قول کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولم یأت الا بما زعمہ برہانا الی ان قال و ان العتب نفسه الا انه لم یأت ما
 یغنی عن تکلف النظر و الثبوت و انه کبیت العنکبوت اما اولاً فانه یشبه الاجتهاد فی
 قبال النصوص من الفریقین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعن انعتنا
 ترجمہ: اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ ابوالقاسم کا یہ قول کہ زینب اور رقیہ بیٹیاں نہیں تھیں بلکہ رقیہ تھیں یہ قول بلا
 دلیل ہے۔ محض رائے اجتہاد ہے نصوص کے مقابلے میں اس کی حیثیت مکڑی کے جالے کے برابر بھی نہیں۔
 کتب فریقین (اہل سنت و شیعہ) میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار بیٹیوں پر نصوص موجود ہیں اہل سنت
 کے پاس فرمان رسول خدا موجود ہے۔ اور شیعہ کے پاس ائمہ کے اقوال موجود ہیں۔ کہ رسول خدا کی چار
 بیٹیاں تھیں۔ علامہ مامقانی کی یہ تنقید بجا مگر اہل تشیع کو کون سمجھائے کہ ابوالقاسم کوئی کا یہ عقیدہ جو اس نے
 اپنی کتاب الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ میں بیان کیا ہے۔ بقوے اکابر علماء شیعہ اور ائمہ اہل بیت صادقین
 طاہرین کے بھی ناقابل قبول و مردود ہے۔

خلاصہ کلام:

- ۱۔ قرآن مجید کی آیت سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹیاں تین سے زیادہ تھیں۔ اے نبی مفلح لآزواجک وبناتک سے لفظ بنات جمع قلت ہے جس میں ۹ تک تعداد آ سکتی ہے۔ (تفسیر روح المعانی)
- ۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ حضرت خدیجہ سے میری چار بیٹیاں زینب، أم کلثوم، رقیہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔
پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درحتم شد گفت بس کن اے میرا کہ خدا برکت سے دہ دزنے را کہ شوہر را بسیار دوست دارد و بسیار فرزند آورد و خدیجہ اور رحمت کند از من طاہر و مطہر را بہم رسانید کہ او عبد اللہ بود و قاسم را اور در رقیہ و فاطمہ و زینب و أم کلثوم از وہم رسید (حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۸۷)
- ترجمہ: فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اے حمیرا (عائشہ) اللہ نے اُس عورت میں برکت رکھی ہے جو بچوں سے محبت کرتی ہے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا اللہ اُس پر رحم کرے اُس سے میرے بیٹے طاہر اور قاسم رضی اللہ عنہم اور میری بیٹیاں رقیہ و فاطمہ و زینب اور أم کلثوم رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں۔
- ۳۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا کی چار بیٹیاں تھیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لطن سے پیدا ہوئیں۔

اس کا ثبوت:

بسن معتبر از حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و أم کلثوم و رقیہ و زینب
معتبر سند کے ساتھ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا کی اولاد دو بیٹے اور چار بیٹیاں فاطمہ، أم کلثوم، رقیہ اور زینب تھیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لطن مبارک سے پیدا ہوئیں۔ (حیاء القلوب جلد دوم صفحہ ۵۸۸)

اب اگر کوئی کہے کہ رسول خدا کی ایک بیٹی تھی تو اول وہ قرآن پاک کی آیت پیش کرے کہ ایک ہی بیٹی تھی۔ پھر رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مبارک پیش کرے کہ میری ایک ہی بیٹی تھی۔ پھر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول پیش کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ہی بیٹی تھی۔ اگر ایسا نہ کر سکے اور یقیناً نہیں کر سکتا اور پھر بھی اسی بات پر اصرار کرے کہ حضور اکرم کی صرف ایک بیٹی تھی تو ایسا شخص امام جعفر صادق کا مخالف اور رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مخالف اور قرآن پاک کا انکاری ہے۔ دلائل کا تو انبار لگا کر فرار کی تمام راہیں ہم نے بند کر دیں۔ مگر ہدایت اللہ کریم کے ہاتھ میں ہے۔

باب دوم

درود شریف میں آل محمد ﷺ کے مصادیق کا بیان

سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ آل محمد ﷺ سے مراد کون ہیں۔

آل محمد کی تشریح کے سلسلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ملاحظہ ہو۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ آلِ مُحَمَّدٍ قَالَ

كُلُّ تَقِيٍّ وَفِي رِوَايَةٍ كُلُّ مُؤْمِنٍ

جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آل محمد کے

بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا ہر متقی انسان اور ایک روایت میں

ہے ہر مؤمن۔ نیز اس شرح، شرح العقائد از علامہ عبدالعزیز ہمارے قبلہ حضور سلطان الفقراء

غوث الوری حجتہ اللہ علی العالمین وارث الانبیاء والمرسلین مولانا و مرشدنا عطاء محمد قادری اپنی

تصنیف تالیف تحقیق الاولیاء کے صفحہ ۲۵ پر فرماتے ہیں۔

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُلُّ مَنْ سَلَكَ عَلَيَّ طَرِيقِي فَهُوَ آلِي

جو کوئی میرے طریقہ پر چلا پس وہ میری آل میں داخل ہے۔ تو صحابہ کرام مشائخ

عظام رضی اللہ عنہم سب کے سب لفظ آل میں داخل ہیں۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الامم

وَقِيلَ آلُ مُحَمَّدٍ كُلُّ نَفْسٍ

بعض نے کہا ہے کہ ہر تقی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ حوالہ شیعی کتاب کا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ آل محمد میں اُمت کو بھی شامل کرتے ہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

وَالْأُمَّةُ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ صَلَّاهُوا مَا جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْمُتَمَسِّكُونَ بِالثَّقَلَيْنِ

ترجمہ: کہ مومنوں کا گروہ بھی جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور شریعت کی تصدیق کی ہے اور ثقلین سے تمسک کیا ہے آل محمد میں شامل ہیں۔

(تفسیر صافی زیر آیت اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَ نُوحًا (سورۃ آل عمران)

حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ آل محمد سے کیا مراد فرماتے ہیں۔

وَأَعْلَمُ أَنَّ آلَ الرَّجُلِ فِي لُغَةِ الْعَرَبِ هُمْ خَاصَّتُهُ، الْأَقْرَبُونَ إِلَيْهِ وَ خَاصَّةُ الْأَنْبِيَاءِ وَ آلَهُمْ هُمُ الصَّالِحُونَ الْعُلَمَاءُ بِاللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ: یعنی جان لو کہ عربی زبان میں ایک آدمی کی آل سے مراد اس کے خاص اقارب ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کے خاص اور ان کی آل مومنوں میں سے صالح علماء باللہ ہوتے ہیں۔

(فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۵۶۹)

قرآن پاک میں لفظ آل کا استعمال اس طرح ہوا۔

إِعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا وَ قَلِيلًا مِّنْ عِبَادِي الشُّكْرُوهُ

ترجمہ: اے آل داؤد! (ان نعمتوں پر) شکر ادا کرو اور میرے بندوں میں بہت کم شکر گزار ہیں۔

آیت مذکورہ میں آل سے مراد اولاد اور خاندان کے علاوہ اُمت کے متبعین افراد بھی ہیں اور اگر صرف اولاد مراد لی جائے تو آپ کی اولاد سے بے شمار جلیل القدر انبیاء پیدا ہوئے۔ انبیاء علیہم السلام سے عدم شکر گزاری کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اگر نبی اپنے

رب کے انعامات اور نوازشات کا شکر گزار نہیں ہوگا تو پھر دنیا کا کوئی بھی فرد اس کا حق شکر ادا کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

قرین عقل و علم ہے کہ یہاں بھی آل سے داد و علیہ السلام کی امت کے وہ افراد مراد ہیں جن سے عمل ناپاسی سرزد ہو سکتا تھا۔ سورہ سبأ ۲۲

قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے بے تعلق لوگوں کو جو پیروی کرنے والے ہوں آل فرمایا ہے اور خاص صلیبی بیٹے کو جو پیروی کو نوالا آل سے خارج کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَاعْرَفْنَا آلَ فِرْعَوْنَ یعنی ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا خاص صلیبی بیٹا جو پیرو نہ تھا۔ اللہ پاک نے فرمایا۔ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ اس آیت میں قطعاً آل فرعون سے پیروان فرعون مراد ہیں۔ اس لئے کہ فرعون کے اولاد نہ تھی۔ علاوہ اس واقعہ کے بھی یوں ہی ہے کہ اس کے تمام فرمانبردار غرق کئے گئے تھے۔ اور دیکھو حضرت نوح علیہ السلام کا خاص صلیبی بیٹا جو پیرو نہ تھا اس کی بابت فرمایا۔ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ یعنی اے نوح وہ تمہاری آل سے نہیں ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے بھی کتب شیعہ میں یہ مضمون منقول ہے۔

پنجمیوں کے مقرب لوگ حصہ سوم ملفوظات قال علیہ السلام ہے۔

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِالْأَنْبِيَاءِ أَعْلَمُهُمْ بِمَا جَاؤَ بِهِ ثُمَّ تَلَاءَ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِأَبْرَاهِيمَ لِلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ قَالَ إِنَّ وَلِيَّ مُحَمَّدٍ مَنْ أَطَاعَ اللَّهَ وَانْ بَعْدَتْ لِحَمَتُهُ وَإِنْ عَدُوُّ مُحَمَّدٍ مِنْ عَصَى اللَّهِ وَإِنْ قُرْبَتْ قَرَابَتُهُ

جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا بیشک انبیاء سے زیادہ قرابت رکھنے والے وہ ہیں جو ان کی شریعت کا زیادہ علم رکھتا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی کہ ابراہیم سے زیادہ قرابت رکھنے

والے وہ ہیں جنہوں نے ابراہیم کی پیروی کی۔ (اگرچہ ان کو نسبی تعلق ابراہیم سے نہ ہو) اور یہ نبی اور جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے۔ پھر جناب امیر نے فرمایا کہ محمد کا قرابت والا وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے۔ اگرچہ اس کا نسب جدا ہو۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے اگرچہ اس کی قرابت قریب ہو۔ یعنی چاہے خاندانی رشتے سے کتنے ہی قریب ہوں۔ (نسخ البلاغہ حصہ سوم ملفوظات صفحہ ۸۸۷)

شیعہ حضرات اب فیصلہ تم پر ہے۔ حدیث تمہاری فیصلہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا کہ علماء دین بھی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہیں۔ (بصائر الدرجات صفحہ ۳) آل دو قسم کی ہیں!

ایک آل جسمانی ہے جن پر صدقہ حرام ہے۔ دوسری آل روحانی ہے اس میں علماء راجحین اولیاء کا ملین، حکماء، مسلمین مکملۃ انوار سے مقتبین خواہ سابقین ہوں یا لاحقین سب کے سب آجاتے ہیں۔ اور یہ جسمانی آل سے زیادہ پختہ ہیں۔ مناقب فاخرہ للعرۃ الطاہرہ صفحہ ۲۳

إِنَّ كُلَّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ مِنْ شِيعَتِنَا هُوَ مِنْ رَجْمِ مُحَمَّدٍ

بلاشبہ ہمارے شیعوں کے سب مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں رحم محمد میں سے ہیں۔

تفسیر امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ

شیعہ حضرات اب ایمان سے کہو مندرجہ بالا عبارت میں شیعوں کو عترت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام قرار نہیں دیا گیا۔

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عِنْدَنَا أَلِ مُحَمَّدٍ نَادِرٌ مِنَ الْبَابِ وَهُوَ مِنْهُ أَنْ

الْعُلَمَاءُ هُمْ آلُ مُحَمَّدٍ

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آل محمد نادر الباب ہے اور اسی سے ہے کہ

علماء وہی آل محمد ہیں۔

قرآن مجید میں خاص صحابہ کرام پر درود بھیجنے کا ذکر فرمایا اور عنوان وہ اختیار فرمایا جو ایک آیت میں اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ذکر فرمایا۔

قوله تعالى 'هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

وہی ہے اللہ جو درود (یعنی رحمت) بھیجتا ہے۔ تم پر اور اس کے فرشتے بھی (درود بھیجتے ہیں) تاکہ نکالے تم کو اللہ تاریکیوں سے طرف روشنی۔

شیعہ حضرات کے حکیم مقبول احمد صاحب دہلوی نے اس آیت کریمہ کا ترجمہ یوں کیا ہے۔
هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ
وہی ہے جو خود اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تاکہ وہ تم کو (کفر و نفاق کی) اندھیریوں سے ایمان کی روشنی کی طرف نکال لائے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ مطبوعہ افتخار بکڈ پوکرشن مگر لاہور)

ترجمہ مقبول سے بالکل واضح ہو گیا ہے کہ یہ آیت خاص کر صحابہ کرام کیلئے ہے۔ کیونکہ شیعہ عقائد کے مطابق بھی خدا کے نور سے پیدا ہوئے یہ پانچوں تن محمد ﷺ است علیٰ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ

مگر مخاطب آیت کریمہ وہ ہیں جو کفر و نفاق کے گھاٹ ٹوپ اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں تو شیعہ ترجمہ کے مطابق یہ حضرات اس آیت کے مصداق نہیں۔

سورة الاحزاب پ ۲۲ صفحہ ۸۴۴

آل اور اولاد کے الفاظ عام طور پر ایک ہی معنی میں بولے جاتے ہیں مگر ان میں

زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جو مذکورہ بالا حوالہ جات اور تصریحات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ عام طور پر جو درود شریف **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ** پڑھا جاتا ہے اس میں وارد شدہ لفظ آل سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے نیک اور پاک سیرت قبعین مراد ہیں۔ اسی طرح نیک اور پاک سیرت اولاد بھی۔ آل محمد سے ہر وہ فرد جو شریعت مطہرہ کی پابندی نہ کرے، صوم و صلوٰۃ اور دیگر فرائض کا تارک ہو، علوم شریعہ سے نا بلند ہو، خواہ اولاد رسول ہو یا نہ ہو خارج متصور ہوگا۔

اگر آل سے مراد اچھے برے تمام لوگ لئے جائیں تو پھر **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيَّ**

مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ

إِبْرَاهِيمَ میں جناب ابراہیم علیہ السلام کی تمام ذریت (اولاد) اور اتباع (پیروکار) مراد ہو گئے۔ جو غلط ہے۔ وہ اس لئے کہ بنی اسرائیل (یہودی) بھی جناب ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ تو کیا مسلمان نماز میں ان پر بھی اللہ تعالیٰ سے درود بھیجنے کی دعا کریں گے۔

نوٹ: حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے دو بیٹے تھے۔ ایک حضرت اسمعیل علیہ

السلام اور دوسرے حضرت ائحٰق علیہ السلام۔ حضرت ائحٰق علیہ السلام کی نسل میں حسب ذیل

مشہور نبی گزرے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت داؤد

علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام،

حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اور دوسری شاخ میں حضرت اسمعیل علیہ السلام سے چلی اس میں صرف ایک نبی

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پیدا ہوئے۔

قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ط قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ط قَالَ لَا

يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۝

ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیم کا اس کے رب نے چند کلمات سے امتحان لیا اور ابراہیم نے ان کو پورا کر دیا۔ (خدا نے) فرمایا: اِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا مِّنْ تَمَّ كَوَكُلِ آدَمِيوں کا امام مقرر کرنے والا ہوں۔ (ابراہیم نے) عرض کی اور میری اولاد میں سے (خدا نے) فرمایا جو ظالم ہونگے (وہ) میرے عہد سے فائدہ نہ اٹھائیں گے۔

(ترجمہ القرآن حکیم مقبول احمد شیعہ میں حاشیہ صفحہ ۳۶ پر لکھا ہے۔ (سورۃ البقرہ پ ۱)

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے بھی سوال کیا یعنی عرض کی وَمِنْ ذُرِّيَّتِي لِيَعْنِي مِيرَا اولاد میں سے بھی کسی کو یہ درجہ ملے گا۔ خدا نے فرمایا لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ مِيرَا معاہدہ ظالموں سے نہیں ہے۔ (قول مترجم)

چونکہ ہر گناہ نافرمانی ہے اور نافرمانی ظلم ہے اور سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔ تو فرمانِ خداوندی سے ثابت ہوا کہ اولاد ابراہیم میں سے بعض فاسق و فاجر ظالم گناہ گار بھی ہونگے۔ تو درود آل ابراہیم پر ہے نہ کہ اولاد ابراہیم پر ہاں حضرت ابراہیم کی پاکیزہ اور قبیح اور اسوۃ ابراہیمی پر چلنے والی اولاد سو وہ آل ابراہیم میں شامل ہے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام کی غیر تبعین سے دست برداری کے متعلق قرآن حکیم میں نص قطعی اس طرح وارد ہے۔ (پارہ ۲۸ سورۃ ممتحنہ)

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسُوَّةٌ حَسَنَةٌ فِي اِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ جِ اِذْ

قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَّاءٌ وَّا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

ترجمہ: تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام اور ان لوگوں (کی باتوں) میں جو انکے ساتھ تھے۔ اچھا نمونہ موجود ہے۔ جس وقت کہ انہوں نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ ہم تم سے اور ان

چیزوں سے جن کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو یقیناً بیزار ہیں گویا اس آیت کے مطابق جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو اللہ کے سوا بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اپنی آل سے خارج کر دیا۔ لہذا وہ لوگ آل ابراہیم علیہ السلام میں شامل نہیں ہو گئے۔

تَشْهَدُ مِیْنِ عَلٰی اِبْرٰهٰیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰهٰیْمَ کِی دُعا پڑھی جاتی ہے۔ اور جس میں بدرگاہ ایزد تعالیٰ آل ابراہیم پر درود بھیجنے کی درخواست کی جاتی ہے۔ وہاں آل ابراہیم سے مراد وہ انبیاء علیہ السلام ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے معوث ہوئے اور علمائے محققین کے نزدیک ان کی تعداد (۷۰۰۰۰) ستر ہزار کے قریب ہے اور جو افراد سواہ ابراہیمی کے چھوڑ گئے وہ آل ابراہیم میں شامل نہیں ہو گئے۔

(ترجمہ مقبول صفحہ ۱۸۴۹ فتح ریکڈ پوسورۃ الاحزاب پارہ ۲۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ ط یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ بالتخصیص اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اے ایمان لانے والو تم بھی ان پر درود بھیجو۔ (ترجمہ مقبول) صلوة کیا ہے۔ خدا کی طرف سے رحمت کا نازل ہونا۔ اور ملائکہ کی طرف استغفار اور تڑکیہ اور مومن کی طرف سے دعا۔ درود اور آل ارشاد گیلانی شیعہ شائع کردہ ادارہ علوم الاسلام اصغری منزل۔ لاہور۔

خلاصہ کلام۔ اللہ کی طرف سے اپنے نبی پر صلوة کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی تعریف فرماتا ہے۔ آپ کے کام میں برکت دیتا ہے۔ آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے اور ملائکہ کی طرف سے آپ پر صلوة کا یہ مطلب ہے کہ آپ کی تعریف کرتے ہیں۔ آپ کے حق میں اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ آپ کو زیادہ سے زیادہ بلند مرتبے عطا فرمائے۔ آپ کی

شریعت کو فروغ بخشنے اور اہل ایمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صلوعلیہ کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کے گرویدہ بن جاؤ۔ ان کی مدح و ستح کرنا اور ان کے لئے دعا کرو۔ بارگاہ رب العزت میں از دیا رحمت کی۔

(تفہیم القرآن جلد چہارم سید ابوالاعلیٰ مودودی صفحہ ۱۲۳)

اب اصل مسئلہ پر غور کیجئے۔ اب نماز میں دیکھو درود شریف کے قعدہ اخیر میں ہے اور سنت ہے۔ تشہد واجب اور ہر قعدہ میں پڑھا جاتا ہے۔ اسی تشہد ماثور میں ہے۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ

عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تجھ پر سلام اور خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ سلام ہو پھر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

الف: ہماری نماز نہیں ہوتی جب تک ہم تشہد میں حضور کی ذات پاک پر ہدیہ سلام بھیجنے کے ساتھ اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہدیہ سلام نہ بھیجیں۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا

وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ

گو عام ہے عباد اللہ الصالحین اس میں ارض و سماء کے تمام صالح افراد و عباد داخل ہیں۔ مگر اس عموم میں سب سے پہلے اصحاب رسول شامل ہیں۔ اُن کا شمول سب سے مقدم اور احق ہے۔ پھر یہ حقیقت بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ جسوقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو اس کی تعلیم دے رہے ہیں۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی متفقہ حدیث پاک ہے۔ صحابی نے حضور علیہ

الصلوة والسلام سے عرض کیا کہ سلام کا طریقہ تو ہمیں اللہ تعالیٰ نے سکھا دیا ہے۔ یعنی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد میں سکھا دیا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، اب آپ فرمائیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة کس طرح بھیجیں تو آپ نے فرمایا کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا صلوة کے متعلق سوال آئیہ کریمہ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ..... وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کے نزول کے بعد ہے یہ سورہ احزاب میں ہے۔ جو غزوہ احزاب کے بعد نازل ہوئی۔ ۴ ہجری کے آخر یا ۵ ہجری کے آغاز میں۔

تو اس وقت روئے زمین پر سوائے اصحاب رسول کے اور کسی عبد صالح کا وجود نہیں ہے۔ تو تشہد میں درود موجود ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، جیسا کہ آپ پہلے درود پاک کے معنی و حقیقت پڑھ چکے ہیں۔

(ب) تشہد کے بعد بارگاہ رسالت میں ہدیہ صلوة و تبریک پیش نہ کریں اور اس ہدیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضور کے اصحاب کو شریک نہ کریں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ تو درود پاک میں لفظ آل کا آیا ہے۔ مگر اس سے مراد جمع اتباع رسول ہیں۔ لغت میں لفظ آل قبیعین اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے نیک اور پاک سیرت علمائے راہنیں مراد ہیں۔ جیسا کہ ہم پچھلے صفحات میں قرآن کی آیات فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور علمائے شیعہ اور قول حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ ثابت کر چکے ہیں۔ تو ہماری نماز نہیں ہوتی۔

نوٹ: یہ حقیقت بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اگر آل سے قرآن، لغت و محاورہ اور اقوال ائمہ کے خلاف۔ اگر اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ اولاد سیدہ بتول رضی اللہ عنہ مراد لی جائے تو

پھر سیدنا علی المرتضیٰ بھی دوسرے صحابہ کے ساتھ درود دعا سے محروم رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اولاد رسول میں بالاتفاق نہیں شیعہ حضرات بھی انہیں اہل بیت رسول میں تو شامل کر لیتے ہیں مگر آل رسول انہیں کوئی بھی نہیں کہتا۔

مصادیق آل پر اعلیٰ حضرت گولڑوی کی تصریح

قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ۔ لفظ آل کے مصادیق کے سلسلہ میں ایک حدیث پاک فرما کر یوں رقمطراز ہیں۔

لِكُلِّ نَبِيٍّ آلٌ وَعُذَّةٌ وَالْيَ وَعُدَّتِي الْمُؤْمِنِينَ هَرَاكِبٌ نَبِيٍّ كَيْلَيْهِ اتِّبَاعٌ

و جماعت ہیں۔ اور میرے تابعین اور جماعت وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھے سچے دل سے یعنی صدق دل سے سچا نبی مانا ہے۔ اس حدیث سے جس کا ذکر حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے فتوحات مکیہ کی دوسری جلد میں بجواب سوال حکیم ترمذی کیا ہے صاف ظاہر ہے کہ آل محمد سے مراد سب مؤمن ہیں۔ اقارب و ازواج و اولاد سمیت

البتہ قاموس اور دیگر لغات میں اقارب اور اتباع کے معنی درج ہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ کس مقام میں اہل بیت و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد وہ اقارب ہیں جن پر صدقہ لینا حرام ہے۔ چنانچہ آل علی و آل جعفر و آل عقیل علیہم السلام رضوان اور کسی جگہ پر بہ قرینہ مقام اولاد آنحضرت اور ازواج مطہرات اور کسی جگہ پر سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہ اور حسن و حسین و علی علیہ السلام

خلاصہ آنکہ لفظ آل محمد، درود شریف اور آل ابراہیم اور آل فرعون سے مراد اتباع اور پیرو ہیں اور ما سوائے درود شریف جیسا جیسا مقام ہوگا بقریۃ خاص معانی مراد ہونگے۔ (فتاویٰ مہر یہ از سید پیر مہر علی شاہ صفحہ ۱۸ مطبوعہ لاہور)

پس ثابت ہو گیا کہ نماز کے درود میں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے پیرو مراد ہیں اور معنی درود کے یہ ہوئے کہ یا اللہ رحمت نازل کر پیروان محمد پر۔ لہذا لفظ آل میں بدرجہ اول صحابہ کرام شامل ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کیلئے صلوة بھیجتا یعنی ان کے لئے نزول رحمت کی دعا کرتا۔

اتَّقَرَّبُ إِلَيْهِ بِالتَّصَدِيقِ لِنَبِيِّهِ الْمُصْطَفَى لَوْحِيهِ الْمُتَخَيَّرِ
لِرِسَالَتِهِ الْمُخْتَصِ بِشَفَاعَتِهِ الْقَائِمِ بِحَقِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَأَصْحَابِهِ وَعَلَى النَّبِيِّنَ وَالْمُرْسَلِينَ وَالْمَلَائِكَةِ أَجْمَعِينَ

ترجمہ: اس کے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہوں تاکہ اُس سے قربت نصیحت ہو، وہ نبی جسے اس نے اپنی وحی کیلئے چنا، اور رسالت کیلئے پسند فرمایا، وہ نبی جو حق شفاعت سے سرفراز، اور اس کے حق کا ذمہ دار۔ جس کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اُس پر اور اس کی اولاد و اصحاب پر اللہ کی رحمتیں بلکہ تمام انبیاء تمام مرسلین اور تمام فرشتوں پر۔

(صحیفہ علویہ از علامہ سید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ لکھنوی شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور)

حضرت امام زین العابدین کا صحابہ اور تابعین اور ان کی ازواج و اولاد پر صلوة بھیجتا یعنی ان کے لئے نزول رحمت کی دعا کرتا۔

اللَّهُمَّ وَصِلْ عَلَيَّ التَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
وَلِأَخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ خَيْرَ جَزَائِكَ الَّذِينَ قَصَصْنَا سَمَتَهُمْ
وَتَحَرَّوْا وَجْهَتَهُمْ وَمَفَوْا عَلَيَّ شَاكِلَتِهِمْ لَمْ يُتْبِعْهُمْ رَيْبٌ فِي بَصِيرَتِهِمْ وَلَمْ

يُخْتَلِجُهُمْ شُكٌّ فِي كُفْرِ آثَارِهِمْ وَالْإِيْتِمَامُ بِهِدَايَةِ مَنَارِهِمْ

ترجمہ: اے معبودِ رحمت کر ان لوگوں کو جو نیکی میں ان اصحاب کے پیرو ہیں۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ یا اللہ بخش دے تو ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو جنہوں نے سبقت کی ہم سے ایمان میں اپنا بہترین صلہ (ایسے پیرو) جنہوں نے ان اصحاب کے طریقے (پر چلنے) کا ارادہ کیا۔ اور اختیار کیا ان کی روش کو اور ان کے قدم بقدم چلے۔ ان کو کسی شک نے ان (صحابہ) کی بصیرت (کے یقین) سے برگشتہ نہیں کیا اور انہیں وہم کسی نے ان (صحابہ) کے نقش قدم کی پیروی اور ان کے آثار ہدایت کی اقتدا کے متعلق وسوسے میں نہیں ڈالا۔

(صفحہ ۳۶ صحیفہ کاملہ یعنی زبور آل محمد سید قائم رضائیم امر وہی)

اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ عَلٰى التَّابِعِيْنَ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا وَاَلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ
وَعَلٰى اَزْوَاجِهِمْ وَعَلٰى ذُرِّيَّاتِهِمْ وَعَلٰى مَنْ اطَاعَكَ مِنْهُمْ صَلْوَةٌ
تَعْصِمُهُمْ بِهَا مِنْ مَعْصِيَّتِكَ وَتَفْسَحُ لَهُمْ بِهَا فِي رِيَاضِ جَنَّتِكَ

ترجمہ: اے معبودِ پس رحمت نازل کر (ان) پیروؤں پر آج سے لیکر قیامت تک اور (رحمت نازل کر) ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر اور اس پر ان (ازواج و اولاد) میں سے جس نے تیری اطاعت کی ایسی رحمت جس سے تو انہیں اپنی نافرمانی سے بچائے اور جس سے تو ان کے وسعت پیدا کر دے اپنے جنت کے باغوں میں۔

(صحیفہ یعنی زبور آل محمد سلیمس اور با محاورہ اردو ترجمہ سید قائم رضائیم امر وہی صفحہ ۳۷)

خلاصہ کلام متعلقہ بحث درود شریف نماز میں درود ابراہیمی کے علاوہ ہمیں جو قرآنی حکم یعنی صلوة علیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم بارگاہ رب العزت میں آپ کی شان کے مطابق از دیار رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ تو اس طرح صلوة دعائیہ کیلئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ

رب العزت نے سورہ توبہ میں حکم دیا۔ اپنے صحابہ کیلئے

نمبر ۱۔ خُدَمِنَ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلَّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتِكَ سَكَنَ لَهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

ترجمہ: ان کے مالوں سے صدقہ لے لو کہ ان کو بھی پاک کر دو اور اس صدقہ لینے کی وجہ سے ان کے مال کو بھی بڑھا دو اور ان کیلئے دعائے رحمت کرو۔ تمہاری دعائے رحمت کرنا ان کی تسکین کا باعث ہوگا۔ (ترجمہ مقبول شیعہ صفحہ ۳۰۴ سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۳)

نمبر ۲: وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَقَدْ أُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ

ترجمہ: (اور اے پیغمبر) ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری پہنچا دو۔ جو مصیبت پڑھنے کے وقت یہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اُسی کے حضور پلٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی وہ چیز اُن کے اللہ پروردگار کی جانب سے صلوات اور رحمت ہے۔ اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔ (ترجمہ مقبول شیعہ سورہ بقرہ آیت ۱۵۷ صفحہ ۳۵)

نمبر ۳: هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ ۝

ترجمہ: وہ یہی ہے جو خود اور اس کے فرشتے تم پر صلوات بھیجتے ہیں تاکہ وہ عم کو (کفر و نفاق) کی اندھیروں سے (ایمان کی) روشنی کی طرف نکال لائے۔

نمبر ۴: مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ

ترجمہ: جس کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اُس پر اور اس کی اولاد و اصحاب پر اللہ کی رحمتیں۔ (صحیفہ علویہ صفحہ ۱۸)

سیدہ فاطمہ الزہرا کی صلوة دعائیہ

نمبر ۵: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاَهْلِ بَيْتِهِ اَطْيَبِيْنَ وَعَلٰى اَصْحَابِهِ

الْمُنْتَجِبِيْنَ وَعَلٰى اَزْوَاجِهِ الْمُطَهَّرَاتِ وَعَلٰى ذُرِّيَّةِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى كُلِّ نَبِيٍّ

ترجمہ: یا اللہ رحمت نازل کرو اس پر جس کا اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کی اہل بیت پاک پر اور اصحاب اخیار پر اور ان کی طاہر مطہر بیویوں اور ان کی اولاد پر اور تمام انبیاء پر۔

(ناخ التواریخ جلد ہشتم صفحہ ۳۶۸ دراحوالات فاطمہ سلام اللہ علیہا)

نمبر ۶: اَللّٰهُمَّ وَصَلِّ عَلٰى التَّابِعِيْنَ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا وَاِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

وَعَلٰى اَزْوَاجِهِمْ وَعَلٰى ذُرِّيَّاتِهِمْ

ترجمہ: پس اے اللہ رحمت نازل کر (اُن) پیروؤں پر آج سے لیکر قیامت تک اور رحمت

نازل کر اُن کی بیویوں اور ان کی اولاد پر۔

(صحیفہ کاملہ یعنی زبور آل محمد صفحہ ۳۷)

مجھے ایک دفعہ کا واقعہ یاد آ گیا۔ ہمارے گاؤں رتی ٹی چک نمبر ۱۲ ضلع شیخوپورہ میں

ایک عاشور محرم پر شیعوں کے مبلغ اعظم محمد اسماعیل صاحب تشریف لائے انہوں نے دوران

مجلس شیعہ مومنین کو مخاطب کر کے کہا۔ پا کاں دی ذات لئے صلوت دی چھل آوے۔ مجلس

میں حاضرین مومنین نے با آواز بلند پڑھنا شروع کر دیا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَآلِ مُحَمَّدٍ

شعبہ حضرات اب خدا را سوچو ہم نے یہ ثبوت صلوة دعائیہ یعنی صحابہ کرام کیلئے ان
حضرات کے دعاے اللہ رحمت نازل کر ان پر ان کی اولاد پر ازواج پر۔ یہی ہے نامعنی صلوة
دعائیہ یعنی درود پاک۔

نمبر ۱: ذات باری تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صل علیہم صحابہ کیلئے حکم عطا فرمایا
سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۰۳

نمبر ۲: خود ذات باری تعالیٰ نے فرمایا صابریں کو خوشخبری دو۔ جو بوقت مصیبت کہتے ہیں
ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کے حضور پلٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں علیہم
صلوات من ربہم ورحمۃ جن پر ان کے اللہ کی جانب سے صلوات اور رحمت ہے۔

(سورۃ بقرہ آیت ۱۵۷)

نمبر ۳: قول علی الرضی رضی اللہ عنہ جس کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اُس پر، اس کی
اولاد اور اصحاب پر اللہ کی رحمتیں مُحَمَّدٍ صَلِّ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِہِ وَاصْحَابِہِ

(صحیفہ علویہ صفحہ ۱۸)

نمبر ۵: سیدہ فاطمہ الزاہرا سلام اللہ علیہما کی صلوات

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اَهْلِ بَيْتِہِ الطَّيِّبِيْنَ وَعَلٰی اَصْحَابِہِ
وَعَلٰی اَزْوَاجِہِ الْمُطَهَّرَاتِ

ترجمہ: یا اللہ رحمت نازل کر محمد پاک اور اس کی اہل بیت پاک اور اصحاب اخیار پر اور ان کی
طاہر مطہر بیویوں پر۔ (ناخ التواریخ جلد ہشتم صفحہ ۴۶۸)

نمبر ۶: اَللّٰهُمَّ وَصَلِ التَّابِعِيْنَ وَعَلَىٰ اَزْوَاجِهِمْ وَعَلَىٰ ذُرِّيَّتِهِمْ

ترجمہ: امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی صلوات اے اللہ رحمت نازل کرتا بعین پر آج سے لے کر قیامت تک اور رحمت نازل کر ان کی بیویوں پر اور ان کی اولاد پر۔
شیعہ حضرات بنظر ایمانی غور کرو کہ صحابہ کرام پر کس کس طرف سے صلوات کی چھلیں آ رہی ہیں۔

۱- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے

۲- خود ذات باری تعالیٰ کی طرف سے

۳- علی المرتضیٰ کی طرف سے شیر خدا کی طرف سے۔

۴- سیدہ فاطمہ الزاہرا سلام اللہ علیہا کی طرف سے۔

۵- امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف سے۔

خود حق تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتوں کی طرف سے قرآن مجید میں خاص صحابہ کرام پر درود بھیجنے کا ذکر فرمایا۔ اور عنوان وہ اختیار فرمایا جو ایک آیت میں اپنے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ذکر فرمایا۔ یعنی سورۃ احزاب آیت نمبر ۵۶

نوٹ: هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ.

ترجمہ: وہ وہی ہے جو خود اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تاکہ وہ تم کو (کفر و نفاق) کی اندھیروں سے ایمان کی روشنی کی طرف نکال لائے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ پارہ ۲۲ صفحہ ۸۳۳)

اس آیت مذکورہ بلا میں شیعہ حضرات کے عقیدہ کے مطابق جن نفوس قدسیہ کو آل کہتے

ہیں۔ اُن پر اس آیت کریمہ کا اطلاق ہرگز ہرگز ہونہیں سکتا۔ اس کا اطلاق اُن پر ہے جو کفر و نفاق کی ظلمت میں پہلے گھرے ہوئے ہوں۔ ہم نے خاص صحابہ کرام کے حق میں اللہ اور اس کے فرشتوں کا درود بھیجنا از روئے قرآن ثابت کر دیا ہے۔ ہے کوئی بزرگ سیاہ پوش شیعہ حضرات سے جو قرآن پاک سے ایک ایسی آیت دکھا دے جس سے ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے شیعہ حضرات کے عقیدہ کے مطابق جن نفوس قدسیہ کو وہ آل رسول کہتے ہیں۔ اُن پر صلوة بھیجتے ہیں۔ سوائے اُن کے دوسروں پر اُس کا اطلاق نہ ہو سکے ہرگز ہرگز نہیں دیکھا سکتے اگر دیکھا سکتے ہیں تو ہمیں دیکھا کر پانچ سو روپیہ انعام حاصل کریں۔

رہا شبہ کہ لفظ آل صحابہ کو بھی شامل ہے تو بعض درودوں میں آل کے بعد اصحاب کا ذکر کیوں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عربی زبان میں تخصیص بعد التعمیم کا قاعدہ بکثرت جاری ہے۔ یعنی پہلے ایک عام لفظ بولتے ہیں پھر اس عام کے بعض خاص مہتمم بالشان افراد کا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ مثلاً مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ یعنی جو شخص اللہ کا دشمن ہو اور اس کے فرشتوں کا اور رسولوں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا رتبہ زیادہ ہے۔ اس لئے ملائکہ کے بعد ان کا بھی ذکر فرمایا۔ اسی طرح گو صحابہ آل میں داخل ہیں۔ مگر چونکہ صحابہ کا مرتبہ بہ نسبت دوسرے پیروی کرنے والوں سے زائد ہے اس لئے بعد آل کے صحابہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب نمبر ۳

تفسیر آیہ تطہیر اور قرآنی رو سے اہل بیت کا بیان

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ
بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ وَقُرْنَ فِي
بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ
الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۙ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتو! اگر تم پر ہیزار گاری کرو۔ تو تم اور عورتوں کے مانند نہیں ہو۔ پس دبی زبان سے باتیں نہ کیا کرو۔ کہ وہ شخص جس کے دل میں روگ ہے کسی طرح کا لالچ کرے اور نیک (یعنی شک سے بچی ہوئی) باتیں کیا کرو اور اپنے گھروں میں (عزت و وقار سے) بیٹھی رہو۔ اور قدیم جاہلیت کا سنا بناؤ سنگار کر کے باہر نہ نکلا کرو اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (برابر) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتی رہو۔ اے اہل بیت سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدا یہ چاہتا ہے۔ کہ تم سے ہر قسم کے رجس کو

دور کر دے اور تم کو ایسا پاک کر دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔ اور یہ تمہارے حکیم مقبول شیعہ کا ترجمہ ہے صفحہ ۵۰ جس سیاق و سباق یہ آیت وارد ہوئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں اہل بیت سے مراد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویاں ہیں کیونکہ خطاب کا آغاز ہی یا نساء النبی کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ اور ماقبل اور مابعد کی پوری تقریر میں وہی مخاطب ہیں علاوہ بریں اہل بیت، کا لفظ عربی زبان میں ٹھیک انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جس میں ہم، گھر والوں، کا لفظ بولتے ہیں۔ اور اس کے مفہوم میں آدمی کی بیوی اور اس کے بچے دونوں شامل ہوتے ہیں۔ بیوی کو مستثنیٰ کر کے اہل خانہ کا لفظ کوئی نہیں بولتا۔ خود قرآن مجید میں بھی اس مقام کے سوا دوسرے مقامات پر یہ لفظ آیا ہے کہ دونوں جگہ اس کے مفہوم میں بیوی شامل بلکہ مقدم ہے۔ سورہ ہود میں جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی پیدائش کی بشارت دیتے ہیں تو ان کی اہلیہ اسے سن کر تعجب کا اظہار کرتی ہے کہ بھلا اس بڑھاپے میں ہمارے ہاں بچہ کیسے ہوگا۔ اس پر فرشتے کہتے ہیں۔

أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ (سورہ ہود)

کیا تم اللہ کے امر پر تعجب کرتی ہو؟ اس گھر کے لوگو! تم پر تو اللہ کی رحمت ہے اور اس کی برکتیں ہیں۔ سورہ قصص میں جب حضرت موسیٰ ایک شیر خوار بچے کی حیثیت سے فرعون کے گھر میں پہنچے ہیں اور فرعون کی بیوی کو کسی ایسی انا کی تلاش ہوتی ہے جس کا دودھ بچہ پی لے تو حضرت موسیٰ کی بہن جا کر کہتی ہیں۔

هَلْ أَذِلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يُكْفُونَهُ، لَكُمْ

کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کا پتہ دوں جو تمہارے لئے اس بچے کی پرورش کا ذمہ لیں؟ پس محاورہ اور قرآن کے استعمالات اور خود اس آیت کا سیاق و سباق ہر چیز اس بات پر

قطعی دلالت کرتی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں آپ کی ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور آپ کی اولاد بھی۔ بلکہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آیت کا اصل خطاب ازواج پاک سے ہے اور اولاد مفہوم لفظ کے اعتبار سے اس میں شامل قرار پاتی ہے اور اسی بناء پر ابن عباس رضی اللہ عنہ، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اہل البیت سے مراد ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

لفظ آل اصل میں اہل سے نکلا ہے اور اہل کے معنی اقارب اور گھر والے ہیں۔ اس لئے لفظ آل کی ہیئت لفظی کی تبدیلی کے باوجود اس میں اہل کے معنی موجود ہیں۔ کیونکہ آل بنا ہی لفظ اہل سے ہے۔ اگر آل میں اپنے مشتق منہ کے معنی ہی نہ پائے جائیں تو فائدہ اشتقاق مفقود ہو جاتا ہے۔ لیکن فرق یہ ہوگا کہ اہل لفظ خاص طور پر اقارب اور اولاد کیلئے استعمال ہوتا ہے اور گھر والوں کیلئے بولا جاتا ہے۔ اور لفظ آل میں اگرچہ اہل کے معنی بھی موجود ہیں مگر اسے اتباع اور پیروکار پر بھی بولا جاتا ہے۔ جبکہ لفظ اہل اتباع پیروکار افراد کیلئے استعمال نہیں کیا جاتا۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ اہل بیت کا لفظ صرف ازواج کیلئے استعمال ہوا ہے اور اس میں دوسرا کوئی داخل نہیں ہو سکتا تو یہ بات بھی غلط ہوگی۔ گھر والوں کے لفظ میں آدمی کے سب اہل و عیال شامل ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں وارد شدہ اہل بیت کی لفظی ترکیب ازواج مطہرات اور آل عباد و نون کو محیط ہے۔ یہی جمہور علمائے کرام کا مسلک ہے۔ سیاق آیات اس امر پر واضح دلالت کرتا ہے کہ ازواج مطہرات اس کا مصداق اولین ہیں۔ شیعہ امہات المؤمنین کو اہل بیت میں شامل نہیں مانتے اور دلیل پیش کرتے ہیں کہ آیت کریمہ میں۔ **عَنْكُمْ** اور **يُظَهِّرْكُمْ** کے ضمائر مذکر ہیں۔ اگر یہاں ازواج مراد ہوتیں تو ضمیریں مونث **عَنْكُمْ** اور **يُظَهِّرْكُمْ** وارد ہوتیں نیز یہاں بیت کا لفظ مذکور ہے جو واحد ہے۔ اگر ازواج مراد ہوتیں تو

بیت کی بجائے بُوت کا لفظ استعمال ہوتا۔ پھر اہل سنت کی کتابوں میں بھی ایسی روایات ہیں

کہ اہل بیت سے مراد صرف حضرات خمسہ ہیں۔ شیعہ حضرات کے اعتراض اول کا جواب

۱۔ مذکر ضمائر کے استعمال کئے جانے کے متعلق صاحب روح المعانی اور دیگر مفسرین سے

لکھا ہے۔ کہ لفظ اہل بیت مذکر ہے۔ اگرچہ باعتبار معنی مونث ہے۔ عربی لغت میں اکثر معنی کا

لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ صرف لفظ کے مطابق ضمیر لایا جاتا ہے۔ جیسا کہ سورہ ہود میں وارد ہے کہ

جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اٰلِیٰق کی ولادت کا مژدہ سناتے ہیں تو پاس کھڑی

ان کی اہلیہ مطہرہ حضرت سارہ ہنس کر تعجب کرتی ہیں۔ وائے حیرانی میرے ہاں بچہ ہوگا حالانکہ

میں بوڑھی ہوں اور میرے خاوند بھی بوڑھے ہیں یہ تو بڑی عجب بات ہے اس پر فرشتے کہتے

ہیں۔ اَتَعْجِبِينَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةً اللّٰهِ وَبَرَکَاتِهِ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ

ترجمہ: اے سارہ کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہوتی ہو؟ اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور

برکتیں نازل ہوں اس آیت میں تعجبین مونث کا صیغہ ہے۔ لفظ اہل بیت کے پیش نظر بعد کا

ضمیر مونث استعمال نہیں ہوا، بلکہ علیکم مذکر کا ضمیر استعمال ہوا ہے۔ حالانکہ بالاتفاق شیعہ و سنی

اس سے حضرت سارا رضی اللہ عنہا ہی مراد ہیں۔ ۲۲ اوں پارے کی ابتداء میں دیکھ لیجئے۔

وَمَنْ یَقْنُتْ مِنْکُمْ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ کے کلمات قدسیہ میں منکن مونث کا ضمیر

ہے اور بالاتفاق ہر دون فریق یہاں ازواج مراد ہیں، یقنت مذکر کا صیغہ ہے۔ چاہیے تو یہ تھا

یَقْنُتْ کی بجائے یَقْنُتْ استعمال ہو، چونکہ لفظ من مذکر ہے۔ اس لئے اس کی رعایت سے ضمیر

مذکر استعمال ہوا ہے۔ اس نوع کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔ ان کی روشنی میں شیعوں کا یہ

استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ نیز اگر مذکر ضمائر کی وجہ سے جملے میں مونث شامل ہیں۔ تو پھر سیدہ

زہرا سلام اللہ علیہا کو کس طرح شامل مانا جائیگا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ صیغہ مذکر کا ہے

اور مراد صرف مونث ہے جیسے ارشادِ بانی ہے۔ فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُتُوا
 (سورۃ طہ آیت نمبر ۱۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ صفورا سے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ۔ شیعہ حضرات کے
 دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات کے حجروں کی دو چھتیں تھیں۔ ایک اُن کی
 اپنی قیام گاہ کی حیثیت۔ چنانچہ جب اس حیثیت سے حجروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو بیوت کا لفظ
 استعمال ہوتا ہے۔ اسلئے کہ ان میں سے ہر ایک کا بیت الگ تھا۔ ارشاد ہوا۔ وَقُرْنِ فِي
 بُيُوتِكُنَّ اور اس سے اگلی آیت میں ہے۔ وَادْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ دوسری
 حیثیت اُن حجروں کی رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ہے کہ وہ سارے
 سارے بیتِ النبی ہیں اور نبی کا بیت ہونے میں اُن کی جہت ایک ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں
 بیتِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جہت سے بشارتِ تطہیر دی جا رہی ہے۔ اس لئے لفظ اہل بیت
 وارد ہوا۔

شیعہ حضرات کا تیسرا اعتراض

سنن ترمذی تفسیر سورۃ الاحزاب میں بروایتِ عمر بن ابی سلمہ مذکور ہے کہ جب آیہ
 اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ اُمَّ سَلْمَةَ كَـفَرٍ مِّنْ نَّازِلٍ هُوَتْ اَوْ تَخَضَّرَتْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ
 فَاطِمَةُ وَحَسَنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم كَوْبَلَايَا اَوْ رَانَ كَوْا بِنِي چادر میں لیکریوں دعا کی۔

اللّٰهُمَّ هُوَلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي فَادْهَبْ عَنْهُمْ الرَّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ
 تَطْهِيرًا حضرت اُم سلمہ نے عرض کی وَ اَنَا مَعَهُمْ يَا نَبِيَّ اللّٰهُ (اے پیغمبر خدا میں ان
 کے ساتھ ہوں) آپ نے فرمایا۔ اَنْتِ عَلٰی مَكَانِكَ وَاَنْتِ عَلٰی خَيْرٍ تَوَا بِنِي
 رتبہ پر ہے اور تو نیکی پر اس حدیث پاک سے شیعہ استدلال کرتے ہیں کہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا

اہل بیت میں سے نہ تھیں۔ تو ازواج کا اہل بیت سے نہ ہونا ثابت ہو گیا۔ جو آب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو صرف اتنا ہی کہا تھا۔ اِنَّكَ عَلٰى خَيْبٍ کہ تو بھی اچھے مقام پر ہے۔ بلکہ ان کے اس سوال پر اَلْسْتُ مِنْ اَهْلِكَ (کیا میں آپ کے اہل بیت میں سے نہیں؟) یہ جواب بھی ارشاد فرمایا تھا۔ بلی (کیوں نہیں؟) یعنی ہاں تو بھی تو میرے اہل بیت سے ہے۔ اہل سنت کی کتابوں میں سے منہ امام احمد میں یہ روایت موجود ہے اور اہل تشیع کہ ہاں بجا الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۹ میں منقول ہے۔

(بحوالہ عبقات من باب الاستفسادات رشحات قلم مفکر اسلام علامہ خالد محمود سیالکوٹی صفحہ ۱۵۱) جواب نمبر ۲: شیعہ حضرات کا مذکورہ بالا حدیث کی بنیاد پر ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج کر کے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ وفاطمہ رضی اللہ عنہا و حسنین رضی اللہ عنہم اور ان کی اولاد کیلئے لفظ اہل بیت کو خاص کر دیا تو یاد رہے جو چیز قرآن پاک سے صراحاً ثابت ہو اس کو کسی حدیث کے بل پر رد نہیں کیا جاسکتا۔ رب تعالیٰ نے صاف صاف فرمایا يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اور اس کے بعد پورے رکوع میں جمع مونث غائب کے صیغے مذکور ہوئے بلکہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آیت کا اصل خطاب ازواج مطہرات سے ہے اور اولاد مفہوم لفظ کے اعتبار سے اس میں شامل قرار پاتی ہے۔ دیگر شیعہ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس چادر کے نیچے نہیں لیا۔ جس میں حضور نے ان چاروں افراد کو لیا تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے گھر والوں سے خارج قرار دیا تھا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ کہ بیویاں تو اہل بیت میں شامل تھیں ہی کیونکہ قرآن نے انہی کو مخاطب کو مخاطب کیا تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ ان دوسرے اصحاب کے متعلق ظاہر قرآن کے لحاظ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ یہ اہل بیت سے خارج ہیں۔ اس لئے آپ

نے تصریح کی ضرورت فرمائی اور ان کے حق میں دعا فرمائی نہ کہ ازواج مطہرات کے حق میں۔
 نمبر ۴: شیعہ حضرات صرف اتنا ہی ظلم نہیں کرتے کہ ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج کر کے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کیلئے لفظ اہل بیت کو خاص کر دیا۔ بلکہ اس پر اور ستم یہ بھی کیا کہ اس کے الفاظ، اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے۔ سے یہ نتیجہ نکال لیا کہ حضرت علی اور فاطمہ اور ان کی اولاد انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ گندگی سے مراد خطا اور گناہ ہے اور ارشاد الہی کی رو سے یہ اہل بیت اس سے پاک کر دیئے گئے ہیں۔ حالانکہ آیت کے الفاظ یہ نہیں ہیں کہ تم سے گندگی دور کر دی گئی اور تم بالکل پاک کر دیئے گئے بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ اللہ تم سے گندگی کو دور کرنا اور تمہیں پاک کر دینا چاہتا ہے۔

سیاق و سباق بھی یہ نہیں بتاتا کہ یہاں مناقب اہل بیت بیان کرنے مقصود ہیں بلکہ یہاں تو اہل بیت کو نصیحت کی گئی ہے کہ تم فلاں کام کرو اور فلاں کام نہ کرو، اس لئے کہ اللہ تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے۔ بالفاظ دیگر مطلب یہ ہے کہ تم فلاں رو یہ اختیار کرو گے تو پاکیزگی کی نعمت تمہیں نصیب ہوگی ورنہ نہیں۔ آ یہ تطہیر سے شیعہ آل عبا کی معصومیت ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ اس آیت سے ان کا غیر معصوم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ معصوم کے حق میں یوں نہیں کہا جاتا کہ میں اسے پاک کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ یہ تحصیل حاصل ہے۔ استدلال شیعہ تب صحیح رہتا اگر طھر کم بصیغہ ماضی مذکور ہوتا۔ یہاں يُطَهَّرُكُمْ بصیغہ مضارع ہے اور متعلق بارادہ الہی ہے۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا علی، حسنین کریمین اور سیدہ فاطمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چادر کے نیچے لے لیا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ یہی پاک ٹھہرے۔ شیعہ حضرات بتائیں کہ انکی تطہیر دعا سے پہلے بھی تھی یا نہیں۔

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا (پارہ ۱۹ سورۃ النحل)

ترجمہ: موسیٰ نے اپنے گھر والوں کہا کہ میں نے ایک آگ دیکھ لی ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ تفسیر مجمع البیان)

إِذْ قَالَ لِأَهْلِهِ آئِي أَمْرًا بِهِ وَهِيَ بُنْتُ شُعَيْبٍ (جلد چہارم جز ہفتم)

ترجمہ: جب موسیٰ علیہ السلام اپنے اہل سے کہا یعنی اپنی بیوی کو جو کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔

قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ترجمہ: اُس عورت نے کہا کہ جو تیری زوجہ سے بدی کا قصد کرے اُس کی سزا اس کے سوا کیا ہے۔ کہ اس کو قید کیا جاوے یا دردناک عذاب دیا جائے۔

(تفسیر مجمع البیان اسی آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔)

يَعْنِي أَنَّ الْمَرْأَةَ سَبَقَتْ بِالْكَلَامِ لِتَرْكِ الذَّنْبِ عَلَىٰ يُوسُفَ

ترجمہ: یعنی عورت نے بات میں سبقت کی تاکہ گناہ کو یوسف علیہ السلام پر ڈال دے۔
(تفسیر مجمع البیان شیعہ جلد سوم جز پنجم)

نمبر ۳: وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاصِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

ترجمہ: اے رسول تم اس وقت کو یاد کرو جب کہ صبح ہی صبح تم اپنے بال بچوں میں سے نکلے اور مومنوں کو لڑائی کے مورچوں میں بٹھانے لگے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ پ ۲۴ صفحہ ۱۲۸ سورۃ آل عمران)

اس کا مطلب شیعہ تفسیر سے (وَإِذْ غَدَوْتَ) ویا دکن اے محمد کہ چوں بامداد بیروں

شدی (مَنْ أَهْلَكَ) از منزل خود کہ خانہ عائشہ بود۔ بقول بعضے ایں روز احزاب یا بدر بودہ
اگر دعا سے پہلے بھی تھی تو طھرہم میں کس چیز کی درخواست ہے۔

شیعہ لوگ درحقیقت ختم نبوت کے منکر ہیں کیونکہ وہ اپنے آئمہ کو جناب رسالت اب
علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کی طرح معصوم جانتے ہیں۔ اور اماموں کو جملہ انبیاء کی طرح منصوص من
اللہ جانتے ہیں۔ اور ان کی اطاعت کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح فرض جانتے ہیں۔

(مفروض الطاعة اصول کافی صفحہ نمبر ۲۳۳)

الامام المظہر من الذنوب۔ والبراء عن العيوب اصول کافی صفحہ ۲۳۱)

امام کے وہی فرائض ہیں جو ایک نبی و رسول کے ہوتے ہیں۔ امام امور دین و دنیا
دونوں کی اصلاح کا کفیل ہوتا ہے۔

اسلیئے اس میں اُن تمام صفات جمیلہ کا ہونا ضروری ہے۔ جو ایک نبی کیلئے ضروری
ہوتے ہیں۔ (اثبات الامامت صفحہ نمبر ۴۶) ملا محمد حسین ڈھکوشیہ۔

چنانچہ اصول کافی میں مرقوم ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَا جَاءَ بِهِ عَلِيٌّ أَخْزَبَهُ وَمَا نَهَى عَنْهُ
جَرَى لَهُ مِنَ الْفَضْلِ مَا جَرَى لِمُحَمَّدٍ وَكَذَلِكَ لِأَنَّمَا الْهُدَى وَاحِدٌ
بَعْدَ وَاحِدٍ

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جو کچھ علی رضی اللہ عنہ لائے ہیں اس پر
عمل کرتا ہوں اور جس چیز سے انہوں نے منع کیا میں اس سے باز رہتا ہوں۔ اُن کی بزرگی
مثل اُس بزرگی کے ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت ہے اور آخر میں فرمایا کہ ایسی ہی
بزرگی تمام آئمہ عظام کی ہے۔ یکے بعد دیگرے اس حدیث کا مفہوم شیعہ حضرات علامہ

بازل نے حملہ حیدری میں یوں نظم کیا۔ غزوات حیدری ہم چوں محمد منزہ صفات۔ ہمہ صاحب حکم برکات۔ بعلم وبقدرت ہم ملخصی۔ ہمہ چوں محمد ہمہ چوں علی۔

(حملہ حیدری صفحہ ۳ جلد ۵ غزوات حیدری و جملہ حیدری)

شیعہ عقیدہ کے مطابق سارے ائمہ اسی فضیلت کے مالک ہیں۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ (نعوذ باللہ منھا) گویاں دوسرے لفظوں میں سرور عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین نہیں تسلیم کیا گیا۔ بلکہ ان کے بعد بارہ آئمہ رضی اللہ عنہم کو بھی مثل نبی مصطفیٰ خاتم الانبیاء مانتے ہیں۔

اگر شیعہ علی رضی اللہ عنہ کا ہم رتبہ نہ سمجھتے تو علی کے نام کا کلمہ کیوں پڑھتے اور علی رضی اللہ عنہ کا نام اذان میں کیوں شامل کرتے۔ اگر شیعہ مذہب صحیح ہے تو مرزائی بدرجہ اولیٰ سچے ہیں۔

نوٹ: جب امام کے فرائض بھی نبی جیسے ہیں اور صفات بھی نبی جیسی ہی ہوں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ایسے امام صاحبان بلا روک ٹوک کیے بعد دیگرے آ جا رہے ہیں۔ تو نہ معلوم انکار ختم نبوت اور کسے کہتے ہیں۔ (اثبات الامامت صفحہ ۳۶)

اور یاد فرمائیے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ بوقت صبح آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے بار تشریف لائے۔ بعض نے اس موقع کو خیر کے دن یا بدر کے دن کے متعلق بتایا۔ شیعہ حضرات دیکھ لو آپ کے مفسر قرآن نے کان کو ہاتھ تو لگایا لیکن سیدھا نہیں لگایا۔ ذرا گھما کر لگایا۔ اہل سے مراد گھر والی نہیں کہا۔ بلکہ اہل کے معنی گھر کے کیا اور تسلیم کر لیا کہ وہ گھر حضرت عائشہ کا تھا۔ اب تو لگاؤ نعرہ حیدری۔۔۔ یا علی رضی اللہ عنہ۔۔۔ اب تو اپنے ایمان کو صحیح کر لو اب تو تمہارے مفسر نے تسلیم کر لیا اور لکھ دیا۔ مِنْ أَهْلِكَ خَانَةَ عَائِشَةَ بُوَد۔ سبحان اللہ تو ان تین حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ قرآن اصطلاح میں فقط لفظ اہل کا اطلاق بیوی پر بھی ہوا ہے۔ تو اہل بیت کی ترکیب لفظی کیا۔ ایک لفظ اہل اور دوسرا لفظ بیت۔ تو جب قرآنی اصطلاح میں لفظ اہل

کے معنی بیوی کے بھی ہیں تو بیت کے معنی گھر جس میں کسی بھی اختلاف نہیں۔ تو اہل بیت کے کیا معنی، بیوی یعنی گھر والی۔ اب میں نہ مانوں گا علاج اللہ ہی سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(تفسیر خلاصہ المنہج صفحہ ۸۸)

نمبر ۳: هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمیشہ رہ نے کہا میں تمہیں ایسے گھر بتلا دوں جو تمہاری خاطر اس بچہ کی کفالت کریں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں۔

(ترجمہ مقبول شیعہ صفحہ ۶۹ سورۃ القصص، تفسیر مجمع البیان)

وَانطَلَقْتُ أُخْتُ مُوسَىٰ إِلَىٰ أُمِّهَا فَبَجَّانَتْ بِهَا إِلَيْهِمْ

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمیشہ اپنی والدہ کی طرح چل پڑیں تو ساتھ لیکر فرعون کے دربار میں تشریف لے آئیں۔ (تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جز ہفتم)

تو شیعہ حضرات ثابت ہوا قرآن کریم میں جو عربی کی فصاحت اس کی محتاج ہے۔

اس میں مراد اہل بیت سے بیوی گھر والی لی گئی۔ وہی لفظ اہل بیت جو الاحزاب سورہ پارہ ۲۲

میں عَنْكُمْ الرَّجْسِ أَهْلِ الْبَيْتِ موجود ہے وہی لفظ اہل بیت اس آئیہ مذکورہ میں

هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ میں موجود ہے جس سے بیوی مراد ہے۔

(جلد ۵ آیت ۷۰ صفحہ ۳۵۶ سورہ ہود ترجمہ مقبول شیعہ دہلوی)

وَأَمْرَاتُهُ قَامَةً..... إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ

ترجمہ: اور ان کی زوجہ کھڑی ہوئی تھی وہ اسی وقت حائض ہو گئی پھر ہم نے اس کو ولادت

الخلق علیہ السلام کی اور الخلق کے بعد یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ اس نے یہ کہا ہاے

خرابی میری کیا مجھ سے بچہ پیدا ہوگا۔ حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرے شوہر ضعیف ہیں یہ تو

بہت ہی عجیب بات ہے۔

قَالُوا اتَّعَجِبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحِمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ

الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

ترجمہ: ان فرشتوں نے کہا کہ (اے عورت) کیا تو امر خدا سے تعجب کرتی ہے۔ حالانکہ اے اہل بیت تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ سزاوار حمد و ثناء ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ صفحہ ۲۵۶ سورہ ہود)

علل الشرائع میں آیا ہے کہ اُس دن حضرت سارہ رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابراہیم کی عمر نوے (۹۰) برس کی تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بائیس برس تھی۔ کتاب شیعہ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ واقعہ اس آئیہ کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کورب کریم نے اہل بیت سے بیوی مراد لیا ہے۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آدمی کی بیوی اسکے اہل سے ہوتی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی لڑکی تھی اس لئے اہل بیت سے رب کریم نے شمار کیا۔

اعتراض: درمجموعہ اور وہ کہ ایکنہ سارہ را از اہل بیت ابراہیم علیہ السلام گردایند دلالت نئے کند کہ زوجہ مرد از اہل او باشد چہ سارہ دختر عم ابراہیم بودو بجہت ایں اور از اہل بیت شمارد۔

ترجمہ: مجمع البیان میں مذکور ہے کہ اس آیت قرآنی عَلَیْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ (سورہ ہود) سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کورب تعالیٰ نے اہل بیت نہیں کہا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سارہ رضی اللہ عنہا ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی لڑکی تھی اس لئے اہل بیت سے اللہ کریم نے شمار کی۔

شیعہ حضرات بنظر انصاف اپنے مفسر ملاح علی کاشانی کی بے انصافی ملاحظہ کیجئے۔ کہ قرآن مجید حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو اہل بیت سے تعبیر فرما رہا ہے۔ لیکن شیعہ

مفسر یہ تحریر کر رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی لڑکی تھی اسلئے اہل بیت کے خطاب سے مخاطب کیا آپ کی زوجہ کو۔ افسوس صد افسوس تعصب اور ضد پر۔ شیعہ عقیدے کے مطابق چچا خود اہل بیت میں شامل نہیں تو اس کی اولاد کیسے اہل بیت میں شامل ہو سکتی ہے۔ شیعہ حضرات خدا لگتی بات کرنا جب تمہارے مفسر چچا کی اولاد کو اہل بیت میں شامل کیا تو چچا بطریق اولیٰ اہل بیت میں شامل ہوا۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہم رسول اور ان کی اولاد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد بھی اہل بیت میں شامل ہوگی۔

شیعہ حضرات تم نے تو بیویوں کو اہل بیت سے خارج کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج مطہرات کے علاوہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کو بھی اہل بیت میں شامل فرمایا۔ دوستو! اپنے علماء کی قلابازیاں آئیں بائیں شائیں دیکھتے جائیے۔ ان کے علامہ طبری کا مجمع البیان میں یہ کہنا کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اہل بیت اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی بیٹی تھی۔ محض تعصب بے بنیاد ہے۔ قرآن مجید میں کسی جگہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی بیٹی نہیں کہا گیا۔ بلکہ ان کے مجتہد اعظم رئیس المحدثین ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔

و شیخ علی بن ابراہیم ذکر کردہ است کہ چون نمرود از ابراہیم خائف شدہ گفت اے ابراہیم از بلاد من بیروں برو و با من در یک دیار مباحث و ابراہیم سارہ را بزکاح خود آوردہ بود و او دختر خالہ ابراہیم بود

یعنی نمرود حضرت ابراہیم سے خوفزدہ ہو گیا اور کہا اے ابراہیم علیہ السلام ہمارے ملک سے باہر نکل جا۔ میرے ساتھ میرے ملک میں نہ رہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارہ کے ساتھ نکاح کر لیا جو کہ ان کی خالہ کی بیٹی تھی۔

(صفحہ ۹ باب ہشتم حیات القلوب جلد ۱)

دیگر آیت نمبر ۷ سورہ ہود وَاَمْرَاتِهٖ قَائِمَةٌ اور ان کی زوجہ کھڑی ہوئی تھی۔ اس سے مراد ہیں سارہ بنت لاجج جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خالہ کی بیٹی تھیں۔

(صفحہ ۳۵۶ ترجمہ مقبول شیعہ بر حاشیہ)

چنانچہ تفسیر صافی میں وَاَمْرَاتِهٖ قَائِمَةٌ کے تحت یوں لکھا ہے۔ وہی سارہ ابنة لاجج وہی ابنة خالة یعنی سارہ رضی اللہ عنہا زوجہ ابراہیم علیہ السلام بیٹی لاجج کی ہیں اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خالہ کی بیٹی ہیں۔

شیعہ حضرات اب فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ملاحظہ اللہ کاشانی اپنی مشہور تفسیر قرآن میں حضرت سارہ کے متعلق یوں کہہ رہے ہیں۔ کہ سارہ رضی اللہ عنہا دختر عم ابراہیم بود۔ کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی لڑکی تھی۔ اس لئے اہل بیت سے اللہ کریم نے شاکر کی۔ (خلاصۃ النج)

اور آپ کے حکیم مقبول احمد صاحب دہلوی ترجمہ قرآن میں حضرت ابراہیم کی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی خالہ کی بیٹی کہہ رہے ہیں اور یہی بات آپ کے ملا ظلیل قزوینی نے تفسیر صافی میں کہا۔ کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا زوجہ ابراہیم علیہ السلام بیٹی لاجج کی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خالہ کی بیٹی ہے۔

اور یہی بات آپ کے مجدد اعظم ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب جلد اول باب ہشتم صفحہ ۱۳۹ میں کہی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا زوجہ ابراہیم علیہ السلام۔ اودختر خالہ ابراہیم بود۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خالہ کی بیٹی تھی۔

اب آپ ہی بتاؤ ان چاروں میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹے ہیں۔ ایک چچا کی بیٹی کہہ رہا ہے۔ باقی تین صاحب خالہ کی بیٹی فیصلہ اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ سب ہیر پھیر اسلئے کرتے ہیں کہ ازواج مطہرات آنحضرت
عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اہل بیت میں نہیں مانتے۔

آنحضرت بجناب خانہ خدیجہ رواں شد۔ وچوں حضرت بردر خانہ رسید خدیجہ را بقدم
آنحضرت بشارت دادند و خدیجہ پپائے برہنہ از غرفہ بصحن خانہ دوید چوں در را کشورند حضرت
فرمودہ السلام علیکم یا اہل البیت

ترجمہ: آنحضرت عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف
چل پڑے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے دروازے پر پہنچے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی
نوکرانیاں حضور کی بشارت لے آئیں۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا ننگے پاؤں چو بارے سے صحن کی
طرف دوڑی جب دروازہ کھولا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ السلام علیکم یا اہل البیت۔

شیعہ حضرات ایمان سے کہو اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل بیت
کا اطلاق اپنی گھر والی پر کیا یا نہیں۔ اور اس حدیث کو بیان کرنیوالے آپ کے
گیارہویں صدی کے مجدد امام المحدثین ملا باقر مجلسی ہیں۔ حیوۃ القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۰۰۔
شکرے کنم خداوندے را کہ ہمیشہ بدی ہارا از اہل بیت مادورے گرداند۔

ترجمہ: میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ہمارے اہل بیت سے خدا تعالیٰ ہمیشہ برائیوں کو دور کرتا ہے۔

(حیوۃ القلوب ملا باقر مجلسی جلد ۲ صفحہ ۵۹۳)

تحقیق اہل بیت شیعہ مفسر کی زبانی

ماریہ رضی اللہ عنہا قبطنیہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل بیت فرمایا، خدا کا شکر

ہے جس نے ہم اہل بیت سے بدی اور بدنامی کو دور رکھا۔ (حاشیہ ترجمہ مقبول صفحہ ۶۹۹)

کیوں بھی اب تم تمہارے مجدد ملا باقر مجلسی اور تمہارے معتبر شیعہ مفسر نے بھی تسلیم

کر لیا۔ کہ لفظ اہل بیت کا اطلاق بیوی پر ہوتا ہے۔ محدثین اور مفسرین امامیہ نے خدائی آیتوں

کو تسلیم کرتے ہوئے لکھ دیا کہ اہل بیت کا گھر کی زوجہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن تعصب اور ضد بری بلا ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رب کریم نے قرآن میں اہل بیت خطاب فرمایا مگر ازراہ عناد ضد و تعصب مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اہل بیت تسلیم کرنے نہیں دیتا۔ جبکہ سیدہ فاطمہ الزاہرا سلام اللہ علیہا کی صلوٰۃ سے ازواج مطہرات کا طاہر و مطہر ہونا ثابت ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى عَلِيٍّ مُحَمَّدٍ وَأَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِينَ وَعَلَى أَصْحَابِهِ

الْمُنْتَجِبِينَ وَعَلَى أَزْوَاجِهِ الْمُطَهَّرَاتِ

ترجمہ: یا اللہ رحمت نازل کر محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی اہل بیت پاک پر اور اصحاب اختیار پر اور انکی طاہر و مطہر بیویوں پر۔

(ناخ التوارخ جلد ہشتم صفحہ ۴۶۸)

اس منکام رسول خدائی زوجات مطہرات را فرمود۔ یعنی از برائے دختر من و پسر عم

من۔ دوسرے من و ثانی ترتیب کید۔ ذکر زفاف حضرت فاطمہ علیہا السلام

(صفحہ ۵۶ ناخ التوارخ جلد ہشتم)

ترجمہ: بعد از نکاح شریف رسول خدا نے اپنے ازواج مطہرات کو فرمایا کہ میری لخت

جگر سیدہ فاطمہ اور میرے چچا حقیقی کے بیٹے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیلئے میرے گھر

میں علیحدہ کمرہ ترتیب دو۔ یہاں بھی آپ کی ازواج کو مطہرات یعنی بمصداق آیہ تطہیر طاہر

مطہر کہا گیا۔

باب نمبر ۴

دفع الوسواس فی حدیث القرطاس

حدیث نمبر ۱:

قَالَ بَنُ عَبَّاسٍ وَمَا يَوْمَ الْخَمِيسِ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ، فَقَالَ ائْتُونِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضَلُّوا بَعْدَهُ، أَبَدًا فَتَنَا زَعُو وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيِّ تَنَازَعَ فَقَالُوا مَا شَأْنُهُ، أَهَجَرَ اسْتَفْهَمُوهُ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَنْهُ فَقَالَ دَعُونِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مَا تَدْعُونَ نَبِيَّ إِلَيْهِ وَأَوْ مَا هُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ جَزِيرَةَ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُمْ أَجِيزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّلَاثَةِ أَوْ قَالَ فَانْسِيئُهَا
(صحیح بخاری شریف جلد ثانی باب مرض النبی کتاب المغازی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جمعرات کا دن اور کیسا عجیب و سخت دن کہ اس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درد بڑھ گیا۔ پس آپ نے سامان کتابت لانے کو کہا تاکہ

کچھ لکھ دوں۔ جس کے بعد بھی تم گمراہ نہیں ہو گے۔ حاضرین میں اختلاف ہو گیا۔ حالانکہ پیغمبر کی موجودگی میں نزاع نہیں ہونا چاہیے تھا۔ تو لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا حالت ہے؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کچھ بے ربط اور پریشان کلام نکلا ہے۔ لہذا آپ سے اس کا مفہوم اچھی طرح معلوم کر لو۔ تو اس بنا پر انہوں نے دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا۔ (اور وضاحت چاہی) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ اور آپ نے انہیں تین وصیتیں کرنا شروع فرمائیں۔ (پہلی وصیت یہ کہ) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (دوسری یہ کہ) ایلیچیوں کو اسی طرح انعام دینا جس طرح انعام دیا کرتا تھا۔ اور تیسری وصیت یارادی حدیث سعید بن جبیر خاموش رہے اور بیان ہی نہ فرمائی یا بیان کی لیکن مجھے بھول گئی۔

حدیث نمبر ۲:

عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حَضَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلِمَ اُكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ فَقَالَ عُمَرُ اَنْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجْعُ وَعِنْدَ كُمْ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوْا مِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ قَرَبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا اَكْثَرُوْا اللَّغْوَا وَالِاخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمُوا عَنِّي

ترجمہ: عبد اللہ بن محمد اپنی اسناد کیساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا وقت قریب آیا۔ اس وقت آپ کے در اقدس پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سمیت بہت سے افراد حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس سامان کتابت لاؤ۔ تاکہ تمہیں کچھ لکھ دوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت تکلیف میں ہیں اور تمہارے پاس اللہ کی کتاب قرآن ہے۔ وہ ہمیں کافی ہے۔ تو اس پر اہل بیت میں اختلاف رونما ہو گیا۔ ان میں سے ہمیں کافی ہے۔ تو اس پر اہل بیت میں اختلاف رونما ہو گیا۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ سامان کتابت آپ کے نزدیک کر دو تاکہ تمہارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لکھ دیں۔ جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے اور کچھ دیگر حضرات نے وہی کہا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور ان دونوں گروہوں کا شور و اختلاف بڑھ گیا تو آپ نے انہیں چلے جانے کو فرمایا۔

(بخاری شریف جلد دوم کتاب الطیب قول المریض)

مذکورہ دونوں حدیثوں سے مندرجہ ذیل چند امور صراحتاً ثابت ہوئے جن کی وجہ سے شیعہ صاحبان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر حسب ذیل طعن کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قول آنحضرت کو رد کیا۔ حالانکہ آپ کا قول بحکم آیت کا
مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا وَّحْيٌ يُّوحَىٰ ۗ اٰپ کا قول سر اسرودجی تھا
۔ اور ردجی کفر ہے۔

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہڈیاں سے تعبیر
کیا۔ آپ کی طرف سے ہڈیاں اور بدحواسی کی نسبت کی اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی طرف ایسے الفاظ منسوب کرنا کمال گستاخی اور بے ادبی ہے بلکہ کفر کے نزدیک ہے۔

۳۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور رفع صوت کیا جو قرآن پاک کی اس آیت کے خلاف ہے۔

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ لِهَذَا اس طرح بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے ادبی کے مرتکب ہوئے۔

۴۔ وصیت میں رکاوٹ ڈال کر حق امت تلف کیا۔ وصیت لکھی جاتی تو امت کی بھلائی ہوتی۔ یہ چار طعن ہیں جو حدیث قرطاس کے ضمن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر کئے گئے کیونکہ بزعم شیعہ یہ تحریر انہی کی خلافت کے متعلق تھی۔ یعنی حضرت علی کی خلافت کے بارے

بخاری شریف میں یہ حدیث باختلاف الفاظ متعدد جگہ مذکور ہے اور یہ حدیث جتنے طرق سے مروی ہے سب میں آخری روای عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ جس وقت کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ اُس وقت ان کی عمر تیرہ (۱۳) سال کی تھی۔ کیونکہ آپ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کے نابالغ بچے کی اکیلی شہادت کب قابل قبول ہو سکتی ہے۔ واقعہ وہ ایسا جائزہ سرکارِ دو عالم کی مرض الموت کا۔ جبکہ حضور کے آخری وقت میں تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رسول کا موجود ہونا ضروری ہے۔

ازمن محالات سے ہے کہ ایسے نازک وقت میں یہ سب لوگ موجود نہ ہوں پھر جب ان اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں کوئی بھی اس واقعہ کی روایت نہیں کرتا۔ تو ایک نابالغ بچے کی شہادت کس طرح قابل سماعت ہو سکتی

ہے۔ اور چھوٹے بچوں کو وہاں جگہ ملنی مشکل ہوتی ہے۔ تو روایت کے لحاظ سے یہ حدیث صرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مروی ہونے کے باعث جو اس وقت بالغ بھی نہ تھے ناقابل اعتبار ہے۔ تو اس روایت کے بل پر شیعہ صاحبان کے اسقدر ہوائی قلعے تعمیر کر کے حضرت عمر جیسے ذیشان جلیل القدر خلیفہ کے خلاف الزام قائم کرنا کیا وقعت رکھتا ہے۔

امراول:

واقعہ قرطاس کی یہ دو روایتیں اصل واقعہ کی تفصیل و تشریح کیلئے ہم نے نقل کی ہیں۔ اب جو اموراں سلسلہ میں قابل غور و فکر ہیں وہ بیان کیے جاتے ہیں۔
قارئین! تعصب سے بالاتر ہو کر بغور مطالعہ فرمائیں۔

ایتونی بقرطاس سے جو بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھوانا چاہتے تھے۔ اُس کیا حیثیت تھی؟ کیا وہ کوئی ایسی بات تھی جو آپ کے فرائض نبوت میں سے تھی جس کے اظہار کے بغیر دین نامکمل رہ جاتا تھا۔ حدیث قرطاس پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بات حضور لکھوانا چاہتے تھے۔ اس کی یہ حیثیت تھی۔

۱۔ یہ مسلمہ فریقین بات ہے کہ انبیاء کرام خدا کی طرف سے جن احکام کی تبلیغ کیلئے مبعوث ہوں جس بات کی تبلیغ اُن کا فرض نبوت ہو وہ اس میں قطعاً کسی حال میں کوتاہی نہیں کر سکتے۔ فرمانِ خداوندی

يَا أَيُّهَا لِرَسُولٍ بَلَغَ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ

فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

ترجمہ: اے رسول خدا کی طرف سے جو احکامات آئیں ان کی تبلیغ فرماؤ، اگر ایسا نہ کیا تو تم نے اپنے فرض نبوت ادا نہ کیا اور اللہ تجھ کو بچائے گا لوگوں سے۔ اس فرمان الہی سے ثابت ہوا

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام احکام الہیہ کی تبلیغ میں کوتاہی نہیں فرما سکتے۔ اگر یہ تحریر دین کی نہایت اہم بات تصور ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرور اس کو لکھوا دیتے۔ خواہ کوئی کتنی ہی مخالفت کیوں نہ کرتا۔

۲۔ بعض شیعہ صاحبان یہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایتھونی بقرطاس فرمایا تو آپ کے اہل بیت اس ارشاد پر عمل کرنے کیلئے تیار تھے لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ کا رویہ دیکھا تو ان سے ڈرتے ہوئے تعیل نہ کر سکے اور سامان کتابت بارگاہ نبوی میں پیش نہ کر سکے۔

جواب یہ حیلہ شیعہ حضرات کا اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حضور اتہائی گستاخی اور بے ادبی کا پلندہ ہے۔ اہل بیت میں اس وقت شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بنفس نفیس موجود تھے۔ تو گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ڈر سے سامان کتابت پیش نہ کیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مخلوق سے ڈر کر خالق اور اس کے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام و ارشادات کی اتباع چھوڑ دیا کرتے تھے تو کیا یہ تا فرمائی تو نہیں؟

۳۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بوجہ (خوف عمر رضی اللہ عنہ) حضرت عمر کی موجودگی میں سامان کتابت نہ لاسکے تھے تو یہ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ جمعرات کے دن کا ہے اور اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چار دن تک اس دار فانی میں قیام پذیر رہے اور سب لوگ اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔ صرف دو شخص بارگاہ رسالت میں حاضر رہے۔ ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ۔

(ملاحظہ ہو حیت القلوب باقر مجلسی)

حضرت امیر المومنین و فضل پر عباس از ایں مرض از حضرت جدانے شدن و پوستانہ در

خدمت آنحضرت بودند

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری کے دوران آپ سے جدا نہیں ہوئے اور لگاتار خدمت اقدس میں حاضر رہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال پیر کے دن ہوا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مدت میں جبکہ حضرت عمر نہ ہوتے۔ تحریر لکھوا لیتے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی لکھوا دیتے اگر یہ کہا جائے کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈر گئے تھے اور تحریر نہ لکھوا سکے۔ مگر یہ بات تو بے ایمان منکر قرآن کے دل میں ہی آسکتی ہے۔ اگر نبی کے متعلق ایسا مان لیا جائے تو پھر سارا دین ہی ناقابل اعتبار ہو جائیگا۔ کہ نامعلوم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کتنے احکام الہیہ بوجہ خوف اُمت تک نہیں پونچائے یہ بات کسی مسلمان کے ذہن میں نہیں آسکتی۔ خاص کر وہ رسول جس نے کافروں بت پرستوں کے انبوہ در انبوہ میں توحید کا اعلان کیا۔ تلواروں کی جھنکاروں میں حق کا اظہار فرمایا۔

نوع انسانی کی ہدایت کی خاطر رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کے پودے کو اپنے اقربا کے خون اور اپنے دانتوں کے خون اور اپنے خون کی قربانیوں سے آب پاشی کر کے سایہ ور بنایا۔ وہ ہستی حضرت عمر سے ڈر جائے کہ اپنی اُمت کیلئے ایسی تحریر نہ لکھوا سکے۔ یہ بات تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب جلیلہ کے بھی خلاف ہے۔ فرمان خداوندی

۞ الَّذِينَ يَبْلُغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ، وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا

إِلَّا اللَّهَ ط

ترجمہ: اس آیت شریفہ نے بتلادیا کہ جن پاک ہستیوں پر تبلیغ حق کا مدار ہے۔ وہ اللہ رب العزت کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ (پارہ ۲۲ سورہ احزاب حقیقت حال)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ کہا تو اس

وقت حاضرین کے دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ کا اس بارے میں یہ خیال تھا۔ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا درست اور بر محل ہے کیونکہ قرآن پاک ہمارے پاس موجود ہے۔ واقعہ قرطاس سے تین ماہ قبل حجۃ الوداع کے موقع پر آیت الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ آج تمہارا دین کامل بلکہ اکمل ہو گیا ہے۔ تو پھر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسی نازک حالت شدت مرض میں تکلیف میں ڈالنا شیدا یاں ذات والا کو مناسب نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مرض موت کی حالت ایسی ہے کہ آپ سخت تکلیف میں ہیں۔ اور اس شدید تکلیف میں آپ نے جو کاغذ قلم منگوانے کا ارشاد فرمایا ہے وہ محض اُمت پر شفقت کبھی خاطر ہے۔ لہذا جب آپ کی تعلیمات ہمارے سامنے ہیں اور اُن میں آپ نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ تو ایسے تکلیف دہ وقت میں آپ کو مزید تکلیف نہیں دینی چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی تکلیف میں اضافہ گوارا نہ تھا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سا موقعہ پر قَدْ غَلِبَ عَلَيْهِ الْوَجْعُ وَعِنْدَكُمْ وَالْقُرْآنُ اور حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ کے الفاظ کہنا دراصل ان کے عشق و محبت اور نیک مشورہ کے غماز ہیں۔

قَدْ غَلِبَ عَلَيْهِ الْوَجْعُ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے در کا احساس جس طرح عیاں ہے وہ ہر صاحب ذوق سلیم جانتا ہے۔ اور وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ کہنا دراصل الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ کی طرف اشارہ کرنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عمر کے یہ الفاظ سنے اور ان سے کوئی مخالفت نہ سمجھی بلکہ مزاج نبوت کی صحیح ترجمانی سے آپ مطمئن ہو گئے۔ تو آپ نے دوبارہ سامان کتابت طلب فرمانے کا حکم نہیں دیا۔

دوسرا گروہ وہ تھا جن کا خیال تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو عملی جامہ پہنانا چاہیے۔ کیونکہ اتنی بقرطاس کے الفاظ آپ کی زبان اقدس سے بطور ہڈیاں نہیں نکلے۔

تو جب آپ کا تکلم عام حالت کی طرح قابل اعتبار و حجت ہے تو اس پر ضرور عمل کرنا چاہیے۔ تو اس دوسرے گروہ کے نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر لفظ ”اھجر“ کا مفہوم صحیح واضح ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ لفظ اُن حضرات نے کہا جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے سے اختلاف کر رہے تھے۔ گویا وہ دراصل یہ کہہ رہے تھے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حسب کتاب اللہ کہہ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان اقدس سے نکلے لفظ پر عمل کو چھوڑ دیا ہے۔ حالانکہ آپ کی زبان اقدس سے یہ الفاظ بطور ہذیان سرزد نہیں ہوئے تھے اس وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی شخص فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر یہ الزام دھرے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہذیان کی نسبت کی تو یہ الزام دراصل ہٹ دھرمی کا آئینہ دار ہوگا۔

نیز اھجراً۔ کا معنی ہذیان کرنا شیعہ حضرات کی سخت بے علمی کے دلیل ہے۔

معنی عبادت اھجراً استفہموا یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا حال ہے۔ کیا آپ دنیا سے ہجرت فرمانے لگے ہیں آپ سے دریافت تو کرو۔ اگر اھجراً کا معنی ہذیان کے جائیں تو استفہموا کا معنی صحیح نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ جس شخص کی نسبت یہ گمان ہو کہ اس کے حواس درست نہیں اور ہذیان (بہکی باتیں) کہہ رہا ہے تو کوئی پاگل بھی یہ نہیں کہے گا۔ کہ اس سے پوچھو تو سہی کہ تمہارے اس کلام کا کیا مطلب ہے۔ کیا مجنوں کو مجنوں یقین کرنے کے بعد کبھی کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے۔ کہ بتلاؤ تو سہی کہ تمہاری اس بڑکا کیا مطلب ہے۔ الغرض لفظ استفہموا اہل فہم کو سمجھنے سمجھانے کیلئے کافی ہے۔ دوسرے یہ محض افتراء اور کذب بیانی ہے۔ کہ لفظ ہجر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بخاری شریف میں یہ حدیث سات جگہ آئی ہے مگر کہیں بھی یہ لفظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

سے منقول نہیں بلکہ قالمجمع کے میخذ کے ساتھ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ لوگوں نے کہا مگر کسی نے کہا؟ کسی بھی صحیح روایت میں اس کا نام مذکور نہیں۔ البتہ شارحین نے اپنے قیاس سے کام لیا ہے۔ کسی نے لکھا یہ قول اُس جماعت کا ہے جو تحریر لکھوانے کے حق میں تھی۔ کسی نے بالکل بے بنیاد اور بے اصل اور علمی مفلسی کی دلیل ہے جبکہ حدیث میں فتنَازَ عُو. فَاخْتَصَمُو. قَالُوْ وغیرہ سب جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ اس تنازع و جھگڑا اور رفع صوت رد قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تلفی اُمت میں جملہ حاضرین حجرہ جن میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور بنو ہاشم وغیرہ بھی تھے۔ سب یکساں شریک ہیں۔ اگر قصور ہے تو سب کا، نہیں تو کسی کا بھی نہیں۔

حدیث میں فَقَالُوْ مَا شَانُهُ، اَهْجَرَا اِسْتَفْهَمُوْہ، لکھا ہے۔ یعنی حاضرین نے یہ لفظ کہا پھر اس جمع کے صیغے کا فاعل واحد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو قرار دینا شیعہ حضرات کی بے انصافی یا بے علمی کی دلیل ہے۔ کیا وہ تحریر ضرور تھی۔

اس موقع پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ تحریر لکھوانے کا ارادہ وحی خداوندی کے ماتحت فرمایا تھا۔ یا اپنے اجتہاد کے ماتحت فرمایا تھا۔ کیونکہ اگر آپ کا یہ ارادہ وحی خداوندی کے مطابق ہوتا۔ تو تحریر لکھوانا آپ کا فرض نبوت قرار پاتا اور نبی اپنے فرض نبوت میں کوتاہی نہیں کر سکتا۔ لہذا آپ حکم الہی کے ماتحت بہر صورت تحریر لکھواتے۔ حاضرین یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو صاف صاف فرمادیتے کہ میری بیماری کی تکلیف اس تحریر کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی تم میری تکلیف کے پیش نظر تحریر نہ لکھوانے کا مشورہ دے رہے ہو۔ یہ تحریر تو حکم خداوندی ہے بہر حال بہر صورت لکھوائی جائیگی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ حضور اس کے بعد چار روز تک سلامت رہے اور اس دوران افاقہ بھی ہوتا رہا۔ لیکن پھر بھی کاغذ قلم

دوات طلب فرمائی اور نہ کوئی تحریر کی۔

دوسرا ثبوت اس حدیث کے اندر موجود ہے کہ ان دو فریق میں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس فریق کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کی تکلیف نہ دینا چاہتے تھے۔ اور دوسرے فریق کو ڈانٹ دیا کہ مجھے بے وجہ تکلیف نہ دو۔ فَذَهَبُوا

يُرْدُونَ عَنْهُ، فَقَالَ دَعُونِي اَنَا فِيهِ خَيْرٌ مَا تَدْعُونَ نَبِيَّ اِلَيْهِ

حاضرین نے آپ سے دوبارہ وضاحت چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے مدعو کرتے ہو۔ یعنی تم مجھے تحریر کرنے کیلئے بار بار مجبور کرتے ہو یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ یہ الفاظ حدیث شیعہ کے مدعا کے سخت خلاف ہیں۔ جن سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تحریر کرنا نہ چاہتے تھے۔ تو شیعہ صاحبان اس حدیث سے کس طرح دلیل پکڑ سکتے ہیں۔ کہ خلاف علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وہی وصیت لکھنا مقصود تھی۔ ممکن ہے کہ خلاف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا لکھنا منظور ہو اور چونکہ بخاری شریف مسلم شریف کی حدیثوں سے یہ ضرور واضح ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق تحریر لکھوانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

ادْعِنِي لِيْ اَبَابِكْرِ اَبَاكَ وَاخَاكَ حَتَّى اَكْتُبَ كِتَابًا فَاِنِّيْ اَخَافُ

اَنْ يَتَمَنَّى مَتَمَنِي وَيَقُوْلَ قَائِلٌ اَنَا اَوْلَى وَيَا بِي اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَابِكْرِ

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں فرمایا بلا تو اپنے باپ ابو بکر کو اور اپنے بھائی کو تاکہ میں ایک کتاب لکھ دوں۔ میں

ڈرتا ہوں کوئی آرزو کرنے والا آرزو نہ کرے۔ (خلافت کی) اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے اور مسلمان بھی انکار کرتے ہیں سو ابوبکر کے اور کسی کی خلافت سے۔

(مسلم شریف جلد ششم باب من فضائل ابی بکر الصدیق)

اور چونکہ بنو ہاشم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحان معلوم تھا کہ امامت نماز پر بھی آخری وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مامور کیا گیا۔ اس لئے کاغذ، قلم، دوات، پیش کرنے میں اہل بیت نے تامل کیا۔ حدیث میں اختلاف اور شور و غل کو اہل بیت کی طرف سے منسوب کیا گیا ہے۔ (الفاظ ذیل ملاحظہ ہوں حدیث بخاری کے **فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ** **فَاخْتَصَمُوا** اہل بیت نے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے) پھر تعجب ہے اور تو سب جگہ اہل بیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن پاک اور حسین پاک مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اہل بیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے طرفداروں مراد لئے جا کر اختلاف اور جھگڑنے کا ان ہی کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ یا للجب غرض الزامات مذکورہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا حقائق کے خلاف اور سخت بے انصافی ہے۔

رفع صوت یعنی شور و غل کرنے کا الزام صرف اور صرف حضرت عمر کو قرار دینا انتہائی زیادتی اور ہٹ دھرمی ہے۔ حدیث پاک کے الفاظ **فَاكْثَرُوا الْغَوَا** اور **فَشَارَعُوا** میں جو از روئے لغت عرب فرد کیلئے نہیں بلکہ جمع کیلئے ہے۔

غور کا مقام ہے کہ شور و غل اور بلند آوازی ایک آدمی سے واقع ہوتا خلاف واقعہ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ شور و غل کے ارتکاب میں ایک جماعت شریک تھی اور وہ وہی جماعت

تھی۔ جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ میں اختلاف کیا اور اُن کی باتوں کا جواب یا اپنے حق میں دلائل دینے والی دوسری جماعت کی گفتگو سے یہ ماحول پیدا ہوا۔ یعنی کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کی تائید اور کچھ تردید کرتے کرتے بلند آوازی کی حد تک پہنچ گئے۔ لہذا ہر دو فریق کی باہم بلند آوازی کو صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح منسوب کر دینا سراسر زیادتی اور بے انصافی و بے علمی کی دلیل ہے۔ دیگر جو قرآنی حکم ہے لَا تَرْفَعُوا أَمْوَاتِكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہم کلامی کے وقت تم اپنی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔ لیکن جب آپ سے ہم کلامی نہ ہو اور شریک گفتگو نہ ہوں تو حاضرین باہمی گفتگو کرتے وقت بلند آواز تک پہنچ جائیں تو ایسی بلند آوازی اس ممانعت میں داخل نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو لَا تَرْفَعُوا أَمْوَاتِكُمْ عِنْدَ النَّبِيِّ کے الفاظ ہوتے۔ جس کا مفہوم یہ ہوتا۔ اے ایمان والو! تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں باہمی گفتگو کرتے وقت بلند آواز سے کلام نہ کرو۔ معلوم ہوا کہ زیر بحث بلند آوازی مذکورہ قرآنی حکم میں داخل نہیں۔

رد قول رسول ﷺ:

اگر رد قول رسول کی ذمہ داری زیادہ تر اہل بیت کے ذمے عائد ہوتی ہے۔ جیسا کہ دلائل قویہ قطعیہ سے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ لیکن ازراہ ضد و تعصب اگر اس جرم کا مجرم حضرت عمر ہی کو گردانتا ہے تو اقتضائے عشق و محبت اور نیک نیتی پر مبنی تھا۔ اس لئے یہ داخل جرم نہیں اور اگر ہر حالت میں خواہ کسی نیت سے ہو رد قول جرم ہے تو اس جرم کے مرتکب جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متعدد دفعہ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ شیعہ حضرات کے رئیس المفسرین مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ صلح حدیبیہ کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ لکھنے کا حکم

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیا۔ جب حضرت علی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تحریر کئے تو کفار نے کہا کہ آپ صلی اللہ کا نام رسول ہونا ہم نہیں مانتے لہذا اس کی بجائے محمد بن عبد اللہ لکھو۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا محمد رسول اللہ کے الفاظ مٹا کر محمد بن عبد اللہ ہی لکھ دو۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لفظ رسول اللہ مٹانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ حضور میں آپ کے نام کے ساتھ اس لفظ کو لکھ کر مٹا نہیں سکتا۔ علامہ مجلسی کے الفاظ گفت یا علی محو کن آں را و محمد بن عبد اللہ بنویس۔ چنانچہ او میگوید حضرت امیر رضی اللہ عنہ فرمود کہ من نام ترا از پیغمبری ہرگز منحوں اہم کرد۔ پس حضرت بدست مبارک خود آں را محو کرد۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی المرتضیٰ کو فرمایا کہ ”محمد رسول اللہ“ کے الفاظ مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھ دو۔ جس طرح وہ کہہ رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں آپ کے نام مبارک سے پیغمبری کی صفت ہرگز نہیں مٹاؤں گا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے اس کو مٹایا۔ (صفحہ ۲۲۰ حیات القلوب جلد چہارم)

اگر سامان کتابت لانے سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انکاری تھے۔ تو محمد رسول اللہ کے حکم کے بعد رسول مٹانے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی پرزور انکار کر دیا تو جو فتویٰ پہلے انکار پر دیتے ہو۔ وہی فتویٰ دوسرے انکار پر بھی ہوگا۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انکار کی توجیہ کر کے اسے محبت و عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت گردانتے ہیں تو ہمارا بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہی دعویٰ ہے۔ اب شیعہ حضرات انصاف سے بتائیں کہ اگر جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بتقاضائے عقیدت و محبت سے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعمیل سے انکار کرنے پر مجرم نہیں بن سکتے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں ا لزام دیا جاتا ہے جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آپ کی تکلیف میں اضافہ گوارا نہ تھا۔

قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجْعُ وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ اور حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ کے الفاظ کہنا دراصل ان کے عشق و محبت اور نیک مشورہ کے غماز ہیں۔ حالانکہ وہاں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت اور نیک مشورہ کے غماز ہیں۔ حالانکہ وہاں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرز عمل سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا اور یہاں جناب امیر رضی اللہ عنہ کے خلاف رائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ لیکر خود اُس لفظ کو جس کے مٹانے سے جناب علی المرتضیٰ نے انکار کیا تھا۔ قلمزن کر دیا۔

۲۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَنِيفِيهِ عَنْ أَبِيهِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ قَدْ أَكْثَرَ النَّاسُ عَلَيَّ مَارِيَةَ الْقُبَيْطِيَّةِ..... فَقَالَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يَصْرِفُ عَنَّا الرُّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ

ترجمہ: محمد بن حنفیہ اپنے پدر بزرگوار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے ماریہ بنتی اللہ عنہ قطیبیہ ام ابراہیم بن نبی علیہ السلام پر نسبت اُن کے بچازاد بھائی قبلی کے اعتراض کیا کہ تلوار لو وہ اگر تجھے اس کے پاس ملے اس کو قتل کر دو۔ جب میں اُس قبلی کے پاس گیا اور اسے میرا ارادہ سمجھا تو ایک کھجور کے درخت پر چڑھ کر نیچے سر کے بل گر پڑا اور پاؤں اوپر کی طرف اٹھائے۔ میں نے اسے دیکھا وہ صاف (مقطوع النسل) مردوں کی اس میں کچھ بھی علامت نہیں ہے۔ بس میں نے تلوار میان میں کر دی اور واپس ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گیا اور ماجرا بیان کیا۔ تو حضور فرمانے لگے۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے ہم اہل بیت کو جس سے پاک کیا ہے۔ شریف مرتضیٰ (علم الہدیٰ نے) اپنی کتاب دروغ میں نقل کیا اور ترجمہ مقول شیعہ بر حاشیہ صفحہ ۶۹۹ میں بھی یہ واقعہ درج ہے۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حکم رسول کی تعمیل نہ کی

اور قبلی کو تلواری سے قتل نہ کیا۔ تو جب اس صورت میں جناب امیر رضی اللہ عنہ پر بنا فرمائی رسول کا الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انہوں نے سمجھا کہ تعلیم حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بے گناہ کا قتل ہے۔ جو آپ کو گوارہ نہ ہوا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کے متعلق شیعہ صاحبان اور اہل سنت کو علم ہے کہ وصال مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پر وفور عشق و غم کے صدمہ سے غڑھا ہوا ہو کر ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ تلواری بے نیام کر لی اور فرمانے لگے جو یہ کہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مر گئے ہیں میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ حضرت ابو بکر آئے اور آ کر خطاب کیا اور یہ آئیہ کریمہ تلاوت فرمائی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بوجہ عشق و محبت رسول کے ایسی نازک حالت اور شدت مرض میں تکلیف میں ڈالنا گوارہ نہ کیا۔ مصلحت ایسی حالت میں یہی سمجھی اور حسینا کتاب اللہ کہہ کر اپنی رائے پیش کر دی تو انہوں نے کیا تصور کر دیا۔

نوٹ: اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہی اہل بیت ہیں۔ چنانچہ ماریہ قبطیہ کے حق میں یہ لفظ استعمال فرمایا:

اب حدیث قرطاس کی ساری بحث کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ یہ حدیث صرف عبداللہ بن عباس کے مروی ہونے کے باعث جو اس وقت بالغ بھی نہ تھے ناقابل اعتبار ہے۔

۲۔ اتونی بقرطاس اگر صیغہ امر ہے۔ اگر وجوب کیلئے ہوتا تو حضرت عمر کا اس کی مخالفت کرنا معاذ اللہ مترادف کفر ہو سکتا تھا۔ اگر اس وجوب کیلئے مانا جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی تعمیل میں رکاوٹ ڈالی اور آپ کو اللہ کے حکم پر عمل کرنے سے روک دیا تو جب

ایسا ہوا تو قَمًا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ، تو تم نے اپنا فرض نبوت ادا نہ فرمایا۔ کے مطابق آپ نے اللہ کے حکم کی تبلیغ نہ فرمائی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حکم سے روک کر صرف اپنی ہی نقصان نہیں کیا۔ بلکہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام لگانے کا راستہ ہو ہموار کر دیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ اللہ کا حکم لوگوں تک نہ پہنچا کر ”حق رسالت“ ادا نہیں کیا تو جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے احکام کی تبلیغ میں کوتاہی فرمائی وہ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ دوسرے اسی حدیث قرطاس میں آتا ہے کہ حاضرین نے دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامان کتابت لے آئیں۔ تو آپ نے فرمایا مجھے میری حالت پر چھوڑ دو۔ میری یہ حالت اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو۔ آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ سامان کتابت طلب کرنا دراصل امر الہی نہ تھا بلکہ محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور ہمدردی کا آئینہ دار تھا۔ جس طرح کوئی شخص الوادعی لمحات میں کسی بات کی بار بار تاکید کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اتونی کا صیغہ امر استجابی تھا۔ وجوب کیلئے اور من جانب الہی نہیں تھا۔

۳۔ حدیث میں جو لفظ اَهْبَسَ استفہموہ آیا ہے شیعہ حضرات کی لئے ہجرت کے معنی یہاں صرف ہذبان کے ہیں اور یہ لفظ حضرت عمر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید توہین اور سنگین ترین گستاخی کی ہے۔

جواب: یہ غلط ہے کہ لفظ ہجرت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بخاری میں یہ روایت سات جگہ آئی ہے مگر کہیں بھی یہ لفظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول نہیں بلکہ قالو جمع کے صیغہ کے ساتھ ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے (یہ لفظ لوگوں نے کہا غرضیکہ حضرت عمر کی طرف سے اس قول کو

• نسوب کرنا بالکل بے اصل اور بے بنیاد اور افتراء محض ہے۔ بہت عرصہ سے شیعہ مجتہدین اس تلاش میں سرگرداں ہیں کہ کوئی ایسی روایت مل جائے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ یہ لفظ حجر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ تھا۔ مگر نہیں ملی اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لفظ حجر کہا تھا۔ جب حضرت عمر فاروق کا لفظ حجر کہنا ہی ثابت نہیں تو ان پر الزام کیسا؟ لفظ حجر حجر یا حجر باب نَصْرٍ نَصْرُ کے وزن پر لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ جب یہ متعدی استعمال ہو تو ہجر ان سے مشتق ہوگا۔ اس کے معنی کسی چیز کے چھوڑ دینے کے ہوں گے۔ اور جب یہ لفظ لازم استعمال ہو تو اس وقت اس کے معنی بلا ارادہ بات کرنے کے ہوں گے۔ خواہ نیند میں آدمی بات کرے۔ یا غلبہ مرض کی وجہ سے بے اختیار زبان سے جملے نکالے اس کو ہذبان کہتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہاں حجر کے معنی ہذبان کے نہیں بلکہ جدائی کے ہیں چنانچہ یہ لفظ بمعنی جدائی قرآن مجید سورۃ منزل میں بھی استعمال ہوا ہے۔ **وَ اَهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا** اور عربی اشعار میں تو اس اکثر سے یہ لفظ جدائی اور فراق کے معنی میں آیا ہے۔ کہ دوسرے معنی کی طرف سے ذہن ہی منتقل نہیں ہوتا۔ صراح وغیرہ کتب لغت میں حجر، ہجر ان جدائی کردن از نصر آیا ہے۔ چونکہ یہ تحریر اس وقت لکھوانی چاہی جس میں آپ کا وصال ہوا۔ تو یہ حالات دیکھ کر صحابہ کرام کے قلوب پر ایک بجلی سی گری اور ان میں سے کسی نے کہا **هَجْرًا سْتَفْهَمُوْهُ** حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت تو کر لو کیا جدائی اور فراق کا وقت قریب آ گیا ہے کہ (حضور آخری وصیت لکھواتا چاہیت ہیں) چنانچہ حاضرین میں سے کسی کا یہ کہنا کہ استفہموہ (حضور سے پوچھو تو؟) یہ پوچھنے کا مضمون صاف اس امر پر قرینہ ہے کہ یہاں ہجر بمعنی ہذبان نہیں ہے کیونکہ جس کو ہذبان ہو جائے اس سے پوچھنا کیسا؟

۳۔ شور و غل کا الزام:

لَا تَرْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہمکلامی کے وقت تم اپنی آواز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بلند نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے ساتھ دوران گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند آوازی کی ممانعت آئی ہے۔ اگر آپ شریک گفتگو نہ ہوں تو حاضرین آپس میں گفتگو کرتے وقت بلند آوازی تک پہنچ جائیں تو ایسی بلند آوازی اس ممانعت میں داخل نہیں اگر ایسا ہوتا۔ لَا تَرْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ عِنْدَ النَّبِيِّ کے الفاظ آتے۔ جس کا یہ معنی ہوتے اے ایمان والو! تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں باہمی گفتگو کرتے وقت بلند آواز سے کلام نہ کرو حالانکہ یہ الفاظ نہیں۔ ثابت ہوا کہ زیر بحث بلند آوازی مذکورہ حکم قرآنی میں داخل نہیں۔ دوسری بات یہ بھی غور طلب ہے کہ شور و غل کی وجہ سے مجرم صرف حضرت عمر کو قرار دینا۔ انتہائی ہٹ دھرمی اور زیادتی ہے۔ حدیث پاک کے الفاظ فَاسْتَكْثَرُوا اللَّغْوَ اَوْ فَشَادَعُو میں جواز روئے لغت عرف فرد واحد کیلئے نہیں بلکہ جمع کیلئے ہیں۔ بلکہ حدیث پاک کے الفاظ ذیل ملاحظہ ہوں۔

فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوا

اہل بیت نے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے۔ پھر تعجب ہے۔ اور تو سب جگہ اہل بیت سے حضرت علی، سیدہ فاطمہ، اور حسین رضوان اللہ علیہ اجمعین مراد لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اہل بیت سے حضرت عمر اور ان کے طرفداروں مراد لئے جا کر۔ اختلاف اور جھگڑے کا ان کو ہی ذمہ قرار دیا جاتا ہے۔ غرض الزامات مذکورہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کرنا شیعہ صاحبان کی سخت بے انصافی ہے۔ جبکہ حدیث پاک میں ہے۔ تَنَازَعُوا . اِخْتَصَمُوا.

قَالُوا سَبَّ جَمْعُ كَيْفِ اسْتِعْمَالُ هُوَ هِيَ - اور اس تنازعہ شورجھگڑا اور دفع الصوت رد قول رسول حق تعلق امت میں جملہ حاضرین حجرہ جن میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور بنو ہاشم بھی تھے۔ سب یکساں شریک ہیں۔ اگر قصور ہے تو سب کا اگر نہیں تو کسی کا بھی نہیں۔

۵۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سامان کتابت یعنی کاغذ۔ قلم۔ دوات اسلئے طلب فرمایا کہ حضرت علی کی خلافت بلا فصل تحریر فرمادیں۔ حالانکہ اس کی تصریح کسی معتبر اور صحیح روایت سے نہیں ملتی لہذا یہ ایک محض دعویٰ ہے جو بلا دلیل ہے۔ البتہ اسی بخار و مسلم اور مشکوٰۃ باب مناقب ابوبکر کی حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق تحریر لکھوانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جس کا ذکر صفحہ ۱۶۲ میں ہو چکا ہے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت بلا فصل کے بارے اس لئے تحریر کا ارادہ ترک کر دیا کہ آنحضرت عالمیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس امر سے بخوبی آگاہ تھے کہ میرے وصال کے بعد لوگ حضرت علی المرتضیٰ کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ اور تقدیر الہی یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ یہ منصب میرے بعد ابوبکر صدیق کو دیا جائیگا۔ تو پھر یہ کیسے مانا جاسکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان کتابت اس لئے طلب فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت تحریر فرمادیں۔ قبل ازیں ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اس معاملہ میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو واضح پیش گوئی فرمائی تھی۔

إِنَّ أَبَابُكْرٍ يَلِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي ثُمَّ بَعْدَهُ أَبُو كَيْفِ فَقَالَتْ مَنْ

أَبَاكَ هَذَا نَبَأَ نَبِيِّ الْعَلِيِّمُ الْخَيْرُ (تفسیر صافی صفحہ ۷۶ سورہ تحریم)

ترجمہ: ضرور بالضرور میرے بعد خلافت کا والی ابوبکر ہوگا۔ اس کے بعد تیرا باپ (حضرت عمر) خلیفہ ہوگا۔ حضرت حفصہ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ آپ کو اس بات

کی خبر کس نے دی ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ علیہم و آلہم نے خبر دی ہے۔ شیعہ کی معتبر کتاب تفسیر صافی صفحہ نمبر ۵۲۳)

تفسیر فرات کوفی میں منقول ہے کہ جب کسی نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا فَمَا تَأْوِيلَ قَوْلِهِ 'لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ (ص) حَرَصَ أَنْ يُكُونَ الْأَمْرُ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ (ع) مِنْ بَعْدِهِ' فَأَبَى اللَّهُ (تفسیر فرات کوفی مطبوعہ حیدرہ نجف)

ترجمہ: آپ کو اس امر میں کوئی اختیار نہیں کی تفسیر کے سوال میں کے جواب میں امام باقر رضی اللہ عنہ نے سائل کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ آپ کے بعد امر خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملے۔ لیکن اللہ رب العزت نے اس سے انکار کر دیا۔ دونوں مذکورہ حدیثوں سے ثابت ہوا کہ خلاف صدیقی عند اللہ کا مقدر ہو چکی تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خلیفہ بلا فصل نہیں ہو گئے۔ (الارشاد شیخ مفید)

وَبَقِيَ عِنْدَهُ الْعَبَّاسُ وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ
وَأَهْلُ بَيْتِهِ خَاصَّةً (ع) فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ يُكُنْ هَذَا
الْأَمْرُ فِينَا مُسْتَقْرًا مِنْ بَعْدِكَ فَبَشِّرْنَا وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّا نُغْلَبُ عَلَيْهِ
فَاقْضِ بِنَا فَقَالَ أَنْتُمْ الْمُسْتَضْحَفُونَ مِنْ يَعْدِي وَصَمْتَ فَبِهِضِ الْقَوْمَ
وَهُمْ يَتَكُونُونَ قَدْ يَتَسَوَّأُوا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے سب لوگوں کے چلے جانے کے بعد صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ فضل بن عباس، حضرت علی المرتضیٰ اور آپ کے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین رہ گئے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اگر

آپ کے انتقال کے بعد معاملہ خلافت ہمارے بارے میں مقدر ہو چکا ہو۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس کی خوشخبری سنائیں اور اگر آپ جانتے ہیں تو ہم امر خلافت کے حصول میں کامیاب نہ ہونگے اور لوگ ہم پر زبردستی کریں گے۔ تو آپ ابھی اس حق کی وضاحت فرماتے ہوئے۔ قطعی فیصلہ فرمادیتے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کہ تم لوگ میرے بعد کمزور ہو جاؤ گے۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ حاضرین یہ سن روتے ہوئے اٹھ گئے اور امر خلافت میں اپنے بارے میں قطعی فیصلہ کرنے کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ناامید ہو گئے۔ شیخ مفید کی اس عبارت سے تمام شبہات کا ازالہ ہو گیا۔

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سامان کتابت منگوانے پر کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ غور طلب مقام ہے۔ اگر سامان کتابت منگوانے کی یہ غرض ہوتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل قلمبند کر دیں جس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے رکاوٹ کھڑی کر دی۔ تو جب رکاوٹ ڈالنے والے سب چلے گئے ماحول پرسکون ہو گیا۔ اور خلافت کے خواہاں اور حضرت علی اور ان کے چند رفقاہ گئے۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا مطالبہ بھی کر دیا۔ مگر رسالت مآب نے خلافت بلا فصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقدر میں ہونے کی نفی کر دی۔ تو اظہر من الشمس معلوم ہو گیا کہ سامان کتابت لانے کا حکم کرنا۔ حضرت علی کی خلافت بلا فصل تحریر کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس کی غرض کوئی اور ہوگی۔ اللہ کرے شیخ مفید کا فیصلہ ان کیلئے حق قبول کرنے کا سبب بن جائے۔

(الارشاد للشیخ مفید صفحہ ۹۹ فی طلب رسول اللہ بدوات وکف)

باب نمبر ۵

در مسئلہ جنازۃ الرسول ﷺ

شیعہ صاحبان کا یہ کہنا ہے کہ سب صحابہؓ خصوصاً ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمانؓ (نعوذ باللہ) لالچی تھے۔ کیونکہ آپ کا جسد اطہر پڑا رہنے دیا اور اپنے اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے رہے تھے۔ اور حضرات شیخین نے آنحضرت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صلوة جنازہ بھی نہیں پڑھی۔ وہ کیسے خلیفہ رسول ہو سکتے ہیں۔

جواب:

یہ بالکل جھوٹ ہے اگر اپنی ہی کتب کا مطالعہ کریں تو ایسے جھوٹ کہنے باز رہیں۔

ثبوت نمبر ۱:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ آتَى الْعَبَّاسُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
فَقَالَ يَا عَلِيُّ إِنَّ النَّاسَ اجْتَمَعُوا أَنْ يُدْفِنُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي بَقِيعِ الْمُصَلَّى وَأَنْ يَوْمَهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَخَرَجَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

إِلَى النَّاسِ ۝ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ إِمَامٌ حَيًّا وَمَيِّتًا وَقَالَ
إِنِّي أُذْفِنُ فِي الْبُقْعَةِ الَّتِي أُقْبِضُ فِيهَا ثُمَّ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ
أَمَرَ النَّاسَ عَشْرَةَ عَشْرَةَ يُصَلُّونَ ثُمَّ يَخْرَجُونَ

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق ؑ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت عباس
حضرت امیر کے پاس آئے اور کہا لوگوں نے اتفاق کیا ہے کہ رسول پاک کو جنت البقیع میں
دفن کریں اور یہ کہ اپنے میں سے ایک آدمی کو (امام مقرر کریں) پس امیر لوگوں کے پاس آئے
اور کہا کہ رسول پاک ہماری زندگی میں اور بعد وفات بھی امام ہیں اور آپ نے فرمایا میں آپ
ؑ کو اسی جگہ دفن کروں گا جہاں آپ ؑ کا وصال ہوا ہے۔ پھر علی المرتضیٰ دروازے پر
کھڑے ہوئے اور خود آپ پر صلوٰۃ پڑھی۔ پھر لوگوں کو حکم دیا تمام لوگ دس دس آدمی
صلوٰۃ پڑھتے تھے اور نکلتے تھے۔ (اصول کافی صفحہ ۵۵۸ جلد اول)

ایک ضدی متعصب شیعہ کی شاید تسلی نہ ہو کیونکہ اس روایت میں صراحتاً حضرت
ابوبکر صدیق ؓ کا نام موجود ہے۔ کیونکہ روایت میں با اشارہ حضرت ابوبکر کے امام بنائے
جانے کی خواہش کا ذکر ہے۔ اب ہم ضدی شیعہ پر حجت قائم کرتے ہوئے وہ روایت دکھاتے
ہیں جس میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا صراحتاً نام بھی درج ہے۔

ثبوت نمبر ۲:

ایضاً بند حسن از حضرت امام جعفر صادق ؑ روایت کردہ اند کہ حضرت عباس
بخدمت امیر المؤمنین علیہ السلام آمد۔ وگفت مردم اتفاق کرده اند کہ حضرت رسول ؐ را در بقیع
دفن کنند و ابوبکر پیش بایستد و براو نماز کند چوں حضرت امیر المؤمنین دانست۔۔۔۔۔ از خانہ
بیرون آمد و فرمود لھا الناس بدرستی کہ رسول خدا امام پیشوائے ما است در حال حیات و بعد از

وفات و خود فرمود کہ من دفن میشود در رقعہ کہ در آنجا قبض روح من میشود (جلال العین ص ۸۰) ترجمہ: جناب امام جعفر صادق ؑ سے روایت ہے کہ حضرت عباس ؑ حضرت علی المرتضیٰ ؑ کی خدمت میں آئے اور فرمایا آدمیوں کا اتفاق کر لیا ہے۔ کہ حضرت رسول کریم ؑ کو جنت البقیع میں دفن کریں اور ابو بکر امامت کیلئے کھڑا ہو کہ صلوٰۃ جنازہ پڑھائے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا بدرستیکہ رسول خدا ﷺ پیشوا و امام ہمارے۔ حیات و ممات میں ہیں اور آنحضرت نے خود فرمایا تھا کہ میں دفن ہوں گا جہاں میری روح قبض کی جائے گی۔ سبحان اللہ۔ اب تو شیعہ حضرات کو تسلی ہوگئی ہوگی کیونکہ حسب روایت امام جعفر صادق حضرت ابو بکر صرف صلوٰۃ جنازہ میں شریک ہی نہ تھے بلکہ تمام مسلمانوں نے اتفاق کر لیا تھا کہ آپ ہی امام الصلوٰۃ ہوں۔ کیونکہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جن حیات ظاہری میں بھی آپ کو امامت نماز پر مامور فرما چکے تھے۔ پر کس قدر دیانت سے دور بات ہے کہ آئمہ اہل بیت کو جملہ کر شیعہ صاحبان لوگوں کو دھوکہ دی کر گمراہ کرتے ہیں کہ یہ اچھے خلیفے تھے جنہوں نے آپ ؑ کا جنازہ نہیں پڑھا۔

شیعہ صاحبان کی معتبر کتاب اصول کافی میں فرمان امام محمد باقر ؑ امام جعفر صادق ؑ

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قَبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ فَوُجَّأَ فَوْجًا

امام جعفر صادق ؑ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ کا وصال ہوا تو آپ پر فرشتوں

اور تمام مہاجرین اور تمام انصار نے فوج در فوج نماز جنازہ پڑھی۔ یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ الف لام

جب صیغہ جمع پر واقع ہو تو استغراق کا معنی دیتا ہے۔ اسلئے بقول حضرت امام جعفر صادق ؑ

جب سارے مہاجرین اور سارے انصار نے نماز جنازہ پڑھی تو پھر شیعہ حضرات کی یادہ گوئی کہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اس بات کی کیا وقعت ہے۔ ایمان کی فکر کرو کیا تم سچے ہو یا حضرت امام سچے۔ (اصول کافی جلد اول صفحہ ۵۵۸)

اب علامہ مجلس اپنے مجتہد اعظم کی اور شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است کہ وہ نفرہ نفر داخل میشدند و بر آنحضرت میگردند بے امانی۔ در اوزد و شنبہ و سہ شنبہ تا صبح روز چہار شنبہ تا شام۔ تا آنکہ خورد و بزرگ و مرد و زن اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ بر آنحضرت چنین نماز کردند۔

ترجمہ: شیخ طبرسی نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دس دس آدمی داخل ہوئے اور ایسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نماز ادا کی۔ بغیر کسی امام کے دو شنبہ کے دن اور سہ شنبہ کی رات صبح تک اور چہار شنبہ شام تک یہاں تک کہ چھوٹے بڑے مرد و عورت مدینے والے اور مدینہ شریف کے تمام گردن و نواح والوں نے علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایسے ہی صلوٰۃ جنازہ ادا کی۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۹۶ در بیان رحلت آنحضرت)

یہ شیعہ حضرات کے مجدد علامہ الدھر کا بیان اور انہی کا ایک اور بیان پڑھیے۔ کلینی سند معتبر از امام محمد باقر روایت کردہ است کہ چون حضرت رسالت رحلت فرمود نماز کردند بر او جمیع ملائکہ و مہاجرین و انصار فوج در فوج (حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۹۶)

احتجاج طبرسی:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ النَّاسُ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ مَنْ بَايَعَ أَبَا بَكْرٍ وَمَنْ لَمْ يَبَايِعْ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس نے نماز پڑھی اور جس شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تمام نے صلوٰۃ پڑھتی اور جس نے بیعت نہ کی اُس نے بھی صلوٰۃ پڑھی۔ (صفحہ ۴۶)

ثُمَّ ادْخَلَ عَشْرَةَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَ عَشْرَةَ مِنَ الْأَنْصَارِ فَيُصَلُّونَ
وَيَخْرُجُونَ حَتَّى لَمْ يَبْقَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ

ترجمہ: پھر مہاجرین سے دس اور انصار سے دس داخل ہوئے۔ پھر صلوٰۃ پڑھتے رہے اور نکلتے رہے حتیٰ مہاجرین اور انصار سے کوئی شخص باقی نہ رہا۔ جس نے نماز جنازہ نہ پڑھی ہو۔

(احتجاج طبری شیخ ابومنصور احمد بن علی طبری صفحہ ۵۲)

شیعوں کے علامہ الدرہ ملا باقر مجلسی کا بیان حیات القلوب جلد دوم از ثعلبی روایت
کر رہے ہیں کہ ابو بکر بخدمت رسول خدا آمد در وقتیکہ مرض آنحضرت سنگین شدہ بود و گفت باز
گشت تو کجا است فرمود بسوئے سدرۃ المنتہیٰ وجنۃ المملای و رفیق اعلا و عیش گوارا و جرعمائے
شراب حق تعالی۔ ابو بکر گفت کی غسل ترا خواهد داد فرمود ہر کہ از اہل بیت من بمن نزدیک
است پرسید کہ در چہ چیز ترا کفن کنند فرمود در ہمیں جامہ ہا کہ پوشیدہ ام۔ یاد رہلہائے یمنی یاد رہ
جامہ ہائے سفید مصری پرسید بر تو چگونہ نماز کنند۔ دریں وقت خروش از مردم برخاست و درود یوار
بلرزہ در آمد حضرت فرمودہ صبر کنید۔ خدا عنفونکند از شما

ترجمہ: حیات القلوب جلد دوم ثعلبی نے روایت کی ہے کہ جس وقت مرض حضرت رسول پر سنگین
ہوا۔ اُس وقت ابو بکر آئے اور کہا یا حضرت آپ کس وقت انتقال کریں گے۔ حضرت نے فرمایا
میری اجل حاضر ہے۔ ابو بکر نے کہا آپ کی بازگشت کہاں ہے۔ حضرت نے فرمایا سدرۃ
المنتہیٰ و جنۃ المملای و رفیق اعلا و عیش گوارا و جرعمائے شراب قرب حق تعالی میری بازگشت
ہے۔ ابو بکر نے کہا آپ کو غسل کون دے گا حضرت نے فرمایا جو میرے اہل بیت سے بہت
قرب ہے۔ ابو بکر صدیق نے پوچھا کس چیز میں آپ کو کفن کریں گے۔ حضرت نے فرمایا انہیں
کپڑوں میں جو میں پہنے ہوئے ہوں۔ یا جامہ ہائے یمنی و مصری میں۔ ابو بکر نے پوچھا کس

طرح آپ پر نماز پڑھیں گے۔ اس وقت جوش و خروش غلغلہ آواز مرد بلند ہوا اور درود یوار کا پنے لگے۔ حضرت نے فرمایا صبر کرو خدا تم لوگوں سے عفو کریگا۔ یعنی معاف فرمائے گا۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۹۵ در بیان رحلت آنحضرت)

چوں مرا غسل دھندو کفن کنند مرا بر تختے بگذارید و بر کنار قبر من وساعتے بیروں دویدو
مرا تنہا بگذارید اول کسے کہ بر من نماز میکند خداوند عالمیاں است پس رخصت لے فرماید ملائکہ
را کہ بر من نماز کنند

ترجمہ: جب مجھے غسل و کفن کر چکو تو میرے گھر میں ہی مجھے چار پائی پر لٹکا کر قبر کے کنارے رکھ دینا۔ پھر تم سب وہاں سے باہر آ جانا۔ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے مجھ پر صلوٰۃ بھیجے گا۔ پھر فرشتوں کو اجازت دے گا۔ (در بیان رحلت آنحضرت خیرات القلوب)

یہی روایت کشف الغمہ میں یوم مرقوم ہے جلد اول صفحہ ۷۱)

قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَمِنْ بَلِيٍّ غُسْلِكَ قَالَ رِجَالُ أَهْلِ بَيْتِي الْأَذْنَى
فَالأَذْنَى قَالَ فَضِيمٌ تَكْفِينِكَ قَالَ فِي بَيْتِي ثُمَّ أَخْرَجُوا عَنِّي
سَاعَةً فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَوَّلُ مَنْ يُصَلِّي عَلَيَّ ثُمَّ يَأْذُنُ لِلْمَلَائِكَةِ

ترجمہ: آپ کے انتقال کے وقت ابو بکر صدیق ؓ نے عرض کی آپ کے انتقال کے بعد آپ کو غسل کون دے گا؟ فرمایا میرے اہل بیت میں سے قریمی، پھر قریمی مرد۔ عرض کی کن کپڑوں سے آپ کو کفن دیا جائے فرمایا جو ابھی میں نے پہن رکھے ہیں یا یعنی حلہ یا سفید مصری چادروں میں۔ پوچھا آپ کی نماز جنازہ کیوں کر ہوگی اس پر زمین رونے لگی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ سے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ اللہ تمہیں معاف کرے گا۔ جب مجھے غسل و کفن کر چکو تو میرے گھر میں ہی مجھے چار پائی پر لٹکا کر قبر کے کنارے رکھ دینا پھر تم وہاں سے باہر آ جانا۔

اللہ تعالیٰ سب سے پہلے مجھ پر صلوٰۃ بھیجے گا پھر فرشتوں کو اجازت دے گا۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری دم تک حضرت ابو بکر صدیق کو صادق الودود اور محرم راز دوست سمجھتے تھے کہ تمام راز و نیاز کی باتیں اسی خاص دوست سے فرمائیں حالانکہ اس وقت بہت سے صحابہ کرام اور افراد اہل بیت کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔

شیعہ حضرات غور کریں کہ آخری وقت میں رسول پاک ایک منافق شخص کو بھی شرف ہمکلامی بخش سکتے تھے؟ کہ نہ حضرت علی کو نہ دیگر اہل بیت کو اس امر کیلئے منتخب فرمایا۔ مگر آپ یار غار قدیم تا بعد ازاں وفادار دوست کو ہی شرف عطا ہوا۔ تو جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آخری دم تک پروانہ وار شمع جمال محمدی پر اپنی جان نثار کئے ہوئے تھے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ صلوٰۃ جنازہ رسول ﷺ سے غیر حاضر ہوں۔ سچ ہے۔

ایں سعادت بزور بازو است

تانا بخشندہ خدائے بخشندہ

دیگر آپ کے اس ارشاد سے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ مجھ پر صلوٰۃ جنازہ پڑھے گا۔ معلوم ہوا کہ آپ کی صلوٰۃ جنازہ عام لوگوں کی نماز جنازہ کی طرح نہ تھا۔ جو یہ اعتراض ہو سکے کہ صحابہ کرام نے آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ ورنہ یہ لازم آئیگا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی نماز جنازہ میں ”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا“ پڑھا تو اُس نے اپنے علاوہ کسی اور الہ سے دعائے مغفرت مانگی اور یہ کھلم کھلا کفر شرک ہے۔

لہذا ثابت ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر صلوٰۃ جنازہ پڑھی اس سے مراد ”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ“ اللہ تعالیٰ آپ کی ذات پر رحمت کاملہ تامہ نازل فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے فرشتوں نے رحمت کی دعا مانگی اور پر صحابہ کرام باری باری

آتے رہے داررحمتوں کے نزول (صلوٰۃ و سلام) کی دعا مانگتے رہے۔

آدم برسر مطلب:

شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ خلفائے ثلاثہ لالچی تھے۔ آپ کی نعش مبارک رکھی ہوئی تھی اور وہ اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ تو جو ابا گذارش ہے کہ خلیفہ کا مقرر کرنا۔ ہر مہم سے زیادہ مہم ہے۔ کیونکہ تمام انتظام دین اور دنیا اسی سے متعلق ہے اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ انور اگر ہفتہ تک رکھا رہتا تو اصلاً کوئی خلل متحمل نہ تھا۔ انبیاء علیہم السلام کے اجسام طاہرہ ہرگز نہیں بگڑتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بعد انتقال کھڑے رہے پورے ایک سال بعد دفن ہوئے۔ جیسا کہ شیعہ کی معتبر کتاب سے ثابت ہے۔ پس ملک الموت روح مطہر آنحضرت را قبض نمود بر ہماں حالت کہ بر عصا تکیہ دادہ بود ا پس مدتہا بعد از موت بہ ہماں ہیئت بر عصا تکیہ داشت۔ و مردم بسوئے او نظر میکردند کہ زندہ است

(حیاء القلوب جلد اول در بیان قصہ سلیمان)

ترجمہ: ملک الموت نے امر الہی سے آپ کی روح قبض کر لی۔ اسی حالت میں جب کہ وہ عصا پر ٹیک لگائے تھے۔ وفات کے بعد لمبی مدت تک اسی صورت عصا پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ لوگ ان کی طرف سے دیکھتے تھے تو خیال کرتے تھے کہ آپ زندہ ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے چہرے مبارک پر موت کا کچھ اثر نمودار نہ ہوا۔ آپ کا چہرہ مبارک بدستور سابقہ تر و تازہ تھا۔ جن و انسان آپ کو زندہ ہی خیال کرے تھے۔ تو ثابت ہوا کہ عام آدمی کی موت اور نبی کی موت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تو حضور اکرم کا جنازہ مبارک ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں تھا۔ جہاں اب روضہ پاک ہے۔ اُس سے باہر لے جانا نہ تھا۔ چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس

نماز اقدس سے مشرف ہونا تھا۔ ایک ایک جماعت آتی پڑھتی اور باہر جاتی۔ یوں یہ سلسلہ تیسرے دن میں ختم ہوا۔ اگر تین ماہ میں ختم ہوتا تو جنازہ اقدس یوں ہی رکھا رہتا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھا۔ بے عقلوں کے نزدیک اگر یہ لالچ کے سبب تھا تو سب سے سخت الزام حضرت علی المرتضیٰ ؑ پر ہے یہ تو لالچی نہ تھے اور غسل، کفن دفن کا کام بھی انہیں کے سپرد تھا۔ تو کیوں تین دن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔

تو معلوم ہوا کہ اعتراض بے معنی ہے اور جنازہ انور کا جلد دفن نہ کرنا ہی مصلحت دینی تھا۔ جس پر علی المرتضیٰ ؑ اور سب صحابہ ؓ نے اجماع کیا مگر ہنر پرچشم عداوت عیسے عظیم است۔ یہ خذلہم اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو ایذا نہیں دیتے۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں۔
توضیح: چونکہ حجرہ رسول میں جو کہ سیدہ عائشہ صدیقہ کا حجرہ مبارک تھا۔ زیادہ لوگوں کی گنجائش نہ تھی اس لئے دس آدمی داخل ہوتے تھے اور ان کے بعد پھر دس آدمی داخل ہوتے تھے۔ یہ وجہ ہے تین دن کی۔

(حیات القلوب جلد اول صفحہ ۳۷۰ در بیان قصہ سلیمان ؑ)

باب نمبر ۶

تحقیق قضیہ باغ فدک

سب سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ فدک چیز کیا تھی۔ مہدی عباسی نے امام موسیٰ کاظم سے کہا۔ اے ابوالحسن! اس (فدک) کا حدود اربعہ بتائیں۔

فَقَالَ لَهُ، الْمَهْدِيُّ يَا أَبَا الْحَسَنِ حَدَّهَا لِي فَقَالَ حَدُّ الْبَحْرِ
وَحَدُّ مِنْهَا جَبَلٌ أُحْدِرٌ وَحَدُّ مِنْهَا عَرِيشُ مِصْرٍ وَحَدُّ مِنْهَا سَيْفُ الْبَحْرِ
وَحَدُّ مِنْهَا دَوْمَةُ الْجَنْدَلِ فَقَالَ لَهُ، كُلُّ هَذَا قَالَ نَعَمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
هَذَا كُلُّهُ،

ترجمہ: خلیفہ مہدی نے امام کاظم سے کہا اے ابوالحسن اس فدک کا حدود اربعہ بتائیں۔ کہا اس کی حد بندی یہ ہے ایک طرف اس کے اُحد پہاڑ اور دوسری طرف عریش مصر تیری طرف طرف سیف البحر اور چوتھی طرف دومتہ الجندل ان چاروں اطراف کے اند تمام فدک ہے۔ فدک نہ ہو گیا ایک برا عظیم ہو گیا۔ (اصول کافی کتاب الحجۃ صفحہ ۶۸۳)

دوسری روایت ہارون الرشید نے امام موسیٰ کاظم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ فدک لیں میں آپ کو واپس دیتا ہوں تو حضرت نے انکار فرمادیا۔ جب ہارون رشید نے اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا۔ اگر خواہ مخواہ فدک تم مجھے دیتے ہو تو اس کے پورے حدود مجھ کو دو میں لیتا ہوں۔ ہارون نے کہا اس کے حدود ہیں۔ پس حضرت نے فرمایا اس کی حد اول عدن پس ہارون کا رنگ فق ہو گیا۔ اور حدود سمرقند ہے پس ہارون کا رنگ زرد ہو گیا۔ اور حد چہارم سیف البحرین سمندر کا کنارہ جو علاقہ جزائر آرمینیہ سے ملحق ہے۔ پس ہارون نے کہا ج پھر ہمارے لئے کیا رہ گیا۔ پس حضرت نے فرمایا میں نے تو تم کو پہلے کہا تھا کہ اگر میں تم کو محدود کر کے بتاؤں گا تو تم نہ دے سکو گے۔

شعبیہ صاحبان آپ غور کریں کہ امام موسیٰ کاظم فدک کو کس قدر وسیع فرماتے رہے ہیں۔ حالانکہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حکومت اسلامیہ اس قدر وسیع کہاں تھی۔ تو پھر ہم یہ کہے بغیر کیسے رہ سکتے ہیں کہ تمام شیعہ روایت آئمہ کرام پر بہتان و افتراء ہیں۔ اب اہل سنت کی تحقیق پڑھیے۔

وَمَا فَدَكَ وَهِيَ بِفَتْ الْفَاءِ وَالْمُهْلَةَ بَعْدَ كَافِ بَلَدِ بَيْنَهَا
وَبَيْنَ الْمَدِينَةِ ثَلَاثَ مَرَاخِلٍ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۱۵۱ مطبوعہ مصر)

یعنی فدک کی فاداردال دونوں زبر سے ہیں اور آخر میں کاف ہے ہے یہ ایک بستی ہے جس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان تین منزل کا فاصلہ ہے۔ لغت کی کتاب صراح میں ہے فدک بفتخین نام دیے از خیبر۔ کہ فدک بفتخین خیبر کا ایک گاؤں ہے۔

قاموس او منتخب میں بھی ایسا ہے لکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ فدک ایک بستی کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر تھی۔ فدک کے بارے میں شیعہ سنی علماء تمام اس پر متفق ہیں کہ

یہ مقام و موضع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں بغیر جنگ و جدال کے آیا۔ اور ایسا علاقہ یا مال فی کہا جاتا ہے۔

حوالہ نمبر ۱: عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَسْبَاطٍ قَالَ لَمَّا وَرَدَ أَبُو الْحَسَنِ مُوسَى عَلِيَّ الْمَهْدِيِّ..... فَقَالَ لَهُ؛ وَمَا ذَاكَ يَا أَبَا الْحَسَنِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَمَّا فَتَحَ عَلِيٌّ نَبِيَّهُ فَذَكَرَ وَمَا وَالَا هَا لَمْ يُوجِفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ

ترجمہ: علی بن اسباط سے مروی ہے کہ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مہدی عباسی کے پاس آئے تو وہ لوگوں کے غضب شدہ املاک واپس کرتا تھا۔ حضرت نے فرمایا ہمارے غضب شدہ مال کو بھی واپس دے دو۔ اُس نے کہا وہ کیا ہے یا ابوالحسن؟ آپ نے فرمایا جب اللہ نے اپنے نبی کو فدک پر فتح دی اور بغیر جنگ حاصل کیا۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ ۶۸۳ کتاب الحجۃ باب الغنی)

حوالہ نمبر ۲: صاحب معجم البلدان گفتہ فدک قریہ البیت میان حجاز آں قریہ راز کفار خیبر بود کہ بطریق مصالحت در تحت تصرف آں حضرت در آمدہ بود و بموجب دین الہی خالصہ حضرت رسالت پناہی شدہ بود۔ و در آںجا چشمہ آب رواں و درخت ہائے خرماسیاد بود۔

ترجمہ: معجم البلدان کے مصنف نے کہا کہ فدک حجاز میں واقعہ ایک گاؤں ہے مدینہ منورہ اور اس کے درمیان دو دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ اور بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ان دونوں کے ان دونوں کی مسافت تین دن کے فاصلہ کے برابر ہے یہ گاؤں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تصرف میں لائے جس کی خاطر کوئی جنگ نہ کرنا پڑی اور آپ کے تصرف میں آنے کے قبل یہ خیبر کے کفار کی ملکیت تھا۔ اور اللہ کے دین کے فیصلہ کے مطابق یہ موضع صرف اور

صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مخصوص ہوا۔ اس موضع میں ایک بہتا ہوا چشمہ اور کھجوروں کے بہت ہی درخت تھے۔ اسی لئے اس کو باغِ فُذَک کہتے ہیں۔ مجالس المؤمنین جلد اول در فُذَک ان ہر دو حوالہ جات سے بخوبی ثابت ہو گیا۔ کہ فُذَک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف کسی جنگ و جدل کے بغیر ہاتھ آیا۔ دوسرے یہ کہ مالِ غنیمت کے طور پر مقام و موضع بعد اس کے لوازمات کے صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف تھا۔ اس میں از روئے حکم خدا کوئی آپ کے ساتھ شریک نہ تھا۔ آپ اکیلے اس کے والی اور متصرف تھے۔ الحمد للہ!

فُذَک کے بارے تمام اختلافات کے باوجود ان روایات میں سے دو باتیں شیعہ حضرات تسلیم کر لیں۔

۱- وہ یہ کہ باغِ فُذَک وہ مال ہے جو بغیر جنگ و جدال بطور مصالحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ آیا۔

۲- جو مال اس طریقہ سے ہاتھ آئے اُسے مالِ فَنے کہتے ہیں۔ سورہ حشر میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْ جَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ وَرُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

(سورہ حشر رکوع ۴)

ترجمہ: اور جو مال حق تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان لوگوں سے بغیر لڑے عطا کیا ہے تو اُس پر تم نے گھوڑے دوڑائے ہیں اور نہ اونٹ۔ لیکن اللہ نے اپنے رسول کو جس جس پر چاہتا ہے مسلط فرمادیتا ہے۔ اور ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ (ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

فَذَكَ مَالٍ فَنِي مِّنْ سَمَاءٍ اَزْتَاخِ التَّوَارِيخِ

۳۔ وچوں فتح فذک نبیروئے سوارو پیاوہ نبود۔ تمامت خاص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

گشت وایں آئیہ مبارکہ دلالت براین معنی تواندا داشت

وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْ جَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ

وَأَلْأَ رِ كَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ، عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ

شَيْءٍ قَدِيرٌ ط

ترجمہ: جب فذک کی فتح سواروں اور پیادوں کی طاقت سے نہ تھی اس لئے تمام تر خاصہ پیغمبر ٹھہری اور یہ آئیہ مبارکہ اسی معنی پر حمل کرتی ہے۔ کہ کفار سے جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مال فنی دیتا ہے تو وہ ایسا (مال و علاقہ) ہے جس پر تم نے گھوڑے نہ دوڑائے ہوں اور نہ اونٹ مگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جس علاقہ میں چاہے تسلط دے دیتا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مرزا محمد تقی کی عبارت اظہر من الشمس ثابت ہو گیا کہ

علاقہ فذک پر فوج کشی نہیں کی گئی بلکہ بغیر جنگ کے صلح کے ساتھ یہ علاقہ اسلام میں

داخل ہوا۔ اور ایسے علاقے اور ایسے مال کو اللہ تعالیٰ کا قرآن اموال فنی قرار دیتا ہے۔

(تاریخ التوارخ زندگانی حضرت فاطمہ ذکر تفویض ضوابط فذک بفاطمہ نمبر ۸۳)

اس سے پہلے اصول کافی کی حدیث جلد اول صفحہ نمبر ۶۸۳

بروایت علی بن سباط کہ جب امام موسیٰ کاظم عباسی خلیفہ مہدی کے پاس آئے تو دیکھا

کہ وہ لوگوں کو غضب شدہ الماک واپس کر رہے ہیں۔ تو آپ نے کہا ہماری غضب ملک واپس

کیوں نہیں کر رہا۔ کہا وہ کونسی ہے اے ابوالحسن؟ کہا جب اللہ نے بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فتح

دی تو اس پر گھوڑے نہیں دوڑے۔

اس حدیث کی تفسیر اب صافی شرح اصول کافی سے اس حدیث کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

تشریح: اصول کافی کی حدیث میں ہے کہ امام موسیٰ کاظم نے خلیفہ مہدی کے دربار میں باغ فدک کی حقیقت بیان کرتے ہوئے جو یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

وَلَمَّا فَتَحَ عَلٰی نَبِيِّهِ فَدَكَ وَمَا وَالَا هَاوَلَمْ يُوجِفْ عَلَيْهِ
بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ

لَمْ يُوجِفْ: معلوم از باب افعال است و ضمیر مستتر راجع برسول است ”دوبا“ بتقدیر لم یوجف العسکر و اشارہ بقول اللہ تعالیٰ در سورہ حشر۔ مَا آفَاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ

ترجمہ: تو ان سے ان کی صاف طور پر مراد یہ تھی کہ باغ فدک بھی آیت فتنے میں داخل ہے۔ کیونکہ مال فتنے کی طرح اس کے حصول کیلئے جنگ و جدال نہ ہوئی۔ بلکہ کفار نے مخلص صلح کرتے ہوئے یہ جائیداد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف کر دی تھی۔

اہل اسلام کو جو اموال و املاک کفار سے حاصل ہوئی تھیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ مال غنیمت

۲۔ مال فتنے

مال غنیمت اس کو کہتے ہیں جو لشکر کشی اور لڑائی کے بعد حاصل ہو۔ اور مال فتنے اس کو کہتے ہیں جو لشکر کشی کے بغیر حاصل ہو۔ ہم اس جگہ مال فتنے کے مصارف از روئے قرآن بیان کرتے ہیں۔ جو اس وقت مسئلہ زیر بحث ہے۔

(سورہ حشر آیت نمبر ۷ ارشاد رب العزت ہے)

وَمَا آفَاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ

وَلِدَى الْقُرْبَى وَالْيَتَا وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَى لَا يَكُونَ ذُوْلَةً
مَبِيْنًا اَلْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کچھ علاقوں سے اپنے رسول کو جو کچھ مال فنی دیتا ہے۔ تو اس کا حقدار اللہ اس کا رسول، رسول کا رشتہ دار اور یتیم مساکین اور مسافرین ہیں۔ تاکہ یہ مال تم میں سے دولت مندوں کے درمیان نہ گھومتا رہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ اموال فنی ہوں ان میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حصہ ہے۔ حضور کے رشتہ داروں کا اُمت کے یتیموں کا اور مساکین اور مسافروں کا۔ اموال فنی میں ان تمام لوگوں کا حصہ دار بنانے کی حکمت بیان کر دی۔ تاکہ چند اغنیاء میں ہی گردش نہ کرتا رہے۔ اور سٹ کر چند افراد کے ہاتھوں میں نہ جمع ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ

كَى لَا يَكُونَ ذُوْلَةً بَيْنَ اَلْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ

کے مختصر جملہ میں اسلامی نظام معیشت کی روح اور اس کا خلاصہ بیان کر دیا گیا۔ سرمایہ دارانہ معیشت میں دولت سٹ کر چند افراد کے پاس جمع ہو جاتی ہے۔ اس لئے قبل از احتیاطی تدابیر اختیار کیں اور حفاظتی بند باندھ دیئے۔ اس طرح نہ دولت سٹے گی اور نہ قوم از حد امیر اور از حد غریب طبقوں میں بٹے گی اور نہ انہیں حسد و بغض کی آگ سلگے گی اور نہ وہ وقت آئیگا کہ غربت کے ماروں کا پیمانہ صبر چھلکنے لگے اور بے قابو ہو کر آمادہ بغاوت ہو جائیں۔ اور اپنے ہاتھوں اپنی قوم کے خون کے دریا بہادیں۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ بروایت معتزہ شیعہ حضرات کے اور تعریف قرآن کے مطابق جو مال یا علاقہ زمین بغیر جنگ و جدال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آیا۔ ایسا مال یا علاقہ مال فنی کہلاتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ فذک مال فنی میں سے تھا۔

اب یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ کس کی ملکیت ہوتا ہے اور اس کا مصرف کیا ہوتا ہے؟ ہم اس کا جواب کتب شیعہ ہی سے پیش کرتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۱:

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ مِيرَاثٍ مِنْ لَا

وَارِثٍ لَهُ، وَ هِيَ لِلرُّسُولِ وَ لِمَنْ قَامَ مَقَامَهُ، بَعْدَهُ

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”انفال“ ہر وہ چیز ہے جو دار الحرب سے بغیر لڑائی کے حاصل ہو اور ہر وہ زمین جسے اس کے مالک بغیر لڑائی کے چھوڑ کر چلے جائیں۔ اسی قسم کی زمین کو فقہاء ”فئے“ کہتے ہیں۔ غیر آواز زمین جنگلات، پانی کے راستے، بادشاہوں کی جاگیریں اور اس شخص کی وراثت جس کا کوئی وارث نہ ہو۔ یہ تمام اللہ اور اس کے رسول کیلئے ہیں اور رسول کے بعد اس کے لئے جو ان (رسول) کا قائم مقام ہو۔

(تفسیر صافی جلد اول صفحہ ۶۳۶)

حوالہ نمبر ۲:

سوم فئے است یعنی منجملہ اموالیکہ آئمہ و ولایة تصرف دارند، و آں مالے است کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدوں قتال و ایجاب خیل و رکاب و آں رسول را باشد در حال حیات وے۔ و بعد از وے کے را کہ قائم مقام وے باشد از آئمہ دین ایساں ہر کس را کہ خواہند ہند و ہر چہ صلاح باشد صرف نمائندہ و ایں قول امیر المؤمنین است

ترجمہ: تیسرے مال فئے ہے۔ یعنی من جملہ ان اموال کے کہ جن میں آئمہ اور والیوں حکومت تصرف رکھتے ہیں۔ یہ وہ مال ہوتا ہے جو کفار کی ملکیت سے مسلمانوں کے پاس بغیر حرب و ضرب کے منتقل ہو کر آجائے۔ اس کے مالک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے

ہیں۔ جب تک بقید حیات ہیں اور ان کی وفات کے بعد اس شخص کی ملکیت قرار پاتے ہیں جو پیغمبر کے قائم مقام آئمہ دین میں سے ہوتے ہیں۔ پھر یہ لوگ جسکو چاہیں اس سے عطا کریں اور اس کام پر خرچ کریں جو بہتر ہوتا ہے۔ یہی قول امیر المومنین کا ہے۔
(تفسیر منج الصادقین جلد ۹ صفحہ ۲۲۳)

زیر آیت مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ

مذکورہ آیت کی روشنی میں جب فذک مال فئے ٹھہرا تو اس کی ملکیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہوئی۔ اور اسکی آمدنی کا تصرف بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہوا۔ اور آپ کے وصال کے بعد جو شخص امام امت اور وائی مملکت اسلامیہ بنا۔ یہ جائیداد نیا بنے اس کے زیر تصرف آئی اور بھی اس کی آمدنی اُن ہی مدت میں خرچ کرنے کا پابند تھا۔ جن مدت پر سرور عالیشان علیہ الصلوٰۃ و السلام صرف فرمایا کرتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ مال فئے جب کسی کی ملکیت میں نہیں دیا جاسکتا اور نہ کوئی اس کا مالک بن سکتا ہے۔ تو فذک بھی کسی کی ملکیت نہ قرار پایا اور نہ ہی (اسکی ملکیت حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے بعد ابو بکر صدیق، عثمان غنی، علی المرتضیٰ، امام حسن رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کی طرف منتقل ہوئی۔ بلکہ اپنے اپنے دور خلافت میں یہ حضرات اس کے آئین ہو کر تصرف کرنے کا نیا بنے اختیار رکھتے تھے۔

اہلسنت و جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ اموال فئے یعنی فذک بھی اس کے حقدار بہت سی اقسام کے لوگ ہیں۔

فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا۔۔۔ حصہ ہے حضور کے رشتہ داروں کا۔ امت کے یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا۔ تو ان کو متعین کرنا ممکن نہیں۔ آج ایک لڑکا یتیم ہے تو کل

وہ بالغ ہو کر امیر ہو جاتا ہے۔ آج ایک شخص مسکین ہے تو کل وہ دولت مند بن جاتا ہے۔ جب تک پہلا یتیم تھا اور دوسرا مسکین تھا وہ ان اموال سے حصہ دار تھے۔ آج ان کی جگہ دوسرے لوگ جو یتیم اور مساکین اور مفلسین ہیں اور ناداری و غربت سے متصف ہیں وہ حصہ دار بن جائیں گے۔ یہی حال ذوی القربیٰ کا ہے اور یہی حکم ابن السبیل کا۔ جب صورت حال ایسی ہو تو وہ مال و اموال وقف کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور ان اموال و املاک کا انتظام خود حاکم وقت یا اس کی طرف سے مقرر کردہ شخص کیا کرتا ہے۔

۱۔ قرآن پاک کی رو سے مال فئے رسول کیلئے ہے اور وہ اس سے اپنا گھریلو خرچہ چلائیں۔ اسی طرح آپ کے رشتہ داروں کیلئے ہے اس میں سے انہیں بھی کچھ دیا جائے گا۔ اسی طرح سے مسلمانوں میں سے غربا، مساکین، یتامی اور مسافرین کیلئے ہے۔ گویا اس میں تمام اہل اسلام میں سے بیان کردہ حقداروں کا حق ہے۔

۲۔ قرآن کریم نے اسے تمام یتامی اور مساکین و مسافرین پر خرچ کرنے کا حکم اس لئے دیا ہے۔ تاکہ دولت مندوں کیلئے مختص نہ کر دیا جائے۔ اور غربا اور نادرا، مفلس فاقہ کش کا شکار نہ ہو جائیں۔ آپ ابھی گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ یہ مال رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار و تصرف میں ہوتا ہے۔ اور آپ اسے اللہ کے قرآن کے احکام کے مطابق اس کے فرمودہ مصارف پر خرچ فرماتے ہیں۔ اور اُ کے بعد آپ کے جانشین خلیفہ کے تصرف میں ہوتا ہے وہ اسے سنت نبوی اور حکم قرآن کے مطابق طے شدہ مصارف پر خرچ کرتا ہے۔ اور بلاشک و شبہ خلفائے راشدین اسی پر عمل کیا۔

خلفائے راشدین کا عمل فدک میں

۱۔ وَكَانَ يَأْخُذُ غَلَّتَهَا فَيَذُفُ إِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيهِمْ ثُمَّ فَعَلَتْ
الْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ كَذَلِكَ إِلَى أَنْ وَلِيَ مُعَاوِيَةَ

ترجمہ: ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ "فدک" کا غلہ وصول کرتے اور اہل بیت یعنی سیدہ فاطمہ و حسین کریم رضی اللہ عنہم کو ان کی ضرورت کے مطابق دے دیتے۔ اُن کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہوئے یہی عمل جاری رہا۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد پنجم صفحہ ۷۰ شیعہ)

۲۔ اہل تشیع کا مایہ ناز سید علی نقی فیض الاسلام میں لکھتا ہے۔ خلاصہ ابو بکر غلہ و سود آ نرا اگر
فتہ بقدر کفایت باہل بیت میداد و خلفائے بعد از او ہم بر آء اسلوب رفتار نمود اند تا زمان معاویہ
کہ مثلث آ نرا بعد از امام حسن علیہ السلام بمروان داد

ترجمہ: فدک کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کی آمدنی اہل بیت کو
ضرورت کے مطابق دے دیا کرے تھے اور دوسرے اہل خلیفوں یعنی حضرت عمر فاروق،
حضرت عثمان، حضرت علی الرضی رضی اللہ عنہم نے بھی اسی طریق پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ امیر
معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا زمانہ آ گیا تو اُس نے امام حسن علیہ السلام کو وفات کے بعد

ایک تہا ہی فذک میں سے مروان کو دے دیا۔

(شرح نوح البلاغہ جلد ۵ صفحہ ۹۶۹)

۳۔ وَكَانَ يَأْخُذُ غَلَّتَهَا فَيَدْفَعُ إِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيهِمْ ثُمَّ فَعَلَتْ
الْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ كَذَلِكَ إِلَى أَنْ وَلِيَ مُعَاوِيَةَ

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ "فَذَكَ" کا غلہ وصول کر کے اہل بیت کی ضروریات کے مطابق انہیں دیا کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی اسی پر عمل کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہی عمل جاری رہا۔ اور اس طرح اسلامی نظام معیشت کی برکتوں اور سعادتوں سے اسلامی معاشرہ بہرہ مند ہوتا رہا۔

(شرح نوح البلاغہ ابن حدید ج ۱۶ جلد ۴ ذکر مافعل ابو بکر فذک)

اب اس مسئلہ میں شیعہ صاحبان کا عقیدہ ملاحظہ کیجئے!

فَذَكَ جو فئے ہے یہ حضور کی ذاتی ملکیت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس کی وارث صرف حضرت فاطمہ الزہراء تھیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور آپ کو فذک سے محروم کر کے آپ کی حق تلفی کی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر کو ناراض کیا۔ اب اہل علم حضرات سے درخواست ہے کہ انصاف فرمائیے۔ جو شیعہ حضرات کہتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو آئیہ کریمہ یوں ہوتی۔

وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَهُوَ لِرَسُولِهِ

ترجمہ: کہ ان گاؤں والوں سے جو مال فئے حاصل ہو اس کا مالک اس کا رسول ہے۔

بات ختم ہو جاتی اور کسی کو چون و چرا کی مجال نہ رہتی۔ لیکن قرآن پاک کی آیت

کریمہ اس طرح نہیں بلکہ وہاں تو

لِلرُّسُولِ وَلِلَّذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَإِنَّ السَّبِيلَ

کی لمبی چوڑی عبارت بھی موجود ہے اب معترض اپنے دل سے پوچھیں کہ کیا یہ الفاظ قرآن کا حصہ نہیں؟ شیعہ صاحبان جب تک قرآن کو اپنے معبود برحق کا کلام مانتے ہیں پھر ان بے معنی الزامات کا کیا جواز۔ اگر شیعہ روایات اور ان کے عقیدہ کے اعتبار سے وَلِلَّذِي الْقُرْبَىٰ سے مراد صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ جیسا کہ امام جعفر صادق سے روایت ہے۔

لَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ وَابِ ذِ الْقُرْبِ حَقَّهُ

ترجمہ: اور حدیث تفسیر صافی سے حقہ مراد خاص فذک تو یہ بات بھی نہیں بنتی کیونکہ واڈ عطف کے ذریعے ذ القربی کے مساکین او ابن السبیل کو بھی اللہ تعالیٰ نے شامل کیا ہے۔ اس واسطے آیت ذ القربی حقہ والمساکین وابن السبیل کا ترجمہ یوں ہوا کہ اے نبی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور مسکینوں اور مسافروں کو فذک دے دو۔ معلوم ہو گیا کہ اس حدیث کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی فذک میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تہا نہی۔ یعنی اکیلی نہیں بلکہ آپ کے ساتھ مساکین اور مسافر بھی شریک ہیں۔ اور چونکہ مسکینوں اور مسافروں کی تعداد نہایت ہوتی ہے۔ یعنی ان کے افراد غیر متناہی اور غیر متعین ہوتے ہیں۔ جن کا کوئی شمار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے فذک کی تقسیم رقبہ کے اعتبار سے ناممکن تھی۔ ہاں پیداوار اور آمدنی کے اعتبار سے اس کی تقسیم ہو سکتی ہے۔ یعنی اس کی آمدنی سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اخراجات پورے کئے جائیں۔ نیز اس کی آمدنی سے مسکینوں اور مسافروں اور یتیموں کی خدمت کی جائے۔ اسے ہی تو وقف کہتے ہیں اور یہی دستور بیت المال کا ہے۔ پھر وہی بات بن گئی جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی آنسور کی اہلیت کا خرچ فذک کی آمدنی سے پورا کیا جائیگا۔ خود آراضی فذک کو تقسیم نہیں کیا جائیگا۔

اگر بفرض محال ایک لمحہ کیلئے یہ مان لیا جائے۔ اگر چہ ایسا ماننا قرآن تعلیمات کے

خلاف ہے اور حکم خداوندی کی صریح نافرمانی ہے۔ کہ فذک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان املاک کی حیثیت ایسی جو ورثہ میں بانٹ دی جاتی تو پھر بھی غور طلب بات ہے کہ وراثت کا حق اکیلی سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو کیسے پہنچتا ہے۔ اس میں تو سارے وارث حق دار ہونگے۔ حضرت عباس امہات المؤمنین اور دیگر ورثہ بھی شریک ہونگے۔ صرف اکیلی سیدہ سلام اللہ علیہا کو وارث تسلیم کرنا اور باقی ورثہ کو محروم کر دینا۔ متعدد آیات قرآنی کی صریح خلاف ورزی ہے جو کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ ہم سیدہ بتول کے بارے میں اس کا تصور تک نہیں کر سکتے۔

جب شیعہ حضرات کے یہاں بھی قدم نہیں جتے۔ یعنی ان حقائق کا ان کے پاس جواب نہیں تو پھر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باغ فذک اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو ”ہبہ“ کر دیا تھا اور انہوں نے اسے قبول کر لیا تھا۔ اس لئے باغ فذک وغیرہ کی واحد حقدار حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں۔ شیعہ صاحبان غور فرما کر بارگاہ رسالت میں یہ کتنی بڑی گستاخی ہے۔

اس کا مطلب تو معاذ اللہ یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باقی تمام ورثہ کو وراثتی حصہ سے محروم کرنے کیلئے باغ فذک اپنی حیات طیبہ میں ہی حضرت سیدہ کو دے دیا اور دوسرے وارثین کو محروم کر دیا۔

ہوش کے ناخن لو اس گئے گذرے زمانے میں بھی اگر کوئی شخص ایسا کام کرتا ہے کہ اپنے ایک وارث کے نام ساری جائیداد کا انتقال کر دیتا ہے۔ تو اس کے اس عمل کو انتہائی مذموم اور صریح ظلم قرار جاتا ہے اور اس کی اس بات سے سارے خاندان کا امن و سکون برباد ہو جاتا ہے۔ اور ان میں دنگا فساد خون ریزیوں کا مقدمہ بازیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ خدا را سوچئے وہ نبی برحق جو آیا ہی دنیا سے ظلم زیادتی مٹانے کیلئے تھا۔

وہ رحیم و کریم رسول جو دنیا سے جبر و استبداد مٹانے اور عدل و انصاف کا علم بلند کرنے کیلئے تشریف لائے تھے۔ تو ایسے رؤف الرحیم نبی کے بارے میں ایسا تصور تک بھی کرنا انتہائی رذالت اور کمینگی ہے یہ دراصل حب اہل بیت کے روپ میں ناموس رسالت پر حملہ آور ہونے کے مترادف ہے۔

ہبہ فدک کے بطلان پر ایک اور دلیل:

فدک کا علاقہ ایک وسیع و عریض خطہ تھا۔ جس زر خیز زمین اور سرسبز باغات کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا بقول ملا باقر مجلسی اس کی سالانہ آمدنی چوبیس ہزار دینار تھی یعنی اس وقت کے حساب کے مطابق تقریباً اڑھائی لاکھ روپے۔

بقول شیعہ حضرات یہ خطہ سیدہ فاطمہ الزہرا ہبہ کر دیا تھا۔ اور ان کے تصرف میں تھا کہ علامہ الدھر ملا باقر مجلسی شیعہ نے حیات القلوب صفحہ ۴۳۴ جلد دوم در بیان کیفیت فدک (تحریر کیا ہے کہ پس صحابہ راطلیہ در حضور ایشاں اموال را با الماک فدک تسلیم حضرت فاطمہ کرد۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ما لبہا را بر مسلمانان قسمت فرمود و ہر سال قوت خود را از فدک بر میداشت اور علاوہ الماک فدک کے اور بھی سات باغ ام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا روایت سے سیدہ کی ملکیت میں دیئے گئے۔

فَلَمَّا قَبِضَ جَاءَ الْعَبَّاسُ يُحَاصِمُ فَاطِمَةَ فِيهَا فَشَهِدَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وغيره، انہا وَقَفَ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَهِيَ الدُّلَالُ وَالْعِقَافُ وَالسُّنَى
وَالصَّافِيَةُ وَمَا لَامَ اِبْرَاهِيمَ وَالْمَيْشَبُ وَالْبَرْقَةُ

ترجمہ: پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سات باغات کے بارے میں جھگڑا کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی

اللہ عنہ وغیرہ نے ان کے بارے میں شہادت دی۔ کہ یہ سب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو وقف کر دیئے گئے ہیں وہ سات باغ یہ ہیں دلال۔ عفاف۔ حنی۔ صافیہ۔ مالام ابراہیم۔ میشب۔ برقہ فروع کافی جلد ہفتم کتاب الوصایا باب صدقات النبی صفحہ ۴

ان ہر دو جائیدادوں کے علاوہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اراضی اور باغات بھی ان کے زیر قبضہ و تصرف میں تھے اور یہ بھی ہے کہ آپ نے خیبر کا سارا خنس بھی سیدہ فاطمہ کو دے دیا تھا۔ ان تمام باتوں سے معلوم۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فذک بھی سیدہ کو دے دیا جس کی آمدنی لاکھوں روپیہ سالانہ کی تھی اور اس کے علاوہ سات باغات بھی سیدہ فاطمہ کو عطا فرمائے۔ خیبر کا سارا خنس بھی اپنی لخت جگر کو دے دیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اراضی اور باغات بھی ان کی ملک تھے۔ توشیحہ حضرات خدا را سوچو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ الزاہر رضی اللہ عنہا کو اتنی بڑی جائیداد کی مالکہ وارثہ بنا دینا کیا قرآن پاک کی اس آیت کے خلاف نہیں تھا؟ سورہ حشر آیت نمبر ۷

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ..... كُنِيَ لَا يَكُونُ ذُوْلَةَ الْاِغْنِيَاءِ

منکم اس سے واضح ہو گیا کہ اموال فئی ہوں۔ ان میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حصہ ہے اور آپ کے رشتہ داروں کا اور امت کے یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا۔

تو اموال فئی میں ان تمام لوگوں کو حصہ دار بنانے کی حکمت ساتھ ہی بیان فرمادی۔ تاکہ مال چند اغنیاء میں ہی گردش نہ کرتا رہے۔ اور سٹ کر چند افراد کے ہاتھوں میں جمع نہ ہو جائے۔

تو اس آیت کریمہ کے ہوتے ہوئے اتنی بڑی جائیداد کسی ایک شخص کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عطا فرمادینا۔ در پردہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی ذات پر یہ الزام لگانا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ الہ کنبہ پرور، خود غرض اور احکامت خداوندی کی پرواہ نہ کر نیوالے تھے۔ حقائق پر غور کیجئے اور صحابہ کرام کی منگھستی ملاحظہ کیجئے۔ (آیت نمبر ۹۲ پارہ ۱۰)

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتُّوْكَ لِيَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أُجِدُّ مَا أَحْمِلُكُمْ

عَلَيْهِ تَوَلَّوْا أَوْ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ

ترجمہ: اور نہ ہی ان صحابہ پر کوئی گناہ کا بوجھ ہے کہ جب وہ تمہارے پاس اس غرض سے آئے کہ تم کو جہاد میں شرکت کیلئے ہمیں کوئی سامان اور سواری عنایت کیجئے۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ تمہارے لئے سامان و سواری کا انتظام میرے پاس نہیں ہے یہ سن کر وہ غریب صحابہ ایسی حالت میں واپس لوٹے کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش جاری تھی۔ یہ اسلئے ہوئی کہ ان بیچاروں کے پاس اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے کچھ بھی میسر نہ تھا۔ اہل بیت رسول اللہ کو اللہ نے دنیاوی مال و دولت اور زیب و زینت سے منع فرمایا۔

(آیت نمبر ۲۸ پارہ ۲۱)

فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا

ترجمہ: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی بیویوں کو فرمادیں۔ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی زینت کی تمنا رکھتی ہو تو چلو تمہاری تمنا پوری کئے دیتے ہیں۔ اور تمہیں اچھے طریقے سے اپنے سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔ اور اگر تمہاری خواہش (دنیوی ساز و سامان کی بجائے) اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کا حصول ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے نیکوکاروں کیلئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ

كُم تَطْهِيرًا

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ اے اہل بیت تم سے مال دولت کی حب دور کر کے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دارِ آخرت کی محبت کے بلند مقام مرتبہ سے تم کو

نوازدے۔ غور کرو یہ قرآن ہے۔ جب ازواج مطہرات نے سامان دنیا کا تھوڑا سا مطالبہ کیا تو اس کو اللہ اور اس کے رسول نے اچھا نہ سمجھا۔ اور اس مبغوض و مذموم دنیا کی حرص ان کے دل سے نکال کر طہارت قلبی عطا فرمائی۔ تو کیا سیدہ خاتون جنت کیلئے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ملعونہ اور قابل مذمت کو پسند فرما کر انہیں عطا کر دیا۔ اور جس غربت و فقر کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے لئے باعث فخر کہیں (الفقر الفخری) اس سے سیدہ کو کوسوں دور رکھیں اور جب سونے کے پہاڑ اللہ نے آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کو دینے چاہے لیکن آپ نے منظور نہ کیا اور پارہ ۱۰ آیت ۹۲ سے ثابت ہو گیا کہ اصحاب صفہ و اعراب مہاجرین جن کے پاس جہاد فی سبیل اللہ کیلئے ضروری سامان و خوراک بھی نہ ہو اور دوسری طرف سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کروڑوں کی جائیداد حضرت خاتون جنت کو عطا فرمادی۔ کیا اتنی بڑی جائیداد سیدہ خاتون جنت کیلئے ثابت کرنوالے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں۔

شیعہ حضرات ایک طرف تو سیدہ خاتون جنت کی محبت کے دعویٰ میں اور دوسری طرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض و عداوت میں اس قدر حواس باختہ نظر آتے ہیں کہ خود اپنی کتابوں میں اس واقعہ کی طرف ان کی نظریں نہیں اٹھتیں۔ بسند معتبر از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است کہ حضرت رسالت ﷺ مقرر فرمود کہ ہر چہ خدمت بیرون در باشد از آب و ہیزم آوردن و امثال آنها حضرت امیر المومنین بجاہ آورد و ہر چہ خدمت اندرون خانہ باشد از آسیا کردن و نان و طعام بختن و جاروب کردن و امثال لہنہا با حضرت فاطمہ باشد

ترجمہ: بسند ہائے معتبر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ خدمت باہر کی مثلاً لکڑی اور پانی لانے کی جناب امیر کریں گے۔ اور چکی چلانا اور کھانا سالن پکانی اور گھر میں جھاڑو دینا یہ سیدہ کے ذمہ ہوگا۔ (جلا العیون صفحہ ۱۱۵)

باسانید معتبرہ کردہ اندکہ روزے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بخانہ جناب فاطمہ
 ورا مد فاطمہ جلمہ پوشیدہ بود از جامہ ہائے شتر۔ بدست خود آسیاے کرد ایند و در آں حالت فرزند
 خود را شیرے داد چوں حضرت اورا ہاں حالت مشاہدہ کرد۔ آب از دیدہ ہائے مبارکش رواں شد
 ترجمہ: ایک روز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے وہ اونٹ
 کی کھال کا جامہ پہنے اپنے ہاتھ سے چکی پیس رہی تھیں اور ساتھ ہی اپنے فرزند کو دودھ پلا رہی
 تھیں۔ جب رسول خدا نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس حال میں دیکھا تو آنسو چشمہائے مبارک
 سے رواں ہوئے۔

۳۔ بسند معتبر از حضرت امیر المومنین روایت کردہ است کہ آنحضرت مرمود کہ فاطمہ
 الزہرا محبوب ترین مردم بودند حضرت رسالت و آں قدر آب از مشک آورد کہ در سینہ او اثر کرد
 و آنقدر آسیا گرد ایند کہ دستہائش مجروح کرد۔ و آنقدر خانہ راجاروب کرد کہ جامہ ہائش سیاہ شد
 بسبب حضرت ایں خدمت ہاں قدر آگ سلگائی کہ کپڑے سیاہ ہو گئے۔ ہاں حضرت ضرار
 شدیدے رسیدن روزے باو گفتم کہ برو از پدر خود سوال کن کہ برائے تو کنیز کی بخرد۔

ترجمہ: بسند معتبر جناب امیر سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ کی
 محبوب ترین مردم تھیں۔ اور اس قدر پانی کے مشکیزے اٹھائے کہ سینہ مبارک سے اثر ایذا کا
 ظاہر ہوا۔ اور اس قدر چکی پیسی کہ ہاتھ زخمی ہو گئے اور اس قدر جھاڑو دیا کہ کپڑے سیاہ ہو گئے۔
 لہذا کثرت کاروبار سے سیدہ کو تکلیف ہوتی۔ میں نے ایک روز کہا کہ اپنے بزرگوار کے پاس
 جاؤ اور عرض کرو کہ مجھے کام کام کے لئے ایک کنیز مول لے دیجئے۔

(جلا العیون صفحہ ۱۱۶)

نوٹ: شیعہ حضرات کے مجدد علامہ الدھر کی تحریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جناب امیر نے
 رسالت مآب کے فرمان کو پورا نہ کیا۔ خط کشیدہ عبارات کو غور سے نمبر کی عبارت معلوم ہوتا

ہے کہ پانی لکڑی کی خدمت جناب امیر کریں گے۔ مگر نمبر ۳ کی خط کشیدہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانی کے مشکینزے اس قدر اٹھائے کہ سینہ مبارک سے اثر ایذا ظاہر ہوئی۔ ایسی روایات شیعہ حضرات کو مبارک ہو۔ آئیے اب اصلی مطلب کی طرف

جب حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیہا نے اپنے گھریلو کام کاج میں ہاتھ بٹانے کیلئے کنیز کا سوال کیا تو بارگاہ نبوی سے لوٹنے کی بجائے فاطمہ گفت اے پدر من طاقت خدمت خانہ ندام خادے از برائے من بگیر کہ مرا خدمت کند و مرایاری کند در امور خانہ فرمود اے فاطمہ نئے خواہی چیزے کہ از خادم بہتر باشد۔ امیر المومنین گفت بگو بلے۔ فاطمہ گفت اے پدرے خواہم آنچه بہتر است از خادم حضرت فرمود کہ ہر روز سی و سہ مرتبہ سبحان اللہ وی و سہ مرتبہ الحمد للہ وی و چہار مرتبہ اللہ اکبر بگو۔

خلاصہ کلام: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ایما پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کنیز یعنی لوٹنے مانگنے کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے فاطمہ میں تمہیں لوٹنے سے بہترین تحفہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کہو ہاں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے پدر بزرگوار میں چاہتی ہوں کہ وہ چیز جو خادم سے بہتر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سونے لگو تو ہر روز ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر کا ورد کر لیا کرو۔

(جلا العیون صفحہ ۱۳۲)

اگر بقول شیعہ آپ اتنی بڑی جائداد کی مالک تھیں تو اس خداداد دولت سے آپ کئی لوٹیاں خرید سکتیں تھیں۔

غزوہ تبوک کا ذکر ہے کہ جو کہ بالاتفاق خیبر وفدک کے بعد کا ہے ۷ ہجری میں جب خیبر فتح ہو گیا اُس کے بعد غزوہ تبوک واقعہ ہے۔ غالباً ۸ ہجری کا جیسا کہ ملا باقر مجلسی حیات

القلوب جلد دوم صفحہ ۳۸۵ پر قطر از ہے۔

در ماہ رجب سال ہشتم ہجرت متوجہ جنگ تبوک گردید۔ تو اس وقت سیدہ یقیناً آپ اتنی بڑی جاگیر کی مالکہ تھیں۔ اور مسلمانوں کی حالت مالی طور پر نہایت مندوش تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کی تیاری کیلئے مالی قربانی پیش کرنے کا اعلان کیا تو حضرت عثمان ہزاروں دینار اور سینکڑوں اونٹ سامان سے لادے ہوئے اور ایک ہزار مشقال سونالے کر بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔ دیکھو تاریخ التواریخ

لا جرم عثمان بن عفان کہ اس وقت دویت شتر و دولت اوقیہ چاندی سیم از بہر تجارت شام بساز کردہ بود۔ ہمت بحضرت رسول آورد برائے تجمیز لشکر پیش خدمت داشت پیغمبر فرمود لا۔ بصر عثمان ماعل بقدھذا۔ و بروائے سی صد شتر با ساز و بزرگ و ہزار مشقال زر سرخ حاضر کرد پیغمبر فرمود۔ اللهم ارض عن عثمان فانی عنہ راض و نیز گفتہ اندازی ہزار تن لشکر کہ سفر تبوک کردہ بود بہرہ را عثمان تجمیز کرد۔ علماء عامہ از بہر او چنین حدیث کنند کہ پیغمبر فرمود۔

من جہز جيش العسرة فله الجنة فجهزها عثمان

عمر بن خطاب گوید کہ من خود اندک شیدم کہ امروز برابر ابو بکر سبق گرم و یک نیمہ مال خود را بحضرت رسول بردم تا کار لشکر بسازد فرمود یا بن الخطاب! از بہر اہل خود چہ ذخیرہ نہادہ ای؟ عرض کردم ہم بدیں مقدار برائے اہل خویش ذخیرہ نہادہ ام

ایں ہنگامہ ابو بکر برسید و اندوختہ خویش را ہمت پیش داشت پیغمبر فرمود از برائے اہل خود چہ نہادہ ای؟ عرض کرد اذ خرت اللہ و رسوله، یعنی خدا و رسول را بہر ایشاں ذخیرہ نہادم

(فآخ التواریخ جلد ۳ صفحہ ۱۱۸ از زندگانی رسول اللہ ﷺ)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اسوقت بائیس اونٹ اور بائیس اوقیہ چاندی تھی جو انہوں نے شام کی طرف تجارت کی غرض سے تیار کر رکھا تھا۔ یہ تمام سامان انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر حاضر کر دیا۔ تاکہ لشکر اسلام کی تیاری میں صرف ہو سکے۔ اس امداد کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان اس کے بعد جو بھی عمل کرے گا اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یعنی یہ اس عمل کی بنا پر جنتی ہو گئے۔ چاہے اب کچھ کرتے پھریں۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین سواونٹ بمعہ سازو سامان کے لدے ہوئے اور ایک ہزار مشقال سونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی۔ اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ تیس ہزار کے اسلامی لشکر کہ جس نے غزوہ تبوک میں شرکت کی اس میں۔ دو حصوں (بیس ہزار) سپاہیوں کی خوراک و ضروریات کی ذمہ داری حضرت عثمان نے اٹھالی۔ علماء کہتے ہیں کہ جس نے غزوہ تبوک کیلئے سامان جنگ اور دیگر ضروریات میں مجاہدین کی مدد کی اس کیلئے جنت واجب ہے۔ سبحان اللہ حضرت عثمان غنی نے یہ سب کچھ کیا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ میں اس غزوہ میں مالی طور پر امداد دینے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ جاؤں گا۔ میں نے اپنا آدھا مال و متاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کر دیا تاکہ آپ لشکریوں پر صرف فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اے عمر! اپنے گھروالوں کیلئے کیا چھوڑ آئے؟ عرض کیا حضور جتنا حاضر خدمت کر دیا اتنا ہے گھر میں چھوڑ آیا ہوں۔

اسی دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور اپنی تمام پونجی حضور کے قدموں میں ڈھیر کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا اپنے گھروالوں کیلئے کیا چھوڑ

ہے؟ عرض کی اُن کیلئے اللہ اور اس کے رسول کا عظیم الشان ذخیرہ چھوڑ کر آیا ہوں۔

ان حضرات کے علاوہ دیگر صحابہ نے بھی دل کھول کر خوب ایثار و قربانی کی مثالیں پیش کیں۔

کیا آپ کوئی ایسی روایت دکھا سکتے ہیں کہ حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیہا نے بھی اس میں کوئی حصہ ڈالا ہو۔ ایسا بھی نہیں کہ اتنا مال اکٹھا ہو گیا کہ ضرورت ہی نہ رہی۔ بلکہ قرآن پاک صاف بتا رہا ہے کہ بعض مجاہدین میدان جنگ میں جانے کے لئے حاضر ہوئے لیکن سواری کا انتظام نہ ہو سکا۔

پارہ ۱۰ آیت نمبر ۹۲ میں یہ الفاظ غور سے پڑھیے۔ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ

میرے پاس تمہاری سواری کیلئے کوئی جانور نہیں ہے۔ ناچار انہیں واپس ہونا پڑا۔ اس وقت ان کے رنج و غم کی یہ حالت تھی کہ انکی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تَوَلَّوْا أَوْ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا وَّهَلْ يَرَوْنَ إِلَّا اللَّهَ تَعَالَىٰ فَهِيَ فِي الْيَوْمِ الْغَافِلَةُ۔ انکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔ اللہ اللہ یہ صحابہ کرام کا جذبہ جہاد جس کی خداوند کریم خود شہادت دیتا ہے۔

اب دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا اتنی جاگیر کی مالکہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے کیلئے تیار نہ تھیں۔ مگر اس بات کو کوئی صاحب ایمان ماننے کیلئے تیار نہیں کہ جس گھرانے سے دنیا نے جو دو کرم، بخش و عطا کا سبق سیکھا ہو۔ وہاں بخل و کجوسی کا کیا گزر۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب اور اس کے اہل بیت اور اولاد پاک کو دنیا کی لذتوں سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ آخردم تک کئی کئی دن فاقے سے گذرتے، کئی کئی دن

چولھے میں آگ نہ جلتی تھی۔ اب ان روشن حقائق کے سامنے اس کذب و افترا کا پردہ چاک نہیں ہو جاتا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کو تمام دوسرے وراثتی حقداروں کو محروم کر کے اتنی بڑی جائیداد لاکھوں کی جاگیر اپنی بیٹی کو ہبہ کر کے مالکہ بنا دیا۔ محبت کے بلند بانگ دعوے کے شور و غل میں ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم التجیہ والشا اور عظمت المل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو داغدار کرنا ان ہی دوستوں کو وطیرہ ہے۔

شیعہ حضرات کا یہ دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں باغ فدک جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو ہبہ کر دیا تھا۔ تو ہم ہبہ کی تردید میں کافی حقائق گذشتہ اوراق میں کر چکے ہیں۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایات شیعہ و سنی جس سے وہ ہبہ کا ثبوت گزارتے ہیں ان کا جائزہ لیا جائے۔ پہلے شیعہ روایت لیجئے۔

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ لَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ وَاتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ، وَالْمَسْكِينِ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَبْرِيلُ قَدْ عَرَفْتُ الْمَسْكِينِ مَنْ ذُو الْقُرْبَى قَالَ هُمْ أَقَارِبُكَ فَدَعَا حَسَنًا وَحَيْنًا وَفَاطِمَةَ صَلَوَاتِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ فَقَالَ أَنْ رَبِّي أَمَرَنِي أَنْ أَعْطِيَكُمْ مِمَّا آفَاءَ اللَّهُ عَلَيَّ فَأَعْطَيْتُكُمْ فَذَكَ

ترجمہ: یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ نے واتِ ذَا الْقُرْبَى وَالْمَسْكِينِ اُتاری تو رسول اللہ نے فرمایا۔ اے جبریل مسکین تو میں نے پہچان لئے بتائے ذالقرنی کون ہیں؟

جبریل نے جواب دیا کہ وہ آپ کے رشتہ دار ہیں جو زیادہ قریبی ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین اور فاطمہ کو بلایا اور کہا کہ میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ مال فتنے میں سے میں تم کو عطا کروں اور فدک تم کو دے دوں۔

اہل سنت کی کتابوں میں یہ روایت تفسیر درمنثور، کنز العمال، معارج النبوة وغیرہ میں ملتی ہے۔ ناظرین کرام کسی روایت کی صحت پر کھنے کی سب سے اعلیٰ اور اولین کسوٹی قرآن پاک ہے جو روایت قرآن پاک کے مطابق ہو اسے قبول کر لو خواہ وہ روایت کسی ہو۔ اور جو روایت قرآن پاک کے مخالف ہو وہ خواہ کیسی معتبر ہو موضوع اور باطل ماننی پڑے گی۔ اور یہ شیعہ سنی کا مسلمہ اصول ہے۔

(اصول کافی صفحہ ۷۶ بات بست و سوئم)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللَّهِ فَخُذُوهُ وَمَا

خَالَفَ كِتَابَ اللَّهِ فَدَعُوهُ

ترجمہ: جو حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو مان لو اور جو حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہو اسے چھوڑ دو۔ تو اب اس بہہ والی روایت جو اوپر بیان ہوئی ہے کو قرآنی کسوٹی پر پرکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت موضوع اور باطل ہے اور قرآن کے ساتھ ٹکراتی ہے۔ کیونکہ یہ آیت ذات ذوالقربیٰ حقہ بالاتفاق شیعہ و سنی کمی ہے کیونکہ یہ آیت سورہ بنی اسرائیل میں ہے جو کہ کمی ہے۔ یعنی یہ آیت ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ اور اس بات پر بھی تمام کا اتفاق ہے۔ کہ باغ فدک ہجرت کے ساتویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آیا۔ تو اب یہ کہا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فدک فتح کیا تو یہ آیت ذات ذوالقربیٰ نازل ہوئی۔ اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے فدک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آچکا تھا۔ حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوا۔ پس واضح ہو گیا کہ شان نزول کی یہ روایت موضوع ہے۔ یا ر لوگوں کی گھرت ہے انہوں نے گھڑ کر امام موسیٰ کاظم کے ذمہ لگا دی۔ یہ جو روایت میں ہے کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فدک اُن کے حوالے کیا۔ اس سے بھی اس روایت کا جھوٹا ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ۲ ہجری میں ہوئی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ۳ ہجری کو ہوئی۔ اصول کافی صفحہ ۱۷۵ لہذا جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت تو ابھی امام حسن اور امام حسین پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر فدک حوالے کیا۔

یہاں شیعہ حضرات یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ آیت خواہ مخواہ خلفائے ثلاثہ نے سورہ بنی اسرائیل میں ٹھونس دی ہے حالانکہ آیت مدنی ہے۔ لیکن وہ امام محمد باقر کے اس قول کو نہیں ٹھکر سکتے۔

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَنْزَلَ عَلَيْهِ فِي سُورَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَكَّةَ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ط إِلَىٰ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا (اصول کافی باب الکفر والایمان)

یعنی خداوند تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ شریف کے اندر سورہ بنی اسرائیل میں وَقَضَىٰ رَبُّكَ سے لیکر خیراً بصیراً تک نازل فرمایا اور آیت وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ بھی انہی آیات میں ہے تو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ آیت ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی تھی اگر ہبہ فدک کی روایات پر اور کوئی بحث نہ کی جائے نہ کوئی دلیل پیش کی جائے تو بھی یہ دلیل کافی ہے کسی لحاظ سے کم نہیں۔

ولمناقضہ ہبہ وگواہی دادن ام ایمن و حسن و حسین پس باطل محض است بیچ جا رو آئے باں صحیح شدہ ترجمہ: باغ فدک کا سیدہ فاطمہ الزاہرہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کرنا اور ام ایمن اور حسین کریمین کا ہبہ کے متعلق گواہی دینا سوائے کذب و افتراء کے اور کچھ نہیں۔ خواہ وہ روایت درمنثور میں ہے یا معارج النبوة کنز الاعمال میں ہے محض باطل ہے۔ (قرۃ العینین صفحہ ۲۳۰)

روضۃ الصفا۔ حبیب السمر وغیرہ کتب تواریخ شیعہ میں سے ہیں۔

اگر ہبہ فدک کی اس روایت کو جو صفحہ نمبر ۴۴ پر بحوالہ تفسیر صافی ہم نے تحریر کی ہے کو مست تسلیم کیا جائے تو لازم آتا ہے کہ آیت ذالقرنیٰ ۱۱۱ میں خطاب خاص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو۔ حالانکہ اس آیت میں خطاب آنسور و عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز نہیں لیا جاسکتا۔ کیونکہ اس آیت کا دوسرا جملہ یہ ہے۔

وَابِ ذَالْقُرْنِيِّ حَقَّهُ، وَالْمُسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَلَا تُبَدِّرْ تَبْدِيرًا

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا اور مسکین اور مسافر کو فدک دے دو۔ اور نہ فضول خرچی کر۔ خط کشیدہ جملے سے تو ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مخاطب نہیں ہیں کیونکہ آپ سے تو فضول خرچی ممکن ہی نہیں اور نہ ہی کا مدار امکان فعل ہوا کرتا ہے۔ اور پھر جملہ آگے یوں ہوں۔

إِنَّ الْمُبَدِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ . وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ

كَفُورًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۷ ترجمہ شیعہ کی کتاب سے)

ترجمہ: فضول خرچی مت کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والے یقیناً شیطانوں کے بھائی ہیں (اور دوزخ میں ان کے ساتھ ہوں گے) اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکری کرنے والا ہے۔ گناہان کبیرہ جلد چہارم تالیف شہید محراب رضی اللہ عنہما سید عبدالحسین دست غیب مکتبہ بیت سی ۱۲ رضویہ سوسائٹی کراچی۔

تو ثابت ہوا کہ فضول خرچی کا کام آپ سے ممکن ہی نہیں۔ اس لئے آپ اس نہی کے مخاطب ہی نہیں۔ پس اگر حدیث ہبہ فدک کو صحیح تسلیم کیا تو لازم آتا ہے کہ اس آیت میں آپ کو خطاب ہو۔ اور آپ کو اس آیت میں خطاب نہیں ہو سکتا تو نتیجہ یہ نکلا یہ حدیث صحیح نہیں

مقین صریح طور پر پایا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اگر مطالبہ فدک میراث پر مبنی ہے تو ہبہ کی روایات باطل اور من گھڑت ہیں۔ اگر یہی مطالبہ ہبہ پر مبنی ہے تو قصہ میراث باطل ہے۔ دیگر روایت اصول کافی کا ملاحظہ کیجئے۔

فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَآلِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ،
لَمَّا يَدْرِي رَسُولُ اللَّهِ مِنْهُمْ فَرَجَعَ لِي ذَالِكَ جِبْرَائِيلُ رَبُّهُ، فَأَوْحَى اللَّهُ
لِيهِ أَنْ ادْفَعْ فَدَكَ إِلَى فَاطِمَةَ فَدَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ لَهَا يَا فَاطِمَةُ
يَا اللَّهُ أَمَرَنِي أَنْ ادْفَعَ إِلَيْكَ فَدَكَ فَقَالَتْ قَدْ قَبِلْتُ مِنْكَ يَا رَسُولَ
لِلَّهِ مِنَ اللَّهِ وَمِنْكَ

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اس (فدک) کے بارے میں ارشاد فرمایا قرابت والوں کو ان کا حق دیجئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اشارہ کو نہ جان سکے۔ پھر جبرائیل سے اللہ نے فرمایا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فدک کا رقبہ اپنی لخت جگر فاطمہ کو عطا کر دیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ کو بلایا اور فرمایا فاطمہ! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے فدک دے دوں۔ تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی عطا مجھے قبول ہے۔ اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وراثت ذوالقربیٰ آیت کے ذریعے اقربا کے حقوق دینے کا حکم دیا۔ جس سے نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف مالا یطاق کا حکم دیا جا رہا ہے۔ بلکہ خود اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ کہنا پڑے گا کہ اسے بھی علم نہیں۔ کہ جو چیز ابھی زیر تصرف آئی نہیں جیسا کہ ہم پیچھے ثابت کر چکے ہیں کہ اس کا حکم دے رہا ہوں کہ فدک فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دو۔ مگر یہ لوگ (شیعہ حضرات) ہیں اور کہ اس معدوم کے ہبہ کرنیکی رٹ لگائے جا رہے ہیں۔

اگر ایک اور پہلو سے اس مسئلہ پر غور و حوض کیا جائے تو بھی ان حضرات کے دامن میں سوائے خاک کے اور کچھ نظر نہ آئے گا۔ صاحب اصول کافی لکھتے ہیں کہ جب جبرائیل امین آیت وَاٰتِ ذَٰلِ الْقُرْبٰی لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مفہوم و مطلب نہ سمجھ سکے۔ جس کی بنا پر آپ کو جبرائیل علیہ السلام کی پھر ضرورت پڑی کہ پوچھا اے جبرائیل تم ہی بتاؤ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟ کیونکہ مجھے سمجھ نہیں آئی جبرائیل نے بھی جواب دیا حضور مجھے کیا علم اس سے اللہ کی کیا مراد ہے۔ چنانچہ پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جبرائیل نے پوچھا اے مالک و خالق تو نے جو آیت کریمہ وَاٰتِ ذَٰلِ الْقُرْبٰی کھنازل فرمائی ہے اس کی مراد نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ سکے نہ مجھے معلوم ہے۔ لہذا اس کی مراد بتلا دیجئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اس سے مراد کہ فِذْکِ کی جائیداد اپنی بیٹی کو بلا کر ہبہ کر دو۔ شیعہ حضرات اس روایت پر غور کریں کہ اللہ پاک نے ایسا حکم دیا کہ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ سمجھ سکے لہذا اس کی فہمائش کی خاطر جبرائیل علیہ السلام کو پھر آسمانوں پر جانا پڑا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام ائمہ اہل بیت کے متعلق شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ مَا سَکَانَ وَمَا یَسْکُونُ کا علم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اصول کافی باب ۱۴۷ ائمہ علیہم السلام علم ماکان وما یكون کو جانتے ہیں اور ان پر کوئی شے پوشیدہ نہیں۔

اسی باب میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان لکھا ہے۔

وَقَدْ وَرَّثْنَاہُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَرَاثَہُ

ترجمہ: اوہم نے یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثہ میں پایا۔ (صفحہ ۲۹۸)

تو اتنے علم کا حامل ہوتے ہوئے ”ذالقربی“ کی مراد نہ سمجھ سکے۔ ادھر رب العزت

جو بِکُلِّ شَیْءٍ عَلَیْمٌ کی صفت والا ہے اُس نے بھی ایسا حکم دے دیا جو معہ بن گیا اور

آنحضرت کو بلاوجہ تردد میں ڈالا۔ کیا اچھا ہوتا اللہ تعالیٰ صاف سیدھے الفاظ میں فرمادیتے۔
 ذَاتِ فَاطِمَةَ فَذَكَ لِيَعْنِي فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَوْبَانِ غُذَّكَ دَعَى دُو۔

دوسرے باب صفحہ ۱۳۴ اصول کافی آئمہ علیہم السلام کے سوا کسی نے پورا قرآن جمع
 نہیں کیا۔ اُن کے پاس کل قرآن کا علم تھا۔ اس باب کی دوسری حدیث

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّهُ قَالَ مَا يَسْتَطِيعُ أَحَدٌ أَنْ يَدْعِيَ
 أَنْ عِنْدَهُ، جَمِيعُ الْقُرْآنِ كُلِّهِ ظَاهِرَهُ، وَبَاطِنَهُ، غَيْرَ الْأَوْصِيَاءِ

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کسی کی یہ طاقت نہیں کہ یہ دعویٰ کرے کہ اس کے پاس
 ظاہر و باطن قرآن کا پورا پورا علم ہے۔ سوائے اوصیاء علیہم السلام کے۔ (اصول کافی باب ۳۳
 صفحہ ۲۶۱) ان دو حدیثوں سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ آنحضرت عالمیوں علیہ
 الصلوٰۃ والسلام اور آئمہ اہل بیت کو کل قرآن کا علم تھا۔ اور قرآن پاک کے ظاہر و باطن کا بھی
 پورا پورا علم تھا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات کے بیان کردہ شان نزول کے واقعات سے
 ایک نہیں بہت سی قباحتیں اور گستاخیاں ثابت ہوتی ہیں۔ انہوں نے اپنے مطلب کو ثابت
 کرنے کی خاطر نہ خدا تعالیٰ کو معاف کیا اور نہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام نبوت کا پاس
 کیا۔ جو کل قرآن اور اس کے ظاہر و باطن کے علم رکھنے کے باوجود "ذاتِ القربی" کا مطلب
 نہ سمجھ سکے باوجود اس کے نہ تاریخ کا مطالعہ کیا کہ ابھی تو حسین کریمین پیدا ہی نہیں ہوئے تو
 کس کو بلا کر فدک ہبہ کر دیا۔ اب ہم ہبہ فدک کی بحث کو ختم کرتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اس
 قسم کی تمام روایات بے اصل اور غیر معتبر ہیں۔

کوئی شیعہ عالم مجتہد آیت اللہ ایک ہی ایسی صحیح روایت دکھا دیں کہ جس کے رواۃ

سب کے سب ثقہ اور سنی المذہب ہوں۔ جس سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ خاتون جنت کو باغِ فُذک بہہ کرنا اور سیدہ کا اسپر قبضہ کرنا ثابت ہو۔ پانچ صد روپیہ نقد انعام دیئے۔ ایسی کوئی روایت تا قیامت نہیں دکھا سکتا۔ بہہ فُذک کے متعلق جتنی روایات ہیں ان کے راوی غالی شیعہ اور سب کے سب کذاب اور وضاع ہیں۔ ایسی روایات کو اہل سنت کی کتب اسمائے رجال نے کذاب و وضاع ثابت کر دکھایا ہے۔

دعویٰ وراثت

جب شیعہ حضرات دعویٰ ہبہ فذک میں لاجواب اور قیل ہوتے ہیں تو وراثت کا سوال پیش کر دیتے ہیں۔ سیدہ فاطمہ الزاہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق کے پاس دعویٰ کیا کہ فذک وراثت میں مجھے ملنا چاہیے۔ سو یہ سوال پہلے دعویٰ ہبہ فذک سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ کیونکہ وراثت اُن ہی اشیاء میں ہوتی ہے جو مورث کی ملکیت ہوں۔ جب پچھلے اوراق میں براہین قاطعہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ باغ فذک از روئے قرآن مال فنی (وقف) تھا اور اس میں عامۃ المسلمین کا بھی حق تھا تو وراثت کیسی؟

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ آنسورور عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ الزاہرا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور میراث کا مطالبہ کیا۔ یہ بات عقل سلیم نہیں مانتی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی کا ابھی بھی زخم تازہ ہو اور حصول میراث کیلئے دربار خلافت میں آپ خود بنفس نفیس تشریف لے گئی ہوں یہ آپ کی شان اعلیٰ و اطہر سے بعید ہے۔ جس طرح عام طور پر کم علم خیال کرتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے کسی اور کے ذریعے اس مطالبہ کو خلیفہ برحق کے گوش گزار کیا اور امام بخاری رحمۃ اللہ

علیہ کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْتَلِّهُ، مِيرَاثَهَا مِنْ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ

ترجمہ: یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر کے پاس آدمی بھیجا اور حضور کی میراث کا مطالبہ کیا۔ تو اَرْسَلَتْ فَاطِمَةُ کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا کی بنفسِ نفیس عدالت میں حاضری ایک غلط کہانی ہے۔ درست یہ ہے کہ آپ نے کسی معتمد شخص کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا۔

ایک اور غور طلب بات ہے کہ سیدہ فاطمہ کی وہ وصیت دیکھتے ہیں جو آپ نے اسماء بنت عمیس کو فرمائی تھی۔ کہ جب میرا انتقال ہو تو مجھے جنت البقیع تک پاکی میں لے جانا یہ وصیت اس لئے تھی تاکہ بعد از وفات بھی کوئی غیر محرم آپ کے بدن پاک کی قامت نہ دیکھ سکے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ مجھے آپ کے سوا کوئی دوسرا غسل نہ دے تاکہ وقت غسل کسی کی میرے جسم پر نظر نہ پڑے۔ اور یہ بھی کہا کہ مجھے دفن کرنے کیلئے رات کی تاریکی میں لے جانا تاکہ میرے جسم کا چار پائی پر پڑے ہوئے کوئی اندازہ بھی نہ کر سکے۔ اور نہ ہی کوئی اشارہ کر سکے کہ وہ بنت رسول کا جنازہ جارہا ہے۔ تو جس خاتون جنت کی عفت و پاکدامنی اور شرم و حیا کا یہ عالم ہو۔ اس کے متعلق یہ باور کر لینا کہ محض چند درختوں کی خاطر خود عدالت صدیقی میں اپنے پاؤں چل کر تشریف لے گئی ہوں۔ بالکل خلاف عقل ہے۔ پھر ایک یہ روایت پڑھیے۔

نَادِمُنَادٍ مِنْ جَهَّةِ الْعَرْشِ يَا أَهْلَ الْمَوْقِفِ عَفُّوا أَبْصَارَكُمْ لِعَبْرَةٍ

فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ اِنْ خِرَازِ حَدِيثٍ صَحِيحٍ اسْت

قیامت کے دن جب حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا بہشت میں جانے کیلئے تیار ہوں گی تو جبرائیل آ من بلند آواز سے کہیں گے کہ لوگو آنکھیں بند کر لو تا کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم گذر جائیں۔ پس نبی رسول، صدیق، شہید سب کے سب آنکھیں بند کر لیں گے۔ یہ حدیث احادیث صحیحہ سے ہے۔ (ناخ التوارخ جلد اول صفحہ ۱۱۹)

ان روایات سے ثابت ہو گیا کہ سیدہ فاطمہ الزہرا کا عدالت صدیقی میں بنفس نفس جاننا مذکورہ ہے۔ بالکل عقل و نقل کے خلاف ہے۔ ہاں اہل بیت کی فرط محبت کے دعویدار اس قسم کے افسانے تراشیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ہاں اگر کسی روایت میں سیدہ خود عدالت صدیقی میں جاننا مذکور ہو تو ان روایات کی تاویل کرنا پڑے گی۔ جن روایات میں کسی کو بھیجنے کا ذکر ہے۔ وہ حقیقت پر مبنی ہیں اور جن میں سیدہ کا خود جاننا مذکور ہے وہ مجازاً ہوگا۔

کیونکہ وکیل کا کام اس کے مؤکل کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ کسی کے سفیر کی گفتگو اس کے بھیجنے والے کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اس لئے ان روایات میں مجاز سے کام لیا گیا اور اس کی نسبت حضرت خاتون جنت کی طرف کر دی گئی ہے۔ کیونکہ ان کا کسی کو بھیجنا گویا خود جانا تھا۔

جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پیغام حضرت صدیق اکبر کو پہنچا تو آپ نے جواب دیا وہ بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں سن لیجئے۔

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا الْمَا وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَمَلَنَّ

فِيهَا بِمَا عَمِلَ فِيهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشْهَدَ عَلَيَّ ثُمَّ
 قَالَ إِنَّا قَدِ عَرَفْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَضِيلَتَكَ وَذَكَرَ قَرَابَتَهُمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَقُّهُمْ وَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ
 لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي

ترجمہ: حضرت سیدہ کے جواب میں حضرت ابو بکر نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
 کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے۔ ہمارا جو کچھ ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 اسی مال میں سے کھائیں جو اللہ نے انہیں دیا ہے۔ (ابو بکر نے) کہا بخدا میں حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کے صدقات میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا۔ بلکہ اس میں میرا عمل بھی وہی ہوگا جو خود آپ کا
 تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تشہد پڑھا اور اس کے بعد کہا۔ اے ابو بکر ہم تمہاری بزرگی
 جانتے ہیں پھر آپ نے اس رشتہ داری کا ذکر کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے سن کر یہ فرمایا کہ
 اس ذات پاک کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ اپنے رشتہ داروں کے
 ساتھ صلہ رحمی سے کہیں یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول پاک کے رشتہ داروں
 کے ساتھ حسن سلوک کروں۔ آپ خود سوچئے کہ اس جواب میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں
 اور بے ادبی کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں پایا جاتا کیا اس سے سیدہ فاطمہ الزہرا کی حق تلفی کی نیت کا
 گمان ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ آپ نے خاتون جنت کی خدمت میں یہ عرض کی کہ اللہ کے
 پیارے رسول آپ کے والد گرامی اور میرے آقا و مولا کا ارشاد گرامی ہے کہ ہم میراث نہیں
 چھوڑتے ہمارا جو کچھ ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے اور مجھ میں یہ تاب نہیں کہ میں ارشادات نبوی
 سرسرو انحراف کروں اور دونوں فریق کی کتب اس بات کی بھی شہادت دیتی ہے کہ سیدہ فاطمہ
 کی خدمت میں حضرت ابو بکر نے عرض کی اے دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں جب تک

زندہ ہوں اموال فنی (فدک وغیرہ) میں وہی طریقہ اور عمل جاری رکھوں گا جس کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند فرمایا تھا۔ اور تغیر و تبدل کے ذریعہ کوئی دوسرا طریقہ نہیں اختیار کروں گا۔ ہاں یہ پیش کئے دیتا ہوں کہ میرے ذاتی مال جائیداد میں اے دختر رسول! تمہیں کلی اختیار ہے جو چاہیں لے لیں اور یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہے۔

شیخہ حضرات کی مستند کتاب حق القین سے یقین حاصل کیجئے۔

ہمہ اموال و احوال از تو مضائقہ ندارم آنچه خواہی بگیر تو سیدہ امت پدر خودی و شجرہ طیبہ از خود را از برائے فرزندان خود۔ انکار فضل سے کسے نئے تو ان کرد و حکم نافذ است در مال امدار اموال مسلمانان مخالفت گفتہ پدرت نئے تو انم کرد

ترجمہ: میں اپنے مال و احوال کو تم سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا آں اس میں خود مختار ہیں جو چاہیں لے سکتی۔ تم اپنے والد گرامی کی امت کی سیدہ ہو اور اپنے فرزندوں کیلئے شجرہ طیبہ ہو آپ کے فضل کا بھی انکار نہیں کر سکتا اور آپ کا حکم میرے ذاتی مال میں نافذ ہے۔ لیکن مسلمانوں کے اجتماعی مال میں آپ کے والد بزرگوار کے ارشاد کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

(حق القین صفحہ ۲۳۰ ملاحظہ فرمائیے)

بخدا سو گند کہ من از رائے رسول خدا تجاوز نہ کردہ ام و آنچه کردہ ام باذن او کردہ ام و خدا را گواہی کہ کردم کہ شنیدہ ام از رسول خدا کہ گفت ما گروه انبیاء میراث نئے گذاریم نہ طلاء نہ نقرہ نہ خانہ و نہ عقار و نیست میراث ما مگر کتاب ہاد و حکمت و علم پیغمبری و آنچه طعمہ ما است ولی امر خلافت بعد از ما۔ در ان حکم میکند بحکم خود و من چنان کردہ حکم کردم کہ آنچه تو از ما طلب مے کنی۔ صرف اسباب و اسلحہ شود کہ مسلمانان با کفار قتال کنند و ایں را با اتفاق مسلمانان کردہ ام و دریں امر منفرد و تنہا نہ بودہ ام

ترجمہ: اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے تجاوز نہیں کیا اور جو کچھ کیا

ہے اُن کے ہی اذن سے کیا ہے۔ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ نے فرمایا ہم گروہ انبیاء میراث چھوڑ کر نہیں جاتے۔ نہ چاندی نہ سونا نہ گھر اور نہ ہی زمین ہماری وراثت ہوتی ہے۔ ہماری وراثت صرف کتابیں، حکمت اور علم پیغمبران ہوتا ہے اور جو کچھ ہماری خوراک ہوتی ہے اس میں ولی امر ہمارے بعد خلیفہ ہوتا ہے اور اس بارے میں وہ ہی فیصلہ کرتا ہے۔ میں نے بھی اسی طرح فیصلہ کیا اور جو آپ نے مجھے طلب فرمایا وہ مسلمانوں کے اجتماعی امور میں صرف ہوگا۔ مسلمان اس سے سامان جنگ خریدیں گے اور کفار کے ساتھ جنگ کریں گے اور یہ فیصلہ مسلمانوں کے اتفاق سے کیا ہے اس فیصلہ میں تنہا نہیں۔

خلاصہ کلام حق الیقین کی ان ہر دو عبارتوں سے یہ بات اظہر من الشمس ثابت ہوگئی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتون جنت کو اپنے مال و متاع میں تصرف کرنا کالی اختیار دے دیا۔ لیکن باغ فدک چونکہ مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کیلئے وقف تھا اس لئے اس کو دینے سے معذرت کر لی۔ یہ ان کی ذاتی رائے نہ تھی بلکہ جمیع صحابہ کرام کا اجتماعی اور متفقہ فیصلہ تھا۔ جس کے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی مخالفت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لیکر امام حسن تک کسی خلیفہ راشد نے نہیں کی بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر ہی عمل فرماتے رہے۔

بعض لوگ فرط غیظ و غضب میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث ابو بکر صدیق کے خود ساختہ قرآنی آیات کی موجودگی میں خود ہی وضع کردہ حدیث کی کیا وقعت ہے۔ حیرت ہے ایسے بے سرو پا کلمے منہ سے نکالتے وقت نہ شرم نبی نہ خوف خدا نہ اہل علم کے ٹھٹھا کرنے کی ندامت کی فکر۔ حالانکہ اس حدیث مبارک کو روایت کرنے والے اکیلے حضرت ابو بکر صدیق ہی نہیں بلکہ صحابہ سے اکثر مروی ہے کہ یہ حدیث پاک بخاری و مسلم یعنی اہل سنت کی کتب ہی

میں نہیں بلکہ شیعہ حضرات کی سب سے اعلیٰ و اقدم کتاب اصول کافی میں بھی موجود ہے صفحہ ۳۵ جلد اول پر ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةَ الْأَنْبِيَاءِ وَذَلِكَ أَنَّ
الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُورَثُوا دِرْهَمًا وَلَا دِينَارًا وَأَمَّا أَوْرَثُوا أَحَادِيثَ مِنْ أَحَادِيثِهِمْ
فَمَنْ أَخَذَ بِشَيْءٍ فَقَدْ أَخَذَ بِحِطِّ وَافِرٍ

ترجمہ: امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ بیشک انبیاء ورثہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے بلکہ وہ اپنی احادیث چھوڑ دیتے ہیں۔ پس جس شخص نے میراث (احادیث الانبیاء) پائی اسے بڑا دافر حصہ ملا۔

اس حدیث میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء دنیاوی مال کی میراث ہرگز نہیں چھوڑتے بلکہ ان کی میراث علم و حکمت ہوتی ہے۔ جس کو یہ میراث ملی وہی کامیاب ہوا۔ اب تو شیعہ حضرات کو یہ کہنے کی مجال نہیں ہو سکتی کہ یہ حدیث بناوٹی اور غلط ہے۔ ایسی لالچینی باتیں اس وقت چل سکتی ہیں جب علمائے حق کے پاس شیعہ مذہب کی کتابیں موجود نہ تھیں۔ اب ان کو سوچ کر بات کرنی چاہیے۔ یہی ایک حدیث نہیں اور دیکھئے شاید آپ کو بصیرت حاصل ہو جائے کیا لطف جو غیر پردہ کھولے۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

دوسری حدیث بخلف اسناد، عبداللہ بن میمون نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کی ہے کہ نبی پاک

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ
الْأَنْبِيَاءِ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُورَثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَكِنْ وَرَثُوا الْعِلْمَ

فَمَنْ أَخَذَ مِنْهُ أَخَذَ بِحِطِّهِ وَإِفْرِ

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک علماء انبیاء کرام کے وارث ہوتے ہیں۔ بے شک انبیاء کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے۔ لیکن وہ تو علم کی میراث چھوڑتے ہیں پس جس نے علم حاصل کیا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے وافر حصہ حاصل کیا۔

(مالی صدوق صفحہ ۱۳۷، مجلس خامس عشر نمبر ۳)

انبیاء کی میراث علم ہے علماء اُن کی وارث ہیں۔ صول کافی

وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ النُّجُومِ لَيْلَةَ
الْبَدْرِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُورِثُوا دِينَارًا وَلَا
دِرْهَمًا لَكِنْ وَرِثُوا الْعِلْمَ وَمَنْ أَخَذَ مِنْهُ أَخَذَ بِحِطِّهِ وَإِفْرِ

ترجمہ: اور فرمایا کہ عالم دین کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چاند کی فضیلت ستاروں پر اور چاندنی رات پر اور علماء وارث انبیاء اور نہیں چھوڑتے اپنی امت کیلئے درہم و دینار بلکہ چھوڑتے ہیں علم دین کو پس جس نے اُس کو حاصل کیا اس نے بڑا نصیبہ پایا۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ ۳۷)

چوتھی دلیل: حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرماتے ہیں۔ (کتاب من لا یحضرہ الفقیہ جلد دوم صفحہ ۳۳۶)

وَتَفَقَّهَ فِي الدِّينِ فَإِنَّ الْفُقَهَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُورِثُوا
دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَكِنَّهُمْ وَرِثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ مِنْهُ أَخَذَ بِحِطِّهِ وَإِفْرِ
ترجمہ: علم دین حاصل کر اس لئے کہ علمائے دین ہی پیغمبروں کے وارث ہیں۔ تحقیق ہے

کہ پیغمبروں نے کسی کو سونے اور چاندی کا وارث نہیں بنایا۔ لیکن انہوں نے علم دین کا وارث بنایا ہے۔ پس جس نے حاصل کیا علم دین اس نے لیا بڑا نصیبہ یعنی وہ خوش بخت ہے۔ ناظرین کرام چونکہ محمد ابن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بزرگوار والد شریف کی یہ وصیت خوب دلنشین ہو چکی تھی۔ اس لئے اپنے بھائیوں حسین کریمین سے مال کی میراث نہیں طلب کی تھی بلکہ صرف علمی میراث کا مطالبہ کیا تھا۔ جیسا کہ ان علیا لما قبض الی محمد ابنہ، حسنا و حسینا علیہما السلام فقال لہما اعطیانی میراثی من ابی فقال لہ، قد علمت عن اباک لم یترک صفراء ولا بیضاء اطلب میراث العلم

ترجمہ: جب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اس جہان سے روانہ ہو گئے تو آپ کا بیٹا محمد اپنے دونوں بھائیوں حسن و حسین علیہما السلام کے پاس آیا اور کہا میرے باپ کی میراث مجھے دے دو حسین شریفین نے کہا تو جانتا ہے کہ تیرے باپ نے سونا چھوڑا نہ چاندی پس محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس بات کو تو میں جانتا ہوں اور مال کا میراث میں نہیں طلب کرتا میں تو صرف علم کی میراث طلب کرتا ہوں۔ (ابن ابی الحدید شیعہ نوح البلاغہ جلد اول جز ہفتم)

ناظرین کرام علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فرزندوں کے اس مکالمے سے دو مسئلہ واضح ہو گئے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک ہی لفظ میراث سے محمد ابن حنیفہ رضی اللہ عنہ نے علم مراد لیا اور اسی لفظ سے امامین شریفین رضی اللہ عنہ نے مال مراد لیا۔ اور تینوں بزرگ اہل زبان تھے معلوم ہوا کہ لفظ میراث مشترک ہے۔ حقیقت و مجاز نہیں۔ شیعہ حضرات کے علماء کا یہ کہنا ہے کہ لفظ میراث میں حقیقت ہے اور علم میں مجاز ہے۔ اُن کا یہ کہنا غلط ثابت ہو اور دوسرا مسئلہ اس مکالمے سے یہ نکلتا ہے کہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اس جہان سے روانہ ہوئے ہیں تو اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں وقف کر گئے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی یہ کاروائی کسی کے طرز عمل کی نقاب کشائی کرتی ہے یعنی حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں وقف کر

گئے تھے اس واسطے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں وقف کر دیا۔ اب علمائے شیعہ کی خدمت میں مودبانہ التماس ہے کہ یہاں غاصب میراث کا تعین کریں اور بقائمی ہوش و حواس جواب دیں کہ اولاد علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ میراث علی سے کس نے محروم کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو اپنے روضات یعنی قبور میں تھے حکومت حضرت امام حسن پاک رضی اللہ عنہ کی تھی۔ تعجب ہے کہ اس محرومی وارث پر کوئی شیعہ اعتراض نہیں کرتا۔ حضرت علی المرتضیٰ کی یہ کاروائی اسی اصل کی فروعات میں سے ہے۔ جس کی فرع میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کاروائی۔

نوٹ: اصول کافی کی یہ حدیث پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہے اور شیعہ علماء کیلئے سوہان روح بنی ہوئی ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور حضور پر نور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حقیقت ترجمان سے صادر ہوئی۔ بعض شیعہ علماء نے کمال عیاری و ہوشیاری سے اس حدیث کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً وہی مجرم وہی منصف کے مصنف عبدالکریم مشاق کہتے ہیں کہ حدیث مذکورہ سورٹ درہما ولا دیناراً الا علماً کو روایت کرنے والا راوی سوائے ابوالبختری کے کسی اور نے روایت نہیں کی۔ حدیث مذکور کو روایت کرنے والا راوی سعید بن فیروز ابوالبختری ہے اور اس کے متعلق شیعہ علماء کا فیصلہ ہے کہ یہ کذاب اور مانا ہوا وضاع ہے۔

(ملاحظہ کریں فی معرفۃ الرجال الکشی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۱۹)

جواب رجال کشی کے بنظر عمیق مطالعہ سے پتہ چلا کہ سعید بن فیروز ابوالبختری کا نام تک نہیں ”رجال کشی“ میں جس ابوالبختری کو کذاب کہا گیا ہے اس کا نام سعید بن فیروز ابوالبختری نہیں بلکہ وہب بن وہب ابوالبختری ہے۔ جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ رجال کشی کی عبادت ملاحظہ کیجئے۔

أَبُو الْبَخْتَرِيِّ فَهَبُ بْنُ وَهَبٍ ذَكَرَ أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ قُتَيْبَةَ
..... قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ الْفَضْلُ بْنُ شَاذَانَ كَانَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ

مِنْ أَكْثَابِ الْبَرِيَّةِ

ترجمہ: ابوالبختری وہب بن وہب ابوالحسن علی بن قتیبہ القتیبی نے علی بن سلمہ کوفی سے ذکر کیا کہ ابوالبختری کا نام وہب بن وہب بن کثیر بن ذمعه بن الاسود ہے۔ وہ صحابی رسول ہے اور ان کی تربیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی کی تھی۔ علی نے بھی یونہی کہا ہے۔ ابوالفضل بن شاذان نے کہا کہ ابوالبختری مخلوق میں سب سے زیادہ جموٹا تھا۔

۲۔ شیعہ حضرات غور کریں کہ یہ حدیث ہم نے اصول کافی اور من لاسخفہ الفقہ سے نقل کی ہیں کتاب من لاسخفہ الفقہ کی فارسی شرح کے مقدمہ میں گیارہویں فائدے کے ضمن میں ہے۔

وہم چنیں احادیث مرسلہ محمد بن یعقوب کلینی و محمد بن بابویہ قمی بلکہ جمع احادیث ایشان کہ در کافی و من لاسخفہ است ہم را صحیح مے توان خواند۔ زیرا کہ شہادت این دو شیخ بزرگوار کمتر از شہادت اصحاب رجال نیست یقیناً بلکہ بہتر است۔

ترجمہ: اسی طرح مولوی کلینی اور ابن بابویہ قمی کی مرسل حدیثیں بلکہ ساری حدیثیں جو کہ کتاب کافی اور من لاسخفہ میں ہیں سب کو صحیح کہنا چاہیے۔ اس لئے کہ ان دو بزرگوں کی گواہی علمائے رجال کی گواہی سے کم نہیں بلکہ بہتر ہے۔

ناظرین کرام شارح محقق کے بیان سے واضح ہو گیا کہ مولوی محمد بن یعقوب کلینی کا کسی حدیث کو اپنی کتاب میں درج کر دینا اس حدیث کے صحیح ہونے کی شہادت ہے۔ اگر علمائے رجال کوئی اعتراض کریں تو ان کی جرح پر مولوی کلینی کی تصدیق مقدم ہوگی۔ کیونکہ

علمائے رجال میں سے کوئی بھی فاضل کلینی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ (عین الغزال فی فہرس
اسماء الرجال صفحہ ۲)

نیز یہ کتاب حضرت امام مہدی علیہ السلام کی اقدس میں پیش ہو چکی ہے۔ آپ نے
اس کتاب کو اول سے آخر تک دیکھا ہے۔ پھر اس کتاب کے بارے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ
کتاب ہماری شیعوں کیلئے کافی ہے۔

آپ کے ملفوظ شریف یہ ہیں ہذا کاتب لشیعنا یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب شیعہ
روایات کی رو سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی تصدیق شدہ اصول کافی کا وہ نسخہ جو تہران
سے طبع ہو کر آیا ہے۔ سب سے پہلے ورق کی داہنی جانب المصنف لکھا ہوا ہے۔ جس میں یہ
الفاظ موجود ہیں۔

الَّذِي سَمَاهُ حُجَّةَ الْعَصْرِ صَلَوَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ بِالْكَافِي

ترجمہ: یہ وہ کتاب ہے جس کو امام مہدی علیہ السلام نے کافی کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔
ادھر ہمارے شیعہ صاحبان حدیث میراث کو موضوع بتلاتے ہیں۔ اب ہم کس کی مانیں امام
مہدی علیہ السلام کی تصدیق اور ان کے اکابر علمائے کرام کی تحقیق کی حدیث میراث صحیح ہے۔ یا
کہ ان موجودہ علماء شیعہ کی جو اپنی جان چھڑانے کیلئے حدیث میراث موضوع بتلاتے ہیں۔

شیعہ صاحبان ہم آپ کی جان نہیں چھوڑیں گے۔ اگرچہ اب کوئی ضرورت باقی
نہیں کہ حدیث میراث کی صحت پر کوئی اور دلیل پیش کی جائے مگر ہم انہیں لا جواب کرنے کیلئے
روایاں حدیث میراث پر بحث کرتے ہیں۔ معترض مولوی عبدالکریم مشتاق نے حدیث مذکور

نُورٌ دِرْهَمًا وَلَا دِينَارًا إِلَّا عِلْمًا

کے مردود اور موضوع ہونے پر جن دو چیزوں سے استدلال کیا۔

اس حدیث کا راوی سعید بن فیروز ابو البختری ہے اور وہ کذاب ہے۔ (بحوالہ رجال

کشی صفحہ ۱۱۹)

حالانکہ رجال کشی میں اس نام کا کوئی بھی راوی موجود نہیں بلکہ رجال کشی میں جسے کذاب ثابت کرنیکی کوشش کی گئی ہے۔ وہب بن وہب ابو البختری ہے۔ جیسا کہ ہم صفحہ ۶۸ میں بحوالہ رجال کشی ثابت کر آئے ہیں۔ معترض کے علم و دیانت سے بالکل تہی دامن ہونے کی کتنی بڑی دلیل ہے کہ اس نے ابو البختری کے لفظ سے دھوکہ دے کر وہب بن وہب کو سعید بن فیروز قرار دیا اور پھر مسلک شیعہ کی اسمائے رجال کئی کتب دیکھنے میں آئیں ان میں سے کسی نے بھی سعید بن فیروز کو کذاب نہیں کہا۔ بلکہ ثقہ گردانا ہے شیعہ اسماء رجال کئی کتب سعید بن فیروز ابو البختری کے متعلق کیا کہتی ہیں۔ (تنقیح المقال صفحہ ۱)

سَعِيدُ بْنُ فَيْرُوزَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ بَفَتْحِ الْمَوْحِدَةِ وَالْمُشَاةِ بَيْنَهُمَا

خَاءَ مُعْجَمَةَ ابْنِ عِمْرَانَ الطَّالِبِيُّ مَوْلَاهُمْ الْكُوفِيُّ ثِقَّةٌ

ترجمہ: سعید بن فیروز ابو البختری باء اور تاء کے فتح کے ساتھ اور ان دونوں کے درمیان خاء معجمہ ہے۔ یہ ابن عمران طائی کوفی مولانا کا ثقہ راوی ہے۔ تنقیح المقال فی علم الرجال مصنفہ عبداللہ امقانی شیعہ جلد دوم صفحہ ۲۹ باب سعید

۲۔ جَامِعُ الرِّوَاةِ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ سَعِيدُ ابْنِ فَيْرُوزَ (ق) فِي أَصْحَابِ عَلَيْهِ

السَّلَامِ مِنَ الْيَمَنِ وَقَدْ تَقَدَّمَ عَنْ (ي) أَنَّهُ سَعِيدُ ابْنِ عِمْرَانَ أَوْ ابْنُ فَيْرُوزَ

ترجمہ: ابو البختری سعید بن فیروز اصحاب علیہ السلام میں سے یمن سے ہے اور پہلے گذر چکا ہے کہ وہ سعید بن عمران یا ابن فیروز ہے۔

(جامع الرواة مصنفہ محمد بن علی الارذبیلی شیعہ جلد دوم صفحہ ۳۶۸ باب الباء الکنی)

قارئین کرام! آپ نے مذکورہ حوالہ جات سے ملاحظہ فرمایا کہ کس نے سعید بن فیروز ابو البختری کو وضاع اور کذاب نہیں کہا بلکہ اس ثقہ اور اصحاب علی رضی اللہ عنہ میں شمار کیا ہے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب خاص سے تھا دیکھئے۔ (تنقیح المقال)

سَعِيدُ بْنُ فَيْرُوزَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ قَدْ عَدَّ الْعَلَامَةُ سَعِيدُ ابْنُ فَيْرُوزَ مِنْ غَيْرِ كُنْيَةٍ مِنْ أَصْحَابِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْيَمَنِ وَعَنِ الْبَرَقِيِّ أَنَّهُ مِنْ خَوَاصِّهِ

ترجمہ: سعید بن فیروز ابو البختری علامہ نے اسے بغیر کنیت کے شمار کیا ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے یمنی اصحاب میں سے تھا۔ برقی نے کہا وہ آپ کے اصحاب خاص میں سے تھا۔ (تنقیح المقال جلد دوم صفحہ ۲۹ باب سعید)

پہلی بات کا جواب دندان شکن قارئین پڑھ چکے ہیں۔ کہ کتب شیعہ میں یہ روایت کرنے والا راوی سعید بن فیروز ابو البختری جو کذاب اور وضاع ہے۔ رہی دوسری دلیل کہ اس حدیث کا سوائے سعید بن فیروز ابو البختری کے کوئی دوسری راوی نہیں۔ تو اس بات میں بھی معترض عبدالکریم مشتاق شیعہ کی کم علمی، خیانت اور کتمان حق ظاہر ہے۔ کیونکہ حدیث مذکور کا راوی سعید بن فیروز ابو البختری کے علاوہ عبداللہ بن میمون بھی ہے۔ جس کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ کے چار نوروں میں سے ایک نور قرار دیا ہے۔ لیجئے پہلے عبداللہ بن میمون سے مروی حدیث ملاحظہ کریں۔

(امالی شیخ صدوق)

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِبرَاهِيمَ..... عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَيْمُونِ الصَّادِقِ
جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَبِيهِ..... عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُورَثُوا دِينَارًا وَلَا
دِرْهَمًا وَلَكِنْ وَرَثُوا الْعِلْمَ لَمَنْ أَخَذَهُ مِنْهُ أَخَذَ بِحِطِّ وَالْهِرِ

ترجمہ: (بخاری اسناد) عبداللہ بن میمون نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے انہوں نے
اپنے آباؤ اجداد سے روایت کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ -----
بے شک علماء انبیاء کرام کے وارث ہوتے ہیں۔ بیشک انبیاء کرام کو درہم و دینار کا وارث نہیں
بناتے۔ لیکن وہ تو علم کی میراث چھوڑتے ہیں۔ پس جس نے علم حاصل کیا اس نے حضور علیہ
الصلوة والسلام کی میراث سے وافر حصہ حاصل کیا۔

روایت مندرجہ بالا میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ حدیث۔ ”لانواریٹ“ کا راوی عبداللہ
بن میمون بھی ہے۔ اب اس حدیث کی سند کتب اسماء رجال شیعہ سے راوی اول، رجال
العلامة الحلی

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَيْمُونٍ الْأَسْوَدُ الْقَدَّاحُ رَوَى أَبُوهُ عَنْ
جَعْفَرَ وَابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَرَوَى هُوَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَكَانَ ثِقَةً وَرَوَى الْكُشَيْبِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ
أَبِي جَعْفَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ يَا بَنَ مَيْمُونٍ كَمْ أَنْتُمْ بِمَكَّةَ؟ قُلْتُ نَحْنُ
أَرْبَعَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ نُورٌ لِلَّهِ فِي ظُلْمَتِ الْأَرْضِ

ترجمہ: عبداللہ بن میمون اسود قداح جو کہ تراشا کرتا تھا اور نبی مخزوم کا غلام تھا۔ اس کے
باپ نے امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور خود عبداللہ بن میمون نے
روایت کی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اور وہ ثقہ راوی تھا اور روایت کی کئی نے حمدویہ سے
اس نے ایوب بن نوح سے اس نے صفوان بن یحییٰ سے اس نے ابی خالد القماط سے اس نے

عبداللہ میمون سے اس نے امام باقر علیہ السلام سے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن میمون! تم مکہ میں کتنے آدمی ہو؟ میں (ابن میمون) نے عرض کی کہ ہم چار ہیں۔ آپ نے فرمایا تم زمین کی تاریکیوں میں اللہ کے نور ہو۔

(رجال العلامة الحلی مصنف الحسن بن یوسف الحلی صفحہ ۱۰۸)

تنقیح المقال

عَبْدُ اللَّهِ بْنِ مَيْمُونِ الْأَسْوَدِ الْقَدَّاحِ وَعَدُّهُ ابْنُ النَّدِيمِ
فِي فَهْرِسْتِهِ مِنْ فُقَهَاءِ الشِّيْعَةِ وَقَالَ النَّجَاشِيُّ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ مَيْمُونٍ
رَوَى أَبُوهُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ وَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ وَرَوَى هُوَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
وَكَانَ ثِقَّةً وَرَوَى الْكُشِيُّ عَنْ حَمْدَوِيَّةَ عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَيْمُونٍ بِمَكَّةَ؟ فَقُلْتُ نَحْنُ أَرْبَعَةٌ قَالَ أَمَا إِنَّكُمْ نُورٌ فِي
ظِلْمَتِ الْأَرْضِ

ترجمہ: عبداللہ بن میمون اسود قداح اس کو ابن ندیم نے اپنی فہرست میں فقہائے شیعہ سے شمار کیا ہے اور نجاشی نے کہا کہ عبداللہ بن میمون بن اسود قداح مولے بن مخزوم پھر تراشا کرتا تھا اور اس کے باپ نے امام باقر و جعفر علیہما السلام سے روایت کی اور وہ (عبداللہ بن میمون) ثقہ راوی تھا۔

(تنقیح المقال جلد دوم صفحہ ۲۲۰ باب عبداللہ)

راوی دوم ابراہیم بن ہاشم کی ثقاہت:

إِبْرَاهِيمُ بْنُ هَاشِمِ بْنِ الْقَمِي قَدْ عَدَّهُ الشَّيْخُ فِي رِجَالِهِ مِنْ
أَصْحَابِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ فِي الْفَهْرِسْتِ إِبْرَاهِيمُ

مَنْ هَاشِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَبُو إِسْحَاقَ الْقَمِيَّ أَصْلُهُ، مِنَ الْكُوفَةِ وَانْتَقَلَ
إِلَى قِمِّ وَأَصْحَابُنَا يَقُولُونَ أَنَّهُ، مِنْ نَشْرٍ حَدِيثِ الْكُوفِيِّينَ بِقِمِّ وَ ذَكَرُوا
أَنَّهُ، لَقِيَ الرَّضَا وَالذِّي أَعْرَفَ مِنْ كُتُبِهِ كِتَابُ النُّوَادِرِ وَكِتَابُ الْقَضَايَا
لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ترجمہ: ابراہیم بن ہاشم قمی کو شیخ طوسی نے اپنی کتاب الرجال میں امام رضا علیہ السلام کے
اصحاب میں شمار کیا ہے اور فہرست میں کہا کہ ابراہیم بن ہاشم ابواسحاق قمی کا اصل وطن کوفہ تھا۔
وہاں سے نقل ہو کر قم پہنچا اور ہمارے اصحاب کہتے ہیں یہ وہ شخص ہے جس نے کوفیوں کی
احادیث کی قم میں اشاعت کی اور ذکر کیا اس نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی اس
کی مشہور کتابیں۔ کتاب النوادر اور کتاب القضاء لایمیر المؤمنین ہیں۔

(تنقیح المقال بعد اللہ ماقتانی شیعہ جلد ۱ صفحہ ۳۹ باب ابراہیم)

۳۔ راوی علی بن ابراہیم کی ثقاہت از تنقیح المقال

عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ هَاشِمِ أَبُو الْحَسَنِ الْقَمِيُّ قَالَ النَّجَاشِيُّ بَعْدَ
هَذَا الْعُنْوَانِ ثِقَّةٌ فِي الْحَدِيثِ ثَبَتَ مُعْتَمِدًا صَحِيحُ الْمَذْهَبِ
ترجمہ: علی بن ابراہیم ہاشم ابوالحسن قمی اس عنوان کے بعد نجاشی نے کہا کہ وہ حدیث کے
معاملہ میں ثقہ معتمد اور صحیح المذہب ہے۔

(تنقیح المقال جلد دوم صفحہ ۲۶۰ باب علی علیہ السلام)

چوتھے راوی حسین بن ابراہیم کی ثقاہت از تنقیح المقال

الْحُسَيْنُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ذَكَرَهُ الصُّدُوقُ مُتْرَضِيًا وَكَثُرَ مِنَ
الرِّوَايَةِ عَنْهُ وَذَلِكَ يَشْهَدُ بِوَثَاقَتِهِ

ترجمہ: حسین بن ابراہیم شیخ صدوق نے اسے پسندیدہ لوگوں میں ذکر کیا شیخ کی اکثر روایات اسی سے ہیں اور یہ بات اس کی ثقاہت پر شاہد ہے۔

(تنقیح المقال جلد اول صفحہ ۳۱۵ باب الحسین)

نوٹ: قارئین نے مخلصانہ دعوتِ غور و فکر کی التجا ہے۔ آپ کو علم ہو گا جس کا پہلے بیان ہو چکا کہ معترض عبدالکریم مشتاق شیعہ نے جو کہ مصنف میں رسالہ وہی مجرم وہی مصنف کے کہ حدیث لا نورث موضوع ہے اس لئے ہم پر حجت نہیں۔

دلیل اول: اس کی پہلی دلیل یہ تھی کہ اس حدیث کا روای سعید بن فیروز ابو الخثری وضاع اور کذاب ہے۔

اس کے متعلق آپ شیعہ اسمائے رجال کی کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہ راوی ثقہ آدمی ہے۔

دلیل دوم: اور معترض کا دوسرا دعویٰ یہ تھا کہ اس حدیث کا روای سعید بن فیروز ابو الخثری کے سوا اور کوئی راوی نہیں ہے۔ اس دعویٰ کا بطلان بھی آپ پر واضح ہو گیا کہ اس کا ایک راوی عبداللہ بن میمون بھی ہے۔ جسے شیعہ کتب رجال نے امام باقر رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ بلکہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے اس کو زمین کے نوروں میں سے ایک نور قرار دیا ہے اور عبداللہ ماقانی نے تنقیح المقال میں تو فیصلہ ہی کر دیا کہ عبداللہ بن میمون فقہائے شیعہ میں سے ہے اور ثقہ آدمی ہے۔ حدیث عبداللہ بن میمون کے سارے راوی ثقہ ہیں تو جب شیعہ حضرات کی معتبر کتب اسمائے رجال نے تصدیق کر دی کہ حدیث

لَا نُورِثُ دِرْهَمًا وَلَا دِينَارًا (الخ)

صحیح ہے تو اس سے اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغِ فدک میراث

رسول نہ ہونے پر استدلال کیا تو بتاؤ خدائے پاک کا دل میں خوف رکھ کر تو کونسا جرم کیا۔
براصل یہ حدیث میراث انبیاء پر نص صریح ہے کہ انبیاء کی میراث دین ہے دنیا نہیں ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ
الْأَنْبِيَاءِ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُورَثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَكِنْ وَرَثُوا الْعِلْمَ
لَمَنْ أَخَذَ مِنْهُ أَحَدٌ بِحَقِّهِ وَالْأُخْرَى

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علمائے دین اسلام پیغمبروں کے وارث ہوتے ہیں۔ اس لئے
کہ خدا کے پیغمبر کسی شخص کو سونے چاندی کا وارث نہیں بناتے۔ لیکن وہ علم دین کا وارث بناتے
ہیں۔ پس جس نے علم دین کیا وہ بڑا خوش بخت ہے اس نے بہت کچھ حاصل کیا۔

سوال: اس حدیث شریف میں درہم و دینار یعنی سونے چاندی کی میراث کی نفی تو موجود
ہے زمین و مکان کی نفی موجود نہیں ہے۔

جواب: حدیث شریف میں اگرچہ سونے چاندی کا ذکر ہے مگر مقصود متکلم ہر دنیاوی چیز کی
میراث کی نفی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ لفظ و لکن کے بعد علم دین کا مرکز ہے اور یہ تسلیم شدہ امر
ہے۔ و لکن کے بعد علم دیا کا مذکور ہے اور یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ لفظ لکن استدراک کے واسطے
بتایا گیا ہے۔ استدراک وہم کے دفعیہ کو کہتے ہیں تو یہاں سامع کے دل میں وہم یہ پیدا ہوتا ہے
کہ جب درہم و دینار کی میراث کی نفی ہوگی تو سرے سے میراث ہی نہ رہا یا کہ میراث کی کوئی
قسم باقی رہ گئی؟ اس وہم کو متکلم نے دفع کر دیا کہ علم شریعت کی میراث باقی ہے۔ اس کے علاوہ
سب قسم کی میراث ختم ہو گئے ہیں۔ اگر مقصود متکلم صرف سونے چاندی کی میراث کی نفی ہوتی
اور زمین اور مکانات کی میراث کو باقی رکھنا ہوتا تو یوں ارشاد ہوتا۔

وَلَكِنْ وَرَثُوا الْعِلْمَ وَالذَّارَ وَالْعَقَارَ

دوسرا جواب: (اصول کافی صفحہ ۳۵)

أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُورَثُوا دِرْهُمًا وَلَا دِينَارًا وَأَمَّا أَوْرَثُوا أَحَادِيثَ

مِنْ أَحَادِيثِهِمْ.....

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا بیشک انبیاء و رثہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے بلکہ وہ اپنی احادیث چھوڑ جاتے ہیں۔ پس جس شخص نے یہ میراث (احادیث انبیاء) پای اس بڑا اور حصہ ملا۔

قارئین! گذشتہ سوال یہاں بھی پیدا ہوتا ہے۔ جواب کیلئے اس حدیث شریف میں لفظ اِنَّمَا موجود ہے۔ کلام عرب کے اندر یہ لفظ حصر کیلئے بنایا گیا ہے۔ حصر معنی میں بندش کے ہے۔ پس اس حدیث شریف میں پیغمبروں کی میراث کو صرف ان کی حدیثوں میں بند کر دیا گیا۔ تو جس طرح ان بزرگوں نے میراث میں سونے چاندی کی کوئی جگہ نہیں ہے اسی طرح زمین اور مکانات کے لئے بھی میراث انبیاء میں کوئی جگہ نہیں۔ درہم و دینار کا ذکر نمونہ کیلئے ہے دنیاوی چیزوں میں سے بطور نمونہ سونے چاندی کا ذکر کر دیا۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اس حدیث شریف سے اہل سنت کا استدلال نہایت ہی مضبوط ہے۔ علمائے شیعہ نے اس استدلال کو کمزور اور توڑنے کی بہت کوشش کی ہے مگر گوہر مقصود ہاتھ نہیں آیا کبھی اس حدیث کو خبر احاد اور آخر یہ کہا یہ حدیث موضوع ہے۔

اہل سنت کی کتب میں یہ ارشاد نبوی کثیر التعداد صحابہ سے مروی ہے۔ بعض کے اسمائے گرامی ملاحظہ فرمائیں۔ حذیفہ بن یمان، زبیر بن عوام، حضرت عباس، علی، عثمان، عمر، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابودرداء، ابوہریرہ اور ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم

اجمعین ان تمام حضرات سے اس قسم کی روایات آئی ہیں۔ جن میں انبیاء کرام کی مالی وراثت نہ ہونے کا ذکر ہے۔ جب کوئی بات بنتی نظر نہیں آتی تو جھٹ پینٹر ابدل لیا کہ یہ حدیث خواہ کتنی صحیح اور مضبوط ہے مگر آیات قرآنی کی خلاف ہے۔ مخالف قرآن حدیث معتبر نہیں ہوتی۔

مسئلہ میراث میں شیعہ حضرات کے اعتراضات اور انکے جوابات

اعتراض نمبر ۱: **يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيْنِ**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت فرماتا ہے کہ تمہارے ترکہ میں سے ایک لڑکے کے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہوگا۔ (سورۃ نساء پارہ ۴)

اس آیت میں حکم عام ہے کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ماننے والے تمام مومنین داخل ہیں تو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس آیت کے حکم سے خارج نہیں تو پھر بموجب اس حکم کو آپ کی وراثت بھی آپ کی اولاد (سیدہ خاتون جنت) کو ملنی چاہیے۔

جواب: مذکورہ آیت میراث میں خطاب صرف اُمت کو ہے یعنی خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امیں داخل نہیں۔ کیونکہ بات ثابت شدہ اور تحقیق شدہ ہے جسے شیعہ سنی دونوں مانتے ہیں۔ جیسا کہ ہم گذشتہ اوراق میں بدلائل قاہرہ شیعہ کتب سے یہ بات ثابت کر چکے ہیں۔ دوسرے اس حدیث کے ذریعے آیت میراث کے عمومی حکم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام داخل نہیں۔ جس طرح وہ لوگ اس میں داخل نہیں جن کا ترکہ ہی نہیں ہوتا۔ یا جن کی اولاد ہی نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ۔

اس کی مثال ایک اور آیت کریمہ سے دی جاسکتی ہے۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے۔

فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَتِلْكَ وَرُبْعٌ

اپنی پسند کی دو دو، تین تین اور چار چار عورتوں سے شادی کرو۔ اس آیت میں چار بیویوں کی بیک وقت نکاح میں رکھنے اور لانے کی اجازت ہے۔ تو یہ اجازت بھی امت کیلئے ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس عام حکم سے مستثنیٰ ہیں تو جس طرح اس آیت کے عموم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مستثنیٰ کر دیا گیا حالانکہ امہات المؤمنین کی تعداد مبارک ۹ تک ہے۔ اسی طرح آیت میراث بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخصیص تعین اور تشریح ہو رہی ہے۔ معترض نے کبھی قرآن کی تفسیر اور قرآن کی تردید میں جو فرق ہے اس پر بھی غور کیا۔ اگر بیٹا باپ کو قتل کر دے تو اگرچہ وہ اس کا بیٹا ہے لیکن کیا اس آیت کی رو سے آپ اس کو وارث بنائیں گے۔ اسی طرح خدا نخواستہ اگر کسی مسلمان کا بیٹا مرتد ہو جائے تو اس کا بیٹا ہونے میں تو شک نہیں لیکن وہ مرتد بیٹا اپنے مسلمان باپ کا وارث ہوگا ہرگز نہیں۔ اگر بیٹے نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تو یہ بیٹا باپ کی میراث سے محروم ہو جائیگا جیسا کہ آپ بھی مانتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا مِيرَاثَ لِلْقَاتِلِ

ترجمہ: خدا کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قاتل کیلئے مقتول کی میراث نہیں ہے۔

(فروع کافی جلد سوم صفحہ ۷۴ شیعہ کتاب)

لَا مِيرَاثَ الْكَافِرِ الْمُسْلِمِ كَافِرِ مُسْلِمَانِ كَاوَارِثِ نَهِيًا وَهَذَا شَرْحُ لِحْمِ شَيْعِي

کتاب فقہ کیا یہ احادیث میں قاتل اور مرتد کے وارث نہ ہونے کا حکم مذکور ہے۔ کیا آپ اس لئے مسترد کر دیں گے کہ وہ قرآن کی اس آیت کے منافی ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ ان احادیث کے متعلق یہ کہا جائیگا کہ ان احادیث نے اس بات کی تفسیر کر دی کہ کون سا بیٹا اپنے باپ کا وارث

ہو سکتا ہے اور کونسا نہیں۔ یہ احادیث آیت قرآنی کی مفسر ہیں مغیر یا ناخ نہیں۔ اسی طرح ایک اور آیت میں غور کریں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

احل اللہ البیح و حرم الربوا

کہ اللہ تعالیٰ نے بیع (خرید و فروخت) کو حلال کر دیا لیکن سود کو حرام اگر اس آیت کو سند بناتے ہوئے کوئی شخص شراب، سور، مردار کی خرید و فروخت کا کاروبار شروع کر دیتا ہے۔ کیا آپ اس کے استدلال کو صحیح مانتے ہیں۔ اور وہ احادیث جن میں ان حرام چیزوں کے کاروبار سے روکا گیا ہے انہیں قرآن کی ناخ اور مخالف گردان کر مسترد کر دینے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ یہ فرمائیں گے کہ بیع حلال ہے لیکن ان احادیث نے تفسیر کر دی کہ کن اشیاء کی بیع حلال ہے اور کن کی حرام ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

حضرت سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث بنے اگر انبیاء کرام کی (مالی وراثت) نہیں ہوتی جیسا کہ تم نے ثابت کر دکھایا ہے تو حضرت سلیمان اپنے والد داؤد علیہ السلام کے وارث کیونکر قرار پائے۔ اُن کے وارث ہونے کا قرآن گواہ ہے۔

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ (پارہ ۹)

حضرت سلیمان علیہ السلام جناب داؤد علیہ السلام کے وارث بنے۔

جواب: وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ میں وراثت علمی مراد ہے کیونکہ اگر اس وراثت سے مراد وراثت مالی ہوتی تو صرف سلیمان علیہ السلام کے وارث ہونے کا کوئی معنی نہیں۔ وہ اسلئے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی ان کے علاوہ اٹھارہ اور بھی بیٹے تھے۔ ان اٹھارہ کو چھوڑ کر اکیلے سلیمان علیہ السلام کیونکر (وارث مالی) بنے۔ اور دوسرے کیوں محروم رہے پھر تمہاری معتبر

کتاب جو کہ امام معصوم مہدی علیہ السلام کی صدقہ ہے اس میں امام جعفر صادق نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو (وراثت علمی) قرار دیا ہے۔

قول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہ سلیمان علیہ السلام کو علمی وراثت ملی۔

(اصول کافی)

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ إِنَّ سُلَيْمَانَ وَرِثَ دَاوُدَ وَإِنَّ مُحَمَّدًا وَرِثَ سُلَيْمَانَ وَأَنَا وَرِثْنَا مُحَمَّدًا وَإِنَّ عِنْدَنَا عِلْمَ التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالزَّبُورِ وَبَيَانَ مَا فِي الْأَلْوَابِ

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہوئے۔ اور ہمارے پاس علم توریت و انجیل و زبور کا اور ہمارے پاس بیان واضح ہے اُس کا جو الواح موسیٰ میں تھا۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ ۲۵۷) کراچی

سوال: وراثت علمی کے اثبات کے ضمن میں جو تم نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے اس کا ثبوت کہاں ہے جو اب شیعہ حضرات کی معتبر منہج الصادقین و بصحت

پیوستہ کہ داؤد (علیہ السلام) رانوزدہ پسر بود و ہر ایک لیاقت نبوت و وراثت داشتند

ترجمہ: درجہ صحت تک پہنچی ہے کہ داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے اور ان میں سے ہر ایک نبوت و وراثت کے قابل تھا۔ لیکن اس مقام پر (قابل وراثت) سے یہ ہرگز نہ خیال کیا جائے کہ اس سے مراد (وراثت مالی) تھی۔ بلکہ اس سے مراد حکومت تھی۔ اسی تفسیر کے اسی مقام پر اس کی وضاحت موجود ہے۔

(تفسیر منہج الصادقین)

اکابر ہمہ بنی اسرائیل بفضل و کمال سلیمان معترف شدند و داؤد ملک با و تسلیم کرد۔ و دیگر روز وفات نمود سلیمان بر تخت نشست۔

ترجمہ: بنی اسرائیل کے تمام اکابر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے فضل و کمال کا بہ نسبت دیگر (اٹھارہ بھائیوں کے) اعتراف کر لیا اور داؤد علیہ السلام نے اپنا ملک و حکومت اُن کے سپرد کر دیا۔ اس کے دوسرے روز حضرت داؤد علیہ السلام انتقال کر گئے اور سلیمان علیہ السلام تخت پدری پر بیٹھ گئے۔ (تفسیر منج الصادقین جلد ۶ صفحہ ۲۷۲)

زیر آیت ورث سلیمان داؤد

مجمع البیان جلد چہارم جز ۷ صفحہ ۲۱۴ زیر آیت ورث سلیمان داؤد

اعتراض نمبر ۳: (سورہ مریم پارہ ۱۶)

فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۝ تِيرٰنِي وَيٰٓوَهٗٓ اٰلِ يَعْقُوْبَ
وَاَجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝

ترجمہ: پس عطا کر مجھے ایک لڑکا جو کہ میرا وارث بنے اور حضرت یعقوب کی اولاد کا وارث بنے اے میرے پروردگار سے پسندیدہ بنا ليو۔

جواب: اس آیت میں بھی وراثت علم شریعت مراد ہے۔ مال کی وراثت ہرگز مراد نہیں ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ پیغمبروں کی نگاہ میں مال دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ یہ پاک ہستیاں تو علوم الہیہ اور احکام شرعیہ سے سروکار رکھتے ہیں۔ دنیا داروں کی نگاہ میں مال و زر کی بڑی وقعت ہوتی ہے۔ دنیا دار چاہتے ہیں کہ ہمارا جمع شدہ مال و زر ہماری اولاد ہی کے کام آئے کسی دوسرے کے کام نہ آئے۔ اگر دنیا داروں کا مال اس کے فرزندوں کے علاوہ کسی دوسرے رشتہ دار کے پاس چلا جائے تو ان کے پیٹ میں سخت درد اٹھتا ہے اور نہایت غمناک

داتا ہے مگر خدا کے پیغمبروں کا یہ حال نہیں ہے وہ خود بھوکے رہتے ہیں اور اپنی اولاد کو مال بیت کو بھوکا رکھتے ہیں۔ دودو مہینے ان کے چولھوں سے دھواں نظر نہیں آتا لیکن دنیاوی مال جس قدر بھی آجاتا ہے وہ تقسیم کر کے مسجد سے جاتے ہیں۔ خدا را ان برگزیدہ ہستیوں کو اپنے پر قیاس نہ کرو۔ یہ عقلی دلیل ہے جو ہر عقلمند کو مجبور کرتی ہے کہ آیت ذکر یا میں علم شریعت کی وراحت مراد ہے اور اگر اس آیت کے ماقبل کو اور مابعد کو سوچ سمجھ کر بنظر انصاف دیکھ لیا جائے تو علمی وراثت کے علاوہ کوئی معنی تصور میں بھی نہیں آسکتے۔ دیکھو اسی آیت جس میں دعائے ذکر یا علیہ السلام کا ذکر ہے۔ ماقبل کی آیت

وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي

ترجمہ: اور میں ڈرتا ہوں اپنے رشتہ داروں سے جو کہ میرے پیچھے رہنے والے ہیں۔

اب سوچنا چاہیے کہ حضرت ذکر یا علیہ السلام کو کس بات کا ڈر ہے؟ کیا اس بات کا ڈر ہے کہ رشتہ دار چونکہ بدکار ہیں وہ مال کو بُرے کاموں میں خرچ کریں گے۔ اور یہ کاروائی آپ کو پسند نہیں ہے تو اس اندیشے کا علاج تو نہایت ہی تھا کہ سارا مال خدا کی راہ میں خیرات کر دیتے اور خدائی خزانہ میں جمع کر دیتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب آرزوئے شریعت خداوندی آپ کے رشتہ دار مال کے وارث ہیں اور قانون خداوندی آپ کا مال آپ کے رشتہ داروں کو دلاتا ہے۔ تو گھبرانے کی کیا ضرورت ہے یہ گھبراہٹ تو حقیقت میں احکام شرعیہ سے گھبراہٹ معلوم ہوتی ہے۔ جس سے خدا کے پیغمبر لاکھوں کوس دور ہیں۔ اور اگر آپ کو ڈر اس بات کا ہے کہ میرے رشتہ دار میرے بعد علم شریعت کے پھیلانے میں اور دین اسلامی کی تبلیغ میں کوتاہی کریں گے تو یہ اندیشہ واقعی صحیح ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کے مطابق تو اس صورت میں حضرت ذکر یا علیہ السلام کی دعا میں بھی وراحت علم شریعت مراد ہوگی۔ اگر کوئی

وراث مال لینے کی کوشش کرے تو آیت کے ما قبل کے خلاف کرے گا جو لفظ قرآن کو مضرب ہے اور اگر اس آیت میں دعائے ذکر یا علیہ السلام کے مابعد دیکھا جائے تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے۔

يُنْحِي خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ

یعنی اے یحییٰ اس کتاب کو زور سے پکڑو۔

قارئین کرام! یہ وہی مولود ہے جس کے لئے حضرت ذکر یا علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے درخواست کی تھی۔ اللہ پاک نے حضرت ذکر یا علیہ السلام کی دعا کو حضرت یحییٰ کی صورت میں قبول فرمایا۔ اور یحییٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اے یحییٰ اس کتاب تو رات کو قوت سے پکڑ لو۔ اگر حضرت ذکر یا علیہ السلام کی مراد مال وراثت ہوتی تو اللہ پاک یحییٰ علیہ السلام کو حکم دیتے کہ اے یحییٰ اس مال کو قوت سے پکڑ لو۔

يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْمَالِ بِقُوَّةٍ تَوَانِ عَقْلِيْ اَوْ نَفْسِيْ دَلَائِلْ سَے معلوم ہو گیا کہ حضرت

ذکر یہ علیہ السلام کی دعا میں علم شریعت کے وارث کی طلب ہے۔ مال کے وارث کی طلب نہیں۔ اگر شیعہ علماء قرآن کے اندر تدبر سے کام لیتے اور اپنی عقل سے کام لیتے تو ضرور ہدایت سے ہمکنار ہو جاتے۔ مگر ایسے سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشند خدائے بخشنده۔

خلاصہ کلام: حقیقت یہی ہے کہ حضرت ذکر یا علیہ السلام ایسے بیٹے کیلئے دامن طلب

پھیلا کر دعا مانگا کرتے تھے جو ان کی نبوت کی ذمہ داریوں اور علوم و حکمت کا وارث ہو۔ ورنہ ان کے پاس کونے خزانے تھے جن کیلئے وہ اتنے بے چین رہتے ہوں اور یہ بات بھی قابل غور و فکر ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو گزرے تو صدیاں بیت چکی تھیں اور ان کے بارہ بیٹے تھے ہر ایک فرزند کی کثیر اولاد تھی اور صدیوں میں ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہوگی۔ اگر بہت بڑی دولت بھی ہوگی تو تقسیم در تقسیم سے ناپید ہو چکی ہوگی۔ تو آل یعقوب کی وراثت جس کے

لئے آپ التجا کر رہے ہیں۔ وہی نبوت کے فرائض ہیں اور علوم و حکمت کے گوہر آبداد ہیں جن کے ضائع ہونیکا آپ کو اندیشہ رہا کرتا تھا۔ جو ان کے نزدیک دنیا کے تمام خزانوں سے زیادہ شہا تے۔

حدیث میراث اصول کافی کے مقابلہ میں جن احادیث کو شیعہ علماء پیش کرتے ہیں وہ یک ہی بات کو پیش یعنی بیان کرتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت صرف حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو ملی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکے کا وارث ان کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

مَنْ لَا يَحْفَرُهُ الْفَقِيهَ عَنِ الْفَقِيْلُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ لَا وَاللَّهِ مَا وَرِثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْعَبَّاسُ وَلَا عَلِيٌّ وَلَا وَرَثَتُهُ، إِلَّا فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ

ترجمہ: فضیل بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے سنا آپ فرماتے تھے خدا کی قسم نہیں وارث ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عباس نہ علی اور نہ کوئی اور وارث سوائے حضرت فاطمہ کے سلام اللہ علیہا

قارئین کرام!

یہ حدیث امام محمد باقر رضی اللہ عنہ قرآن کے برخلاف ہے۔ کیونکہ اللہ پاک قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الشَّمْنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ

ترجمہ: اے مردو اگر تمہارے ہاں اولاد نہ ہو تو جو کچھ بھی تم چھوڑ جاؤ اس میں سے تمہاری جو روؤں کیلئے ایک چوتھائی اور اگر تمہارے ہاں اولاد ہو تو جو کچھ بھی تم چھوڑ جاؤ اس میں سے

تمہاری جو روؤں کیلئے آٹھواں حصہ ہے۔ یہ آیت پکار کر کہہ رہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجات مطہرات آپ کی وارث ہیں اور حدیث امام باقر رضی اللہ عنہ آپ کی زوجات مطہرات کے میراث کی نفی کر رہی ہے۔ اور آپ ہی کہتے ہیں کہ حدیث مخالف قرآن متروک ہوا کرتی ہے۔ اس لئے یہ حدیث بھی متروک ہوگی۔ اب شیعہ علماء کو اختیار کہ اس حدیث کو صحیح مانیں اور قرآن کو غلط یا قرآن کو صحیح جانے اور اس حدیث کو غلط۔ امید ہے کہ آپ قرآن کو غلط کہنے کی جرأت نہ کریں گے۔ تو ضرور یہ حدیث غلط ہوگی۔ اور جب یہ حدیث سرے سے صحیح ہی نہ نکلی تو اصول کافی کی حدیث جس میں پیغمبروں کی مالی میراث کی نفی موجود ہے صحیح ثابت ہوگی۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اس آیت میں قرآن کریم امت کے مردوں کو خطاب کرتا ہے کہ تمہاری زوجات تمہارے بعد وارث ہوں گی۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس خطاب سے باہر ہیں۔

جواب: آیت يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ میں تو کہتے تھے کہ اس خطاب میں پیغمبر علیہم السلام داخل ہیں اور سخت اصرار کرتے تھے کہ پیغمبر علیہم السلام ضرور داخل ہے۔ خدا جانے اب کیا مشکل پیش آئی کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آیات میراث کے خطاب سے خود ہی خارج کر دیا۔ ہم کہتے ہیں کہ دونوں مقاموں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خطاب کے اندر داخل ہوں گے یا دونوں جگہ پر آنحضور خطاب سے باہر ہوں گے۔ اگر علمائے شیعہ دونوں مقاموں پر جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو داخل خطاب مانتے ہیں تو من لاسکفرہ الفقہ کی حدیث مخالف قرآن بن کر واجب الترمک ہو جاتا ہے۔ اگر دونوں جگہ پر آنحضرت کو خطاب سے خارج مانتے ہیں تو چشم مارو شن دل ماشاد ہماری تخصیص حق بجانب ثابت ہوگئی اور سارا جھگڑا میراث کے مسئلے میں ختم ہو گیا۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اب ہم آخر میں حدیث بخاری شریف کی وضاحت کرنا ضرور سمجھتے ہیں۔ اسے

بکثرت اچھا لاجاتا ہے۔ اور سادہ لوح لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرائی جاتی ہے کہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا حضرت ابو بکر صدیق پر ناراض ہو گئیں عمر بھر کیلئے ان سے قطع تعلق کر دیا۔

فَفَضِبْتُ فَاطِمَةَ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَهَجَرْتُ أَبَا بَكْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُمَا جَرَّتُهُ، حَتَّى تُوَفِّيَتْ

کہ حضرت سیدہ ابو بکر صدیق کی اس بات پر ناراض ہو گئیں اور صدیق اکبر سے قطع

تعلق کر لیا۔ ان الفاظ میں چند امور غور طلب ہیں۔

کیا یہ حضرت سیدہ کا قول ہے کہ میں ابو بکر پر ناراض ہوں ہرگز نہیں۔ کیا یہ سیدہ

عائشہ کا قول ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے بعد کے راویوں میں سے کسی راوی نے اپنے خیال

کے مطابق یہ قیاس آرائی کی جن روایتوں میں ناراضگی ہے ذکر آتا ہے کہ ان کا حال ملاحظہ

فرمائیے۔

اہل سنت کی کتابوں میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا فدک کے بارے میں دعویٰ

کرنا ان تین بزرگوں سے منقول ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو طفیل

رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جتنی روایات یا حضرت ابو طفیل سے

جتنی روایات مروی ہیں ان میں ناراضگی کا نام و نشان تک نہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی

اللہ عنہا سے جو مروی ہے کہ ان میں سے بعض میں تو ناراضگی کا لفظ اور بعض میں نہیں۔

سیدہ صدیقہ سے روایت بذریعہ (زہری) ہے اور امام زہری کے بہت سے

شاگردوں میں سے بعض نے ناراضگی کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے بعض مواضع پر ان الفاظ کا ترک کیا اور جہاں جہاں ناراضگی کا ذکر آیا ہے ان میں سے کسی جگہ ناراضگی خود سیدہ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کے طور پر بیان نہیں کی گئی۔ تاکہ ان کی وجہ سے سیدہ کا غضب ناک ناراض ہونا ثابت ہو سکے۔ باقی تین روایات جو سیدہ عائشہ صدیقہ سے مروی ہیں ان میں امام زہری کے واسطے سے ان کے صرف ایک شاگرد (صالح) کی ذکر کردہ روایت میں اور انہیں (امام زہری) سے روایت کرنے والے دو راوی (شعیب، خالد) اس لفظ کا ذکر نہیں کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام زہری کے شاگرد صالح نے جب اس واقعہ میں جب اپنے استاد زہری سے لَمْ تَتَكَلَّمْ حَتَّى مَاتَتْ کے الفاظ سنے تو اس سے خود اندازہ لگایا کہ سیدہ فاطمہ کا حضرت ابو بکر صدیق سے اپنی وفات تک کلام نہ کرنا بوجہ غصہ اور ناراضگی کے تھا۔ اس قیاس کی بنا پر (صالح) نے (عُضِبَتْ) کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ حقیقت حال اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ سیدہ کا آخری دم تک کلام نہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میراث کے بارے سوال و جواب کے بعد انہیں یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ وہ صرف ان مستحقین پر صرف ہوگی جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود صرف فرماتے رہے۔ تو اس حقیقت کی آگاہی کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پھر تادم آخر اس معاملہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے قطعاً کلام نہ کیا اور اگر حقیقت میں آپ ناراض ہوتیں تو بوجہ ناراضگی گفتگو کا ترک فرماتیں تو اس کا صحابہ کرام، اہل بیت، اہل مدینہ اور تابعین وغیرہ میں بہت چرچا ہوتا۔ لیکن ہمیں صرف امام زہری کے ایک شاگرد (صالح) کی روایت میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے شاگرد نے ان الفاظ کا ذکر نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ناراضگی نہ تھی۔ بلکہ راوی کا اپنا قیاس تھا۔

نوٹ: کیا حضرت سیدہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا پر ناراض

ہوں ہرگز نہیں اور نہ ہی یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔ راوی نے اپنے خیال کے مطابق قیاس آرائی کی لیکن یہ قیاس آرائی شان بتول رضی اللہ عنہا کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پیش کیا جائے اور آپ اسے بخوشی قبول نہ کریں۔ قرآن کی اس آیت کریمہ پر غور کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا
(سورۃ النساء پارہ نمبر ۵ رکوع نمبر ۹)

ترجمہ: قسم ہے آپ کی پروردگار کہ اس وقت مسلمان ہی نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں وہ آپ کو اپنا حکم نہ مان لیں اور پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا فیصلہ کر دیں تو وہ اپنے دلوں میں سے کسی طرح کی خلش نہ محسوس کریں اور آپ کا فیصلہ خوش دلی سے تسلیم کریں۔ تو جب ایک عام مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے سامنے بلا حیل و حجت سر تسلیم خم کر دے اور کسی قسم کا ملال دل میں نہ لائے تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے متعلق یہ کہنا کہ آپ حدیث رسول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سن کر ناراض ہو گئیں کہ قطع تعلق کر لیا۔ ہرگز قابل قبول نہیں۔ راوی کا یہ قیاس ہے اور نیک سے نیک آدمی بلکہ اندازہ یا قیاس کرنیوالا خواہ معصوم ہی کیوں نہ ہو قیاس و قرآن سے لگایا ہوا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب وہ طور سے واپس آئے تو اپنی قوم کو کچھڑے کی پوجا کرتے دیکھا۔ تو انہوں نے خیال کیا کہ میرے بھائی ہارون نے میری ہدایات پر پورا عمل نہیں کیا اور لوگ ان کی سستی کا ہلی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر خدائے وحدہ لا شریک کے ساتھ

پچھڑے کو شریک بنالیا۔ اتنا غصہ آیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر جھنجھوڑا۔ لیکن یہ قیاس و اندازہ غلط تھا۔ تو اس طرح کی غلط فہمیاں جب اکابر کو ہوجاتی ہیں تو راوی حدیث خواہ ثقہ و عادل ہی کیوں نہ ہو اگر اس قسم کی غلط فہمی کا شکار ہو جائے تو بعد از فہم نہیں۔

اسی طرح جناب خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کر دیا یعنی ناکارہ کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خیال و قیاس میں آیا کہ کشتی اس لئے ناکارہ کی تاکہ اس کے اندر سوار لوگوں کو ڈبو دیا جائے۔ لیکن یہ اندازہ درست نہ تھا بلکہ جو ارادہ تھا اسے حضرت خضر علیہ السلام ہی جانتے تھے۔ جو وقت آنے پر آپ نے اپنا ارادہ بتلا دیا۔

بلکہ حدیث پاک کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ازواج مطہرات سے الگ ہو کر چند روز بالا خانہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رویہ کا کچھ لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج پاک کو طلاق دیدی ہے۔ یہ خبر حضرت عمر کو پہنچ گئی حضرت عمر مسجد میں گئے تو لوگ کہہ رہے تھے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازواج پاک کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمر فاروق نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں میں نے طلاق نہیں دی۔ تاظرین کرام جس طرح حضور نبی کریم کی خلوت نشینی سے صحابہ نے طلاق سمجھ لیا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق نہیں دی تھی۔ ٹھیک اسی طرح اس روایت کے کسی راوی نے سیدہ کے ترک کلام کو ناراضگی کا خیال کر لیا۔ حالانکہ واقع میں ناراضگی نہیں ہوئی۔ یہ بھی سوچنے ترک کلام کی طرف یہی وجہ ہی نہیں کہ ناراضگی ہی ہو، ترک کلام کی وجہ عدم ضرورت یعنی گفتگو کی ضرورت لاحق نہ ہوئی ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اطمینان حاصل ہو گیا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصل مقصد ہی پورا ہو گیا ہو۔ جب ترک کلام کے اتنے

احتمالات ہوں تو راوی نے جو ترک کلام کی علت جوہر کی ہے یہ راوی کی غلط فہمی ہے۔ پھر اسی غلط فہمی کو ایک دوسرے نقل کرنے لگے یہاں تک کہ امام بخاری تک پہنچ گئی وار آپ نے اپنی کتاب میں درج کر دی۔ مذکورہ واقعہ طلاق میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور خود آنسو اور عالمیاں سے پوچھ کر غلط فہمی کو دور کر لیا۔ لیکن ابن شہاب زہری کی غلط فہمی کو الگ کیا جاوے تو کس طرح کیا جاوے۔

ابن شہاب زہری نے جس وقت اپنے قیاس اجتہاد سے ناراضگی کا فقرہ روایت میں درج کیا تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اس وقت دنیا میں موجود ہوتیں تو اصل واقعہ کی تحقیق کی جاسکتی تھی۔ اب تو عقل سے ہی کام لیا جاسکتا ہے لیکن جن اہل علم کی توجہ اس طرف پھر گئی انہوں نے اس روایت کو تنقید سے معاف نہیں کیا۔

نوٹ: اگر شیعہ حضرات ازراہ تعصب ان الفاظ ناراضگی کو حقیقت پر سمجھنے پر مصر ہیں تب بھی ایسی روایات شیعہ حضرات کی معتبر کتب میں موجود ہیں۔ جن سے حضرت سیدہ پاک کی خوشنودی کا ثبوت ملتا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ روایات از کتب شیعہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئیں۔ (شرح نہج البلاغہ)

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْ فَذِكِ قَوْلِكُمْ وَيُقَسِّمُ الْبَاقِي وَيَحْمِلُ مِنْهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَكِ عَلَى اللَّهِ أَنْ أَصْنَعَ بِهَا كَمَا كَانَ يَصْنَعُ فَرَضِيَّتِ بِذَلِكَ وَأَخَذَتِ الْعَهْدَ عَلَيْهِ بِهِ وَكَانَ يَأْخُذُ غَلَّتْهَا فَيَدْفَعُ إِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيهِمْ ثُمَّ فَعَلَتِ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ كَذَلِكَ إِلَى أَنْ وَلِيَّ مُعَاوِيَةَ

ترجمہ: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت سیدہ خاتون جنت کو کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فدک سے تمہاری خوراک لے لیا کرتے تھے۔ اور باقی ماندہ تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ اور نبی سمیل اللہ سواریاں بھی لے کر دیا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم کھا کر تم سے اقرار کرتا ہوں کہ میں فدک کی آمدنی اسی طرح صرف کروں گا۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ تو حضرت سیدہ اس پر راضی ہو گئیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کا عہد لے لیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کر کے اہل بیت کی ضروریات کے مطابق انہیں دیا کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہی عمل جاری رہا۔

(شرح نوح البلاغہ ابن حدید شیعہ ج ۱۶ جلد ۴)

۲۔ ذکر ما فعل ابو بکر بفدک وقالہ فی شانہا

حضرت ابو بکر صدیق کے دلائل سن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ کیلئے ان پر راضی ہو گئیں۔ (از شرح نوح البلاغہ ابن میثم)

وَرَوَى أَنَّهُ لَمَّا سَمِعَ كَلَامَهَا أَحْمَدَ اللَّهُ وَأَنْتَى عَلَيْهِ وَصَلَّى
عَلَى رَسُولِهِ ثُمَّ قَالَ يَا خَيْرَةَ النِّسَاءِ وَابْنَةَ خَيْرِ الْأَبَاءِ وَاللَّهِ مَا عَدَوْتُ
رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَمِلْتُ إِلَّا بِأَمْرِهِ

ترجمہ: روایت کی گئی ہے کہ جب ابو بکر نے سیدہ کا کلام سنا (یعنی یہ کہ سیدہ ابو بکر سے کلام نہ کریں گی تو یہ سن کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ کے گھر آئے) اللہ کی حمد و ثنا کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجی پھر کہا۔ اے خیر النساء اے بہترین باپ کی بیٹی۔ خدا کی قسم میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی مخالفت نہیں کی۔ میں نے وہی کچھ کیا جس کا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا۔ اس کے بعد آپ نے عرض کیا۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْ فَذَكِ قُوَّتِكُمْ
وَيُقَسِّمُ الْبَاقِيَ وَيَحْمِلُ مِنْهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَكَ عَلَى اللَّهِ أَنْ أَصْنَعَ
بِهَا كَمَا كَانَ يَصْنَعُ فَرَضِيَتْ بِذَلِكَ وَأَخَذَتْ الْعَهْدَ عَلَيْهِ بِهِ وَكَانَ
يَأْخُذُ غَلَّتَهَا فَيَذْفَحُ إِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيهِمْ ثُمَّ فَعَلَتْ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ
كَذَلِكَ إِلَى أَنْ وَلِيَ مُعَاوِيَةَ

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فَذَك سے آپ کی ضروریات زندگی جو آپ کیلئے کافی ہو
لیا کرتے تھے۔ اور باقی ماندہ کو تقسیم فرمادیتے اور مجاہدین کو سواریاں اسی سے مہیا کرتے۔ اور
میں اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا کر اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ میں اسی طرح تم سے سلوک کروں گا
جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلوک فرمایا کرتے تھے۔ تو یہ سن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا
راضی ہو گئیں اور اسی پر ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عہد لے لیا۔ اس کے بعد علامہ کمال الدین میثم
جس سے امام بخاری کی روایت کی بھی تصدیق ہوتی ہے۔ یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
عنہ فَذَك کا غلہ وصول کرتے اور اہل بیت کو ان کی ضرورت کے مطابق دے دیتے جو ان کیلئے
کافی ہوتا اور ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہ عمل
جاری رہا۔ (شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد پنجم صفحہ ۷۰۷ از ریختہ نمبر ۴۴)

۳۔ اہل تشیع کا مایہ ناز مصنف سید علی نقی لکھتا ہے۔

خلاصہ: ابو بکر و سوداں را گرفتہ بقدر کفایت اہل بیت سے داد و خلفائے بعد از وہم بر آں
اسلوب رفتار نمودند تا زمان معاویہ کہ مثلث آنرا بعد از امام حسن علیہ السلام بمروان داد
ترجمہ: فَذَك کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فَذَك کی آمدنی سے اہل

بیت کو ضرورت کے مطابق دے دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد دوسرے خلیفوں یعنی عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اسی طریق پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ آ گیا انہوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ایک تہائی فذک میں سے مروان کو دے دیا۔

(شرح نوح البلاغہ فیض الاسلام فارسی شرح جلد ۵ صفحہ ۹۶۰)

نوٹ: ان حوالہ جات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شیعہ حضرات کا سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ الزام دھرنا کہ انہوں نے اپنی خلافت میں فذک مروان کو دے دیا تھا یہ بے بنیاد اور غلط ہے۔ امام باقر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ ابو بکر صدیق نے فذک کے بارے میں ہم پر رانی بھر بھی ظلم نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو ابن حدید

قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَعَلَنِي اللَّهُ
فِدَاكَ أَرَأَيْتَ أَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ هَلْ ظَلَمَكُم مِّنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا أَوْ قَالَ ذَهَبًا
مِّنْ حَقِّكُمْ بَشَىءٍ فَقَالَ لَا وَالَّذِي أَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ
لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا مَا ظَلَمْنَا مِنْ حَقِّكَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ

ترجمہ: ابو عقیل کہتے ہیں میں نے امام باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میری جان آپ پر قربان۔ کیا ابو بکر اور عمر نے تمہارے حقوق کے بارے میں کچھ ظلم کیا۔ یا تمہارے حق دبائے رکھے۔ فرمایا نہیں اللہ کی قسم! جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کیلئے نذیر بن جائے۔ ہمارے حقوق میں سے ایک رائی کے دانہ برابر بھی انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا۔

(۱) ابن حدید شرح نوح البلاغہ جلد چہارم صفحہ ۸۴)

حضرت علی نے فرمایا کہ باغِ فدک کے متعلق شیخین کی مخالفت سے مجھے اللہ سے حیا
آتی ہے۔ ملاحظہ ہو ابنِ حدید شیبی

لَمَّا سَمِعَ كَلَامَهَا أَحْمَدُ اللَّهُ وَائْتِي عَلَيْهِ وَصَلَّى عَلَى رَسُولِهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يَا خَيْرَةَ النِّسَاءِ وَابْنَةَ خَيْرِ الْأَبَاءِ
إِنِّي أَشْهَدُ اللَّهَ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ إِنَّا
مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُورِثُ ذَهَبًا وَفِضَةً وَلَا دَارًا وَلَا عِقَارًا وَإِنَّمَا نُورِثُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالْعِلْمَ وَالنَّبُوَّةَ قَالَ فَلَمَّا وَصَلَ الْأَمْرُ إِلَى عَلِيِّ بْنِ
أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَلَّمَهُ فِي رَدِّ فَدَكٍ فَقَالَ إِنِّي لَأَسْتَحْيِي مِنَ اللَّهِ
أَنْ أَرُدَّ شَيْئًا مَنَعَ مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ وَ

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا ہی اور حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام پر درود بھیجا اور پھر کہا۔ اے خیر النساء اے بہترین والد کی بیٹی اللہ کی قسم میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے خلاف نہیں کیا۔ میں نے صرف ان کے کہنے پر عمل کیا ہے۔
اور پانی و گھاس کا متلاشی اپنے بھیجنے والوں سے جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں
اور اللہ کافی گواہ ہے۔ بے شک میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا کہ ہم جماعت انبیاء
بطور میراث نہ سونا چھوڑتے ہیں نہ چاندی نہ زمین اور نہ (ساز و سامان) ہماری وراثت
کتاب و حکمت اور علم و نبوت ہوتی ہے۔ فرمایا جب معاملہ خلافت حضرت علی بن ابی طالب
کے پاس پہنچا۔ آپ سے فدک کے لوٹانے میں گفتگو ہوئی آپ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! مجھے
اس چیز کے لوٹانے سے شرم خدا آتی ہے جس کو ابو بکر صدیق نے نہیں لوٹایا۔

(ان حدید شرح نہج البلاغہ جلد چہارم صفحہ ۹۴ فی رد المرئی علی قاضی)

شیعہ حضرات ہم نے ثابت کر دیا کہ غضبت فاطمہ کے الفاظ راوی نے اپنی طرف سے قیاس اور اندازے کے پیش نظر زائد کر دیئے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی شیعہ عالم یہ ثابت کر دے کہ اس قسم کی ناراضگی کے الفاظ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے نکلے ہیں ہم اسے پانصد روپے انعام دینگے۔

حقیقت یہ ہے کہ راوی نے جب اپنے شیخ اور استاد سے لم تحکلم کے الفاظ سنے تو اس سے یہ قیاس کر لیا کہ یہ الفاظ سیدہ کی حالت غضب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ لہذا اسی قیاس کے مطابق غلط فہمی سے غضبت کا لفظ زیادہ کر دیا یہ اسی طرح کی قیاس آرائی ہے کہ نبی کریم ازواج مطہرات سے الگ ہو کر بالا خانہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ لوگوں کو اس سے یہ تاثر ملا کہ آپ نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدی۔ تو اسی طرح لم تحکلم کا مطلب یہ تھا کہ سیدہ غصے ہو گئیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کلام نہ کیا۔ بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ انہیں علم ہو گیا کہ اس میں بقول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وراحت نہیں چلتی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں وہی عمل اور طریقہ باقی رکھا ہے۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حین و حیات ظاہری میں تھا۔ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ نے اس تسلی اور توشیحی کے بعد انہوں نے اس معاملہ میں مزید گفتگو نہ کی۔ حالانکہ شرح ابن میثم، شرح ابن حدید شیعہ اور درۃ الخفیہ کے مطابق جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں فذک کی آمدنی انہی مصارف پر خرچ کروں گا جن پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف فرمایا کریت تھے۔ تو

فَرُضِيَتْ بِذَلِكَ وَأَخَذَتِ الْعَهْدَ عَلَيْهِ كَالْفَاظِ ان تَيُونِ مَصْنُفِيْنَ

نے لکھے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کی ابو بکر صدیق سے ہم کلامی اور رضا مندی دونوں ثابت ہیں اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ سیدہ نے حضرت ابو بکر صدیق

سے تادم آ خر کلام نہیں فرمائی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے فیصلہ ابو بکر صدیق کے بعد باغ
فَذَكَ کے بارے میں کوئی نزاعی کلام نہیں فرمائی۔ تائید

شیعی مؤرخ سعودی سے کہ سیدہ نے ترک کلام فرمائی ہے تو اس سے مراد نزاعی کلام ہے۔

وَكَانَتْ مُهَاجِرَةً لَهُ، مُنْذُ طَالَبْتُ يَارِ نُهَايْنِ أَبِيهَا عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنْ فَذَكَ وَغَيْرُهَا وَبَيْنَهُمَا مِنَ النِّزَاعِ فِي ذَالِكَ إِلَى أَنْ مَاتَتْ

ترجمہ: جب سے باغ فذک وغیرہ کے مطالبہ کی وجہ سے سیدہ نے ترک کلام فرمائی ہے۔ (تو

اس سے مراد) نزاعی کلام ہے جو ان کے درمیان سیدہ کے آخر وقت نہ ہوئی۔

(المتبیه والاشراف ابوالحسن علی بن حسین صفحہ ۲۵۹)

ظاہر ہے کہ اگر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا حضرت ابو بکر صدیق سے ناراض تھیں تو

ان کی خدمات کو ہرگز قبول نہ فرماتیں۔ آدمی جس سے ناراض ہو اس کے ہاتھ سے تو پانی کے

گھونٹ کا بھی روا نہیں ہوتا چہ جائیکہ گھر کے سارے اخراجات وصول کرے۔ بفضلہ تعالیٰ

حضرت ابو بکر صدیق پر دربارہ باغ فذک عائد کردہ الزامات کا رد اکابر علماء شیعہ کی تحریرات سے

کر دیا۔ اور سیدہ کی ناراضگی بقولے شیعہ حضرات کا دلائل قاہرہ سے رد کر دیا۔

اب بھی اگر شیعہ علماء کی تسلی نہیں ہوئی تو کتب شیعہ معتبرہ سے وہ واقعات پیش کرتے ہیں

جن سے حضرت علی الرضی کرم اللہ وجہہ پر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ناراضگی ثابت ہوگی۔

کتب معتبرہ شیعہ حضرات سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر سیدہ کا ناراض ہونا۔

فَدَخَلَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ يَوْمًا فَنَظَرَتْ إِلَى رَأْسِ عَلِيٍّ

عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي حُجْرِ الْجَارِيَةِ فَقَالَتْ يَا أَبَا الْحَسَنِ فَعَلْتَهَا فَقَالَ لَا

وَاللَّهِ يَا بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلْتُ شَيْئًا فَمَا الَّذِي

تُرِيدِينَ قَالَتْ تَأْذِنُ لِي فِي الْمَسِيرِ إِلَى مَنْزِلِ أَبِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَقَالَ لَهَا قَدْ أَذْنْتُ لَكَ

ترجمہ: حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو شاہ حبشہ نے ایک لوٹھی بہہ کی انہوں نے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہہ کر دی۔ ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اس لوٹھی کی گود میں تھا۔ تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا اے ابو الحسن آپ نے اس سے جماع کیا ہے؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اے بیٹی رسول میں نے اس سے کچھ نہیں کیا۔ سیدہ فاطمہ نے ناراضگی کے عالم میں کہا آپ مجھے رخصت دے دیں کہ میں اپنے والد گرامی کے گھر چلی جاؤں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں اس کی اجازت دیدی۔

(انوار نعمانیہ جلد اول صفحہ ۹۷ نور مرتضوی جلاء العیون صفحہ ۱۴۰)

شیعہ حضرات اس ناراضگی سیدہ سے حضرت علی کی خلافت پر قطعاً کوئی آنچ نہیں آئی اسی طرح سیدہ کی ناراضگی صدیق اکبر سے فرض کر بھی لیں تو بھی اس سے ان کی خلافت باطل نہیں ٹھہرتی۔

سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا بعد از نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بوجہ ان کے فقیر ہونیکے غم و غصہ سے رو پڑیں۔ (معاذ اللہ) امالی صدوق قال کنا قعود

عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَتْ فَاطِمَةُ تَبْكِي
بُكَاءً شَدِيدًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُبْكِيكِ يَا
فَاطِمَةُ قَالَتْ يَا أَبَاهُ غَيْرَ تَنبِي نِسَاءَ قُرَيْشٍ وَقُلْنِ إِنَّ أَبَاهُ زَوَّجَكَ مِنْ
مَعْدُومٍ لَا مَالَ لَهُ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ لَا تَبْكِينَ فَوَاللَّهِ مَا زَوَّجْتُكَ حَتَّى
زَوَّجَكَ اللَّهُ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهِ وَأَشْهَدُ بِذَلِكَ جِبْرَائِيلُ وَمِيكَائِيلُ

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سخت روتی ہوئی تشریف لائیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ فاطمہ؟ تمہیں کس نے رولایا؟ عرض کی ابا جان! قریشی عورتوں نے مجھے طعنہ دیا ہے کہ تمہارے والد نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جس کے پاس کچھ مال نہیں۔ تو آپ نے فرمایا بیٹی مت رڈو۔ اللہ کی قسم! میں نے تیری شادی اس وقت کی جب اللہ نے تیری شادی عرش پر کر دی تھی اور اس پر حضرت جبرائیل اور میکائیل گواہ بنے تھے۔

(امالی صدوق صفحہ ۶۳ ۱۲ مجلس السابع والستون)

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! ایمان سے کہیے ایک طرف شیعہ حضرات فرضی ناراضگی کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ اس کی بنا پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر و منافق تک کہتے ہیں اور دوسری طرف اُن کے مذہب کے بانی مہابی اور صحاح اربعہ میں سے من صحفہ الفقہیہ کے مصنف شیخ صدوق نے اس روایت میں کلمے الفاظ میں جو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی گستاخی اور توہین کی۔ وہ کسی سے مخفی نہیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جن کے بارے میں سرور کائنات نے ”بتول“ فرمایا۔ جس کے معنی دنیا سے بے نیاز کے ہیں۔ شیخ صدوق نے اس روایت کے ذریعے اس سیدہ کو بہت بڑا دنیا دار ثابت کیا اور کہا کہ آپ نے اس کمینہ دنیا کینا کینا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فقیر سمجھتے ہوئے انتہائی گریہ و بکا کیا۔ اور روتی ہوئی بارگاہ رسالت میں آئیں اور تمام صحابہ کرام کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی غربت اور اپنی بد قسمتی کا رونا رو دیا تو کیا یہ انداز روایت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شدید توہین کے مترادف نہیں؟ اگر ہے اور واقعی ہے تو خود اس روایت کا راوی اور اس کے صحیحین اور بناوٹی مخلصین مومنین کا ایمان اور

خلوص کدھر گیا؟ ادھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرضی داستانِ غصہ سے کفر و نفاق کا فتویٰ۔ ادھر گستاخی اور توہین سے خالص ایمان:

۳۔ حوالہ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باغِ صدقہ کیا تو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے انہیں غصہ سے مارا۔ العیاذ باللہ

امالی صدوق۔ حدیث میں وارد ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سلیمان فارسی کو بلایا اور فرمایا وہ باغ جس کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا۔ بازار میں جا کر تجار حضرات کے پاس فروخت کر دو۔ چنانچہ سلیمان فارسی نے بارہ ہزار درہم پر اسے فروخت کر دیا۔ اور وہ رقم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیش کر دی۔ وہاں ایک اعرابی تھا اس نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے اس رقم میں سے چار ہزار چالیس درہم اس کو عطا فرمادیئے۔ تو یہ خبر مدینہ شریف میں پھیل گئی۔ ایک آدمی انصار میں سے سیدہ فاطمہ کے پاس گیا آپ کو مذکورہ واقعہ کی خبر دی آپ نے اس کو دعا دی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بقیہ رقم وہیں بیٹھے ہوئے لوگوں میں تقسیم کر دی۔ یہاں تک کہ ایک درہم بھی باقی نہ رکھا۔ اس کے بعد سیدہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے میرے باپ کے باغ کو فروخت کر دیا ہے؟ حضرت علی نے جواب دیا ہاں میں نے فروخت کر دیا ہے۔ سیدہ فاطمہ نے سوال کیا کہ رقم کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے وہ اللہ کے راستے میں تقسیم کر دی۔ پھر حضرت فاطمہ نے فرمایا کہ میں بھوکی ہوں اور ہمارے بیٹے بھوکے ہیں اور آپ بھی ہماری طرح بھوکے ہیں اور ہمارے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے۔ یہ کہہ کر سیدہ فاطمہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دامن کو پکڑ لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے فاطمہ مجھے چھوڑ دے تو سیدہ نے فرمایا کہ میں خدا کی قسم ہرگز آپ کو نہیں چھوڑ دوں گی یہاں تک کہ میرے اور آپ کے درمیان میرے ابا جان

فیصلہ فرمادیں۔ پس جبرائیل نازل ہوئے اور فرمایا۔ اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اور علی کو اللہ تعالیٰ سلام فرماتا ہے۔

قُلْ لَفَاطِمَةٌ لَيْسَ أَنْ تَضْرِبِي عَلَى يَدِيهِ وَتَلْزِمِي بِشَوْبِهِ

ترجمہ: یعنی فاطمہ کو فرمادیتے ہیں۔ کہ تیرے لئے یہ جائز نہیں کہ تو علی کے ہاتھوں پر مارے اور اس کے دامن کو نہ چھوڑے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے گھر آئے تو فاطمہ کو دیکھا انہوں نے حضرت علی کا دامن پکڑا ہوا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت علی کا دامن کیوں پکڑا ہوا ہے؟ سیدہ فاطمہ نے مذکورہ بالا واقعہ سنایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے بیٹی! میرے پاس جبرائیل تشریف لائے اور مجھے اور علی کو اللہ کا سلام پہنچایا اور فرمایا کہ فاطمہ کو فرمادیتے ہیں کہ تیرے لئے جائز نہیں کہ تو حضرت علی کے ہاتھوں پر مارے۔ لہذا حضرت فاطمہ نے چھوڑ دیا اور معافی مانگی۔

شیعہ حضرات اس صراحت کے ساتھ سیدہ کی ناراضگی جب علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت میں کوئی اثر نہیں ڈالتی۔ اسی طرح سیدہ کی ناراضگی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بفرض محال اگر مان لی جائے تو بھی اس سے ان کی خلافت باطل نہیں ٹھہرتی۔ (حوالہ تاریخ التوارخ) در کتاب علل الشرائع سند بابو ہریرہ منتہی سے شود۔ مے گوید نماز یا دعا اور ابا رسول خدا گد اشتمیم آں گا۔ پیغمبر برخواست۔ ورواں شد د سخت اند و ہناک بود۔ مانیز از قضائے اور روانہ شدیم چون باب سرائے فاطمہ رسیدیم رسول خدا علی را نگریست کہ در پیش روئے باب بر خاک خفتہ است پیغمبر در کنار او بہ نشست و گرداز جانہ اور بستر۔ ویقول قم فداک ابی و امی یا ابا تراب۔ فرمود پدر و مادرم فدائے تو باد۔ اے ابو تراب برخیز و دست علی را گرفت و داخل سرائے شد۔ زمانے دیر برنگذشت کہ باگ خندہ ایشاں راضعا نمودیم و رسول خدا بیروں شد بوجہ مشرق عرض کردیم یا رسول اللہ بدروں سرائے شدی با قلب پرشماں و بیروں آمدی باروئے شادماں۔

فَقَالَ كَيْفَ لَا أَفْرَحُ وَقَدْ أَصْلَحْتُ بَيْنَ النَّيْنِ هُمَا أَحَبُّ أَهْلِ

الْأَرْضِ اِمْ أَهْلَ السَّمَاءِ فرمود چگونہ شاد خاطر بننا شتم روح ال آنکہ اصلاح نمودم میان دو کس را۔ کہ محبوب ترین مردم زمین اند در نزد اہل آسمان۔

ترجمہ: کتاب علی الشراخ میں سند ابو ہریرہ تک پہنچائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے نماز صبح رسول اللہ کے ساتھ ادا کی۔ نماز کے بعد خدا کے پیغمبر اٹھے اور روانہ ہوئے۔ درآں حالیکہ سخت غمناک تھے۔ ہم بھی آپ کے پیچھے روانہ ہوئے جس وقت حضرت فاطمہ کے مکان کے دروازے پر پہنچے ہیں تو خدا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو دروازے کے پاس مٹی پر سوئے پایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئے اور علی کے کپڑوں سے غبار صاف کیا اور فرمایا اٹھ کھڑا ہواے ابو تراب میرے ماں باپ تجھ پر فداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت فاطمہ کے گھر میں داخل ہو گئے۔ زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ گھر والوں کے ہنسنے کی آواز ہمیں سنائی دی۔ اس کے بعد خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے آئے۔ درآں حالیکہ آپ کا چہرہ مقدس خوش سے چمک رہا تھا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس گھر میں داخل ہوئے تو آپ کا دل غمناک تھا اور باہر تشریف لے آئے تو آپ کا چہرہ ہشاش بشاش۔ وجہ کیا ہے فرمایا کیوں خوشی نہ کروں اس حال میں کہ میں نے صلح کرا دی ان دو ہستیوں میں جو آسمان والوں کو سارے زمین کے باشندوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

(تاریخ التواریخ جلد چہارم از کتاب دوم صفحہ ۶۷، ۶۹ مرزاتقی لسان الملک در بیان کیفیت

معاشرت امیر المومنین و حضرت فاطمہ بلفظہ جلاء العیون صفحہ ۱۴۰)

ابو جہل کی لڑکی سے علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا ارادہ کیا تو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا

تاریخ ہو گئیں۔

امالی صدوق

إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَادًا أَنْ يُتَزَوَّجَ ابْنَةَ أَبِي جَهْلٍ عَلَى فَاطِمَةَ
عَلَيْهَا السَّلَامُ وَإِنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَاهُ عَلَى الْمُنْبِرِ
إِلَى الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ إِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ يُرِيدُ أَنْ يُتَزَوَّجَ أَبْلَتْ عَدْوُ
اللَّهِ عَلَّ ابْنَةَ نَبِيِّ اللَّهِ إِنَّ فَاطِمَةَ بِضَعَّةٌ مِنِّي فَمَنْ أَذَاهَا فَقَدْ أَذَانِي
وَمَنْ سَرَّهَا فَقَدْ سَرَّنِي وَمَنْ غَاظَهَا فَقَدْ غَاظَنِي

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ کے ہوتے ہوئے ابو جہل کی بیٹی سے شادی
کرنا چاہی۔ آنسرد عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے برسبر منبر عام صحابہ کرام کے سامنے اس کا
اظہار فرمایا اور فرمایا (علی کرم اللہ وجہہ) چاہتا ہے کہ اللہ کے پیغمبر کی بیٹی کے ہوتے ہوئے اللہ
کے دشمن کی بیٹی سے شادی رچائے۔ خبردار! فاطمہ میرا نکلا ہے جس نے اُسے دکھایا۔ اُس نے
مجھے دکھایا اور جس نے اُسے خوش کیا۔ اُس نے مجھے خوش کیا جس نے اُسے غضبناک کیا اُس
نے مجھے غضبناک کیا۔

(امالی صدوق صفحہ ۶۳ المجلس الثاني والعشرون)

تجرب ہے کہ شیعہ علماء بخاری شریف کی ناراضگی والی روایت کو رات دن اُچھالتے
ہیں۔ گویا ان کے نزدیک شیعیت کا مقصد ہی یہی ہے۔

سیدہ کی ناراضگی والی روایت صرف امام زہری کے واسطے سے ان کے صرف ایک
شاگرد (صالح) کی ذکر کردہ روایت میں (غضبت) یہ لفظ آیا ہے اور انہی (امام زہری) سے
روایت کرنیوالے دو راوی (شعیب۔ خالد) اس لفظ کا ذکر نہیں کرتے۔ معلوم ہوا کہ امام
زہری کے شاگرد، صالح، جب اس واقعہ میں اپنے استاد امام زہری سے (لا تحکم حتی ماتت)

کے الفاظ سے تو اس سے خود اندازہ لگا لیا کہ سیدہ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنی وفات تک کلام نہ کرنا بوجہ غصہ اور ناراضگی سے تھا۔ اس قیاس کی بنا پر (صالح) نے غضبت کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا جو اس کا اپنا خیال تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ناراضگی نہ تھی بلکہ راوی کا اپنا قیاس تھا۔ حالانکہ اس روایت کے بعض طرق میں ناراضگی کا ذکر تک نہیں۔

نوٹ: اہل سنت کی کتابوں، بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، شمائل ترمذی وغیرہ ان کتابوں میں حدیث فدک کا چودہ مقاموں پر مذکور ہے۔ چودہ میں سے صرف چار مقام ایسے ہیں۔ جہاں ناراضگی کا ذکر ہے۔ باقی دس مقام ناراضگی سے خالی ہیں۔ اب ہم کو سوچنا چاہیے کہ جن دس مقاموں پر ناراضگی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا وجہ ہے؟ غور و فکر کرنے معلوم ہو گیا کہ جن صاحبان نے ناراضگی کے فقرے کو ترک کیا۔ انہوں نے جان بوجھ کر ترک کیا۔ کہ وہ اس زیادتی کو قابل قبول نہیں سمجھے اور راوی کا اپنا قیاس خیال کیا۔ خود بخاری و مسلم کی بعض سندیں بھی ناراضگی سے خالی ہیں جیسے حضرت عائشہ صدیقہ سے عروہ بن زبیر کے واسطے سے امام زہری روایت کرتے ہیں۔ ناراضگی نام نہیں لیتے۔

شیعہ حضرات کے آگے ہم نے ان ہی کی کتب معتبرہ سے پانچ روایات پیش کی ہیں۔ ان میں ناراضگی کے الفاظ کتب شیعہ میں متفق علیہ ہیں۔ اور صراحتاً ناراض ہونا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی المرتضیٰ سے ثابت ہو گیا مگر شیعہ علماء روایت خمسہ مذکورہ کے بیان کرنے میں اپنی شکست جانتے ہیں۔ اب شیعہ علمائے کرام کا فرض ہے کہ روایت خمسہ مذکورہ کا جواب دیں اور اگر جواب دینے کی ہمت نہیں تو صحیح بخاری والی روایات کا تذکرہ چھوڑ دیں۔ بارہا شیعہ علماء سے اس مسئلے پر بحث ہوئی مگر جواب نہ ارد۔

نوٹ: روایت نمبر ۵ کے متعلق جس میں حضرت علی المرتضیٰ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے۔ ابو جہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہی۔ کا ذکر ہے بحوالہ امالی صدوق اس کا

جواب دیا صرف باقی چار روایات سے اعراض کیا۔

جواب شیعہ کا منافقین نے حضرت زہرا رضی اللہ عنہ کے پاس بفرس ایذا رسانی یہ غلط خبر اڑادی جس سے سیدہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ناراضگی کا اظہار ہوا۔ جب سیدہ کو علم ہو گیا کہ یہ خبر جھوٹی ہے تو وہ غصہ جو منافقین سے یہ خبر سننے پر پیدا ہوا تھا زائل ہو گیا۔ مگر یہ جواب شیعہ حضرات کی شکست یا تجاہل عارفانہ پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ جواب حقیقتاً جواب دینے سے عاجز ہونے کی کھلی دلیل ہے۔ ہمارا سوال سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ناراض ہونے کا تھا۔ اگر سیدہ فاطمہ کچی بات سکر حضرت علی سے ناراض ہو جاویں تو بھی ناراضگی ہوگی اور اگر کوئی جھوٹی بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں تو بھی ناراضگی ہی ہوگی۔ اس کو رضا مندی تو نہیں کہا جائیگا۔ ان شریف آدمیوں سے کوئی پوچھے خبر کچی ہو یا جھوٹی اس سے تو بحث ہی نہیں تھی۔

ایک طرف شیعہ حضرات فرض ناراضگی کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ اس کی بنا پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر و منافق تک کہتے ہیں۔ اب ان روایات خمسہ کا جواب جو کہ ان کی کتب معتبرہ سے ہم نے پیش کئے اور ہم نے بھی شیعہ کتب معتبرہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کی رضا مندی حضرت ابو بکر سے ثابت کر دی ہے۔ پچھلے اوراق کا بغور مطالعہ کیجئے۔ اور ہمارا یہ دعویٰ ہے کوئی شیعہ عالم "غَضَبْتُ فَاطِمَةَ" کے الفاظ سیدہ فاطمہ کے منہ سے نکلے ہیں ثابت کر دے ہم اُسے پانصد روپے انعام دیں گے۔ اس کے برعکس ہم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کی ناراضگی اور غصہ جنابہ کے قول و فعل سے حضرت علی المرتضیٰ کے بارے ثابت کر دیا۔ اور اگر اب بھی کوئی شیعہ عالم بخاری کی روایت بخاری کی روایت کا ذکر کرتے تو دیانتداری کا تقاضا ہے ہماری ان پانچ روایات کا جواب دے۔ انشاء اللہ جواب کا نام ہی نہ لے گا۔

دعوتِ غور و فکر شیعہ حضرات سے

اہل بیت رسول کو اللہ رب العزت نے دنیاوی مال و دولت اور زیب و زینت سے منع فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِيَازُوجِكُ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسْرِحْكُنَّ سَرَاجًا جَمِيلًا وَإِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالِدَارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا
عَظِيمًا (پارہ ۲۱ رکوع آخر)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم اپنی ازواج سے یہ کہہ دو کہ اگر تم زندگی دنیا اور اس کی
زینت کی خواستگار ہو تو آؤ میں تم کو نفع پہنچا دوں اور پھر تمہیں نہایت خوبی سے رخصت کر دوں
اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اور آخرت کے گھر کی خواستگار ہو تو اللہ نے نیکو کار عورتوں کیلئے
بہت بڑا اجر مہیا فرمایا ہے۔ (ترجمہ مقبول شیعہ)

اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا کہ

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

تَطَهِّرًا (پارہ ۲۲ رکوع ۱)

بے شک اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے کہ اے اہل بیت تم سے دنیاوی مال کی حب دور کر دے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دارِ آخرت کے محبت کے عالی مرتبہ و مقام سے نوازے تو جب ازواجِ مطہرات نے سامانِ دنیا کا تھڑا سا مطالبہ کیا تو اس کو اللہ اور رسول نے اچھا نہ سمجھا اور اس مذموم دنیا کی حرص ان کے دل سے نکال کر طہارتِ قلبی عطا فرمائی۔ تو کیا سیدہ خاتونِ جنت کیلئے ہی حضور الصلوٰۃ والسلام نے اس لعنت اور قابلِ مذمت چیز کو پسند فرما کر لاکھوں کروڑوں کی جائیداد (فَدَک) حضرتِ نہاتونِ جنت کو عطا فرمادی۔

یہ لوگ ایک طرف سیدہ خاتونِ جنت کی محبت کے دعویٰ میں اور دوسری طرف حضرت صدیق اکبر کی عداوت میں اس قدر حواسِ باختہ نظر آتے ہیں کہ خود اپنی کتب کا مطالعہ نہیں کرتے۔

۲۔ ایک دن سیدہ خاتونِ جنتِ حسین کریمین کو لے کر اپنے والدِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اُس اوقات میں کہ غمِ وفات سے خیر الوریٰ کے حسرت و یاس میں نہائیں۔ یعنی زندگیِ آخری لمحات میں۔

فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا ابْنَاكَ فَوَرِثَهُمَا شَيْئًا

عرض کی کہ اے خلیفہِ خدا یہ دونوں تمہارے لاڈلے بیٹے ہیں انہیں اپنی وراثت سے

کچھ دو۔

فَقَالَ أَمَا الْحُسَيْنُ فَإِنَّ لَهُ هَيْبَتِي وَ سَوْدَدِي وَأَمَّا الْحُسَيْنُ فَإِنَّ

لَهُ شَجَاعَتِي وَ جُودِي

فرمایا مخبرِ صادق نے امامِ حسن کو اپنی ہیبت اور سرداری کا مختار کیا اور امامِ حسین رضی

اللہ عنہ کو صفت شجاعت اور جود و سخا کا افتخار دیا۔ یعنی میراث انبیاء مال و زر نہیں۔ علم و حلم شجاعت و سخاوت وغیرہ صفات حمیدہ ہیں۔

(اخبار ما تم صفحہ ۲۰۸ جلا العیون صفحہ ۲۳۸ حدیدی شرح نہج البلاغہ جلد دوم جز ۱۶)

قارئین کرام! سیدہ خاتون جنت جیسی محبوب ترین لخت جگر اپنے فرزندوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کہہ کر آپ کے پیش کرتی ہے اور عرض کرتی ہے کہ انہیں اپنی وراثت سے کچھ دو۔ اس وقت اگر آنسرو عالمیاں کے پاس دنیاوی چیزوں میں سے کوئی چیز ہوتی تو ضرور حسین شریفین کو عطا کر دیتے۔ کیونکہ عرض کر نیوالی خاتون جنت ان سے بڑھ کر اور کوئی شفیع نہیں ہو سکتا اور جود و سخا رحمہ لی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ اکبر نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اور محل شفقت و محبت اور عنایت حسین کریمین سے زیادہ اور کون؟ معلوم ہو گیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس لخت جگر کی شفاعت سے پہلے اپنا سب کچھ راہ خدا میں وقف فرما چکے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا۔

نَحْنُ مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً

ترجمہ: ہم پیغمبروں کی جماعتیں موروث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ وقف ہوا کرتا ہے۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شفاعت کے جواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق عالیہ اور اوصاف حمیدہ کا ذکر کرنا اور دنیاوی چیزوں میں سے کسی چیز کا ذکر تک نہ کرنا۔ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ سرور عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کیلئے دین چاہتے تھے واد دنیا نہیں چاہتے تھے۔

اموال پیغمبراں وقف ہو جاتے ہیں رشتہ داروں میں حسب قاعدہ تقسیم نہیں ہوا کرتے۔

۳۔ قارئین کرام! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدہ فاطمہ الزہرا کو ملنے کیلئے تشریف لائے گھر میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ کیا دیکھا کہ سیدہ کے گلے مبارک اور کانوں میں چاندی کے زیور پہنے ہوئے ہیں اور دروازے پر پردہ لٹکایا ہوا ہے آنحضرت دیکھتے ہی غضبناک ہو کر گھر سے چلے گئے اور مسجد میں چلے گئے اور منبر کے نزدیک بیٹھ گئے۔ حضرت سیدہ نے خیال کیا کہ آنحضرت کو کچھ دنیاوی زیب و زینت کی چیزیں نظر آئیں تو ناراض ہو کر چلے گئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سب کچھ خدا کی راہ میں خیرات کر دیا۔ جب آنسرور عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ٹھیک کام کیا۔ اس کا باپ اُس پر فدا ہوا۔ اس فقرے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ دہرایا اور فرمایا بات یہ ہے کہ دنیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نہیں ہے۔ اور نہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کیلئے ہے اگر دنیا کی قدر و قیمت خدا تعالیٰ کے ہاں چھھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ ملتا۔ کتاب ناخ التوارخ جلد چہارم کتاب دوم صفحہ ۲۳۹ اور یہی روایت جلال العمون میں شیعہ حضرات کے رئیس الحدیث ملا باقر مجلسی بیان کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرتبہ فرمود کہ کرد آنچہ سے خواستم پدرش فدائے اوباد۔ دنیا از محمد و آل محمد نیست اگر دنیا در خوبی نزد خدا برابر پر پشہ سے بود دنیا کافراں را شربت آب نئے داد پس برخو استند و بخانہ فاطمہ داخل شدند (ترجمہ اوپر کی خط کشیدہ عبار میں پڑھ لیجئے)

(جلال العمون باقر مجلسی صفحہ نمبر ۹۸)

سوچنے کا مقام ہے کہ آنسرور عالمیاں دنیا سے بے تعلقی کے اظہار کے موقع پر اپنی آل کو اپنے ساتھ ملا کر ذکر کرتے ہیں اور کسی کو اس موقع پر اپنے ساتھ نہیں ملتے۔ اس میں یہی حکمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیاوی وراثت سے پاکیزگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ اور اپنی اولاد کو اپنی حیات میں اس مسئلہ کی عملی تعلیم دے رہے ہیں۔

تھے۔ حیا کی وجہ سے واپس اپنے گھر تشریف لے آئیں تھیں۔ دوسرے دن صبح سویرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لے آئے درآں خلیکہ ہم دونوں ایک ہی لحاف میں پڑے ہوئے تھے۔ اور لحاف کے علاوہ کوئی کپڑا ہمارے گھر پاس نہ تھا جو کہ پہن کر ہم لحاف سے باہر نکل آتے۔ پس حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ السلام علیکم ہم نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس حالت کی وجہ سے جس حالت میں ہم دونوں تھے۔ پھر دوسری دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام دیا۔ ہم نے کوئی جواب نہ دیا جب تیسری دفعہ آپ نے سلام کہا تو ہم ڈر گئے کہیں ایسا نہ ہو ہمارے جواب نہ دینے کی وجہ سے آپ چلے جائیں کیونکہ آپ کی عادت مبارکہ یہی تھی پس میں نے عرض کیا وعلیک السلام یا رسول اللہ تشریف لائیے۔ پس آپ گھر میں تشریف لے آئے اور ہمارے سر ہانے بیٹھ گئے اور فرمایا اے فاطمہ کل میرے پاس کس کام کیلئے آئی تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شرم کی وجہ سے کچھ جواب نہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے خوف ہوا اگر ہم جواب نہ دیں گے تو آپ واپس چلے جائیں گے میں نے لحاف سے سر نکالا اور فاطمہ کی وہ حاجت بیان کی جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں ایک ایسی چیز بتلا دوں جو تمہارے لئے باندی سے بہت بہتر ہو۔ جب سونے کیلئے تیار ہو جاؤ تو ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ پس حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے سر لحاف سے باہر نکالا اور تین مرتبہ کہا خدا اور کے رسول سے میں راضی ہوں۔

قارئین کرام! اس روایت سے ظاہر ہے کہ نبوی دور میں حضرت فاطمہ کی زندگی نہایت تنگی میں بسر ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ ضروری پوشاک بھی دستیاب نہ ہوتی تھی۔ آدمی خالی پیٹ تو گزارہ کر لیتا ہے مگر بغیر ضروری لباس کے کوئی آدمی گزارہ نہیں کر سکتا۔ شیعہ حضرات ایمان سے غور کرو اگر سیدہ فاطمہ الزہراء فدک جیسی اتنی بڑی لاکھوں کی جائیداد کی

مالکہ تھیں تو خدا داد دولت سے آپ کئی باندیاں خرید سکتی تھیں کہ کسی قسم کی اور ضرورت نہ تھی۔
 ۵۔ قارئین کرام! ایک اور روایت پر غور کیجئے۔

جو جو تکالیف روایت میں پچھلے اوراق میں تحریر شدہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ سیدہ فاطمہ الزاہرا اور حضرت علی المرتضیٰ نے باہمی انہیں تکالیف کا آپس میں ذکر کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے کہا کہ پانی کی مشکیں بھر کر لانے سے میرا بدن دکھیا ہو گیا ہے اور چہرہ بدن کا اڑ گیا ہے اور حضرت فاطمہ نے کہا کہ چکی پیتے پیتے میرے ہاتھ بیکار ہو گئے ہیں چونکہ اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدیوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے کہا کہ اپنے والد شریف کے پاس جاؤ اور ایک خادم طلب کرو۔ پھر حضرت علی نے اسی وقت حضرت فاطمہ کو ہمراہ لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اپنا مدعا بیان کیا۔

پیغمبر فرمود از جماعت امیراں فاطمہ را خدمتگارے نئے دہم وایشاں رامیفر وشم و بہائے ایشاں را باصحاب صفہ بذل مے نمائم و فاطمہ رضی اللہ عنہا را تسبیح زہرہ بیا موخت ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قیدیوں کی جماعت میں سے کوئی خدمتگار فاطمہ کو نہیں دوں گا ان کو تو میں فروخت کروں گا اور ان کی قیمت صفہ کے رہنے والوں پر خرچ کروں گا۔ اور خدمت گار کی جگہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو تسبیح دہرا کر تعلیم دیدی۔ ناظرین کرام روایت نمبر ۴۳ میں تو کثیر خریدنے کی درخواست تھی جو نا منظور ہوئی تھی۔ اس روایت میں خدمت گار موجود ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خادم دینے سے بھی انکار کر دیا اور خادم کی جگہ پر تسبیحات کی تعلیم کر دی۔

ناظرین کرام وہ ہستی جسے لخت جگر رسول ہونیکا شرف حاصل ہے۔ آپ وہ ہستی ہیں جس کے دکھ رحمت عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھ ہوتا ہے۔ آپ وہ مقرب الہی ہیں کہ آپ

کی ناراضگی میں خداوند کریم کی ناراضگی ہے۔ ایسی محبوب ترین بیٹی اپنے والد گرامی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتی ہے۔ بوجہ تکلیف درخواست صرف ایک خادم کی ہے۔ درخواست اس ہستی کی خدمت میں ہے جو مہربانی رحمت و شفقت میں بے مثل ہو۔ اور اگر دعائیں تو اللہ رب العزت احد پہاڑ کو سونے کا بنا دیں اور اس حالت میں کہ خادم کی ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہے۔ مگر ہمہ جواب ملتا ہے کہ سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ معلوم ہوا کہ دنیاوی آسودگی تو آپ کے گوشہ خیال میں بھی نہیں آ سکتی تھی۔ آپ کے نزدیک نفع نام ہی آخرت کی آسودگی کا تھا۔ جیسی تو خادم کے بدلے میں تسبیحات کو رکھ دیا۔

شیعہ صاحبان کیلئے ہمارے ان بیان کردہ واقعات میں سبق موجود ہے۔ کہ جب آنسور و عالمیاں اپنی لخت جگر کی ایسی حالت دیکھ کر سن کر خادم کی جگہ تسبیحات کی تعلیم دیتے ہیں تو پھر باغ فدک کس طرح ان کے حوالے کر دیتے جو لاکھوں دینار و درہم کی جائیداد ہے۔

کار پا کاں را قیاس خود مکبر

گر چہ مانند درنوشتن شیر و شیر

قارئین کرام! ہماری بیان کردہ روایات میں کچھ نازیبا اور خلافت تہذیب جملے واقع ہوئے ہیں ہم اہل سنت پر ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اہل سنت اپنی کتابوں میں ان طیب و طاہر افراد کا فقر و فاقہ بیحدستی تو بیان کرتے مگر اس طرح بے لباس ہونا بیان نہیں کیا ہے۔

باب نمبر 6

بحث در مسئلہ خلافت بلا فصل سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

باغِ فِذک اور خلافت یہ دونوں مسئلے مابین شیعہ و اہل سنت نہایت اہم ہیں۔ اس سے پہلے ہم مسئلہ فِذک کو اہم سمجھتے ہوئے بالتفصیل اعتراضات و جوابات کیساتھ بیان کر چکے ہیں۔ اب مسئلہ خلافت شروع کرتے ہیں۔ جس کا منکر کافر ہے چونکہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل شیعہ حضرات کے عقیدہ میں جیسے توحید۔ رسالت۔ قیامت اصول دین میں سے ہے اسی طرح عند الشیعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل۔

لہذا اصول دین کیلئے صریح نص قرآن کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ جیسے توحید و رسالت، قیامت کا منکر کافر ہے۔ تو جس طرح توحید، رسالت، قیامت کا عقیدہ قرآن مجید کی نص صریح اور واضح الفاظ میں صاف صاف ثابت ہے ایسے ہی خلافت بلا فصل علی کرم اللہ وجہہ اور دروازہ ائمہ کی امامت قرآن مجید کی نص صریح سے واضح اور صاف الفاظ میں ثابت کرو۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ط اللَّهُ لَا

إِلَهَ إِلَّا هُوَ ط لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ط

توحید۔ رسالت۔ قیامت کا قرآن پاک میں واضح اور صاف الفاظ میں ذکر۔ مگر تا قیامت شیعہ حضرات خلافت بلا فصل حضرت علی المرتضیٰ اور باقی اماموں کی امامت ثابت کرنے کے لئے اس قسم کی قرآنی نص پیش نہیں کر سکتے۔ شیعہ حضرات کا ازراہ انصاف اور علم و عقل فرض بنتا ہے کہ جس طرح رسالت کا منکر کافر فرماتے ہیں اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا منکر بھی ان کے عقیدہ میں کافر ہے۔ تو جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نص قرآنی سے صاف اور واضح الفاظ میں ان کی رسالت کا ثبوت ہے اسی طرح یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے خلافت بلا فصل کا واضح اور صاف الفاظ نص قرآن سے دیکھلا دیں۔ مگر ہرگز ہرگز نہیں دیکھلا سکتے۔ حال یہ ہے شیعہ حضرات بارہ اماموں کی خلافت و امامت کا منصوص بالاسم قرآن مجید میں ہونا تو بجائے خود صرف ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل بھی قرآن مجید سے ثابت نہیں کر سکتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر شیعہ حضرات کی پہلی دلیل

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي
الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي
ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ مَّ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ط يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ
بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (۱۸)

ترجمہ: ان سب لوگوں سے جو تم سے پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے۔ اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو جانشین بنائے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلوں کو جانشین بنایا تھا اور ضرور ان کے دین کو جو اس نے ان کیلئے پسند کر لیا ہے۔ ان کی خاطر سے پائیدار کر دے گا اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ اس وقت وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا

شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا پس وہی نافرمان ہیں طریقہ استدلال۔ دیکھو اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت فرما رہے ہیں کہ میں تم سے ویسے خلفاء بناؤں گا جیسے تم سے پہلے لوگوں میں بنائے تھے۔ پہلے بنائے گئے خلفاء کا خود قرآن پاک میں ذکر ہے وہ دو طریقوں سے مسند خلافت پر متمکن ہوئے تھے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خود خلیفہ بنایا اور دوسری یہ کہ اللہ کے کسی پیغمبر نے کسی کو خلیفہ بنایا۔ دونوں طرح کی خلافت ان آیات سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً

تحقیق میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اور اسی طرح داؤد علیہ السلام فرمایا۔

يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ

اے داؤد! تحقیق ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ اور اسی طرح حضرت موسیٰ

علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا اور فرمایا۔

هَارُونَ أَخْلَفْنِي فِي قَوْمِي

اے ہارون تم میرے خلیفہ ہو میری قوم میں تو یہ آیات صراحتاً بتا رہی ہیں کہ اگلے

لوگوں میں خلافت کے دو طریق ہی قرآن مجید میں ہیں جن کی تشبیہ اس آیت استخلاف میں

دے کر فرمایا گیا ہے۔ کہ میں تم میں بھی اسی طرح خلفاء بناؤں گا۔ اور اس کی تائیدی اللہ تعالیٰ

نے دوسرے مقام پر ان الفاظ میں فرمائی۔

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا

یعنی ہم نے قرآن پاک کا وارث اپنے بندوں میں سے ان کو بنایا جن کو ہم نے جن

لیا۔ چونکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہم کو شوریٰ نے چنا۔ اللہ تعالیٰ نے نہیں بنایا لہذا یہ

کتاب کے وارث اور خلیفہ نہیں بن سکتے۔ آیت استخلاف سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ خلافت اللہ تعالیٰ دیتا ہے شوری سے نہیں ہوتی۔ تو ہمارا دعویٰ یہ کہ آیت استخلاف میں جس خلافت کا ذکر فرمایا ہے اس کے مصداق حضرت علی کرم اللہ وجہہ بنی ہیں اور خلیفہ بلا فصل ہیں۔ اس بات کی تائید آیت کریمہ کے آخری حصہ سے ہوتی ہے۔ جس میں خلیفہ برحق کی صفت بھی بیان فرمادی۔

يَعْبُدُو نَنِي لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا

کا مطلب یہ ہے کہ خلفاء ایسے ہوں گے جنہوں نے کبھی مشرک و بت پرستی نہ کی ہو اور عبادت اُن کا طرہ امتیاز ہوگی حالانکہ سوائے حضرت علی کے یہ صفت خلفائے ابوبکر و عمر میں نہیں پائی جاتی کیونکہ بقیہ خلفائے ثلاثہ میں بت پرستی کا ثبوت ملتا ہے۔

جواب نمبر ۱:

جن خلفاء کے متعلق آپ نے یہ آیات پیش کی ہیں یہ تمام اللہ کے خلفاء اور نبی ہیں حالانکہ ہماری اور تمہاری بحث جناب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ بلا فصل کے متعلق ہے۔ جو کہ خلیفہ رسول ہے۔ نبی نہیں لہذا آپ کا قیاس، قیاس مع الفارق ہے۔

جواب نمبر ۲:

اگر بالفرض شیعہ حضرات کا یہ مہمل اصول مان لیا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء حضرت انبیاء علیہم السلام اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تمام صفات دلوازمات میں ایک جیسی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ قرآن ہمارا اور رسول ہمارا، اور خلیفہ بلا فصل بھی ہمارا تو اس سے پہلے خلفاء کا ذکر تو نام بنام ہو۔ مگر ہمارے خلیفہ بلا فصل کی خلافت کا کہیں نام نہ ہو۔ جب آپ کے نزدیک پہلے خلفاء کی طرح حضرت علی کی خلافت ہے تو آپ حضرت علی خلافت بلا فصل کا ذکر نام کے ساتھ ثابت کیجئے۔ جو قیامت تک آپ کے

مجتہدین اور آپ ثابت نہیں کر سکیں گے۔

يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا

کا مطلب یہ ہے کہ خلفاء ایسے ہوں گے جنہوں نے کبھی شرک و بت پرستی نہ کی ہو۔

(قول شیعہ)

جواب: خدا جانے شیعہ علماء تجاہل عارفانہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں یا کہ لاعلمی کی وجہ سے آیت میں لایشرکون بی صیغہ مضارع منفی ہے۔ جس کے معنی حال اور استقبال ہی ہوتے ہیں۔ ماضی کے نہیں ہوتے۔ جس میں یہ شرط نہیں کہ وہ کفر شرک سے منزہ رہ کر ایمان لائے بلکہ مطلق ایمان سے اور وہ اب کبھی شرک نہیں کریں گے۔ یہاں آیت

مَا أَشْرَكُوا يَا لِمَ يُشْرِكُوا

نہیں ہے کہ زمانہ ماضی پر دلالت کرے۔

دیگر شیعہ حضرات کے نزدیک جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل توحید و رسالت کی طرح اصول دین سے ہے تو شیعہ حضرات پر لازم ہے کہ اس کا ثبوت اسی طرح صراحت اور وضاحت کے ساتھ پیش کریں۔

جس طرح صراحتاً توحید لا الہ الا اللہ کے کلمات ہیں اور رسالت محمد رسول اللہ کے کلمات میں ہے اور یہ دونوں اصل قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اگر تم قرآن پاک میں نہیں دیکھا سکتے تو نہ سہی۔ اہل سنت کی کتب حدیث میں کسی کتاب میں سے حدیث متواتر کے ساتھ ہی۔ اس اصل کو ثابت کر دکھائیں تاکہ اس کو بطور حجت دلیل پیش کر سکیں۔ ہمارا چیلنج ہے کوئی شیعہ اگر خلافت بلا فصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرآنی آیات میں واضح اور صریح طور پر پیش کر دے۔ یا اہل سنت و جماعت کے ذخیرہ حدیث میں سے کوئی ایک متواتر حدیث اس

بارے میں دکھادے۔ پانچ ہزار روپے انعام دیں گے۔ اس آئیہ استخلاف کے طریقہ استدلال کے ضمن میں جو شیعہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ کا انتخاب مجلس مشاورت کے ذریعہ ہوا نہ کہ خدا اور اس کے رسول کا انتخاب تھا۔ لہذا وہ برحق خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ تو یہ ان شیعہ حضرات کا اپنا مفروضہ اور خود ساختہ قانون ہے۔ کیا یہ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں کوئی آیت یا حدیث پیش کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ اپنے مذہب سے بھی ناواقف ہیں۔ دیکھئے فرمان علی کرم اللہ وجہہ وہ تو فرماتے ہیں کہ۔

إِنَّمَا الشُّورَى لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَى رَجُلٍ
وَسَمُوهُ إِمَامًا كَانَ ذَٰلِكَ لِلَّهِ رِضَىٰ

ترجمہ: بے شک شوریٰ مہاجرین اور انصار کے شایان شان ہے۔ پس اگر مہاجرین و انصار کسی شخص پر متفق ہو جاویں اور اسے اپنا امام و خلیفہ بنانا منظور کر لیں۔ تو وہ امام و خلیفہ خدا تعالیٰ کا پسندیدہ امام ہوگا۔ (نیج البلاغہ حصہ دوم مکتوبات و رقعات صفحہ ۲۳۲ مکتوب نمبر ۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود مہاجرین اور انصار کی مشاورت کو اپنی خلافت کی دلیل بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ تو آپ کی انتخاب انہی حضرات کے باہمی متفقہ مشورہ سے ہوا کسی کے خلیفہ برحق ہونے کے لئے اس کا اللہ کی طرف سے منتخب ہونا کوئی شرط نہیں۔ بلکہ مہاجرین و انصار کا انتخاب ہی دراصل اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اسی مضمون کی واضح تائید بھی فرمائی۔

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ

یعنی شوریٰ مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ مسلمانوں کے امور باہمی مشورت سے طے پاتے ہیں۔ شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت اللہ

تعالیٰ نے نہیں دی ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ہی خلافت دی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ماں کے پاس واپس لوٹانا اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اگرچہ فرعون کے گھر سے اور فرعون کے آدمیوں کے سبب سے ہوا۔ لیکن وعدہ اللہ تعالیٰ کا پورا ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (پارہ ۲۰)

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي
الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ
اور ہم نے والدہ موسیٰ کی طرف وحی کی کہ تم اس کو دودھ پلاؤ پھر اگر تم اس کی بابت
خوف کرو تو اس کو دریا میں ڈال دو اور تم نہ (اس کے آئندہ کے متعلق) خوف کرو اور نہ (اس
کے فراق کا) رنج کرو یقیناً ہم اس کو تمہارے پاس واپس بھی کر دیں گے اور اس کو رسولوں میں
بھی قرار دیں گے۔ یا جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ

تحقیق اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے تو باوجودیکہ بظاہر کوئی ملازمت کے ذریعے کوئی
تجارت کے ذریعے کوئی کھیتی باڑی اور کوئی کسی ہنر کے سبب رزق پارہا ہے۔ لیکن رازق ہر ایک
کا اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا وعدہ رزق پورا ہو رہا ہے۔ لیکن رازق ہر ایک کا اللہ تعالیٰ ہے۔ اور
اس کا وعدہ رزق پورا ہو رہا ہے۔ اسی طرح خلافت اگرچہ جناب ابو بکر صدیق، جناب عمر
فاروق، جناب عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بذریعہ شوری ملی ہے اور ظاہری سبب شوری
بنا ہے۔ مگر وعدہ اللہ تعالیٰ کا پورا ہوا ہے۔ تو ان حضرات کو اللہ تعالیٰ ہی نے خلیفہ بنایا اور چنا
ہے۔ شیعہ حضرات کو یہ آئیہ استخلاف

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کیلئے پیش کرنا ہی ان کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے۔ دیکھیے تفسیر صافی میں اسی آیت کے متعلق لکھا ہوا ہے۔

نَزَلَتْ فِي الْقَائِمِ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اور آگے لکھتے ہیں۔

عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ إِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الْمَهْدِيِّ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی یہ آیت استخلاف صرف امام مہدی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

یہ کس منہ سے کہتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت علی کی خلافت بلا فصل اس آیت سے ثابت ہے۔ بولو اگر آپ کو تسلی نہیں ہوئی تو ایک اور آپ کے مفسر قرآن سے آپ تسلی کروادیتے ہیں۔ (ترجمہ مقبول احمد شیبی دہلوی)

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ الْخ

تفسیر ترقی میں ہے کہ یہ آیت قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں بروایت اہل بیت مروی ہے کہ یہ مہدی آل محمد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام زین العابدین نے اس آیت کو تلاوت فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ واللہ یہ ہم اہل بیت کے شیعہ ہیں جن کے لئے خدا تعالیٰ یہ سب کچھ ہم میں سے ایک شخص کے ہاتھوں انجام دے گا جو اس امت کا مہدی ہوگا۔

(صفحہ ۱۰۷ بر حاشیہ نمبر ۳ ترجمہ قرآن مقبول افتخار بک ڈپولا ہور)

اور آیت استخلاف میں کما استخلف الذین من قبلہم سے شیعہ حضرات یہ مفہوم بیان کرتے ہیں۔ کہ اگلے لوگوں میں خلافت کے دو طریقے ہیں قرآن مجید میں کہ اللہ

تعالیٰ خلیفہ خود مقرر فرماتا تھا۔ یا اس کا کوئی پیغمبر یہ فریضہ سرانجام دیتا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی انہیں دو طریقوں سے خلیفہ کا ہونا لازمی ہے۔ مگر شیعہ حضرات کا یہ بھی محض مفروضہ اور سراسر غلط مفہوم ہے۔ اس آیت میں جو تشبیہ ہے وہ نفس خلافت میں ہے۔ یعنی جس طرح پہلے لوگوں میں خلفاء اللہ تعالیٰ نے بنائے تھے۔ اور ان کو حکمین فی الارض اور سلطنت عطا فرمائی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَآتَيْنَهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا

اسی طرح اے اُمت محمدیہ! تم میں بھی خلفاء مقرر فرمائیں گے اور اس وعدہ خداوندی کے مطابق خلفائے راشدین کو خلیفہ بنایا اور وہ عرب و عجم کے والی بنے تو تشبیہ کیلئے اسی قدر کافی ہے۔ امر تشبیہ میں یہ کوئی ضرور نہیں کہ جن چیزوں میں تشبیہ دی گئی ہو وہ تمام اوصاف لوازمات میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں۔ جیسے کسی بہادر آدمی کو شیر سے تشبیہ دی کر کہا جاتا ہے۔ ہو کا لاسدوہ شیر کی مانند ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ آدمی درندہ بھی ہو اور اس کے لئے دم بھی ہو اور گردن پر لمبے لمبے بال ہوں یعنی صرف شجاعت میں تشبیہ مراد ہے۔ اسی طرح اسی طرح یہاں آیت استخلاف کما استخلاف الذین میں بھی صرف خلاف اور حکومت دینے میں ہے تمام صفات و لوازمات میں نہیں ورنہ شیعہ حضرات ان آیات میں جن خلفاء آپ ذکر کر کے (آدم، داؤد، موسیٰ و ہارون)

تشبیہ دے رہے ہیں وہ تو انبیاء تھے۔ اگر پوری تشبیہ مراد ہے تو پھر شیعہ جواب دیں کہ خلافت حضرت علی کیلئے ثابت کرنا چاہے ہو وہ تمام اوصاف موجود ماننا لازمی ہوگا۔ جو ان لوگوں میں تھے جن کے ساتھ تشبیہ دی گئی! اور ان آیات میں جن خلفاء کا ذکر کر کے آپ تشبیہ دے رہے ہیں وہ انبیاء تھے۔

خلاصہ جواب: شیعہ حضرات کا آیت استخلاف سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی "خلافت بلا فصل" کو ثابت کرنے کیلئے جن تاویلات کا شیعہ حضرات نے سہارا لیا ہے وہ خود ساختہ اور پوچ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل شیعہ حضرات کے عقیدہ میں توحید۔ رسالت۔ قیامت کی طرح اصول دین میں سے ہے۔ تو توحید۔ رسالت۔ قیامت قرآنی آیات سے واضح اور صریح یعنی صاف الفاظ میں مذکور ہیں لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل واضح اور صاف الفاظ میں نہ قرآن پاک مذکور اور حدیث متواترہ میں اس کا ذکر تو شیعہ حضرات کی یہ حضرات کی یہ تاویلات بے معنی ہیں۔ دوسرے چونکہ شیعہ حضرات کے عقیدہ میں جناب علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل توحید، رسالت قیامت کی طرح اصول دین میں سے ہے جس کا منکر کافر و مرتد ہے اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا منکر ہمارے عقیدہ میں فاسق ہے جیسا کہ خود رب العزت نے فرمایا۔

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

ترجمہ: جو اس کے بعد ناشکری کرے گا پس وہ فاسق ہے۔ تو شیعہ حضرات کا اس آیت استخلاف میں ذکر ہے جس خلافت کا اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرنا لاعلمی نہیں تو اور کیا ہے۔ وہ ایسی آیت قرآن پاک سے تلاش کریں جس میں منکر خلافت کو کافر و مرتد کہا گیا ہو۔ شاید اس قرآن میں ہو جو ان کے عقیدہ میں حضرت امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ کے پاس ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل پر شیعہ صاحبان کی دلیل دوم

فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ فِي عَلَيٍّ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَلَمَّا

بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ثُمَّ قَالَ آلَا مَنْ

كُنْتُ مُؤَلَّاهُ فَهَذَا عَلَيَّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاةُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ

ترجمہ: جب رسالت مآب چلتے چلتے عذیر خم پر پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ اور عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اے میرے نبی! جو آپ کی طرف آپ کے رب نے اُتارا سے لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو یوں سمجھئے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت کو ہی نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے حفاظت میں رکھا جائے گا۔ جب آپ نے اس پیغام کو سنا تو آپ نے لوگوں کو اپنی اونٹنی بٹھانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم! میں اس مقام سے اُس وقت تک ہرگز آگے نہ بڑھو گا جب تک اپنے رب کی رسالت کو پہنچانے دوں اور فرمایا کہ اونٹوں کے کجاوے جوڑ کر ایک منبر تیار کیا جائے۔ منبر تیار ہوا پھر آپ نے حضرت علی کے ساتھ لیا اور منبر پر کھڑے ہو کر ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے لوگوں کو سخت ڈانٹا حتیٰ کہ فرمایا اے لوگو! کیا میں تمہاری جانوں سے زیادہ قریب نہیں ہوں۔ سب نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اس کے بعد آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو فرمایا! کھڑے ہو جاؤ۔ جب وہ کھڑے ہوئے تو آپ نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر اتنا بلند کیا۔ کہ آ کے بظلوں کی سپیدی دکھائی دی اس کے بعد فرمایا! خبردار! جس کا میں موٹی ہوں علی بھی اس کا موٹی ہے اور دعا مانگی اے اللہ! جو علی کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو علی کا دشمن بنے تو بھی اس کا دشمن ہو۔ (احتجاج طبری باب احتجاج النبی یوم الغدیر)

جواب: شیعہ حضرات کے نزدیک جب کہ خلافت، اصول دین میں سے ہے تو پھر اس کا ثبوت کسی ایسی آیت یا حدیث سے ہونا چاہیے جو ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے قطعی ہو۔ مزید یہ کہ اس آیت یا حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کو آپ کے

نام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہو اور حال یہ ہے کہ مذکورہ بالا۔ آیت تبلیغ کا ”غدرِ خیم“ کے موقع پر بھی نزول غیر یقینی ہے اور الفاظ

بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ

میں حضرت علی کی ولایت پر قطعی الدلالتہ نہیں ہیں۔ خود شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر منہج

الصادقین میں لکھا ہے۔ (منقول است)

کہ آنحضرت راشدہائی حراست و پاسبانی سے گردنہ چوں اس آیت نازل گشت

سرمبارک از قبہ کہ از عدم دوختہ بودند بیروں کرد و فرمود اے مرد ماں گردید کہ خدائے مرا نگہداشت

ترجمہ: اس آیت کے شان نزول کے بارے میں منقول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

رات کے وقت صحابہ کرام نگہبانی کیا کرتے تھے۔ تو جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ نے

اپنا سر انور چمڑے کے بنے ہوئے خیمہ سے باہر نکالا اور نگہداشت پر مامور صحابہ کو ارشاد فرمایا لوگو!

اب تم چلے جاؤ کیونکہ میری حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا ہے۔ اس کے علاوہ اسی آیت

کریمہ (نہج الصادقین جلد سوم صفحہ ۶۸۴ زیر آیت یا ایھا الرسول کے شان نزول میں شیعہ حضرات

کے مجتہد علامہ فرات اپنی معتبر کتاب تفسیر فرات کوئی کے صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں ”فرات“

قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ مُعْتَمِدًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ

الْقُرْظِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ (ص) يَتَحَارَسُهُ أَصْحَابُهُ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ يَا أَيُّهَا

الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا نُنزِلُ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ

رِسَالَتَهُ، وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ فَتَرَكَ الْحَرَسَ حِينَ أَخْبَرَهُ اللَّهُ

أَنَّهُ يَعْصِمُهُ مِنَ النَّاسِ

ترجمہ: فرات کہتا ہے کہ مجھے اسمعیل بن ابراہیم نے بیان کیا اُس نے بیان کیا اُس نے محمد

بن کعب قرظی سے اور وہ کہتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحابہ کرام حفاظت فرمایا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ اے رسول آپ کی طرف سے آپ کے رب نے جو کچھ نازل فرمایا اسے لوگوں تک پہنچا دو اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو گویا آپ نے اللہ کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اللہ آدمیوں کے شر سے آپ کو محفوظ فرمائے گا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاسبانی کروانی چھوڑ دی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی خبر آپ کو دی تھی۔

۳۔ شیعہ حضرات کے رئیس المحدثین علامہ الدہر باقر مجلسی قمر از ہیں۔ حدیث دیگر منقول است کہ پیوستہ جمعے از اصحاب حراست آنحضرت سے نمودند چون ایں آیه نازل شد کہ

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

یعنی خدا نگاہ دارید تر از شر مردم فرمود کہ دیگر کے مرا حراست نکند کہ خدا مرا نگاہ میدارد۔ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت فرمایا کرتے تھے تو جب یہ آیه کریمہ نازل فرمائی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے شر سے آپ کو محفوظ فرمائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نگہدشات پر مامور صحابہ کرام کو فرمایا کہ لوگو! اب تم چلے جاؤ کیونکہ میری حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا ہے۔ (حیاة القلوب باب ہشتم صفحہ ۱۱۹)

(تفسیر مجمع البیان جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

توان مذکورہ روایات شیعہ حضرات کی کتب معتبرہ سے ثابت ہو گیا کہ آیت تبلیغ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ فِي عَلِيٍّ

ترجمہ: نہ تو خم غدیر کے موقع پر نازل ہوئی اور نہ ہی حجۃ الوداع میں وقوف عرفات کے وقت اس کا نزول ہوا اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل کے اعلان کیلئے بطور ڈانٹ نازل ہوئی اور نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے خطرہ کی ضمانت دیتے ہوئے۔

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کے الفاظ نازل ہوئے۔ بلکہ مذکورہ بالا روایات کے الفاظ واضح طور پر ثابت کر رہے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ”خم غدیر“ اور ”حجۃ الوداع“ سے بہت پہلے مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کفار کے خطرہ کے پیش نظر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی حفاظت فرمایا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جب حفاظت اور عصمت کا وعدہ فرمایا تو آپ نے صحابہ کرام کو حفاظت کرنیکی ذمہ داری سے رخصت عطا فرمادی۔ شیعہ حضرات کا دعویٰ کہ خلافت بلا فصل حضرت علی رضی اللہ عنہ نص قرآنی اور متواترات احادیث اہل سنت و جماعت سے ثابت ہے۔ مگر اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے آیت تبلیغ کے شان نزول میں روایات پیش کی ہیں اُن کا متواتر ہونا تو درکنار۔ خبر واحد ہونا بھی درست نہیں بلکہ وہ موضوع اور ان کی من گھڑت روایات میں سے ہیں۔ دیگر حضرت علی سے چند ایسی باتیں لوگوں نے سرزد ہوتے دیکھیں جن کو انہوں نے زیادتی، سختی، بخل، گمان کیا حالانکہ جو کچھ حضرت علی نے کیا تھا وہی حق و صواب تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احکام حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی طرف سے روانہ ہوئے تو مقام خم غدیر پر آپ نے ایک عظیم خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حضرت علی کی فضیلت قرابت، امانت، عدالت کا ذکر فرمایا جس سے لوگوں کے شکوک و شبہات دور ہو گئے۔ ان ایک صاحب بریدہ نامی تھے وہ خود بیان کرتے ہیں۔

عَنْ بِنِ عَبَّاسٍ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ عَلِيٍّ الْيَمَنَ قَالَ

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

ترجمہ: کہ میں نے حضرت علی کیساتھ مل کر یمن میں لڑائی کی تو وہاں مجھے ان سے کچھ ایسی حرکات دیکھا پڑی جو زیادتی کے ضمن میں آتی تھیں۔ میں نے ان باتوں کا ذکر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اُس دوران مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس دیکھنے کا اتفاق ہوا مجھے

علیہ۔ دوست۔ قریب۔ بیٹا۔ چچا۔ بھانجا۔ شریک۔ نزیل۔ سرپرست۔ وغیرہ مولیٰ کے معنی ہیں۔ اگر نہیں تو خلیفہ نہیں۔ مولیٰ کے اور جو چاہو معنی کر دو۔ لیکن اگر نہیں کر سکتے تو اس کے معنی اولیٰ بالاملتہ اور خلیفہ نہیں کر سکتے۔ شیعہ حضرات خدا را سوچو ایسے کئی معنی رکھنے والا لفظ بغیر کسی قرینہ اور دلیل کے کب ایک معنی میں مستعمل ہوگا۔ اور وہ بھی ایسا معنی جو لغت میں آیا ہی نہیں۔ اگر بفرض محال اس لفظ کا وہی لیا جائے جو شیعہ لیتے ہیں تو کہیے اس آیت کریمہ میں اسی لفظ کا معنی کیا یہی کر دو گے؟ قرآن مجید

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مُوَلُّهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور جبرائیل آمین اور تمام صالح مؤمن آپ کے مددگار ہیں۔ اگر خلافت بلا فصل ہی معنی درست ٹھہرا تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ اور جبرائیل علیہ السلام اور صالح مؤمنین جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل ہیں۔ العیاذ باللہ۔ باقی جیسا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مولیٰ کہا ہے تو اس طرح مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثہ کو فرمایا۔

أَنْتَ أَخُوْنَا وَمَوْلَانَا

تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولا ہے۔ تو کیا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل تھے؟

شیعہ حضرات آپ اپنے اشتہارات میں لکھا کرتے۔ مولانا محمد اسماعیل مولانا کفایت حسین مولانا بشیر احمد صاحب تو کیا یہ سب مولانا بلا فصل خلیفہ ہیں؟ یہ وہی مولانا کا لفظ تو ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق فرمایا اور تم اپنے علماء کے متعلق فرماتے ہیں۔ بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے بھی مقتدا مولیٰ رہنما

پیشوا ہیں۔ مگر خلافت بلا فصل کی کوئی واضح اور صاف صاف دلیل پیش کیجئے۔ اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو آپ کے اس ارشاد میں دعا کی۔

اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ

اے اللہ جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ۔ اور جو علی رضی اللہ عنہ کا دشمن بنے تو بھی اس کا دشمن ہو وجہ یہ ہے کہ یہاں لفظ مولیٰ عداوت کے مقابلہ میں مذکور ہے۔ جب عداوت کا معنی دشمنی ٹھہرا تو لا محالہ اس کی ضد دوستی ہی ہوگی۔ اس حدیث کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے شکایات و شبہات غلط اور بے بنیاد ہیں۔ شکایت کرنیوالوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت علی شکایت کرنا دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کرنا ہے۔ تو بجائے شکایات حضرت علی سے محبت اور الفت جز ایمان سمجھے دوسرے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود مولا ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ نہیں بلکہ محبوب مومنین ہیں۔ اگر کہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیک وقت مولا ہیں۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَيْ مَوْلَاهُ

اور یہ جیسی ممکن ہے کہ مولیٰ کے معنی محبوب اور دوست ہوں۔ ورنہ ایک ہی وقت میں دو امام اور حاکم اور صاحب تصرف ممکن نہیں۔ شیعہ حضرات کی ایک بے بنیاد اور غلط قیاس آرائی یہ کہ لفظ مولیٰ جو اس حدیث میں وارد ہے۔ اس کا معنی سردار ہے تو اس معنی سے مراد یہ ہو گی کہ جسے رسول اللہ علیہ وسلم سردار ہیں اُس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی سردار ہیں۔ یعنی جس معنی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مولیٰ ہیں اسی معنی سے حضرت علی مولیٰ ہیں۔

جواب: اگر مولیٰ کے معنی آپ کے بیان کردہ اس مقام پر درست مان لئے جائیں تو لازم

آئے گا کہ حضرت علی المرتضیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ باقی تمام مخلوقات سے افضل ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی تمام پیغمبروں اور رسولان عظام سے افضل ہوں۔ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت کا انبیاء کرام سے افضل ہونا تو درکنار بقول حضرت امام جعفر صادق انہیں انبیاء کی صف میں شمار کرنا موجب لعنت ہے۔

کوی امام جعفر صادق رجال الکشی صفحہ ۲۵۵ مطبوعہ کربلا

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ قَالَ بِنَانَا أَنْبِيَاءَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَمَنْ شَكَّ فِي ذَلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ ہم اہل بیت نبی ہیں اُس پر اللہ کی لعنت اور جو اس میں شک لائے اُس پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بقیہ تمام انبیاء و رسل سے افضل تو جبری ثابت ہونے کا احتمال ہے۔ جب آپ خود وصف نبوت اور رسالت سے موصوف ہوں حالانکہ اس ضمن میں ضمیر مقبول احمد شیعہ دہلوی میں مذکور ہے۔

پھر حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا علی! جو ثواب تم کو میرے ساتھ چلنے سے ملتا ہے اتنا ہی مدینہ میں رہنے سے ملے گا اور اللہ نے تمہیں تنہا ایک امت قرار دیا ہے۔ ضمیر مقبول احمد شیعہ کی اس عبارت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واضح ارشاد مذکور ہوا کہ اے علی! تو تنہا ایک امت ہے یعنی اگرچہ تو کئی امتوں جیسا ایک امتی ہے مگر پھر بھی امتی ہے نبی نہیں۔

نوٹ: شیعہ حضرات کی یہ دلیل کہ جس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سردار ہیں۔ اس کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی سردار ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت علی المرتضیٰ ہی سب سے افضل ہیں اور خلیفہ بلا فصل ہونا آپ ہی کا حق ہے۔ بے بنیاد

اور غلط ہونا ثابت ہو گیا۔

مذکورہ دلیل کا جواب نمبر ۲ (جلال العیون)

پس آنحضرت چشم کشود و فرمود اے عباس اے عم پیغمبر قبول کن وصیت مراد اہل من و زنان من و بگیر میراث مراد ادا کن دین مراد وعدہ ہائے مرا بعمل آورد و ذمت مراد بری گرداں عباس گفت یا رسول اللہ من مرد پیر عیال دارم و توازح عاصف باد دست ترو از ابر بہارے بخشندہ تری و مال من و فائزے کند بوعدہ ہائے تو بخشش ہائے تو ایں از من بگرداں پس حضرت نے چشم کھولکہ فرمایا۔

اے عباس رضی اللہ عنہ اے عم رسول خدا میری وصیت میرے اہل بیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو۔ اور میری میراث لو اور میرا دین ادا کرو اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ اور مجھ کو بری کرو۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مرد عیالدار ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہواے تند اور ابر بہارے سے زیادہ بخشش و سخاوت فرمانے والے ہیں۔ اور میرا حال آپ کے وعدوں اور بخششوں کو وفا نہیں کر سکتا اس سے مجھ کو معاف رکھیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ اس بات کا اعادہ کیا مگر تینوں مرتبہ حضرت عباس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی جواب دیا۔

پس حضرت فرمود کہ میراث خود را کہے وہم کہ قبول کند آں را۔ چنانچہ حق قبول کردن است و سزاوار آں باشد چنانچہ تو جواب گفتی جواب بگوئند پس با حضرت امیر المؤمنین خطاب کرد و فرمود یا علی رضی اللہ عنہ تو بگیر میراث مرا کہ مخصوص تست و کسی را با تو نزاع نیست و قبول کن وصیت مراد بعمل آورد و وعدہ ہائے مراد ادا کن قرضہائے مرا یا علی خلیفہ من باش در اہل من و تبلیغ رسالت من۔

ترجمہ: پس حضرت نے فرمایا میں میراث اس کو دوں گا جو قبول کرے اور اس طرح قبول

کرے جو حق قبول کرینکا ہے۔ اور جیسا کہ اے عباس رضی اللہ عنہ تو جواب دیا وہ جواب نہ دیا۔ پس جناب امیر رضی اللہ عنہ سے خطاب فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تم میری میراث لو کہ تم سے مخصوص ہے اور کسی کو تم سے اس میں نزاع نہیں ہے میری وصیت کو قبول کرو اور میرے وعدوں پر عمل کرو اور میرے قرض ادا کرو میرے اہل اور تبلیغ رسالت میں خلیفہ بنو۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ وصی کے بارے پہلے خم غدیر وغیرہ میں فیصلہ ہوا ہی نہ تھا۔ ورنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کیوں کہا جاتا کہ میری وصیت کو قبول کرو۔ بلکہ پہلے ہی سے حضرت علی کو کہا جاتا کہ اے علی رضی اللہ عنہ تم کو ہم نے بمقام خم غدیر خلیفہ اور اپنی وصی بنا دیا ہے۔ تم ایسا کرنا دیا کرنا۔ (جلاء العمون صفحہ ۵۹ در بیان وصیت مذکورہ دلیل کا جواب نمبر ۳)

جناب رسول کریم کا آخری وقت میں جو خطبہ ارشاد فرمایا اور آخر میں یہ فرمایا۔ کہے کہ والی امرے باید کہ نیکو کار انصار را بنواز دواز بد کردار ایشان عفو نماید این آخر مجلسی بود کہ حضرت بر منبر نشست تا آنکہ حق تعالی رالملاقات کرد

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری وقت میں جو خطبہ فرمایا اس میں یہ بھی فرمایا کہ جو شخص والی امر مسلمانان ہو لازم ہے کہ وہ انصار نیکو کار کی رعایت کرے اور بدکار سے گرد گزر کرے اور یہ آخری مجلس تھی کہ حضرت منبر پر تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ حق سے ملاقات فرمائی

(جلاء العمون صفحہ ۶۳ در بیان آخرین خطبہ حضرت رسالت)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس آخری خطبہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس وقت تک کسی شخص کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلیفہ نہیں بنایا تھا اگر زخم غدیر میں حضرت علی المرتضیٰ خلیفہ بن چکے ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ نہ فرماتے کہ جو شخص وائی امر مسلمانان ہو (الخ)

بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صاف خطاب فرماتے کہ اے علی تم میرے بعد والئے

امر مسلمانان ہوتے ایسا کرنا دیا کرنا۔ (جلال المعین صفحہ ۶۳ مذکورہ دلیل کا جواب نمبر ۴)

۴۔ سید ابن طاووس وابن شہر آشوب و دیگران روایت کردہ آند کہ عامر بن طفیل وازید بن قیس بقصد قتل آنحضرت آمدند چون داخل مسجد شدند عامر بنزدیک آنحضرت آمدند گفت یا محمد اگر من مسلمان شوم برائے من خواہد بود، حضرت فرمود کہ برائے تو خواہد بود آنچه برائے ہمہ مسلماناں است گفت مہ خواہم بعد از خود مرا خلیفہ گردانی۔ حضرت فرمود۔ اختیار این امر بدست خداست و بدست من تو نیست۔

ترجمہ: سید ابن طاووس ابن شہر آشوب و دیگر حضرات نے روایت کیا کہ عامر بن طفیل اور ازید بن قیس با رادہ قتل آنحضرت آئے جب مسجد میں داخل ہوئے تو عامر نے کہا اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے وہ کچھ ملے گا جو تمام مسلمانوں کو ملے گا۔ جب تمہارا فائدہ اور نقصان سب کے ساتھ مشترک وہ گا۔ اس نے کہا میری خواہش یہ ہے کہ آپ مجھے اپنے بعد خلیفہ بنا دیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ مجھے اور تجھے اس میں کوئی دخل نہیں۔

غور کیجئے! اگر بمقام خم غدیر ایک لاکھ سے زائد صحابہ کی موجودگی میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل کا اعلان فرما کر ان سے اس معاملہ میں بیعت بھی لی ہوتی جیسا کہ احتجاج طبری میں لکھا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُقَرِّنُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ فَأَقِمْ يَا مُحَمَّدُ

عَلِيًّا عَلَمًا وَخُذْ عَلَيْهِمُ الْبَيْعَةَ

ترجمہ: جبرائیل آمین حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ رب العزت آپ کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ آپ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی اونچی جگہ کھڑا فرما

کر لوگوں سے ان کے بارے میں بیعت فرمائیں۔ سواگر فیصلہ خلافت بحق علی المرتضیٰ ہو گیا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب یہ ہوتا کہ خلافت کا فیصلہ تو بحق علی المرتضیٰ کر چکے ہیں۔ بمقام خم غدیر ہزاروں کے مجمع میں اب اس کا فیصلہ بے فائدہ ہے اور تمہارے لئے اب کوئی گنجائش نہیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ خلافت کا معاملہ اللہ پاک کے اختیار میں ہے وہ جسے بنانا چاہے گا اسے بتادے گا میں اور تو اس میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہرہ میں اپنے بعد خلیفہ بلا فصل ہونے کا فیصلہ نہیں فرمایا۔ لہذا حدیث غدیر

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَيْهِ مَوْلَاهُ

کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے پر بطور دلیل پیش کرنا

لا علمی ہے۔

نمبر ۵۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

ترجمہ: بفرض مجال اگر آپ نے شرک کیا تو یقیناً آپ کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اور آپ لازماً خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اس آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے جناب امام محمد باقر سے جو اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا۔ تو ان حضرت نے فرمایا کہ اس کی تفسیر یہ ہے۔ کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم نے اپنے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولایت کے ساتھ کسی اور کی ولایت کا حکم دے دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔

لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ

کافی میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ لَئِنْ أَشْرَكْتَ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم

نے ولایت میں علی کا شریک کسی اور کو کیا تو نتیجہ یہ ہوگا۔ لَیْبَطْرُنَّ

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ تمہارے بعد حضرت علی کی خلافت بلا فصل ہوگی اور اس میں کسی کو ساجھی نہ کرنا ہوگا۔ ورنہ آپ کے تمام اعمال معاذ اللہ ضبط کر لئے جائیں گے اور ٹوٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ مگر اس جاہلانہ اور باطل تاویل سے جو توہین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلو نکلتا ہے اس طرح عقل کے اندھوں نے نہ دیکھا اور کور باطنی سے یہ بھی نہ سوچا کہ آپ کی نبوت تو کجا؟ اعمال حسنہ بھی ضبط ہو چکے ہیں۔ ایسی عقل و دانش پر جتنا بھی رویا جائے کم ہے۔ شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر صافی صفحہ ۱۶ پر ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زوجہ مبارکہ کو یعنی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ خوشخبری اس وقت سنائی جب کہ وہ افسردہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ فرمایا۔

فَقَالَ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ يَلِي الْخَلَاْفَةَ بَعْدِي ثُمَّ بَعْدَهُ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَتْ

مَنْ أَنْبَاكَ هَذَا قَالَ نَبَانِي الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ

ترجمہ: راز کی بات ارشاد فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا میرے بعد بے شک ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے پھر ان کے بعد تیرے والد بزرگوار یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس منصب پر فائز ہوں گے۔ اس پر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ خبر آپ کو کس نے دی؟ آپ نے فرمایا! مجھے اللہ علیم وخبیر نے خبر دی ہے۔

(تفسیر صافی صفحہ ۱۶ سورہ تحریم)

اس حدیث کے الفاظ اتنے واضح اور غیر مبہم ہیں کہ جس کے پڑھنے کے بعد یہ بات یقینی ہو جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا قصہ سراسر باطل اور من گھڑت

ہے کہ اس کے جھوٹ ہونے میں کوئی شبہ تک نہیں رہتا۔ کیونکہ ”خم غدیر“ کے موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا اعلان کر دیا ہوتا تو اس اعلان کے بعد آپ اپنی زوجہ حضرت حفصہ کو یہ کیسے فرما سکتے تھے۔ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے۔ کہ میرے بعد خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہوگی اور ان کے بعد تمہارے والد عمر فاروق اس منصب کو سنبھالیں گے اور اگر ان دونوں روایات کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں بالکل تضاد اور تناقض ہے۔ وہ اس طرح کہ دونوں سچی تو ہو نہیں سکتیں بلکہ ایک صادق اور دوسری کاذب ہوگی جس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ اگر حدیث خم غدیر سے شیعہ لوگوں کا یہ استدلال مان لیا جائے کہ حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا وہ اعلان تھی۔ تو پھر اس حدیث کی رو سے کذب باری تعالیٰ لازم آئے گا جو کہ اس کی ذات پر بہتان عظیم ہے کیونکہ اس کی شان تو من اصدق من اللہ حدیثاً ہے۔

دیگر اس روایت کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ امر خلافت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں حضرات شریک فرمایا۔ اور یہی شرکت تھی کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرمایا تھا۔ تو جب منع کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکے تو اس پر جو وعید تھی وہ لازماً اثر انداز ہوگی تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت علی میں ان دونوں کو شریک فرما کر اپنے اعمال حسنہ بھی ضائع کر دیئے اور اپنا شمار ان لوگوں میں کر لیا جو سرا سر نقصان اٹھانے ہیں۔ العیاذ باللہ من الرافضین

دلیل نمبر ۶: شیخ مفید روایت کردہ است کہ حضرت مردم را مرخص فرمود بیروں رفتند عباد و فضل پس را و علی بن ابی طالب و اہل بیت مخصوص آنحضرت بنزد او مانند پس عباس گفت یا رسول اللہ اگر ای امر خلافت در مابنی ہاشم قرار خواہد گرفت پس ما را بشارت ده کہ ما شاہد شویم و

اگر میدانی بر ماتم خواهند کرد و خلافت را از ما غضب خواهند کرد۔ پس با صحابہ خود سفارش مارا کن
 لیکن حضرت فرمود کہ شمارا بعد از من ضعیف خواهند کرد و بر شما غالب خواهند شد پس ہمہ اہل بیت
 گریاں شدند۔

خلاصہ کلام: واقعہ حدیث قرطاس کا ہے کہ قلم دوات لانے کے متعلق جب صحابہ کرام
 میں اختلاف ہو گیا۔ تو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کو اٹھ جانے کا حکم دیا۔ جب سب
 اٹھ کر چلے گئے تو وہاں صرف حضرت عباس، فضل بن عباس، علی بن ابی طالب اور صرف اہل
 بیت تھے۔ تو حضرت عباس نے عرض کی یا رسول اللہ اگر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائیگا تو
 پس ہم کو بشارت دیجئے۔ کہ ہم خوش ہوں اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم پر ستم کریں گے اور ہم سے
 خلافت کو غضب کریں گے پس اپنے اصحاب سے ہماری سفارش کیجئے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو بعد میرے ضعیف کریں گے اور تم پر غالب
 ہوں گے۔ اور حالت یہ تھی کہ جناب عباس فضل بن عباس علی بن ابی طالب اور دیگر موجود اہل
 بیت رو رہے تھے اور آپ سے ناامید ہو گئے۔ مذکورہ حدیث میں اس بات کی صاف وضاحت
 ہے اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا فیصلہ خُم غدیر کے مقام پر ہو چکا ہوتا اور وہ بھی
 ہزاروں لوگوں کے سامنے تو قلم دوات لانے کے اختلاف کے موقعہ پر حضرت عباس بجائے
 اس کے کہ امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائیگا کی بجائے یوں کہتے یا رسول اللہ اگر خلافت علی
 (جیسا کہ آپ خُم غدیر پر فیصلہ فرما چکے ہیں) قائم و بحال رہے گی۔ تو ہم کو خوشخبری دیجئے۔

مذکورہ حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اہل بیت، حضرت عباس، فضل بن عباس،
 حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین ان سب کا یہ عقیدہ تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف زبان
 اقدس سے بغیر تحریر کئے صحابہ کرام کو فرمادیں کہ میرے بعد حضرت علی کو خلیفہ بنا لیتا تو کوئی بھی
 انکار نہ کرتا۔ خلاصہ کلام (کہ حدیث قرطاس) نے ثابت تو کیا کرنا تھا یہ واضح کر دیا۔ کہ خُم غدیر

کا واقعہ رافضیوں کا من گھڑت اور بے سرو پا واقعہ ہے۔ (جلال العیون صفحہ ۶۱)

دلیل نمبر ۷: اہل سنت کے ہاں ایک حدیث پاک ہے

لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور اس حدیث کی تصدیق شیعہ حضرات کے مشہور مجتہد علامہ الدرہ مطالباً قرمجلسی نے اپنی کتاب حیات القلوب میں مندرجہ ذیل الفاظ سے کی ہے۔ (صفحہ ۱۳۸ جلد دوم)

سیزدہم آن است کہ خدا ایساں را از گمراہی نئے کشد و ایساں را بر گمراہی جمع نہ کند و مسلط نئے گرداند بر ایساں دشمن غیر از ایساں و ہماں را بعد از اب معذب نئے گرداند و طاعون را شہادت ایساں گردیندہ است۔

ترجمہ: خواص اُمت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تیرھویں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھوک سے ہلاک نہیں کرے گا اور انہیں گمراہی پر جمع نہیں ہونے دے گا اور ان پر ان کے علاوہ کسی دشمن کو مسلط نہیں کرے گا۔ سابقہ اُمتوں جیسے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا اور طاعون سے واقع موت کو شہادت گردانے گا۔ یہ وہ حدیث ہے جس پر شیعہ سنی کا اتفاق ہے اس میں علاوہ دوسری خصوصیات کے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ میری اُمت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی۔ تو آئیے اس حدیث کی روشنی میں مسئلہ خلافت کو سمجھیں۔

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ خلاف بلا فصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی منصوص تھی اور ختم غدیر کے مقام پر تمام صحابہ کرام نے اس کو مان لیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے فوراً بعد تین افراد کے سوا سبھی اپنے اقرار و بیعت سے پھر گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کر لی۔ اس طرح

وہ اہل اللہ پر اکٹھے ہو گئے جس کی بنا پر وہ مرتد ٹھہرے (معاذ اللہ) اور یہ کہنا ہماری طرف سے فرضی کہانی نہیں بلکہ ان کے ارتداد کو مشہور شیعہ مصنف رجال کشی میں یوں تحریر کرتا ہے۔

قَالَ أَبِي جَعْفَرٍ (ع) قَالَ كَانَ النَّاسُ أَهْلَ الرِّدَّةِ النَّبِيِّ إِلَّا ثَلَاثَةً
فَقُلْتُ وَمِنْ الثَّلَاثَةِ فَقَالَ الْمُقَدَّارُ ابْنُ الْأَسْوَدِ وَأَبُو ذَرِّ الْغَفَّارِيُّ
وَسَلْمَانَ الْغَفَّارِيُّ

ترجمہ: امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تین افراد کے سوا تمام مسلمان مرتد ہو گئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ تین کون تھے؟ فرمایا مقداد بن مسعود، ابو ذر غفاری، سلمان فارسی رجال کشی در ذکر سلمان فارسی صفحہ نمبر ۱۲

رجال کشی کے مصنف کی تحریر کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد آپ کی امت (سوا تین افراد) اہل اللہ پر جمع ہو گئی۔ اور حالانکہ گذشتہ حدیث جو شیعہ سنی میں متفق علیہ ہے۔

لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ

بحوالہ حیات القلوب ذکر کی گئی کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میری امت کسی دور میں بھی گمراہی پر جمع و متفق نہ ہوگی۔ سو چو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو امت کا گمراہی پر متفق نہ ہونے خصوصیت بیان فرمائیں۔ لیکن خدا کا یہ کہ (رجال کشتی والا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد سب کو متفق علی اہل اللہ گردانے۔ جب اس کفریہ عبارت کا مطلب شیعہ حضرات سے پوچھا کہ تم نے

لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ

کے خلاف عقیدہ کہاں سے لیا اور اس کی صحت کی تمہارے ہاں کیا دلیل ہے؟
جواب ملا کہ اس وقت تمام صحابہ کرام کا (تین افراد کے علاوہ) مرتد ہونا بایں وجہ تھا کہ انہوں
نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد حدیثِ خُم غدیر کی مخالفت کی تھی جس میں
حضرت علی کے خلیفہ ہونے کا اعلان تھا۔

مقام غور و فکر خدا سوچو دین و ایمان ملا تو قرآن حدیث کے ذریعے سے اور قرآن
و حدیث ملا تو صحابہ کرام کے ذریعے سے۔ معاذ اللہ اگر بقول ان کے سب مرتد ہو گئے تھے تو
ان کے ذریعے قرآن و حدیث ہم تک پہنچے وہ ناقابل یقین اگر یہی ناقابل یقین ہوئے تو
دین و ایمان کہاں سے اور کس سے ملے گا۔

آج تک اپنے بیگانے اس پر متفق ہیں کہ قرآن و حدیث صحیح حق ہیں جب یہ حق ہیں
تو جن کے ذریعے ہم تک یہ پہنچے وہ بھی لامحالہ حق ہیں اور ان کی حقانیت حضرت امام جعفر
صادق رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ سے بالکل صاف ظاہر ہے۔

احقاق الحق صفحہ ۱۶ پر ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جناب ابو بکر صدیق
رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا۔

هُمَا إِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ
فَعَلِيَهُمَا رَحْمَةُ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: وہ دونوں حضرات امام تھے۔ جو عادل و منصف تھے ہمیشہ حق پر رہے۔ اور حق پر
فوت ہوئے۔ پس ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو قیامت کے دن تو جب ثابت ہو گیا کہ
قرآن و حدیث بھی حق اور صحابہ کرام بھی حق پر ہیں اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا
ارشاد بھی حق تو ان کی صداقت چاہتی ہے کہ ”حدیثِ خُم غدیر“ والا واقعہ سراسر باطل ہے جس

سے ساری اُمت کی گمراہی نکلتی ہے۔

شیعہ حضرات کا یہ کہنا ہے کہ جس معنی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مولیٰ ہیں اسی معنی سے حضرت علی مولیٰ ہیں۔ تو یہاں اس روایت میں مولیٰ کے معنی دوست کے ہیں۔ جس پر اسی روایت کے اگلے الفاظ خود دال ہیں۔

اللَّهُمَّ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِيَ مَنْ عَادَاهُ

اے اللہ تو دوست اس کو جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے اور دشمن رکھے اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔ یہ الفاظ بین قرینہ ہیں کہ اس روایت میں مولیٰ کے معنی دوست ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں لفظ مولیٰ عداوت کے مقابلہ میں مذکور ہے جب عداوت کا معنی دشمنی ٹھہرا تو لامحالہ اس کی ضد دوستی ہی ہوگی۔ لہذا اس حدیث پاک کا مفہوم صرف اس قدر ہے جس کا میں دوست ہوں اس کا علی دوست ہے اس سے اُس شخص کو تنبیہ مقصود تھی جس کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ رنجش تھی اور حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں شکایات و شبہات بے بنیاد ہیں۔ شکایت کرنیوالوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شکایات کرنا دراصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکایت کرنا ہے۔ اور ان لوگوں کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پیار و محبت اور الفت رکھنی چاہیے۔ تو اس شخص کی بے بنیاد رنجش کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی جنگل میں عالم ہوا جس کی فیصلہ اسی جنگل یعنی خم غدیر میں فرمادیا۔

مگر شیعہ حضرات کی الٹی منطق وہ اس حدیث پاک سے لفظ مولیٰ سے خلافت بلا فصل کے معنی گھڑتے ہیں۔ کبھی مولیٰ کا معنی سردار لیکر اپنا مدعا ثابت کرنے کے کوشش کرتے ہیں۔ کیا اس معنی کے پیش نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے برابری لازم نہیں آتی؟ اور

زمانہ نبوت میں ایک مرتبے پر دو حضرات فائز المرام نہ ماننے پڑیں گے؟

(سورۃ تحریم پارہ ۲۸ آیت نمبر ۴)

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ

بلاشبہ اللہ ہی اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مولا ہیں اور جبرائیل آمین اور نیک مومنین اس آیت کریمہ میں مولا کا معنی دوست نہیں؟ ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہاں یہی معنی نہیں لیا جاتا۔ اگر

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَهُ

والی آیت میں مولیٰ کا معنی سردار لیا جائے تو معنی یوں بن جائیگا۔ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سردار ہیں اور جبرائیل بھی سردار ہیں اور نیک مومن بھی سردار۔ شیعہ حضرات پر سخت حیرانگی ہے کہ ایک طرف تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بالافضل کو اصول دین سے گردانتے ہیں۔ جیسا کہ توحید رسالت قیامت تو جیسے توحید۔ رسالت۔ قیامت کا منکر کافر ہے۔

اسی طرح عند الشیعہ حضرت علی کی خلافت بالافضل اصول دین سے ہے اس کا منکر کافر ہے۔ لہذا اصول دین کیلئے صریح نص کا ہونا ضروری ہے۔ تو جس طرح توحید رسالت کا عقیدہ قرآن مجید کی نص صریح واضح اور صاف صاف الفاظ میں ثابت ہے ایسے ہی خلافت بلا فصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ قرآن مجید کی نص صریح سے واضح اور صاف صاف الفاظ میں ثابت کریں مگر قیامت تک نہیں کر سکتے۔ باقی یازدہ اماموں کی خلافت و امامت کا مخصوص بالاسم قرآن مجید میں ہونا تو بجائے خود صرف حضرت علی کی خلافت بھی قرآن مجید سے ثابت نہیں کر سکتے۔ مزید حیرانگی اس بات پر ہے کہ یہ کیسا اصول دین ہے۔ (خلافت بلا فصل حضرت علی رضی اللہ عنہ) جس کا ذکر قرآن پاک میں صراحتاً موجود ہے نہ کسی حدیث متواتر اہل سنت میں حق تو یہ تھا جیسا کہ شیعہ حضرات کے نزدیک مسئلہ خلافت بلا فصل اس قدر آہم

ہے اور توحید رسالت کی طرح اصول دین سے اور اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلے تو ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر بلایا اور ہر مرتبہ تمام فرانس اور رئیس المحدثین ملا باقر مجلسی حیات القلوب میں رقمطراز ہیں۔

بند معتبر حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ اند کہ حق تعالیٰ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صد و پست مرتبہ بہ آسمان بردود ہر مرتبہ آنحضرت دادر باب ولایت و امامت امیر المؤمنین و سائر ائمہ طاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین زیادہ بر سائر فرانس تا کید و مبالغہ نمود سے معتبر سند کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔ کہ

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر بلایا اور ہر مرتبہ حضرت علی امیر المؤمنین اور دیگر تمام ائمہ طاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کی ولایت و امامت کی اتنی تاکید اور مبالغہ فرمایا کہ دوسرے فرانس میں اتنی تاکید و مبالغہ نہیں۔

حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۷۰ باب بست و چہارم در ذکر معراج اور اس کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر یکے بعد دیگرے تین دفعہ سخت تاکید اور ڈانٹ پلانے ساتھ خلافت علی کے اعلان کی حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی مخالفت کے ڈر سے بار بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حفاظت کا مطالبہ کیا اور جب حفاظت کی ضمانت مل گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا ان الفاظ میں اعلان فرمایا۔

شیعہ حضرات غور کر جب یہ مسئلہ عقائد قطعیہ میں تھا یعنی اصول دین سے تھا تو پروردگار عالم نے

يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ

کی طرحی صراحتاً کیوں نہیں فرمایا۔

يَا عَلِيُّ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً بِلَا فِضْلٍ بَعْدَ النَّبِيِّ

قرآن میں آجاتا مزید حیرانی اس پر جب رب العزت نے یہ الفاظ نازل فرمائے۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

جن کے ذریعہ آپ کی حفاظت کا ذمہ اپنے سپرد کیا تو پھر ایسے گول مول لفظ۔ خلافت

بلا فضل کیلئے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ صاب صاف کہہ دیا ہوتا کہ اے رسول علی آپ

کے بلا فضل خلیفہ ہیں۔ اُن کی ایسی خلافت کا اعلان کر دو اور عبارت نازل ہوتی۔

قُلْ يَا مَعْشَرَ الْمُؤْمِنِينَ اَنَا رَسُولُ اللّٰهِ وَ عَلِيٌّ خَلِيفَتِي مِنْ

بَعْدِي بِلَا فِضْلٍ

لفظ مولیٰ فرمایا جو کئی معانی رکھتا ہے۔ دوست مالک۔ غلام۔ قرہمی۔ چچا زاد

بھائی۔ پڑوسی۔ داماد وغیرہ جن میں خلیفہ بلا فضل کا نام نہیں

شیعہ حضرات کا اعتراض حضرت عبداللہ بن مسعود سے ابن مردویہ نے نقل کیا کہ ہم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یوں (آیت تبلیغ پڑھ کرتے تھے)

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ أَنْ عَلِيًّا مَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ وَإِنْ

لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ، وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق

مؤمنین کا مولیٰ ہونے کا حکم نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچادیں اور بفرض محال اگر آپ

نے ایسا نہ کیا تو یوں سمجھئے کہ آپ نے اللہ کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں

سے محفوظ رکھے گا۔ درمنثور جز ثانی زیر آیت

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ

لہذا اس روایت کے الفاظ کے مطابق۔

إِنَّ عَلِيًّا مَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ

کے جملے کا یہی مفہوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام مومنوں کے مولیٰ اور خلیفہ ہونگے لہذا اثابت ہوا کہ

حضرت علی کی خلافت منصوص من اللہ ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ خلافت بلا فصل ہے۔

جواب نمبر ۱: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ثقہ اور عادل ہونے میں واقعی کسی

سنی کو اختلاف نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ابن مردویہ جو اس حدیث کے ابن مسعود سے مروی ہیں

کی روایت کی سند کہاں سے معلوم اور واضح ہے۔ ابن مردویہ حافظ ابو بکر احمد بن موسیٰ اصفہانی

ہیں جن کی پانچویں صدی ہجری میں رحلت ہوئی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بلا

واسطہ ان کا سماع تو ہونہیں سکتا لازماً دونوں حضرات کے درمیان اس روایت کے اور بھی راوی

ہوں گے لیکن بسیار تلاش کے باوجود ان درمیان روایت حدیث کا کوئی پتہ نہ چل سکا نہ ان

کے نام معلوم نہ ان کی ثقاہت و عدالت کا پتہ تو جس روایت کا معیار معلوم نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر

کوئی شیعہ علماء سے اس روایت کی مکمل سند اور صحیح الاسناد ہونا ثابت کر دے تو پانصد روپیہ

انعام حاصل کرے اور دلیل و حجت بھی بنائے۔

جواب نمبر ۲: قرآن مجید میں آیہ کریمہ

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

ہم نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اور ہم خود اس کے محافظ ہیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ اس کا

محافظ ہے جس کی شان

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

تو جس کلام کے حفاظت ایسی قدرت والا اپنے ذمہ لے اُس سے یہ الفاظ

أَنْ عَلِيًّا مَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ

کیسے کوئی نکال سکتا ہے۔ تو معلوم ہووا کہ تفسیر رد منشور میں جو یہ الفاظ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی طرف منسوب کئے گئے۔ موضوع ہیں وہی یہ بات کہ اس جملہ کو کس نے گھڑا۔ تو اس کے جواب میں گزارش ہے کہ خلافت بلا فصل ثابت کرنیکی جسارت کی اور یہاں تک کہ کہہ دیا کہ قرآن پہا کی خلافت بلا فصل ثابت کرنیکی جسارت کی اور یہاں تک کہہ دیا کہ قرآن پاک میں (معاذ اللہ) تحریف ہو چکی ہے۔ چنانچہ آیت زیر بحث میں لکھا ہے کہ اس کا نزول ان الفاظ کے ساتھ ہوا تھا۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ فِي عَلِيٍّ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ

ثبوت شیعہ حضرات کے علماء کا کہ (معاذ اللہ) قرآن پاک میں تحریف ہو چکی ہے۔

وَلَقَدْ عَاهَدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ فَنَسَىٰ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا
اور آدم کو ہم نے پہلے ہی ایک حکم دیا تھا پس وہ اس کو بھول گئے اور ہم نے اُن میں
پختگی نہ پائی۔ (ترجمہ مقبول)

وَلَقَدْ عَاهَدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ كَلِمَتِ فِي مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَ
فَاطِمَةَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَالْإِنَّمَةَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ فَنَسَىٰ

ترجمہ: امام جعفر صادق نے فرمایا واللہ جناب رسول خدا پر یہ آیت اس طرح نازل ہوئی۔

(بحوالہ اصول کافی)

غور کیجئے موجودہ قرآن پاک میں

كَلِمَتٍ فِي مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَحَسَنَ وَحُسَيْنَ وَآلِهِ
 کے الفاظ موجود نہیں بلکہ موجودہ قرآن پاک میں یہ آیت یوں ہے۔

وَلَقَدْ عَاهَدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ نَفْسِي

شیعہ حضرات ایمان سے کیسے تحریف ہوئی یا نہیں؟ (ترجمہ مقبول شیعہ صفحہ ۷۳۷ پر
 حاشیہ نمبر ۲ تفسیر فی میں جناب امام محمد باقر سے منقول ہے)

کہ جبریل آمین نے جناب رسول خدا کو یہ آیت یوں پہنچائی تھی۔

ذَالِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَخْبَطَ أَعْمَالَهُمْ
 (صفحہ ۱۰۱ سورہ محمد ترجمہ مقبول)

ذَالِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِي عَلِيٍّ

مگر مرتدین نے نام اڑا دیا پس اس کا نتیجہ بھگتیں گے۔ ایمان و انصاف سے کہو
 تحریف ہوئی یا نہیں؟

کیونکہ موجودہ قرآن پاک میں سورہ محمد کی اس آیت میں فی علی کے الفاظ نہیں۔

جواب نمبر ۳: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ پ ۴ آل عمران کے متعلق ترجمہ مقبول کے صفحہ ۱۲۵ پر

مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ آیت یوں نازل ہوئی تھی۔

أَنْتُمْ خَيْرُ أُمَّةٍ أَوْ خَيْرُ أُمَّةٍ

کی سخت تردید فرمائی۔ شیعہ حضرات امام معصوم کا قول ہے سوچ کر جواب دیجئے اور

ایمان سے کیسے تحریف ہوئی یا نہیں؟ آئیے اب اصلی مقصد پر جب اللہ پاک فرماتا ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

ہم نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اور ہم خود اس کے محافظ ہیں تو جب اللہ تعالیٰ اس

کا محافظ ہے کون اس کو محرف و مبدل کر سکتا ہے اور اس نص قرآنی کے مقابلے میں کوئی روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ ثابت ہو گیا کہ اِنَّ عَلَيْنَا مَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ والی روایت موضوع ہے من گھڑت اور باطل۔

بہت حیران ہیں علمائے شیعہ اس بات میں کہ رسول معصوم نے اللہ کے حکم کو بار بار کیوں رد کیا؟ ظلیل قزوینی نے صافی شرح کافی میں جو تاویل کی ہے وہ یہ ہے۔
میل رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بود کہ شاید کہ تصریح و تفسیر ولایت در قرآن شود اکتفا بہ سنت نہ شود۔ رسول علیہ السلام کی یہ خواہش تھی کہ شاید تصریح اور تفسیر حکم ولایت کی قرآن میں نازل ہو جائے فقط سنت پر اکتفا نہ رہے۔

بھلا تاویل کیوں کر صحیح ہوگی؟ اللہ کے کاموں میں رسول کو کیا دخل تھا۔ اللہ کو اختیار ہے کہ جس حکم کو چاہے قرآن میں بیان کرے جس کو چاہے نہ بیان کرے اس تاویل سے رسول کو بار بار اللہ کے حکم کا رد کرنا جائز ہو گیا۔ اور یہاں سے یہ ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ کے نزدیک مسئلہ امامت قرآن میں نہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے سے اللہ تعالیٰ کا انکار

حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ نَ الْفَزَارِيُّ..... فَمَا تَأْوِيلُ

قَوْلِهِ (لَيْسَ لَكَ وَسْمِ حَرَصَ أَنْ يَكُونَ الْأَمْرُ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ (ع)
مَنْ بَعْدَهُ فَأَبَى اللَّهُ ثُمَّ قَالَ وَكَيْفَ لَا يَكُونَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ وَقَدْ فَوَّضَ إِلَيْهِ فَمَا أَحَلَّ كُنَّ حَلَالًا إِلَى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَا حَرَّمَ كَانَ إِلَى الْقِيَامَةِ

ترجمہ: حضرت ابن محمد الفزاری حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں اور حضرت جابر

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے سامنے (لیس لك من الامر شيء) آیت کا حصہ تلاوت کیا جس کا معنی یہ ہے کہ تمہیں (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کسی معاملہ کو قطعاً کوئی اختیار نہیں) چونکہ اس آیت کا حصہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار کی عام اور مطلق نفی ہے حالانکہ آپ مختار ہیں تو اس پر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا۔ امام موصوف کے کہنے کے بعد میں نے عرض کی آپ پر اے امام میرے میں باپ قربان (اگر آپ کا فرمانا درست ہے) تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

اور اس کی کیا تاویل ہوگی۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کے شدید متعنی تھے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے خلافت بلا فصل کا حکم عطا فرمائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس خواہش کو پورا کرنے سے انکار فرمادیا۔ پھر امام موصوف نے فرمایا یہ کیونکر ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا کوئی اختیار نہ ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی تفویض فرمادی۔ تو اللہ کی تفویض کی وجہ سے جو کو آپ نے حلال فرمادیا۔ وہ قیامت تک حلال ہوئی اور جس کی حرمت فرمادی وہ قیامت تک حرام ہوئی۔ شیعہ حضرات غور کا مقام ہے کہ اس روایت میں تو حضرت امام باقر نے ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا سوال تو کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا انکار کر دیا۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل نہ ہونے پر قرآن مجید کی آیت کی تاویل بیان فرمادی۔ اور وجہ اس انکار کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علیہم بذات الصدور ہے اسلئے آپ نے فرمایا کہ

ے حبیب محترم! جس خلافت کا میں نے اپنے کلام میں وعدہ فرمایا ہے اس کی ترتیب میں بلا فصل ابو بکر صدیق ہونگے اور بالفصل چوتھے نمبر پر حضرت علی کی خلافت ہوگی۔ چونکہ یہ ترتیب قلم قضاء قدر سے تحریر ہو چکی ہے اسلئے اس میں تغیر و تبدل محال ہے۔ اور میرا اعلان بھی ہے۔

لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ

یعنی کلمات خدا میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

لحہ فکریہ! اگر آپ بنظر غائر اس مقام کا مطالعہ فرمائیں گے تو یقیناً آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اگر واقعی اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس مرتبہ آسمان سے اہر خلافت کا فیصلہ حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں فرمادیا تھا۔ (جیسا کہ بحوالہ حیات القلوب سے اس کی تائید پیش کی جا چکی ہے) تو پھر ختم غدیر کے موقعہ پر مزید تہدید زور سے اس کے اعلان کا ارشاد ہوتا تو اس کے بعد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اس فرمائش کو پورا کرنے سے انکار کر دیا تو اس سے اُس روایت کا کیا مقام رہ جاتا ہے؟

اب اس کے بعد بھی اگر شیعہ حضرات یہی بے سراگ الاپتے ہیں کہ ختم غدیر کے موقعہ پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا اعلان فرمادیا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بھی سوائے تین چار صحابہ کے تمام نے مخالفت کی جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو گئے۔ (معاذ اللہ) تو پھر ہم شیعہ حضرات سے پوچھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ بھی

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

کی غلط تاویل کرتے ہوئے مذکورہ جرم کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟ تفسیر القرآن

الکوفی قرأت بن ابراہیم

حضرت علی کے خلیفہ بلا فصل ہونے سے نبی پاک کا انکار

شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ حضرت نے لوگوں کو رخصت کیا اور سب چلے گئے تو عباس رضی اللہ عنہ ان کے بیٹے فضل اور علی ابن ابی طالب اور اہل بیت مخصوص حضرت کے نزدیک رہ گئے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر خلافت ہم نبی ہاشم میں قرار پائیگا پس ہم کو بشارت دیجئے کہ ہم خوش ہوں اور اگر آپ کے علم میں یہ ہے کہ ہم مغلوب ہو جائیں گے تو ہمارے حق میں فیصلہ فرما دیجئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد تمہیں بے بس کر دیا جائے گا۔ بس اس قدر الفاظ فرما کر سکوت فرمایا اور حالت یہ تھی کہ جناب عباس، فضل بن عباس، علی بن ابی طالب اور دیگر موجود اہل بیت رو رہے تھے اور روتے روتے آپ سے ناامید ہو کر اٹھ گئے۔ اس سے صاف بالوضاحت ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی آخری وقت تک کسی کو خلافت کیلئے نامزد نہیں فرمایا تھا۔ اگر حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا فیصلہ مقام خُم غدیر پر ہو چکا ہوتا وہ بھی ہزاروں لوگوں کے سامنے تو قلم دوات لانے کے اختلاف کے موقعہ پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی گزارش مذکورہ الفاظ کی بجائے یوں ہونا چاہیے تھا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر خلافت علی رضی اللہ عنہ جیسا کہ آپ خُم غدیر پر فیصلہ فرما چکے ہیں قائم و دائم رہیگی تو ہمیں خوشخبری سنا دیجئے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ بمقام خُم غدیر ہزاروں کے مجمعے میں اعلان فرما چکے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ و دیگر اہل بیت اس بات کے خواہش مند تھے کہ آخری ایام میں شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حق میں خلافت بلا فصل کا اعلان فرما دیں۔ تو اس موقعہ پر جب آپ کی زبان مبارک سے یہ نکلا کہ تم کو کمزور و بے بس کر دیا جائیگا تو

ان الفاظ کو سنتے ہی یہ سب حضرات جان گئے کہ خلاف بلا فصل ہمیں نہیں ملے گی۔

(جلال العمون صفحہ ۶۱)

خلاصہ حدیث قرطاس نے ثابت تو کیا کرنا تھا بلکہ یہ واضح کر دیا کہ خم غدیر کا واقعہ رافضیوں کا من گھڑت اور بے سرو پا واقعہ ہے۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جوچہ اتو قطرہ خون نہ نکلا

(الارشاد للشیخ المفید باب فی طلب رسول اللہ بدواۃ وکف)

حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل پر شیعہ حضرات کی تیسری دلیل

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ
وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ ذَاكِرُونَ (پارہ ۶)

ترجمہ: سوائے اس کے نہیں ہے کہ حاکم تمہارا اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (ترجمہ مقبول شیعہ)

شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ حاکم اور متصرف بالامور صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول ہیں اور وہ مومنین ہیں جو حالت نماز میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور یہ واقعہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے ایک سائل آیا تو آپ نے اپنی انگشتی حالت رکوع میں اس کو دے دی جیسا کہ اہل سنت کی معتبر مدارک میں منقول و موجود ہے۔

غور کیجئے! اس آیت کے اندر نہ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام مذکور ہے اور نہ ہی خلافت کا کوئی ذکر موجود ہے تو اس آیت سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کیسے ثابت ہو گئی۔ اگر شیعہ حضرات کہیں کہ ولی کے معنی یہاں خلیفہ بلا فصل ہے تو پھر

اللہ اور اس کے رسول کا ولی ہونا بھی بلا فصل کے معنی میں ہوگا۔

آیت مذکور میں

الَّذِينَ آمَنُوا يَقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ

تمام جمع مذکر کے الفاظ ہیں۔ تو پھر اکیلے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ولایت کو خاص کرنا کن اصول و ضوابط کے ماتحت ہے؟ تو اس نص قرآنی سے تو قطعاً خلاف بلا فصل ثابت نہیں ہو سکتی۔

باقی رہا حالت رکوع میں انگشتی مسائل کو دینے کا قصہ تو شیعہ حضرات سے پوچھتے ہیں کہ یہ اہل سنت کے نزدیک روایت متواترہ ہے؟ اس روایت کا متواترہ ہونا درکنار خبر واحد صحیح کا درجہ بھی نہیں رکھتی بلکہ پرلے درجے کی ضعیف اور موضوع کہی گئی ہے۔ جیسا کہ تفسیر مدارج میں قبل کے لفظ سے نقل کی گئی ہے جو کہ اس روایت کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔

شیعہ حضرات اس آیت کے شان نزول کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں میں اُتری حالانکہ مفسرین اس بات پر متفق نہیں ملاحظہ کیجئے تفسیر ابن جریر۔

وَقَالَ اتَّوَلَى اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ وَأَبْرَأَ مِنْ حَلْفِ الْكُفَّارِ
وَلَا يَتَّبِعُهُمْ فِيهِ نَزَلَتْ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ
يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ لِقَوْلِ عِبَادَةِ اتَّوَلَى
اللَّهُ وَرَسُولَهُ، وَالَّذِينَ آمَنُوا وَتَبَّرْنَاهُ مِنْ بَنِي قَيْنِقَاعٍ وَلَا يَتَّبِعُهُمْ إِلَى قَوْلِهِ
فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْعَالِيُونَ

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا کہ میں اللہ، اللہ کے رسول اور

مومنین کو دوست رکھتا ہوں اور کفار کی دوستی اور حلف سے دست بردار ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جو

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، وَالَّذِينَ آمَنُوا سے لے کر فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ تک ہے۔

روح المعانی میں اس آیت کے تحت ایک اور روایت مذکور ہے جس کا مفہوم ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن سلام مشرف باسلام ہوئے اور ان کے ساتھ چند اور بھی لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ تو ان کی قوم اور رشتہ داروں نے ان کے ساتھ کھانا پینا، لین، دین، رشتہ وغیرہ سب امور یکسر ختم کر دیئے۔ جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ،

روح المعانی کی یہی روایت شیعہ حضرات کی معتبر مجمع البیان میں بھی موجود ہے۔ مگر دونوں روایتوں کی سند میں اختلاف ہے۔

صاحب روح المعانی نے ابن مردویہ سے روایت فرمائی جبکہ صاحب مجمع البیان میں یوں منقول ہے۔

قَدْ رَوَاهُ لَنَا السَّيِّدُ أَبُو الْحَمْدِ عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ الْخُسْقَانِيِّ
بِالْإِسْنَادِ الْمُتَّصِلِ الْمَرْفُوعِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

صاحب مجمع البیان نے اس آیت کریمہ کو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے بارے میں متصل سند کے ساتھ ہونا ذکر فرمایا ہے۔

اس تفسیر میں ایک اور روایت بھی منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

وَقَالَ الْكَلْبِيُّ نَزَلَتْ فِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّلَامِ وَأَصْحَابِهِ لَمَّا

أَسْلَمُوا فَقَطَعَتِ الْيَهُودُ ذَمَّوَالِيَهُمْ

ترجمہ: کلبی نے کہا کہ اِنَّمَا وَلِيكُمُ اللّٰهُ الْاٰخِرِيَّةِ آیت کریمہ حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب وہ مشرف باسلام ہوئے اور اسلام لانے کے بعد یہودیوں نے ان سے دوستی ختم کر دی تھی۔ صاحب مجمع البیان نے اسی آیت کریمہ کے تحت ایک اور روایت کی ہے۔

فِي حَدِيثِ اِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ذُهَيْرٍ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ
اِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ رَهْطٍ مِنْ قَوْمِهِ يَشْكُونَ اِلَى
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَقَوْا مِنْ قَوْمِهِمْ بَيْنَهُمْ يَشْكُونَ اِذْ
نَزَلَتْ هَذِهِ الْاٰيَةُ

ترجمہ: ابراہیم بن حکم بن زہیر کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو اپنی قوم سے ملنے والی تکالیف کی شکایت کرنے لگے۔ دوران شکایت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ ”اِنَّمَا وَلِيكُمُ اللّٰهُ“ الخ تو ثابت ہو گیا کہ اس اختلافات روایت سے لفظ ولی کو اس مقام پر حاکم اور متصرف بالامور کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہاں اس ظاہری کمی کو جو کفار اور یہود کی دوستی سے متوقع تھی کا ازالہ فرمائے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی اپنے پیغمبر کی دوستی اور مومنین کی دوستی کا مشردہ سنایا۔ جس سے واضح ہوا کہ لفظ ولی اس مقام پر دوست کے معنی پر استعمال ہوا ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس آیت کے شان نزول میں جو شیعہ حضرات بتلاتے ہیں کہ شیعہ اور سنی مفسرین بھی متفق نہیں۔

شیعہ حضرات سے سوال ہے کہ کیا آیت کے ماقبل اور مابعد والی آیت کا تعلق ہوتا

ہے یا نہیں کیا ماقبل کی آیت ادائیگی مفہوم کیلئے قرینہ بن سکتی ہے یا نہیں اگر نہیں بن سکتی تو باہمی ارتباط نہ رہا حالانکہ قرآن پاک فصیح اور مبلغ کی کلام ہے۔ اگر ہوتا تو ماقبل والی آیت میں محبت اور مودت کا ذکر ہے اب فرمائیے اس ربط و نسق کے پیش نظر ولی کا معنی محبت کیوں نہ لیا جائے۔ ماقبل کی سورہ مائدہ میں آیت ۵۱

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ

ترجمہ: اے ایمان والو! مت پکڑو یہود اور نصاریٰ کو دوست اور آیت نمبر ۵۵

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا. اور آیت ۵۷

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ وَالْكَافِرَ أَوْلِيَاءَ

ترجمہ: اے ایمان والو! دوست و رفیق نہ پکڑو ایسوں کو جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں یہود و نصاریٰ کو اور کفار کو

خلاصہ کلام

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا

اس آیت سے پہلے آیت نمبر ۵۱ اور اس کے بعد آیت نمبر ۵۷ میں اللہ تعالیٰ جو مومنین کو حکم دے رہے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ تم کس سے دوستی اور محبت رکھو اور کس سے دوستی و محبت نہ رکھو۔ جس میں یہ فرمایا گیا کہ تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ اور ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو اہل کتاب میں سے تمہارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں۔ بلکہ تمہارے دوست و رفیق صرف اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور مہاجرین و انصار ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رکوع اور عجزی کرتے ہیں۔

اس آیت میں إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ کے بعد جو آیت نمبر ۵۶ اس میں

فرمایا گیا۔ فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ کہ یہی اللہ تعالیٰ کی جماعت غالب ہوگی۔
تو شیعہ حضرات اپنے عقائد کے مطابق اس آیت سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ
عنه کو کیسے مراد لے سکتے ہیں۔ جبکہ ان کے نزدیک حضرت علی تمام عمر مغلوب رہے حتیٰ کہ ان کی
گردن میں رسی ڈال کر ان سے حضرت ابوبکر کی خلاف پر بیعت کرائی گئی۔ جیسا کہ آپ کی
معتبر کتاب جلاء العیون صفحہ ۱۵۵ پر یہ عبارت موجود ہے۔

رسمانی درگردن امیر مومنان انداختند و بسوائے مسجد کشیدند

اوپر کی خط کشیدہ سطر اس جلاء العیون کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

علاوہ ازیں وہم را کعون کو ماقبل سے حال بنانا بھی محل نظر ہے۔ کیونکہ اگر حالت نماز
میں زکوٰۃ ادا کرنا خارج از نماز زکوٰۃ ادا کرنے سے زیادہ بہتر ہے لیکن یہ بات عقلاً و نقلاً
درست نہیں۔ نقلاً اس لئے خود شیعہ حضرات کے ہاں حالت رکوع میں زکوٰۃ کا ادا کرنا افضل
نہیں اور عقلاً اس کی عدم افضلیت کے بارے اصول کافی کی روایت ملاحظہ ہو۔

كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صَلَاةٍ أَظْهَرَ وَقَدْ صَلَّى
رَكَعَتَيْنِ وَهُوَ رَاكِعٌ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ قِيمَتُهَا أَلْفُ دِينَارٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِسَاهُ أَيَّاهَا وَكَانَ النَّجَاشِيُّ أَهَذَا فَجَاءَ سَائِلٌ فَقَالَ
سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللَّهِ وَأَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ تَصَدَّقْ عَلَيَّ
مَسْكِينٍ فَطَرَحَ الْحُلَّةَ إِلَيْهِ وَأَوْمَىٰ بِيَدِهِ أَنْ أَحْمِلَهَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ
عَزَّوَجَلَّ فِيهِ هَذِهِ الْآيَةَ

(اصول کافی کتاب الحج باب ما نص اللہ ورسولہ الائمۃ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز ظہر ادا کر رہے تھے۔ دو رکعتیں پڑھی تھیں رکوع میں تھے

اور آپ نے قیمتی شال اوڑھ رکھی تھی۔ جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجاشی نے بطور ہدیہ بھیجی تھی اور آپ نے وہ شال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمادی تھی۔ اس دوران ایک سائل آیا اور عرض کیا یا ولی اللہ السلام علیک آپ مومنین کے نہایت نغمسار ہیں مجھ سائل کو کچھ عطا فرمادیجئے تو آپ نے وہ شال حالت نماز میں اس کی طرف پھینکی اور اشارہ کیا اسے اٹھا لو اس پر مذکورہ آیت

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ نازل ہوئی

اس روایت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہزار دینار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذمہ بظنل زکوٰۃ ادا کرنا واجب تھا۔ جس کو آپ نے حالت رکوع کے ادا فرمایا۔ کیونکہ قرآن مجید میں لفظ زکوٰۃ جب لفظ صلوة کے ساتھ اکٹھا استعمال ہو وہاں اس سے زکوٰۃ فرضی ہی مراد ہے۔ جب زکوٰۃ ایک ہزار دینار بنی تو کل مال اس کا چالیس گنا یعنی چالیس ہزار دینار آپ کی اس وقت ملکیت تھا۔ تو پتہ چلا کہ حضرت علی المرتضیٰ اس وقت ایک کثیر مال کے مالک تھے۔ اور یہ بات عقل گوارا نہیں کرتی۔ خود آپ کو اپنی حالت کے بیان میں اس ایک شعر اسقدر کثرت مال کی نفی کرتا ہے۔

رضیت قسمة الجبار فینا لنا علم الجهال مال

ترجمہ: ہمارے لئے اللہ جبار و قہار جو قسمت میں لکھ دیا میں اُس سے خوش ہوں۔ ہماری قسمت میں علم اور جاہل لوگوں کو مال دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ نے سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی طرف توجہ دلائی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات سن کر حضرت علی کی آنکھیں آشک آور ہو گئیں اور کہا اے ابو بکر فاطمہ سے شادی

کرنا میری دلی تمنا ہے ایسی باکمال عورت سے شادی نہ کرنے میں (کہ باشد کہ فاطمہ از خواہد
ولیکن من باعتبار تنگدستی شرم میکنم) میری مالی حالت رکاوٹ ہے کیونکہ میں تنگ دست ہوں۔
اسی صفحہ پر چند سطور تحریر ہیں۔

پس ابو بکر با عمر و سعد بن معاذ گفت کہ برخیزید بنزد علی برویم و اورا تکلیف ننمائم کہ
خواستگاری فاطمہ بکنند اگر تنگدستی اور امانع شدہ باشد ما اورا دریں باب مددکنیم
ترجمہ: یعنی اگر تنگدستی کی بنا پر اگر آپ کو یہ خیال آئے کہ حق مہر اور دیگر اخراجات کہاں
سے پورے ہوں گے ہم اللہ و رسول کے فضل و کرم سے یہ ذمہ داری اٹھالیں گے۔

(اصل عبارت جلاء العیون صفحہ ۱۲۱)

قرآن پاک میں آیا ہے۔

يَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ

ترجمہ: اے رسول آپ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں فرما دیجئے جو کچھ تمہاری ضرورت
سے بچ رہے۔

حدیث پاک:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ لَا يَدْخُرُ شَيْئًا لِفَيْدٍ

خلاصہ امام ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ
الصلوة والسلام کا کھانا تناول فرماتے تو صبح کیلئے کچھ نہ ہوتا اگر صبح کا کھانا تناول فرماتے تو
رات کیلئے کچھ نہ ہوتا۔

ایک دفعہ حسین کریمین بیمار ہو گئے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہ اور ان کی کثیر فتنہ نے ان کی صحت کیلئے تین روزوں کی نذر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ

نے شفاء فرمائی۔ تینوں نے روزے رکھے، حضرت علی تین صاع جو لے آئے سیدہ عالم نے ایک ایک صاعی تینوں دن پکایا۔ لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھی گئیں تو ایک روز مسکین، دوسرے دن یتیم اور تیسرے روز اسیر آ گیا۔ ان حضرات نے تینوں دن سب روٹیاں ساکوں کو دے دیں اور سب نہ ہر روز اپنا روزہ پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا۔ روزے کی حالت میں تین دن کا فاقہ یہ ایسا مثالی نمونہ ایما و احسان تھا کہ قدرت نے اسے معیاری طور کے عمل پر قرآن میں قلمبند کر دیا۔

امام حسن پاک کے گھر چند دن فاقے کی حالت دیکھ کر آپ کی خادمہ چاندی کا کلٹرا لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ اے امام عالی مقام اسے فروخت کر کے کچھ دنوں کا سامان خورد و نوش لے آئیے۔ امام ابن عسا کر بیان کرتے ہیں کہ آپ نے جلال میں آ کر اپنا قدم زمین پر مارا۔ گھر کی ساری زمین سونا بن گئی۔ آپ نے فرمایا خادمہ تو نے کیا سمجھ رکھا ہے۔ کہ ہم محتاج ہیں اور فقیر اضطراری میں جلا ہیں۔ نہیں خدا کی قسم یہ فقر تو ہم نے خود اپنے اوپر خود طاری کر رکھا ہے۔ تاکہ دوسروں کا فقر مٹا سکیں۔ یہ فقر اختیاری ہے۔ اضطراری نہیں اور ہمارے نانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ آپ نے یہ فرمایا تھا۔ الفقر فخری فقر اختیار کرنا میرے لئے باعثِ فخر ہے۔ ورنہ عام لوگوں کیلئے تو حکم یہی ہے کہ اپنی ضرورتوں کا خیال رکھ لیں۔ بقایا انفاق کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ

كَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيتُ اللَّيَالِي

الْمُقْتَابِعَةَ طَاوِيًا هُوَ وَاهْلُهُ

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل و عیال متواتر کئی کئی دن رات کچھ نہ تناول

فرماتے تھے۔ (ترمذی شریف)

الغرض سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کئی کئی دن کچھ نہ تناول فرمانا اور آپ کے اہل و عیال کا بغیر کھائے پیئے اوقات گزارنا۔ اختیاری فعل تھا۔ ورنہ اگر چاہتے تو زمین سونا اور آسمان ہیروں اور جواہرات کا مینہ برساتا۔ ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں۔

يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَصَارْتُ مَعِيَ جِبَالِ الذَّهَبِ

عائشہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں۔ اور آپ کو حکم دیا گیا۔

وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَرْ

اور جو کوئی سائل آپ کی خدمت میں آئے اسے خالی نہ موڑیے یعنی جو کچھ مانگے اسے عطا کیجئے۔

بس اسی قرآنی حکم کی تعمیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی مال و دولت کے تمام ذرائع خلق خدا کی بہتری اور فلاح و بہبود پر خرچ کر دیئے اور خود ساری زندگی اپنے لئے فقر کو منتخب کئے رکھا۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات اقدس بھی اس معاملے میں منفرد مقام کی حامل بھی آپ نے بھی

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

کی اتباع میں اپنی ساری دولت اور کمائی ہمیشہ دوسروں پر خرچ کی اور اپنے گھر کو فرقہ و فاقہ کی زینت سے نوازے رکھا۔ اہلبیت نبوی کا یہ گھرانہ انفاق و احسان اور فقراختیاری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نظیر نہیں رکھتا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اسوۂ مبارک کے ضمن میں سورہ دھر قرآن شہادت پیش کر چکے ہیں تمام اصحاب سیر اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت علی کے ایثار و انفاق کا یہ عالم تھا کہ آپ تمام عمر میں ایک مرتبہ بھی صاحب

نصاب نہ ہو سکے کہ زکوٰۃ ادا کرنے کی نوبت آتی۔ آپ نے فرمایا۔

فَمَا وَجِبَتْ عَلَيَّ زَكْوٰةُ مَالٍ فَهَلْ تَجِبُ الزَّكْوٰةُ عَلٰى الْجَوَادِ

میرے اوپر مال کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی۔ کیا سخی لوگوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہو سکتی ہے۔

۱۔ اس روایت کے من گھڑت ہونے کا ثبوت بفرض محال اگر مان لیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایسی گراں قیمت چادر اور ڈھرکھی تھی اور نماز پڑھ رہے تھے تو پھر یہ بات بعید از عقل ہے کہ سائل جو آپ کو نماز کی حالت میں دیکھ رہا تھا اور وہ تھا بھی مؤمن جو کہ حدیث کافی کے اس جملہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ سائل کا سوال کرتے وقت یہ کہنا۔ یا ولی اللہ السلام علیک آپ مؤمنین کے نہایت غمگسار ہیں مجھے کچھ عطا فرمائیے۔ اُنے اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ آپ نماز سے فارغ ہوں لیں۔ ایسی جلد بازی تو اندھا شخص بھی نہیں کر سکتا پھر مؤمن مسلمان ہو کر ایسی بڑی حماقت! دوسرے حضرت علی کرم اللہ وجہہ جن کی نسبت مشہور ہے کہ نماز پڑھتے وقت آپ ایسے استغراق میں ہوتے کہ دنیا و مافیہا سے کچھ خبر نہ رہتی۔ جیسا کہ بحالت نماز آپ کے جسم مبارک سے تیر کا نکالنا مشہور ہے۔ پھر ایسی حالت استغراق میں ایک گداگر کی بک بک کی آواز آچکے کانوں تک کس طرح پہنچ گئی۔ مان لو اس وقت آپ کو استغراق تام نہ تھا۔ آپ نے گداگر کی آواز سن لی تو نماز کی حالت میں فعل کثیر یعنی چادر اُتار کر پھینکنا اور پھر سائل کو اشارہ کرنا کہ یہ لے جا کیا معنی رکھتا ہے۔ آپ فرض نماز سے فارغ ہو کر سائل کو حلقہ دے سکتے تھے۔

اس سے پہلے یہ ثابت کرنا ہو گا کہ جناب علی المرتضیٰ صاحب زکوٰۃ تھے اور اس قدر مال کثیر رکھتے تھے کہ اس کی زکوٰۃ ایک ہزار دینار دینی آپ کے ذمہ واجب الادا تھی۔ اگر شیعہ صاحبان ایڑی چوڑی کا بھی زور لگالیں تو وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ تو پھر جب آپ

صاحب زکوٰۃ نہ تھے اور نہ زکوٰۃ آپ کے ذمے واجب تھی تو پھر

يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

وہ دیتے ہیں زکوٰۃ

کی آیت اور کافی کی وضعی روایت اور سائل کی جھوٹی حکایت سے شیعہ حضرات کا خلافت بلا فصل حضرت علی المرتضیٰؑ بات کرنا ان ہی کا شیوہ ہے۔

۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل پر شیعہ کی دلیل چہارم

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (پارہ ۱۹ ع ۱۵)

اور اپنے بہت نزدیک کے کنبہ والوں کو ڈراؤ۔ کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر حازن اور معالم المنزہل یوں فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی دو بہترین چیزیں لایا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ان کی طرف بلاؤں لہذا تم میں اس سے میرے امر میں کون دوزیر بننا چاہے گا۔ اور فرمایا۔

وَيَكُونُ أَخِي وَوَصِيَّتِي وَخَلِيفَتِي فِيكُمْ

وہ کون ہے جو تم میں میرا خلیفہ وصی اور بھائی بنے؟

یہ سن کر سب حاضرین خاموش ہو گئے اور کسی نے اس بات کا ذمہ داری نہ لی اور میں (یعنی حضرت علی) نے باوجود کم عمر ہونے کے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا دوزیر بننا چاہوں گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر میری گردن پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔

قَالَ هَذَا أَخِي وَوَصِيَّتِي وَخَلِيفَتِي فِيكُمْ فَاسْمَعُوْهُ وَأَطِيعُوْهُ

یہ حضرت علی میرے بھائی اور میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے تم لوگوں میں پس اس کا حکم

سنو اور مانو۔ دیکھئے حضرات کیسی واضح روایت ہے۔ حضرت علی کے خلیفہ ہونگی اور معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لیکر انہیں اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کر دیا اور ان کی اطاعت کو لازم قرار دیا تھا۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کا ارشاد ہے۔ اس کی بات یعنی حکم سنو اور مانو سے ثابت ہے لہذا آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت ناقص اس حدیث سے صاف صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ اور اس کو روایت بھی اہل سنت کے مفسرین نے کیا ہے۔

جواب: تفسیر خازن اور معالم التنزیل کی روایت ایک ہی ہے۔ تفسیر خازن میں اس کی سند مختصر ہے۔ اور زیر بحث معالم التنزیل واقعی مکمل سند کے ساتھ مذکور ہے۔ وہ سند یہ ہے۔

رَوَى مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الْغَفَّارِ بْنِ قَاسِمٍ عَنْ مِنْهَالِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ زَيْرَ آيَةٍ وَأَنْدَرُ عَشْرَتِكَ

یہ اس روایت کی اصل اور پوری سند ہے۔ اور یہ روایت اہل سنت کے نزدیک قطعاً ناقابل اعتبار ہے۔ کیونکہ روایت کا راوی عبدالغفار ہے جو رافضی شیعہ ہے۔ ائمہ حدیث نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ روایتیں اپنی طرف سے وضع کیا کرتا تھا۔

عبدالغفار بن القاسم مَشْرُوكٌ شَيْعِيٌّ يَضَعُ یعنی عبدالغفار بن قاسم مطعون ہے۔ اور طعن یہ ہے کہ اس کی روایت چھوڑ دی جاتا ہے۔ وہ شیعہ تھا اور احادیث گھڑ بھی لیا کرتا تھا۔

(قانون الموضوعات علامہ الطاہر النعنی الہندی صفحہ ۲۷۰)

اس کے علاوہ موضوعات کبیر میں اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے۔

إِنَّ هَذَا أَخِي وَوَصِيَّ وَالْخَلْفَةُ مِنْ بَعْدِي

موضوعات میں سے ہے کتاب الموضوعات الکبیر مجبائی صفحہ ۹۴ ملا علی قاری۔

(لسان المیزان جلد چہارم صفحہ ۴۲)

حرف عین کے ضمن میں مذکور ہے۔ عبدالغفار القاسم

هُوَ رَافِضِيٌّ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَيُقَالُ مِنْ رُؤْسِ الشَّيْعَةِ

یعنی عبدالغفار بن قاسم رافضی ہے اور روایات میں ثقہ نہیں اور اس کے بارے میں

کہا گیا ہے کہ یہ سرخیلان شیعہ میں سے تھا۔

عبدالغفار بن قاسم بن ابی مریم الانصار الکوفی متروک

يضع شيعي كشف الاحوال في نقد الرجال

(علامہ مولانا عبدالوہاب صفحہ ۷۰)

عبدالغفار متروک راوی ہے جو روایتیں وضع کرتا اور بنا تا اور شیعہ تھا۔ تو اس کی تائید

خود شیعہ حضرات کی معتبر کتاب مجالس المؤمنین میں ملا نور اللہ شوستری لکھتے ہیں کہ طاقدہ دوم

یعنی غیر بنو ہاشم میں جو حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شیعوں میں سے تھے ان میں ایک

شیعہ عبدالغفار بن قاسم بھی ہے جس کا ذکر نور اللہ شوستری نے فہرست میں پچاس نمبر پر صفحہ

۲۶۳ مجالس المؤمنین میں کیا ہے۔

در قسم مقبولان از کتاب خلاصہ مذکور است

یعنی عبدالغفار بن قاسم کو صاحب کتاب خلاصہ نے از قسم مقبولان (علی) شمار کیا

ہے۔ مقام صد افسوس خلاف بلا فصل حضرت علی کیلئے ثابت کرنے میں ایک روایت گھڑی

دوسرے آیات ربانی کی غلط تاویل کی۔ روایت کاراوی ایسا شخص جو من گھڑت روایتیں بیان

کرے اور اس سے بڑھ کر کہ اس کے شیعہ ہونے کی تصدیق خود شیعہ مجتہد ملا نور اللہ شوکتی بھی کر دے تو انصاف فرمائیں ایسی روایت اصول دین یعنی خلافت بلا فصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کیلئے ایسی حدیث پیش کرتے جو متواتر ہوتی۔ مگر کریں کیا سوائے ایسی من گھڑت روایات کے اور ہے نہیں جو پیش کریں۔

حضرت علی کی خلافت بلا فصل پر شیعہ حضرات کی پانچوں دلیل۔

وَبَلَدِكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَاءٍ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كَلًّا هَدَيْنَا نُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَذَكَرْنَا وَيْحِي وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ وَمِنَ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

(سورۃ انعام آیت نمبر ۸۶)

اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم پر (غلیبہ پانے کیلئے) عطا کی تھی۔ ہم جسے چاہتے ہیں بہت سے درجے بلند دیتے ہیں بے شک تمہارا رب صاحب حکمت و علم ہے۔ اور ہم نے اُن کو اسحاق و یعقوب عطا کئے ہر ایک کو اپنا راستہ دکھایا اور نوح کو پہلے ہی راستہ دکھا دیا تھا اور اُن کی اولاد کی اولاد میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ کو اور ہارون کو (راہ دکھائی) اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہے بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور ذکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو (راہ دکھائی) ان میں سے ہر ایک صلحا میں سے تھا اور

اسمعیل کو اور اسحاق اور یونس کو اور لوط کو (راہ دکھائی) اور ہر ایک کو تمام عالموں پر فضیلت دی اور ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے ان کے بھائیوں میں سے (جن کو مناسب سمجھا) ہم نے منتخب کر لیا اور راہ راست کی ہدایت کر دی۔
(ترجمہ مقبول شیعہ پارہ ۷ رکوع ۱۶)

دیکھئے! اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام کی اولاد اور بھائیوں کو چنا گیا۔ تو ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی خلافت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور رشتہ داروں کا حق ہوگی۔ اہل سنت کی معتبر کتاب سے اسی استحقاق کا ایک ثبوت یہ بھی ہے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین کریمین رضی اللہ عنہما کو فرمایا۔ میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے وہی مانگتا ہوں جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کیلئے مانگا تھا تو آیت زیر بحث میں اس سوال کا ذکر ہے۔ جو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے سوال کیا تھا جسے پورا فرماتے ہوئے ان کے بیٹے ان کے قائم مقام اور خلیفہ ہوئے۔

لہذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زیب دیتی ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں اس امر کی بالکل وضاحت فرمادی ہے۔

أَنْتَ مِنْنِي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى

اے علی تیری جگہ سے نسبت اور تعلق ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ اور اس میں بھی سبھی متفق ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا آپ

علیہ السلام کے بعد خلیفہ بلا فصل ہونا ضروری ہے۔

جواب اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں خلافت بلا فصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سر مُو کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے خلفاء ہیں اور ان کی خلافت سے نبوت مراد ہے اور ہماری بحث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کے متعلق ہے۔ جو قطعاً نبی اور رسول نہیں ہیں۔ لہذا رسالت و نبوت کی آیات کو خلافت کیلئے کیسے دلیل بنایا جاسکتا ہے۔ شیعہ حضرات کا فرض ہے کہ خلافت بلا فصل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نص قرآن و حدیث متواترہ اہل سنت سے ثابت کریں۔ جب قرآن ہمارے لئے آیا اور سابقہ خلفاء کے نام لیکر ان کو بیاں کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے خلیفہ بلا فصل کی خلافت جو کہ نبوت و رسالت کی طرح اصول دین میں سے ہو اور اس کا منکر کافر و مرتد ہو اس کا ذرہ بھر واضح الفاظ میں کسی ایک آیت میں بھی نام نہ ہو یہ انتہائی تعجب کی بات ہے لہذا خلافت باری تعالیٰ جو رسل کرام اور انبیاء عظام کو ملی اس کے بارے میں نازل شدہ آیات مبارکہ سے خلافت بلا فصل اور حضرت علی کا حق ہے۔ ثابت کرنا چاہتے تو یہ نادانی اور حماقت ہے۔

جواب نمبر ۲: جس طرح خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں داخل نہیں اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اولادِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نہیں۔ لہذا اس آیت مبارکہ سے اولاد کی طرف خلافت کے انتقال سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اولادِ پیغمبر نہیں۔

اور اگر اس کا یہ مطلب ہو کہ اگرچہ حضرت علی اولادِ پیغمبر نہیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں داخل ہیں تو اولادِ ابراہیم علیہ السلام ہونے کے حوالہ سے خلافت انہیں ہی ملنی چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اولادِ ابراہیم علیہ

السلام میں سے ہیں اسی طرح خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم بھی تو اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں سے ہیں تو اُن کو خلافت ملنے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت سے خلافت نکل جائے گی جبکہ آپ کی معتبر کتاب شرح نہج البلاغۃ حاجی سید علی نقی شیعہ فیض الاسلام میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس قول کی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے

أَنْتَ أَقْرَبُ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ

فرمایا شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تیسرے دادے میں نسب میں ملتے ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چھٹے دادے میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساتویں دادے میں نسب میں ملتے ہیں۔ (نہج البلاغۃ جلد اول صفحہ ۵۲۲ خطبہ ۱۶۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت علی المرتضیٰ کو غزوہ تبوک کے وقت گھر پر ہی ٹھہرنے کو کہا تو حضرت علی المرتضیٰ نے عرض کی

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اتَّخَلَّفَنِي فِي النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فَقَالَ أَمَا

تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزَلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑیں گے۔ (جو

بوجہ بچے اور عورتیں ہونے کے جہاد سے مستثنیٰ ہیں) یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا۔ کیا یہ تو پسند نہیں کرتا کہ تیری حیثیت میرے نزدیک ویسی ہی ہے جیسے ہارون کی موسیٰ

کے ساتھ تھی۔ (وہ انہیں کوہ طور پر لے جاتے وقت اپنی قوم میں نگہبانی اور وعظ و نصیحت کیلئے

چھوڑ گئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام بحیثیت پیغمبر پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ لیکن میرے بعد کوئی

نبی نہیں پیچھے اپنے اہل و عیال اور قوم میں حضرت ہارون کو چھوڑ گئے۔ اور اُخْلَفْنِي کے معنی بھی

پچھے رہ جاتا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی غزوہ تبوک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل و عیال کی خدمت میں حفاظت کیلئے پچھے چھوڑا اور اس قسم کی خدمت بہ سبب قربت اپنے پر یاد ادا دہی کے سپرد کی جاسکتی ہے۔ جب اس موقع پر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا تو وہ غمگین ہوئے کہ میں عورتوں اور بچوں میں پڑا ہوں اور فضیلت جہاد سے محروم رہوں تو سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کی اور یہ الفاظ فرمائے کہ اے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس پچھے رہ جانے میں تیرا تہہ کم نہ ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ہارون پچھے رہ گئے تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام بحیثیت پیغمبر پچھے چھوڑے گئے تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا گھبراؤ نہیں اور تمہیں اس بات پر راضی ہونا چاہیے کہ تمہارا معاملہ اس سلسلہ میں ایسا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کیلئے جاتے وقت اپنے گھربار اور اہل و عیال کی حفاظت کیلئے حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے۔

۱۔ ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام نے عارضی طور پر اپنی عدم حاضری کے وقت خلیفہ کیا تھا۔ جب آپ کوہ طور سے واپس آئے تو پھر حضرت ہارون خلیفہ نہ رہے کیونکہ وہ مستقل نبی تھے۔ ایسا ہے یہاں بھی سمجھنا چاہیے۔

۲۔ اگر شیعہ حضرات یہ کہیں کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد بلا فصل خلیفہ جناب ہارون علیہ السلام تھے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فصل خلیفہ جناب علی المرتضیٰ ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی لغو اور باطل تاویل ہے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام تو موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی دارفانی سے رحلت فرما گئے تھے۔

لہذا ان کا خلیفہ موسیٰ ہونا، اور وہ بھی بلا فصل، کس طرح ثابت ہو سکتا ہے کیا خلیفہ

وہی ہوتا ہے جو دنیا سے پہلے رخصت ہو اور جو خلیفہ بنانے والا ہو وہ بقید حیات ہو۔ کچھ عقل کے ناخن لو ایسی بے تکی بات تو نادان بچہ بھی نہیں کرتا۔ یا شاید آپ کو علم ہی نہیں جب مشہ بہ ہی خلیفہ نہ ہوئے تو مشہ کی خلافت کیسی دیکھے شیعہ حضرات کی معتبر کتاب اصول کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَوْصَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِلَى يُوشَعَ بْنِ نُونٍ وَأَوْصَى يُوشَعَ بْنَ نُونٍ إِلَى وَالدِ هَارُونَ وَ لَمْ يُوصِ
إِلَى وَالدِهِ إِلَى وَالدِ مُوسَى

بند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام منقول است کہ حضرت موسیٰ وصیت کرد یوشع بن نون و اور اوصی خود گردانید۔ و یوشع فرزند ان ہارون را وصی و خلیفہ خود گردانید و فرزند ان خود موسیٰ را بہرہ نداد (حیات القلوب)

ترجمہ ہر دو روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد یوشع بن نون کو اپنی وصی اور جانشین بنایا اور یوشع بن نون نے اپنے بعد ہارون علیہ السلام کے لڑکے کو اپنی وصی اور جانشین بنایا۔ اور نہ اپنے لڑکے کو وصی بنایا اور نہ موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے کسی کو وصی بنایا۔

(حیات القلوب جلد اول صفحہ ۳۰۲ در بیان قصہ یوشع)

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ ہارون علیہ السلام کو وصی بنایا تھا یہ بھی غلط ہے۔ اور یہ دعویٰ کہ خلافت اولاد انبیاء میں رہی یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ حضرت یوشع علیہ السلام باوجودیکہ اولاد موسیٰ علیہ السلام نہ تھے موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہوئے اور پھر یوشع علیہ السلام کے خلیفہ ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوئے نہ خود یوشع علیہ السلام کی اولاد سے ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے۔

۳۔ حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ صرف قرابت داری کی وجہ سے دی تھی۔ ورنہ ہارون علیہ السلام نبی تھے۔ عمر میں موسیٰ سے بڑے تھے اور موسیٰ کے حقیقی بھائی تھے۔ جناب علی المرتضیٰ میں ان اوصاف سے ایک بھی نہ تھی۔ تو پھر اس حدیث سے استدلال خلافت بلا فصل علی المرتضیٰ کے کیا معنی۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اس حدیث میں صرف اتنی تشبیہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی میں کوہ طور پر جانے کے وقت پیچھے اپنے اہل و عیال اور قوم میں حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے۔

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی غزوہ تبوک میں حضرت علی المرتضیٰ کو اپنے اہل و عیال کی خدمت اور حفاظت کیلئے پیچھے چھوڑا۔ تو اہل و عیال کی حفاظت و نگرانی وہ بھی صرف چار یوم کیلئے۔ حضرت علی المرتضیٰ کے سپرد کی گئی۔ کہاں چار دن کیلئے اہل و عیال کی نگرانی اور جو قرآنی آیت یہ شیعہ حضرات استدلال کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا اور فرمایا۔

هَارُونَ اٰخْلَفْنِي فِي قَوْمِي

اے ہارون تم میرے خلیفہ ہو میری قوم میں اور هَارُونَ اٰخْلَفْنِي کے معنی بھی پیچھے رہ جانا ہے۔ اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی غزوہ تبوک میں حضرت علی المرتضیٰ کو اپنے اہل و عیال کی خدمت اور حفاظت کیلئے پیچھے چھوڑا۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی میں امامت اور جماعت کیلئے بھی دوسرے صحابی عبد اللہ بن ام مکتوم کو مقرر فرمایا جب اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا تو وہ غمگین ہوئے کہ میں عورتوں اور بچوں میں پڑا ہوں اور فضیلت جہاد سے محروم ہوں تو

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کی اور یہ الفاظ فرمائے کہ اس پیچھے رہ جانے میں تیرا رتبہ کم نہ ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ہارون پیچھے رہ گئے تھے۔ اس روایت میں نہ خلافت کا کوئی ذکر ہے اور نہ خلاف بلا فصل سے اس کا کوئی تعلق۔ کہاں چار دن کیلئے اہل و عیال کی نگرانی اور کہاں آپ کے وصال کے بعد خلافت بلا فصل حضرت علی المرتضیٰ کا ثبوت۔ حالانکہ بعد وفات موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام نہیں بلکہ یوشع بن نون خلیفہ ہوئے اسی طرح بعد وصال رسالتاً بصلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ ہوئے۔ گویا یہ حدیث شیعہ حضرات کی تردید کر رہی ہے۔ نہ کہ ان کی مدعا کی اس سے تائید ہوتی ہے۔

رہا شیعہ حضرات کا استدلال اس حدیث سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں دعا فرمائی۔ تو گزارش ہے اس دعا سے حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا کیا تعلق ہے۔ دعا حسنین رضی اللہ عنہما کیلئے ہو اور خلافت بلا فصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ثابت ہو اس دعا سے حسنین رضی اللہ عنہما کے مناقب و فضائل کا بیان ہے۔ مگر آپ کے اس استنباط نادر الوجود کو اگر بوعلی سینا یا دنیا کا کوئی بڑا فلسفی بھی سن لے تو آپ کی ذہانت کی داد دئے بغیر نہ رہ سکے گا۔

خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ
الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ط يَعْبُدُونَنِي لَا
يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

ترجمہ: وعدہ کیا ہے اللہ نے ان سے جو تم میں سے ایمان لائے یہ کہ خلیفہ کرے گا ان کو زمین میں جیسے کہ خلیفہ کیا تھا ان کو جو ان سے پہلے تھے۔ اور البتہ قوی کرے گا ان کیلئے اس دین کو جو اللہ نے ان کے لئے پسند کیا ہے اور البتہ بدل دے گا ان کو ان کے خوف کے بعد امن سے میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ اور جو کفر کریگا اس کے بعد پس وہ لوگ وہ ہیں جو فاسق ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل امور صراحتاً ذکر فرمائے۔

۱۔ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ اس آیت میں خطاب ان لوگوں سے ہے جو اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے اور اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے مشرف بایمان ہو چکے تھے۔

۲- عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سے ثابت ہوا کہ نزول آیت کے وقت جو اعمال صالحہ والے تھے وہی خلیفہ بنائے جائیں گے۔

۳- منکم کا لفظ الذین امنو کے بعد صراحتاً ذکر فرما کر صحابہ کرام سے یہ وعدہ خلافت فرمایا گیا ہے۔

۴- اس آیت میں تمام صیغے جمع کے ہیں اور کم از کم تین افراد کو ضرور چاہتے ہیں۔

۵- لِيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمْ یعنی ان کی خلافت زمین میں ہوگی اور ان کے دین و مذہب کو تمکین و مضبوطی اور قوت حاصل ہوگی۔

۶- وَلِيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا یعنی ان خلفاء کو خوف و خطر کے بعد امن و اطمینان عطا کر دیا جائے گا۔

ہم ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ اس آیت کے مصداق خلفاء راشدین ہی ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرات خلفاء راشدین اس آیت کے مصداق نہیں۔ تو وہ آیت مذکورہ بالا کے تمام امور منصوصہ کو مد نظر رکھ کر بتائے کہ وہ کون سے خلفاء ہیں جو کہ نزول آیت کے وقت مخاطب اور موجود بھی ہوں۔ اور ان کو تمکین فی الارض بھی حاصل ہو۔ اور ان کے دین کے طریقے کا بھی بول بالا ہو۔ اور ان کے خوف و خطر امن و اطمینان سے بدل دیئے گئے ہوں۔ اگر خلفاء راشدین مراد نہیں تو پھر اس وعدہ کی سچائی کیلئے آیت کا مصداق کون ہیں؟

نوٹ: ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ”آیت استخلاف“ کے مصداق خلفائے راشدین ہی ہیں کیونکہ جو اوصاف اور امور اس میں بطور نص بیان ہوئے وہ کسی دوسرے پر صادق آتی نہیں سکتے۔ یہ مضمون حدیث صحیح میں بھی وارد ہے۔ جس سے نہایت وضاحت کے ساتھ اس آیت استخلاف کی تفسیر ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو حیات القلوب در حدیث صحیح از امام باقر علیہ السلام منقول است۔

اس کے بعد انہوں نے ایک طویل حدیث نقل کی اس میں بیان اس قسم کا ہے۔
 جب ابتدائے بعثت میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو دعوت
 اسلام کی تھی۔ یہاں ہم بقدر ضرورت عبادت نقل کرتے ہیں۔

دلیل اول:

حق تعالیٰ امر فرمود آنحضرت تا باظہار دعوت خود پس حضرت بمسجد آمد۔ و بر حجر
 اسمعیل ایستادہ بعدائے بلند ندا کرد۔ کہ اے گروہ قریش و اے طوائف عرب شمار اے خوانم
 بسوئے شہادت بواحدانیت خدا و ایمان آوردن بہ پیغمبری من۔ دامرے کنم شمار کہ ترک کنید
 بت پرستی را و اجابت نمائید مرا در آنچه شمارا بآں سے خوانم۔ تا بادشاہان عرب گردید و گروہ عجم
 شمارا فرماں بردار راں گردند در بہشت بادشاہان باشند

ترجمہ: حق تعالیٰ نے آنحضرت کو حکم دیا کہ آپ اپنا دعویٰ ظاہر کرو۔ تو حضرت مسجد میں یعنی
 خانہ کعبہ میں آئے اور حجر اسمعیل پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے ندا کی کہ اے گروہ قریش اور
 اے اقوام عرب میں تم کو بلاتا ہوں خدا کی واحدانیت کے شہادت اور میری پیغمبری پر ایمان
 لانے کی طرف اور حکم کرتا ہوں کہ تم بت پرستی کو چھوڑ دو اور میرا قول قبول کرو۔ اس امر میں
 جس کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں۔ تاکہ تم عرب کے بادشاہ ہو جاؤ اور اہل عجم تمہارے فرماں
 بردار ہو جائیں اور تم بہشت میں بادشاہ بنو۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۶۳ در بعثت آنحضرت)

قارئین! غور فرمائیں جو مضمون آیت استخلاف میں ہے وہ سب اس حدیث میں بھی
 ہے۔ یہی وعدہ ہے کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کی طرف سے قریش کے سامنے پیش کیا۔ اور
 اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آیت استخلاف میں جو اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ ہم اُن کو

زمین میں خلیفہ کریں گے اس سے مراد عرب و عجم کی بادشاہت ہے اور یہ جو آیت میں مذکور ہے کہ اللہ کو خلفاء کا دین پسند ہوگا اور وہ اللہ کی عبادت کریں گے۔ کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں گے تو یہ مضمون حدیث میں یوں مذکور ہوا کہ تم بہشت میں بادشاہ بنو گے۔ اسی مضمون کا دوسرا حوالہ۔

دلیل نمبر ۲:

لَيْسَتْ خَلِيفَتُهُمْ فِي الْأَرْضِ كِتَابِ الْبَيَانِ يَوْمَ لَقِيَهُمْ
وَالْمَعْنَى لِيُورَثْنَهُمْ أَرْضَ الْكُفَّارِ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ
فَيَجْعَلُهُمْ سُكَّانَهَا وَمُلُوكَهَا مَجْمَعُ الْبَيَانِ جلد چہارن جز ہفتم

ترجمہ: کہ اللہ تعالیٰ عرب و عجم کے کفار کی زمین کا انہیں وارث بنائے گا۔ وہ مسلمان وہاں سکونت پذیر ہوں گے اور بادشاہ بنیں گے اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تمام ممالک فتح ہوئے اور آپ بموجب وعدہ الہی عرب و عجم کی سرزمین اور اس کے باسیوں کے بادشاہ بنے۔

دلیل سوم:

مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو صفحہ دنیا سے نیست و نابود کرنے کی غرض سے سینکڑوں قبائل کو اپنی حمایت میں شامل کر لیا۔ اور ہزار ہا کافر مہیا کر کے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ کے گرد گرد خندق کھودنے کی تجویز فرمائی تاکہ دشمن اسلام شہر کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ اور دس دس اصحاب کے ذمہ چالیس چالیس ہاتھ خندق کا کھودنا تقسیم فرمایا۔ چنانچہ سلیمان رضی اللہ عنہ فارسی و حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں جو زمین آئی اس میں ایک بھاری پتھر آ گیا جس میں گیلٹی (کٹنگ) اثر نہیں کرتی تھی۔ حضرت

سلیمان رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پتھر کے نزدیک آئے پس آپ نے (کٹنگ) کو پتھر پر مارا۔

ابن بابویہ روایت کر دہا ست کہ چون کٹنگ اول رازد سنگ را شکست و فرمود کہ اللہ اکبر کلید ہائے شام را خدا بمن داد و بخدا سوگند کہ قصر ہائے آں را مے بینم۔ پس کٹنگ دیگر زد۔ و مثل دیگر شکست و گفت اللہ اکبر خدا کلید ہائے ملک فارس را بمن داد و بخدا سوگند کہ الحال قصر سفید مدائن را مے بینم۔ و چون کٹنگ سوم بار زد باقی سنگ جدا شد۔ گفت اللہ اکبر کلید ہائے یمن را بمن داد و بخدا سوگند کہ دروازہ ہائے صنعار اے بینم

ترجمہ: جب آپ نے پہلی مرتبہ کٹنگ مارا تو تھوڑا سا پتھر لوٹا اور آپ نے اللہ اکبر فرماتے ہوئے فرمایا اللہ کی قسم خداوند قدوس نے شام کی کنجیاں مجھے عنایت فرمادیں۔ میں اس کے سرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں۔ دوسری مرتبہ مجھے کٹنگ مارا جس سے اس پتھر کا دو تہائی حصہ ٹوٹ گیا اور آپ نے فرمایا اللہ اکبر خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے مجھے ایران کی کنجیاں عنایت فرمائیں اور میں مدائن کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں۔ تیسری مرتبہ کٹنگ چلاتے ہوئے اللہ اکبر کہا اور پتھر مکمل طور پر ٹوٹ گیا اور فرمایا اللہ کی قسم یمن کی کنجیاں مجھے دے دیں اور صنعاء کے دروازے میں دیکھ رہا ہوں۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۳۹۵)

پتھر سے ہر ضرب پر روشنی نکلتے دیکھ کر اور اللہ اکبر کہتے سن کر حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ قربان! یہ سب کیا تھا؟

فَقَالَ أَمَّا الْأُولَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَتَحَ عَلَيَّ بِهَا الْيَمْنَ وَأَمَّا

الثَّانِيَةُ فَإِنَّ اللَّهَ فَتَحَ عَلَيَّ بِهَا السَّلَامَ وَالْمَغْرِبَ وَأَمَّا الثَّالِثَةُ فَإِنَّ اللَّهَ
فَتَحَ بِهَا الْمَشْرِقَ فَاسْتَبَشَّرَ بِذَلِكَ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ مُوعِدٌ صَادِقٌ
قَالَ وَطَلَعَتِ الْأَحْزَابُ فَقَالَ الْمُؤْمِنُونَ هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ
وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

ترجمہ: تو آپ نے فرمایا پہلی مرتبہ اللہ عزوجل نے مجھے فتح یمن کی خبر دی دوسری مرتبہ شام
اور مغرب کو زیرِ یمن کیا اور تیسری مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مشرق کو مفتوح کیا یا کر دی۔ اس پر تمام
مسلمان بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا الحمد للہ۔ اللہ کا یہ وعدہ بالکل سچا ہے۔ راوی
فرماتے ہیں پھر جب مسلمانوں کے گروہ ان مقامات میں داخل ہو گئے تو سب نے پھر کہا یہ وہ
وعدہ پورا ہوا جو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جز ۸ صفحہ ۳۳۱)

دلیل نمبر ۵:

مِنْ يَدِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْ مِنْ يَدِ سَلْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ، فَضْرَبَ بِهَا ضَرْبَةً فَتَضَرَّقَتْ بِثُلُثِ فَرَقٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ فَتَحْتُ عَلَيَّ فِي ضَرْبَتِي هَذِهِ كُنُوزًا كَسْرِي
وَقِيَصَرَ (الخ)

(فروع کافی جلد سوم کتاب الروضہ صفحہ ۲۱۶)

ترجمہ: کلینی بسند معتبر روایت کردہ است از امام جعفر صادق (ع) کہ کنگ را از دست امیر

المؤمنین (ع) یا سلمان رضی اللہ عنہ گرفت و یک ضربت زد کہ سنگ سے پارہ شد پس فرمود! فتح شد بر من در ایں ضربت گنج ہائے کسری و قیصر

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کلنگ لے کر یا سلمان کے ہاتھ سے لے کر پتھر پر مارا۔ پتھر کے تین ٹکڑے ہو گئے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیصر و کسری کی چابیاں میرے ہاتھ میں دی گئی ہیں۔

(حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۹۵)

نوٹ: یہ اظہر من الشمس کہ قیصر و کسری ابھی فتح نہیں ہوئے تھے کہ محبوب خدا و اصل بخت ہو گئے تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول خدا کے ہاتھ ہیں جن کہ ہاتھوں رسول خدا کی یہ پیش گوئی سچی ہوئی۔ کیونکہ حضرت عمر کے ہاتھوں سے اس زمانہ کی یہ دونوں عظیم ترین مملکتیں تباہ و برباد ہوئیں۔ اگر حضرت عمر کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نہ مانا جائے تو کسی صورت میں بھی پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیش گوئی سچی ثابت نہیں ہو سکتی اور جب یہ پیش گوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر پوری ہو رہی تھی تو اس وقت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے اور خوش ہو کر۔

نَحْنُ عَلٰی مَدْعُوْدٍ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مُنْجِزُ وَعْدِهِ وَنَاصِرُ جَنْدِهِ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرما رہے ہیں کہ اللہ نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے۔ بے شک وہ اپنے وعدوں کو وفا کرے گا اور وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔ کی مبارک خوشخبریوں سے فتح و نصرت کے خدائی وعدے یاد دلا کر مسلمانوں کی ہمتیوں کو بلند کر رہے تھے۔

(نسخ البلاغہ خطبہ ۱۳۶ صفحہ ۴۷۸)

اب قابل وضاحت بات یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

نَحْنُ مَوْعُودٌ مِنَ اللَّهِ سے یہاں انہوں نے کیا مراد لی اس کی وضاحت آپ ہی کے ایک مجتہد سے سنیے۔

ثُمَّ وَعَدْنَا بِمَوْعُودٍ وَهُوَ النَّصْرُ وَالْغَلْبَةُ وَالْإِسْتِخْلَافُ فِي الْأَرْضِ كَمَا قَالَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَسْتَخْلِفْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ إِلَّا يَهْدِيهِمْ اللَّهُ فَمَا كَانَ مِنَ اللَّهِ مِنْ عِدَةٍ لَهُمْ لَعَدَمِ الْخُلُوفِ فِي خَبْرِهِ

ترجمہ: پھر اس نے ہم سے اپنی تقدیر میں مقدر وعدہ کا اعلان فرمایا۔ اور وہ مدد اور غلبہ اور زمین میں خلیفہ بنانا ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنے کلام پاک میں فرمایا۔ وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور اچھے عمل کئے البتہ ان کو ضرور بالضرور خلیفہ بنائے گا زمین میں جیسے اُس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ (الخ) اور اللہ کا وعدہ بہر صورت پورا ہونے والا ہے کیونکہ اس کی خبر جموئی نہیں ہو سکتی۔

(شرح نبج البلاغہ ابن مہتم جلد سوم صفحہ ۲۹۶ طبع جدید)

شارح نبج البلاغہ فیض الاسلام صفحہ نمبر ۳۳۵ پر

نَحْنُ عَلٰی عَوْدٍ مِنَ اللَّهِ

کی تفسیر میں بھی یہی آئیہ استخلاف لکھی ہے۔ اور اس کا مصداق بقول حضرت علی کرم

اللہ وجہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ہی قرار دیا ہے۔

نوٹ: فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۱۲۱۶ اسی واقعہ خندق والی حدیث کے حاشیے پر علی اکبر غفاری شیعہ لکھتا ہے کہ یہ چٹان والی حدیث متواترات میں سے ہے اور اسے خاص و عام علماء

نے مختلف اسناد سے ذکر کیا۔ اور برائے بن عازب کی روایت سے شیخ صدوق نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا۔

لہذا معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین کے خلافت حقہ قرآن مجید اور حدیث متواتر سے ثابت ہے۔ کیونکہ اس حدیث چٹان میں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا۔

فَإِنَّ اللَّهَ فَتَحَ عَلَيَّ

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فتح عطا کی اور ان فتوحات کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آیت استخلاف کا مصداق بنایا ہے۔ جیسا کہ نبی البلاغہ کی دو شرحوں کے حوالہ جات سے ثابت ہو چکا ہے تو ان مقدمات سے نتیجہ یہ نکلا کہ خلفائے راشدین کی خلافت حق ہے اور قرآن مجید اور کتب شیعہ سے ثابت ہے۔

اعتراض: شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ آیت استخلاف کا مصداق ہمارے نزدیک حضرت علی، حضرت حسن و حسین علیہم السلام تین خلیفہ ہیں کیونکہ یہ تینوں حضرات اس زمانے کے بھی تھے اور مؤمن صالح بھی تھے اور تین کا عدد بھی پورا ہے۔

جواب: ہماری مراد صرف ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضی اللہ عنہم ہی ہیں اور یہ تین حضرات اور ان کے ساتھ حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم کا دور خلافت بھی شامل ہے۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر تینوں خلفاء کی خلافت کو اس سے نکال دیا جائے جیسا کہ تمہارا عقیدہ ہے تو آیت استخلاف میں کئے گئے وعدے کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں جو خوف کو امن میں تبدیلی کر دینے کا وعدہ فرمایا تھا اور زمین عرب و عجم کی بادشاہت دینے کو کہا تھا۔ وہ وعدہ خلفائے راشدین کے دور خلافت میں پورا ہوا لہذا ان کی خلافت بھی حقہ اور من اللہ تھی۔ اور آپ کا کہنا کہ حضرت علی، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم

یہ تین خلیفہ ہیں۔ تو حضرت غور فرمائیے کہ اس حدیث پر اہل سنت اور اہل تشیع کا اتفاق ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ (الارشاد للشیخ المفید ص ۱۱۲ اور کشف الغمہ جلد اول صفحہ ۶۳) پر یہ حدیث موجود ہے۔ اور مذکورہ تیس سال کا دور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سے دست بردار ہونے پر مکمل ہوا۔ جس کا یہ مطلب ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لیکر امام حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری تک کا زمانہ خلافت حقہ کا زمانہ تھا۔ لیکن شیعہ حضرات نے حسد و بغض کی وجہ سے خلفائے ثلاثہ کو خلیفہ برحق ماننے سے انکار کر ریا اور انکار کے بعد جب آیت استخلاف میں مذکور وعدے دیکھے تو انہیں اس ضمن میں دکھائی دیا کہ وہ وعدے نے تو خلافت علی کے دور میں پورے ہوئے اور نہ ہی امام حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری تک نظر آئے تو ظالموں نے ان دونوں کو بھی آیت استخلاف کا مصداق نہ بتایا۔ اگر مصداق نظر آیا تو وہ امام قائم کی شکل میں جو عقلاً محال ہے نقلاً محال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آیت استخلاف میں لَيْسَتْ خَلِيفَتُهُمْ (سورہ نور) میں ہم کی ضمیر تین یا زیادہ خلفائے راشدین کا تقاضا کر رہی ہے۔ اگر امام حسن کی شش ماہہ کو بھی شمار کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک امام حسن دو تو تیسرا خلیفہ راشد کہاں سے لائے گئے؟ تو اکیلے امام مہدی (امام قائم) ان کا مخاطب کس طرح بن سکتے ہیں۔

نوٹ: ہم جو یہ کہتے ہیں کہ اگر اول الذکر تین خلفاء کی خلافت کو اس سے نکال دیا جائے۔ تو آیت استخلاف میں کئے گئے وعدے (خوف کو امن میں تبدیل کر دینے کا وعدہ فرمایا اور عرب و عجم کی بادشاہت کا وعدہ) کی تکذیب لازم آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سوال مذکور کی تردید خود شیعہ کتب میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ تفسیر صافی میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے۔

قَالَ الْقِسْمِيُّ نَزَلَتْ فِي الْقَائِمِ مِنَ آلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَقْوَلُ تَبْدِيلُ

خَوَّلَهُمْ بِالْأَمْنِ يَكُونُ بِالْقَائِمِ

ترجمہ: یعنی قی نے کہا کہ آیت استخلاف امام قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ (یہی صحیح ہے) کیونکہ مسلمانوں کا خوف سے امن ہو جانا (امام قائم کے زمانے میں ہی ہوگا)

(تفسیر صافی جلد دوم صفحہ ۱۷۸)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْمُرُوتِيِّ عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ إِنَّهَا لِيُ الْمَهْدِيِّ

مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ

(تفسیر مجمع البیان جلد ۳ صفحہ ۱۵۶)

یعنی حضرت ابن عباس مجاہد اور اہل بیت سے روایت ہے کہ آیت استخلاف امام

مہدی کے متعلق (اُتری) جو آل محمد میں سے ہیں۔

۳۔ آیت استخلاف کی تفسیر قی میں سے ہے کہ یہ آیت قائم آل محمد کی شان میں نازل ہوئی

ہے۔ اور تفسیر مجمع البیان میں بروایت اہل بیت مروی ہے کہ یہ آیت مہدی آل محمد کی شان

میں نازل ہوئی ہے اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام زین العابدین نے اس آیت کو

تلاوت فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ واللہ ہم اہل بیت کے شیعہ ہیں جن کے لئے خدا تعالیٰ یہ سب

کچھ ہم میں سے ایک شخص کے ہاتھوں انجام دے گا جو اس امت کا مہدی ہوگا۔

(حاشیہ ترجمہ مقبول صفحہ ۱۷۰)

توقلاً محال ہونے کی وجہ ثابت ہوگئی کہ آیت استخلاف میں تمام صیغے جمع مذکر مخاطب

کے مذکور ہیں تو اکیلے امام مہدی (امام قائم) ان کا مخاطب کس طرح بن سکتے ہیں۔ اور علقلاً

محال اس وجہ سے کہ امام قائم شیعہ حضرات کے نزدیک دراصل امام مہدی اور امام غائب ہی کا

گے تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو زندہ کریں گے تاکہ ان پر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا انتقام لیں اور ان پر حد جاری کریں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۳۹۳ پر لکھتے ہیں کہ:

ابوبکر و عمر و لشکر ہائے ایشاں کہ غصب حق آل محمد کہ دند منہم یعنی از آل محمد آنچه غصب کردند از کشتن و عذاب

ترجمہ: ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں کو کہ جنہوں نے آل محمد کے حقوق چھینے اور ان کو سخت ترین عذاب دیں گے اور قتل کریں گے۔

غور فرمائیں! تمام رسولوں کے رسول اللہ تعالیٰ کی کائنات کے والی و مختار کا کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔ ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو گنبد حضرا سے نکال کر سزا دینا یعنی روضہ اقدس سرور عالم کے دیوار پھاڑ کر ثبوت جب حضرت امام مہدی روضہ اطہر رسول پاک کے نزدیک جا کر فرمائیں گے۔ پس بعد از سہ روز امر فرمائید کہ دیوار بشکافند و ہر دو از قبر بیرون آورند۔ تین دن کے بعد حکم دیں گے کہ روضہ مبارک بشکاف دے کر ہر دو کو قبر سے باہر لائیں اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر حد جاری کرنا اور امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ کا ننگے جسم برآمد ہونا کیا عند الشرح ممکن ہے۔ جس امام قائم آل محمد کا تصور یہ شیعہ لوگ پیش کرتے ہیں اس کا ظہور محال ہے۔ تو جس کا ظہور از من محالات ٹھہرا وہ آیت استخفاف کا مصداق کیسے بنے گا؟ نعوذ باللہ ایسی خرافات سے اور آیت استخفاف کا مصداق وہی ہے جو ہم نے گذشتہ اوراق میں تحریر کیا۔ اور حقیقی امام محمد مہدی تو وہ ہوں گے جو ساری انسانیت کے امام ہوں گے اور شریعت مصطفویہ کو زندہ کریں گے۔

اب شیعہ حضرات اپنے شمس العلماء حضور حجۃ الاسلام والمسلمین صدر المفسرین محی الملکت والدین سرکار شریعتہ اقبلہ و کعبہ علامہ السید علی الحارثی کے سنیے۔ خلافت قرآنی کے

صفحہ ۱۴ پر فرماتے ہیں جو انہیں کا تصنیف کردہ کتابچہ ہے۔ آ یہ استخلاف میں

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ

میں لفظ منکم دو قاعدوں کے بیان کیلئے ذکر کیا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ تم مسلمانوں میں سے (جو کہ سب کے سب صحابہ کرام تھے) جو مؤمن ہوگا وعدہ خلافت میں داخل ہوگا نہ ہر مسلمان دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ منکم میں من بعضیہ ہے۔ یعنی تم مسلمانوں میں سے جس قدر مؤمن ہوں گے سب کے سب خلیفہ بنائے نہیں جائیں گے۔ بلکہ وہ بعض مؤمن جو خلافت کے حق دار ہوں گے تو

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ

میں پہلے خلفاء صحابہ کرام میں سے ہوں گے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ صحابہ کرام میں سے تو کوئی اس وعدے کا مصداق نہ ہو اور کوئی دوسرا اس کا مصداق ٹھہرے یہ ہے آپ کے علامہ علی الحارثی کی منکم کے لفظ کی تفسیر کا خلاصہ تو امام قائم آیت استخلاف کا مصداق نہیں بن سکتا۔

۲۔ بحوالہ تفسیر مجمع البیان لَيْسَتْ خَلِيفَتُهُمْ فِي الْأَرْضِ كِتَابِ تَفْسِيرِ الْمَعْنَى

لِيُورَثَنَّهُمْ أَرْضَ الْعُكْفَارِ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ فَيَجْعَلَهُمْ سُكَّانَهَا
وَمُلُوكَهَا لَيْسَتْ خَلِيفَتُهُمْ

فی الارض کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرب و عجم کے کفار کی زمین کا انہیں وارث بنائے گا۔ وہ مسلمان وہاں سکونت پذیر ہوں گے اور بادشاہ بنیں گے۔ اور یہ تاریخی حقیقت ہے جس کوئی بھی جھٹلا نہیں سکتا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ ممالک فتح ہوئے اور فاروق بموجب وعدہ الہی عرب و عجم کے باسیوں اور سرزمین عرب و عجم کے بادشاہ بنے۔

۳۔ اسی آیت استخلاف کی تفسیر میں ہم نے بحوالہ حلیۃ القلوب

در حدیث از امام محمد باقر منقول است کہ جب ابتدائے بعثت میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو دعوتِ اسلام کی تھی تو حضرت خانہ کعبہ میں آئے اور حجرِ اسماعیل پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے ندا کی کہ اے گروہ قریش اور اے اقوامِ عرب میں تم کو بلانا ہوں خدا کی واحد نیت کی شہادت اور میری پیغمبری پر ایمان لانے کی طرف اور حکم کرتا ہوں تم کو بت پرستی کو چھوڑ دو اور میرا قول قبول کرو اس امر کی طرح جس کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں۔ تاکہ تم عرب کے بادشاہ ہو جاؤ اور اہل عجم تمہارے فرماں بردار ہو جائیں اور تم بہشت میں بادشاہ بنو۔ اصل حوالہ پیچھے گزر چکا ہے

(حیات القلوب صفحہ ۲۶۳ در بیان بعثت آنحضرت)

اور یہ وہ عقیدہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی طرف قریش کے سامنے پیش کیا اور غور فرمائیں یہی وہ وعدہ ہے جو آیت استخلاف میں ہے جو اللہ پاک نے فرمایا ہم اُن کو زمین میں خلیفہ کریں گے۔ اس سے مراد عرب و عجم کے بادشاہت ہے۔ جیسا کہ شیعہ مفسر صاحب مجمع البیان نے بھی آیت استخلاف کی تفسیر میں عرب و عجم کی بادشاہت ہی لکھا ہے۔

حوالہ نمبر ۳ تفسیر منج الصادقین ملاحظہ اللہ کا شانی زیر آیت نمبر ۳ یَسْتَخْلِفُنَّهُمْ فِی

الْأَرْضِ إِلَىٰ آخِرِهِ

کی تفسیر میں ملاحظہ اللہ کا شانی شیعہ یوں تحریر کرتے ہیں۔ ودر اندک وقع حق تعالیٰ

بوعده مومنوں و فائزوں جزا از عرب و دیار کسری و بلاد روم بایلیشاں ارزانی داشت

ترجمہ: قلیل مدت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو مسلمانوں کے حق میں پورا فرما دیا۔ عرب کے جزیرے اور کسری کے شہر اور روم کے علاقے انہیں عطا فرمادئے۔ لمحہ فکر یہ برائے شیعہ حضرات۔ شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ آیت استخلاف کا مصداق تو امام مہدی ہیں مگر یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ نزول آیت کے وقت امام مہدی کا وجود ہی نہیں تھا تو مخاطب کیونکر

ہوئے۔ دوسرے آپ کے قبلہ و کعبہ محی الملت والدین علامہ علی المحازی تو فرماتے ہیں کہ آیہ استخلاف کے مخاطبین جو سب کے سب صحابہ کرام تھے تو آپ کس منہ سے کہتے کہ آیہ استخلاف کا مصداق امام محمد مہدی ہے۔

شیعہ حضرات کو نادم ہونا چاہیے کہ اپنے قبلہ و کعبہ کو نہ جھٹلائیں۔ تیسرے آپ کے مفسر ملاح اللہ کاشانی متوفی ۹۸۸ ہجری منج الصادقین کے مطابق اللہ کا وعدہ پورا ہو چکا ہے۔ لہذا اس آیت کی اب یہ تاویل کرنا اس وعدہ کی ایفا حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوگی۔ بالکل باطل اور لغو ہے۔ کیونکہ عرب و عجم کی بادشاہت یعنی قیصر و کسری کے شہروں کا مسلمانوں کے زیر مسلط آنا اسے شیعہ سنی سب متفقہ طور پر مانتے ہیں۔ جیسا کہ ہم گذشتہ اوراق میں آیہ استخلاف کی تفسیر میں چھ سات حوالوں سے ثابت کر چکے ہیں اور ان فتوحات کا سہرا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سر ہے اور آپ کے دورِ خلافت میں ہی یہ فتوحات ہوئیں لہذا مذکورہ حوالہ منج الصادقین کے مطابق خلفائے راشدین ہی آیت استخلاف کے مصداق بنتے ہیں۔

۴۔ سابقہ اوراق میں آیت استخلاف کی تفسیر میں ہم نے دلیل چہارم یعنی حوالہ نمبر ۴ میں بحوالہ تفسیر مجمع البیان ثابت کیا کہ آیت استخلاف میں کیا ہوا وعدہ الہی بالکل سچا ہوا۔ حوالہ پڑھیے۔ راوی فرماتے ہیں پھر جب مسلمانوں کے گروہ ان مقامات (یعنی یمن و شام مشرق و مغرب) میں داخل ہو گئے تو سب نے کہا کہ یہ وہ وعدہ پورا ہوا جو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول نے بالکل سچ فرمایا۔

۵۔ **إِنَّهَا وَارِدَةٌ فِي أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ أَنْجَزَ اللَّهُ وَعْدَهُ**
بِاسْتِخْلَافِهِمْ فِي الْأَرْضِ وَتَمَكِينِ دِينِهِمْ وَتَبْدِيلِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا بِمَا

أَعَزُّ الْإِسْلَامَ بَعْدَ رِحْلَةِ النَّبِيِّ فِي أَيَّامِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَالْمُرَادُ
بِاسْتِخْلَافِهِمْ اسْتِخْلَافَ الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةَ بَعْدَ النَّبِيِّ

ترجمہ: یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے حق میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں اپنا وعدہ پورا کیا کہ انہیں زمین کی خلافت دی ان کے دین کو استحکام دیا۔ ان کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ اسلام کا غلبہ اس کا سبب بنا۔ یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں ہوا۔

استخلاف سے مراد خلفائے اربعہ ہیں

۱- یہ آیت حضور کے صحابہ کے حق میں نازل ہوئی۔

۲- اللہ تعالیٰ نے ان سے خلافت و حکومت دینے کا وعدہ کیا اور وہ وعدہ پورا کر دیا اور ان کی خلافت وہی مودودہ خلافت ہے۔

۳- ان کے ہاتھوں دین حق کو استحکام دیا۔

۴- خوف کے بعد امن دے کر یہ وعدہ بھی پورا کیا۔

۵- شیعہ مجتہد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تہلیل کی کہ آپ نے خلفائے ثلاثہ کو سب سے پہلے خلفاء الراشدین کے لقب سے یاد کیا۔ یہاں بھی شیعہ مجتہد نے خلفائے ثلاثہ کو خلفائے راشدین لکھا۔

(المیزان فی تفسیر القرآن سید محمد حسین مطاہانی جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۳)

ہم نے آیت استخلاف وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ کی تفسیر میں صاحب تفسیر صافی یوں لکھتے ہیں

لِيَجْعَلَنَّهُمْ خُلَفَاءَ بَعْدَ نَبِيِّكُمْ

(تفسیر صافی جلد دوم مطبوعہ تہران صفحہ ۷۷۷ طبع جدید)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ یقیناً ان صحابہ کرام کو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلیفہ بنائے گا۔ یعنی موعودہ خلافت وہی ہے جو نبی کریم کے بعد متصل خلفائے اربعہ کو اللہ نے عطا کی۔ بعض شیعہ کہتے ہیں کہ آیت اِستخلاف لِيَسْتَخْلِفْنَهُمْ سے مراد صرف حضرت علی ہیں۔ کہ اس کا مصداق صرف امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کا رد تفسیر صافی میں لِيَجْعَلْنَهُمْ خُلَفَاءَ کے الفاظ میں۔ لفظ خلفاء کو جمع لانے سے ظاہر ہے کیونکہ خُلَفَاءَ خَلِيفَةٍ کی جمع اور جمع سے کم از کم تین افراد مراد ہوتے ہیں۔ لہذا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ یقیناً تین یا اس سے زائد خلیفہ بنائے گا۔ نہ یہ کہ صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوں گے اور اسی طرح بَعْدَ نَبِيِّكُمْ کے الفاظ صاف صاف بتاتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد خلیفہ نہیں گے۔ جو اس اُمت کا آپ کے قائم مقام ہو کر نظام اسلام چلائیں گے۔ تو ایسے خلیفہ خلفائے اربعہ ہی ہیں نہ کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کیونکہ ان کی آمد تو قرب قیامت ہوگی۔ اگر امام مہدی رضی اللہ عنہ ہی آئے استخلاف سے مراد ہوتے تو لازم آتا کہ ان کی آمد تک اُمت گم راہی میں بھٹکتی رہتی۔

حکمین دین نہ ہونے کی وجہ سے خلاصہ کلام تفسیر آیت استخلاف چند ورق الٹ کر آیت استخلاف کی تفسیر میں دلیل اول کے تحت حدیث صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو امام محمد باقر سے منقول ہے۔ کہ مومنین سے عرب و عجم کی بادشاہت اور جنت میں بادشاہی کی بشارت کا وعدہ ہے۔ صفحہ ۵۲ پر حیات القلوب دیکھیے۔ اور دلیل دوم میں بھی خلافت فی الارض کا مطلب عرب و عجم کی بادشاہت کا وعدہ ہے۔ تفسیر مجمع البیان صفحہ ۵۳ پر دیکھئے اور یہ وعدہ خلافت یعنی عرب و عجم بادشاہت کا ہو پورا ہو گیا۔ زیر آیت استخلاف قلیل مدت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو مسلمانوں کے حق میں پورا کر دیا بحوالہ منج الصادقین ملا فتح اللہ کاشانی پیچھے

ورق الٹ کر صفحہ ۶۶ پر دیکھئے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن سے خلافت و حکومت یعنی عرب و عجم کی بادشاہت دینے کا وعدہ کیا اور وہ وعدہ پورا کر دیا۔ (بحوالہ المیزان فی تفسیر القرآن پیچھے صفحہ ۶۸ پر دیکھئے)

اور یہ ہم آیت استخلاف کی تفسیر میں ثابت کر چکے ہیں کہ عرب و عجم کی بادشاہت یعنی شام، یمن، مدائن یعنی قیصر و کسریٰ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے کوئی بھی جھٹلا نہیں سکتا کہ سیدنا فاروق اعظم کے دور خلافت میں یہ ممالک فتح ہوئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بموجب وعدہ الہی عرب و عجم کے باسیوں اور سرزمین عرب و عجم کے بادشاہ بنے اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ میں کوئی شک نہیں ہے کوئی سعید الفطرت شیعہ حضرات میں سے جو ہمارے بیان کردہ تفسیر آیت استخلاف کے دلائل کا ٹھنڈے دل اور ضد اور تعصب کو بالائے طاق رکھ کر مطالعہ کرے۔

آیہ استخلاف کی وضاحت

آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے مومنین مخاطبین سے جو خلافت کا وعدہ فرمایا اُسے تھوڑے ہی عرصہ میں پورا فرمادیا۔ کیونکہ

إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِعَادَہ

اُسکی شان ہے یعنی وہ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ کیونکہ وعدہ خلافتی کے تین ہی طریقے ہو سکتے ہیں۔ (سورہ رعد پ ۱۳)

۱۔ وعدہ کرنے والا وعدہ بھول جائے تو اللہ تعالیٰ سے اس قسم کی وعدہ خلافتی محال ہے۔ کیونکہ

لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسِي

میرا رب نہ بھٹکا ہے اور نہ ہی بھولنا اس کی شان ہے۔ (سورہ طہ پ ۱۶)

۲۔ وعدہ کرنے والے نے جس سے وعدہ کیا ہے سچی بات ہی نہ کہو ہو۔ یہ بھی اُس اللہ تعالیٰ کیلئے باطل ہے وہ فرماتا ہے۔

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا

۳۔ وعدہ کرنے والا وعدہ پورا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ تو یہ بھی باطل ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف کیونکہ۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اُس کی شان ہے یعنی وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (سورہ بقرہ) اللہ ہی سب سے زیادہ سعا ہے۔ تو جب وعدہ خلافی کی تمام صورتیں اُس ذات کیلئے باطل ٹھہریں تو پھر اس کی ضد پر (یعنی وہ وعدہ پورا کر نیوالا ہے) ایمان لانا لازم ہے۔ جب اللہ نے یہ وعدہ فرمایا تو خلفائے راشدین جو ان تمام صفات مذکورہ کے متصف تھے اپنے وعدے کے مطابق انہیں خلافت عطا فرما کر اپنا وعدہ پورا فرمادیا۔ اب اس آیت استخلاف کا حقیقی مصداق معلوم کرنے کے لئے ہم ایسی ہستی کے اقوال مبارک پیش کرتے ہیں کہ پھر اختلاف کی گنجائش باقی نہ رہے۔ وہ مبارک ہستی ابوالائمہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کی مشہور کتاب نہج البلاغۃ شیعہ حضرات کے ہاں مستند اور مسلم ہے۔

خطبہ نمبر ۱۳۶ کی کثرت و قلت اس خطبے کا پس منظر ہی ہے کہ جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جنگ فارس (ایران) میں خود شریک ہونا چاہا اور اس بات میں آپ سے مشورہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ، وَلَا خَدْلَانَهُ، بِكَثْرَةِ وَوَلَا قِلَّةِ وَهُوَ دِينُ اللَّهِ الَّذِي أَظْهَرَهُ، وَجُنْدُهُ الَّذِي أَعَدَّهُ، وَأَمَدَّهُ، حَتَّىٰ بَلَغَ مَا بَلَغَ حَيْثُمَا طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰى مَوْعُودٍ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ مُنَجِّزٌ وَعَدِهِ وَنَاصِرٌ جُنْدِهِ

ترجمہ: اسلام کی نصرت اور خذلان کا انحصار فوج کی کمی یا زیادتی پر نہیں یہ اسلام کا وہ دین ہے جسے تمام ادیان پر اُس نے غلب عطا فرمایا ہے اور یہ اس کا وہ لشکر ہے جسے اُس نے مہیا کیا ہے اور اس کی ہر جگہ مدد اعانت کی ہے۔ یہاں تک کہ یہ کہاں تک پہنچا اور اُس نے کہاں تک ترقی لی؟ ہمیں خدا کے وعدہ پر کامل یقین اور بھروسہ ہے اور بلاشبہ خدا اپنا وعدہ (ضرور) پورا

کرے گا اور وہ اپنے لشکر کا مددگار و ناصر ہے۔

(ترجمہ رئیس احمد جعفری نوح البلاغہ صفحہ ۴۷۸)

۲۔ وَمَكَانُ الْقِيَمِ بِالْأَمْرِ مَكَانُ النَّظَامِ مِنَ الْخَرْزِ يَجْمَعُهُ وَيَقْمُهُ
فَإِذَا انْقَطَعَ النَّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرْزُ وَذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَا فِيهِ أَبَدًا
وَالْحَرْبُ الْيَوْمَ وَإِنْ كَانُوا قَلِيلًا فَهُمْ كَثِيرُونَ بِالْإِسْلَامِ عَزِيزُونَ
بِالاجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا..... حَتَّى يَكُونَ مَا تَدْعُ وَرَأَاكَ مِنْ
الْعَوْرَاتِ هُمْ إِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ

ترجمہ: دین اسلام کے حاکم و امیر کی حیثیت ہار کے دھاگے کی مانند ہوتی ہے۔ (جو موتیوں اور جواہرات کو) مجتمع رکھتا ہے۔ پس اگر دھاگہ ٹوٹ گیا مہرہ بھی جدا ہو جائیگا اور ہار کے دانے پراگندہ ہو جائیں گے اور وہ پھر کسی طرح اکٹھا نہیں ہو سکیں گے آج اگر چہ عرب کم ہیں لیکن دین اسلام کے سبب وہ سب پر بھاری ہیں اور اپنے اجتماع و اتحاد کے باعث سب پر غلبہ رکھتے ہیں۔ آپ وہ میخ بن جائیے جو چکلی کے وسط میں ہوتی ہے اور پھر اُسے عربوں کے ذریعہ گردش دیجئے جنگ میں اُن ہی کو روانہ کیجئے خود نہ جائیے اور اگر آپ نے اس سرزمین (مدینہ طیبہ) سے قدم باہر نکالا تو عرب اطراف جو انب سے ٹوٹ پڑیں گے۔ عہد توڑ دیں گے اور فسا اور تباہ کاری پر مائل ہو جائیں گے۔ (رشتہ لہم مملکت کمزور پڑ جائیگا) اور یہ اُن رخنوں سے زیادہ اہم ہو جائیں گے جو اس وقت آپ کے سامنے ہے۔

(خطبہ ۱۴۶ ترجمہ رئیس احمد جعفری)

اس خطبہ شریف کا ما حاصل:

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت فاروق اعظم کے خاص مشیر تھے اور قابل اعتماد ہستی

فارق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر اعتماد کرتے ہوئے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا امیر بنا کر جنگ فارس کیلئے روانہ کیا۔

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فارق اعظم رضی اللہ عنہ کے لشکر کو لشکر اسلام سمجھتے تھے اور ان کے دین کو اللہ کا پسندیدہ دین سمجھتے تھے۔ وہ فوج جو فارق اعظم بھیج رہے تھے وہی اللہ کی فوج تھی جس کو غلبہ دینے کا اللہ نے وعدہ فرمایا اور غلبہ عطا کر کے وعدہ پورا کر دیا جیسا کہ

وَاللّٰهُ مُنْجِزُ وَعْدِهِ وَنَاصِرُ جُنْدِهِ

سے ثابت ہے۔ اسی لیے آپ نے اپنے اس خطبہ میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تین القاب سے نوازا ہے۔ (قیم ۲ نظام ۳ قطب عربی)

لغت کی مشہور کتاب القاموس جلد سوم صفحہ ۹۲ پر قیم الامر کا یہ معنی لکھا ہے۔ المصلح له والقران والنبي والخليفة گویا آپ نے فرمایا کہ اے خلیفہ وقت تم بمنزلہ نظام کے ہو یعنی ایسی لڑی ہو جس میں موتی پروئے جاتے ہیں۔ اور اس وقت بقیہ مسلمان اس لڑی کے موتی ہیں جس کی وجہ سے وہ منتشر نہیں تو یہ الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ جناب فارق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق سمجھتے تھے اور تمام مسلمانوں کا بلجا (جائے پناہ) بھی سمجھتے تھے اسی لئے انہیں لشکر اسلام کی چکی کے قطب (کیلی) بننے کو کہا تو اب نہایت حیرت کی بات ہے کہ جس شخص کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر کا قطب (کیلی) کہیں وہ لشکر تو اسلام کا لشکر ہو مگر اس کا قطب اور محور (کیلی) معاذ اللہ کافر و منافق ہو۔ شیعہ حضرات خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ انصاف کرو۔

۳۔ علامہ کمال الدین میثم بن علی البحرانی شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ نحن علی موعود من اللہ سے یہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کیا مراد لی آئی اس کی

وضاحت اپنے مجتہد سے سنیے ابن میثم لکھتا ہے۔

ثُمَّ وَعَدْنَا بِمَوْعُودٍ وَهُوَ النَّصْرُ وَالْعَلْبَةُ وَالْإِسْتِخْلَافُ فِي
الْأَرْضِ كَمَا قَالَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكُلُّ وَعْدٍ
مِنَ اللَّهِ فَهُوَ مُنْجِزٌ لَعَدِمَ الْخَلْفَ فِي خَبْرِهِ

ترجمہ: پھر ہم سے مدد غلبہ اور خلافت فی الارض کا وعدہ فرماتے ہوئے۔ ”وعد اللہ الذین الخ“ اور ہر وعدہ جو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے وہ پورا ہوا کے رہتا ہے کیونکہ خدا کے وعدہ میں خلافت نہیں ہوتا۔

وَمِنْ جُمْلَةٍ وَعَدَهُ نَصْرَ جُنْدِهِ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنُونَ
مَنْصُورُونَ عَلَى كُلِّ حَالٍ سِوَاءَ كَانُوا قَلِيلِينَ أَوْ كَثِيرِينَ

اور اس کے وعدوں سے ایک وعدہ یہ ہے کہ میں اپنے لشکر کی مدد کرتا ہوں۔ اور اللہ کی فوج مومن ہیں۔ اور مومن خواہ تھوڑے ہوں یا زیادہ ہر حال میں اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ (مقام غور و فکر)

ابن میثم البحرانی شیبعی نے یہ تسلیم کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد فرمودہ خطبہ میں موعود من اللہ سے مراد آ یہ استخلاف ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب عمر فاروق اعظم کے بارے میں یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اس زمین میں خلافت عطا فرمائی ہے اور خلیفہ کی مدد کرنی ہے اور ان کے دین کو غلبہ دینا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرنے کا وعدہ فرمایا وہ یقیناً فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم کے لشکر کو اللہ کا لشکر فرمایا اور تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لشکر کی

مدد فرمائے گا۔ کیونکہ اس کا یہ وعدہ ہے۔ (شیعہ حضرات کی معتبر کتاب حملہ حیدری سے اور شہادت) مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو صفحہ دنیا سے نیست و نابود کرنے کی غرض سے سینکڑوں قبائل کو اپنی حمایت میں شامل کیا اور ہزار ہا کاشمکرمہیا کر کے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ کے گرد اگر دُخند کھودنے کی تجویز فرمائی۔ اصحاب خندق کھودنے لگ گئے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ و حضرت خذیفہ کے حصہ میں جو زمین آئی اس میں ایک بھاری پتھر آ گیا جس میں گینٹی اثر نہیں کرتی حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی تو آپ اُس پتھر کے پاس تشریف لائے اور پے در پے تین ضربیں لگائیں اور ہر بار پتھر کے جدا ہوتے وقت روشنی اور چمک ظاہر ہوتی اور ہر بار نعرہ بکبیر بلند کیا اور صحابہ کرام بھی ہر بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نعرہ بلند کرتے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں نے کبھی سخت پتھر سے اس قسم کی چمک اور روشنی نمودار ہوتے نہیں دیکھی یہ سب کچھ کیا تھا اور آپ کا ہر مرتبہ بکبیر کہتے ہوئے ضرب لگانا یہ بات ہمیں سمجھائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ پانچ چینیں گفّت خیر البشر کہ چوں است برق نخست از حجر

نمودند ایوان کسری بمن	دوئم قیصر روم و سیم از یمن
سبب را چنین گفّت روح الامین	کہ بعد از من اعوان و انصار دین
بر آں مملکت ہا مسلط شوند	بآئین من اہل ملت شوند
بدیں مژدہ شکر و لطف خدا	بہر بار بکبیر کردم ادا
شنیدند این مژدہ چوں مومنماں	کشیدند بکبیر شادی کنماں

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب پہلی مرتبہ پتھر سے چمک اور روشنی نکلی تو مجھے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے کسری کے محلات دکھائے اور جب دوسری اور

تیسری مرتبہ ضرب سے روشنی نمودار ہوئی تو روم اور یمن کے مملات دکھائی دیئے۔ اس دکھانے کی حکمت جبرئیل آمین نے یہ بتائی کہ آپ کے غلام آپ کے بعد ان ممالک کے فاتح بن کر ان کے حکمران ہوں گے اور آپ کے دین و شریعت سے سب مل کر ایک ملت بن جائیں گے۔ اس خوشخبری اور مہربانی پر میں نے شکر ادا کرتے ہوئے تکبیر کہی جب آپ کی زبان مبارک سے مؤمنین صحابہ نے یہ خوشخبری سنی تو مارے خوشی کے سب نے اللہ کی تکبیر بلند کی۔

حملہ حیدری مصنفہ مرزا محمد رفیع مشہدی مطبوعہ تہران صفحہ ۹۵

نوٹ: بعد از من اعوان او انصار دین الخ شعر نمبر ۳

ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا فاروق اعظم اور آپ کے لشکر کو دین اسلام کا مددگار اور معاون فرمایا ہے۔

اور شعر نمبر اسب را چنیں گفت روح الامین الخ کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ جبرائیل آمین اللہ کی طرف سے وحی لے کر آئے اور آپ کو پیغام خداوندی پہنچایا۔ جس کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے آپ نے با واز بلند اللہ اکبر کہا جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ اللہ نے آ یہ استخفاف میں آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام کے متعلق جو وعدہ فرمایا تھا اس کو پورا کر دینے کی خوشی میں آپ نے تکبیر کہی تھی جس کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ فتوحات فاروقی کو آپ من جانب اللہ تعالیٰ سمجھتے تھے۔

شیعہ حضرات کا اعتراض کہ اہل سنت آ یہ استخفاف کے لفظ منکم سے استدلال فرما کر مخالفین اولین صحابہ کرام ہیں ان میں سے تین کا ہونا ضروری ہے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ آیت

كُنِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ يَا اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولَى

الْاَمْرِ مِنْكُمْ

میں جو جمع مخاطب کے صیغے ہیں ان میں صرف حاضرین کو خطاب ہے باقی اُمت پر
اولی الامر کی اطاعت یا روزے فرض نہیں ہیں؟

جواب: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ اور اُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ وغيره

میں ان تمام امور کے مخاطب اول صحابہ تھے باقی اُمت ان تمام امور میں ان کے
ساتھ شریک ہے۔ کیا شیعہ حضرات یہ کہہ سکتے ہیں کہ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ میں جو
روزے کی فرضیت کا حکم ہے وہ صحابہ کرام پر نہ تھا اور باقی اُمت پر ہو گیا تو جیسے اول روزہ صحابہ
کرام پر فرض تھا اور تبعاً باقی اُمت پر ہوا تو اسی طرح آیت

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ

میں بہت پہلے خلفاء صحابہ کرام میں سے ہوں گے۔ تو یہ نہیں ہو سکتا کہ صحابہ کرام میں
سے تو کوئی اس وعدے کا مصداق نہ ہو اور باقی اُمت مصداق ٹھہرے لہذا شیعہ حضرات
ثابت کریں کہ نزول آیت کے وقت جن حاضرین سے خطاب ہو رہا ہے۔ اُن میں سے
خلفائے ثلاثہ کو چھوڑ کر کم از کم تین آدمی پیش کریں جن کے ہاتھ سے یہ تینوں انعامات
خداوندی پورے ہوئے ہوں۔ یعنی تمکین دین، استخلاف فی الارض اور امن بعد خوف

جواب: شیعہ حضرات ہمارے نزدیک آیت استخلاف کا مصداق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ یہ تین خلیفہ ہیں۔ کیونکہ یہ تینوں
حضرات اُس زمانے کے بھی تھے اور مومن صالح بھی تھے اور تین کا عدد بھی پورا ہو گیا۔

جواب: شیعہ حضرات یا تو تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں یا ان کو اپنی مذہبی کتابوں کا

علم نہیں۔ دیکھو آپ کی معتبر تفسیر صافی جلد دوم صفحہ ۱۷۸

قَالَ الْقُمِيُّ نَزَلَتْ فِي الْقَائِمِ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ

قی نے کہا کہ آیہ استخلاف امام قائم آل محمد یعنی امام مہدی علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

۲۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمَجَاهِدٍ وَالْمَرْوِيِّ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ إِنْهَافِي
الْمَهْدِيِّ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ

(تفسیر مجمع البیان جلد ۳ صفحہ ۱۵۲)

یعنی حضرت ابن عباس اور مجاہد اور اہل بیت سے روایت ہے کہ آیت استخلاف امام مہدی علیہ السلام کے متعلق (اُتری) جو آل محمد میں سے ہیں۔ اور تفسیر صافی پر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ حضرت علی الرضی بھی اس آیت استخلاف کے مصداق نہیں بن سکتے کیونکہ اُن کے زمانے میں تمکین فی الارض اور دین کو پوری مضبوطی و قوت حاصل نہیں ہوئی۔ ترجمہ مقبول کے صفحہ ۱۰۷ پر ہے۔ اور خاص کر جناب امیر المومنین کے زمانہ میں تو بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے۔ شیعہ دوستو آپ کہتے ہیں کہ آیہ استخلاف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں آئی ہے۔ حالانکہ تمہار عقیدہ کے مطابق تو ہرگز ان کے عہد میں دین کو مضبوطی حاصل نہیں ہوئی بلکہ مسلمان بھی مرتد ہو گئے۔

حضرت علی الرضی کی خلافت کی حیثیت شیعہ حضرات کے چوٹی کے عالم نور اللہ شوشتری نے اپنی مایہ ناز کتاب احقاق الحق میں یوں بیان کی ہے۔

أَنَّ أَمْرَ الْخِلَافَةِ مَا وَصَلَ إِلَيْهِ إِلَّا بِالْإِسْمِ ذُوْنَ الْمَعْنَى

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت برائے نام ملی تھی۔

شیعہ حضرات تمہاری کتاب میں تو کہتی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو اس آیت کے قطعاً مصداق نہیں۔ اور تمہارے عقیدہ کی مطابق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کیسے مصداق بن سکتے

ہیں۔ کیونکہ ان کی خلافت تو ہرگز نہ رہی بلکہ آپ کی کتابوں میں ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنی پڑی۔ جیسا کہ تمہاری معتبر کتاب رجال کشی میں لکھا ہے۔

فَاذِنْ لَهُمْ مَعَاوِيَةَ وَاعِدْ لَهُمُ الْخُطَبَاءَ فَقَالَ يَا حَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ
فَقَامَ فَبَايِعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايِعَ
(رجال کشی صفحہ ۱۰۲ تذکرہ سعد بن عبادہ)

باقی رہے امام حسین پاک اُن کو کب خلافت فی الارض ملی اور کیسے تمکین فی الارض حاصل ہوئی کہ آیت کا وہ مصداق بن سکیں اور تمہارے عقائد کے لحاظ سے تو ان تینوں حضرات کی زندگیوں میں

وَلَيَبْدَلْنَهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اٰمَنًا

کی صفت بالکل حاصل نہیں ہو سکی بلکہ یہ تینوں حضرات خوف و خطر کی زندگی بسر کر کے دنیا سے کوچ کر گئے۔

الحاصل: تفسیر صافی، تفسیر مجمع البیان، ترجمہ مقبول مذکور حوالوں سے ثابت ہوا کہ شیعہ مفسرین کے نزدیک اس آیت کا نزول حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امامین حسین کریمین کے بارے میں نہیں ہوا کیونکہ ان دو چوٹی کی معتبر تفسیروں میں اس آیت کا مصداق صراحتاً امام قائم آل محمد (امام محمد مہدی علیہ السلام) کو کہا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو اس آیت میں وعدہ فرمایا کہ زمانہ تک، اتنیہ واجب ہے اور صاحب تفسیر صافی اس بات کی تردید بھی کر رہا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں خوف امن میں تبدیل ہو گیا تھا۔

تفسیر صافی وَفِي عَهْدِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ اَزْدِ اَدِ مُسْلِمِينَ

وَالْفِتْنِ النَّبِيِّ كَانَتْ تَهْوُرُ فِي أَيَّامِهِمْ وَالْحُرُوبِ الَّتِي كَانَتْ تَنْشِبُ
بَيْنَ الْكُفَّارِ وَبَيْنَهُمْ

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے اور ان کی خلافت کا تمام تر وقت مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں اور فتنوں کی نذر ہو گیا۔ تفسیر صافی جلد دوم صفحہ ۸۷ طبع جدید)

صاحب تفسیر صافی نے آیت استخلاف کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں نازل ہونے کی نفی کر دی ہے۔ کیونکہ اس آیت کے مطابق اُن کے دورِ خلافت میں بدستور خوف رہا اور امن نہ ہوسکا بلکہ ان کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی خوف کے بادل چھائے رہے۔ اسی وجہ سے امام حسن پاک اپنی اور اپنے اہل و عیال اور اپنے مخلصین حضرات کی جانی و مالی حفاظت کے پیش نظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس حفاظت کا عہد لینے کے بعد اُن کے ہاتھ پر بیعت کی بلکہ بقول شیعہ حضرات قبلہ و کعبہ علامہ السید علی الحائری خلافت قرآنی اپنے تالیف کردہ کتابچہ صفحہ ۶۱ پر لکھتے ہیں۔ کہ زمانہ حاضرہ کا خلیفہ بالحق امام عصر صاحب الدولۃ والحدھ حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام قرآن مجید کے اسی عظیم الشان نشان کے مطابق اس وقت دیکھ لو کہ بحالت خوف و خطر غائب عن الانظار اور حاضر نے الامصار موجود ہے اور وہ جب اظہارِ خلافت و امامت کیلئے مامور من اللہ ہوں گے۔ تو اس آیت استخلاف کے مطابق خدائے تعالیٰ ان کے اس خوف و خطر کو بمصدق

وَلْيَبْدِلْنَهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا

امن اور اطمینان سے بدل دے گا۔

تفسیر قمی: قَالَ الْقَسْبِيُّ نَزَلَتْ فِي الْقَائِمِ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ

السَّلَامُ أَقُولُ تَبْدِيلَ خَوْفِهِمْ بِالْأَمْنِ يَكُونُ بِالْقَائِمِ

یعنی تمہی نے کہا آ یہ استخلاف امام قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ (یہی صحیح ہے) کیونکہ مسلمانوں کا خوف سے امن میں ہو جانی امام قائم کے زمانہ میں ہی ہوگا۔ تفسیر صافی جلد دوم مطبوعہ تہران

خلافت حقہ پر دلیل دوم

یہ بات شیعہ و سنی میں مسلم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی مبارک کے آخری ایام میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے پر مامور فرمایا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف جلد اول (سنی) اور درۃ کھفہ شرح نہج البلاغہ صفحہ ۲۲۵ (شیعہ)

فَلَمَّا اسْتَدْبِهَ الْمَرَضُ أَمَرَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ

ترجمہ: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مرض شدت اختیار کر گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

نوٹ: شیعہ حضرات کا گمان ہے کہ صرف ایک نماز پڑھائی اور یہ وہی نماز تھی جس کی ادائیگی کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علی اور فضل بن عباس کے سہارے مسجد میں جلوہ فرمائے ہوئے تھے۔ آپ نے محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں سے پیچھے ہٹ آئے۔

درۃ کھفہ:

وَالصَّيْحُ عِنْدِي وَهُوَ الْأَكْثَرُ الْأَشْهَرُ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ إِخْرَ الصَّلَاةِ فِي حَيَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ جَمَاعَةً وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ صَلَّى

بِالنَّاسِ بَعْدَ ذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ تُمْ مَاتَ

ترجمہ: میرے نزدیک صبح یہ ہے کہ یہی مشہور اور اکثر کا قول ہے کہ یہ نماز جو آپ نے پڑھائی آپ کی حیات مقدسہ کی آخری نماز تھی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد دو دن متواتر نمازیں پڑھا کیں۔ دو دن کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انتقال فرما گئے۔ مقام غور و فکر کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امور دینیہ میں

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝

کے مطابق کبھی اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرمایا بلکہ اس سورہ نجم کی آیت کے مطابق امر الہی ہوتا ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ نبی کسی کے خوف و لالچ سے اللہ کے حکم کو ہرگز نہ تبدیل کرتا ہے۔ اور نہ ہی اس کو چھپاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ

فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ

الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ ۗ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا اِلَّا اللَّهَ ط

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے احکام پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرے اس آیت شریف نے بتلادیا کہ جن پاک ہستیوں پر تبلیغ حق کا مدار ہے وہ اللہ رب العزت کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ پس اُن کے کسی مصلحت کا شکار ہونے اور اظہار خلافت حق پر آمادہ ہو نیکا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ ہر دو آیات اس امر کی شاہد ہیں۔ اس بات کے ذہن نشین ہونے کے بعد اگر غور و فکر سے کام لیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اور صحابہ کرام کی موجودگی میں امامت کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

منتخب فرمانا کسی خواہش کی تکمیل تھا اور نہ ہی کسی قسم کا خوف و لالچ اس میں کارفرما تھا۔ بلکہ اللہ کا حکم تھا۔ دوسرے یہ بات ثابت ہوئی نماز افضل العبادات بڑی شان والی بندگی کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی، حضرت عباس اور دیگر حضرات صحابہ کرام میں سے صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلے پر کھڑے ہو کر اس کی ادائیگی کا حکم دینا گویا دین محمدی کی پیشوا ہونا ثابت کرتا ہے۔ ثقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے معاملہ میں ابوبکر صدیق کے حق میں اسی لئے اس امامت کو بطور استدلال پیش کیا گیا کہ جس شخصیت کو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آخری ایام میں امت کا امام بنا دیا۔ ان کی امامت و خلافت پر ہمیں بھی اتفاق کر لینا چاہیے اور راضی ہو جانا چاہیے۔ اس لئے کہ جب افضل العبادت میں بحکم رسول پیشوا اور امام بنائے گئے تھے تو دونوی امور میں بدرجہ اولیٰ امام بننے کے مستحق ہیں۔ خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل سوم ارشاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ میں نے صحابہ کرام کی بیعت کی اور ان کا وفادار ہوں۔ (امالی طوسی)

أَنْشَدُكُمْ بِاللَّهِ اتَّعَلَمُونَ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَبِضَ وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ وَبِالنَّاسِ قَالُوا اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ فَبَايَعْتُمْ أَبَا بَكْرٍ
 وَعَدَلْتُمْ عَنِّي فَبَايَعْتُ أَبَا بَكْرٍ كَمَا بِالْيَتْمُوهُ وَكَرِهْتُ أَنْ أَشُقَّ عَصَا
 الْمُسْلِمِينَ وَأَنْ أَفْرِقَ بَيْنَ جَمَاعَتِهِمْ وَكَرِهْتُ أَنْ أَفْرِقَ
 جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَأَشُقَّ عَصَاهُمْ فَبَايَعْتُمْ عُثْمَانَ فَبَايَعْتُهُ
 (شيخ الطائفة أبو جعفر طوسي جلد دوم صفحہ ۱۳۱ الجزائر الثالث من عشر طبع ایران)

ترجمہ: میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور میں آپ کے نزدیک اور تمام مسلمانوں کے نزدیک سب سے بہتر تھا۔ لوگوں نے کہا ہاں

پھر فرمایا تم نے مجھے چھوڑ کر ابو بکر کی بیعت کر لی تو میں نے تمہاری طرح انکی بیعت کیر لی یعنی اسی طرح کی جیسے تم نے ان کی بیعت کی تھی۔ اور مجھے یہ ناپسند تھا کہ میں مسلمانوں میں یعنی صحابہ کرام میں نا اتفاقی ڈالوں اور مسلمانوں کی وحدت کو توڑنا اور ان کی جمعیت کو پاش کرنا میں نے اچھا نہ سمجھا۔ پھر ابو بکر صدیق نے اپنے بعد خلافت عمر کے سپرد کردی اور تم جانتے ہو میری قرابت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ تھی۔ پھر میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اسی طرح کی جیسے تم نے کی تھی اور میں نے حضرت عمر کے ساتھ کما حقہ وفا کی حتی کہ جب وہ شہید ہوئے تو مجھے مجلس شوری کے ارکان میں چھٹا رکن میں نے حضرت عمر کی مقرر کی ہوئی رکنیت کو قبول کیا اور میں نے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا پسند نہ کیا۔ پھر تم نے حضرت عثمان کی بیعت کر لی اور میں نے بھی کی یعنی میں نے تمہاری طرح حضرت عثمان کی بیعت کر لی۔ مذکورہ حدیث سے یہ بات بالکل وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی۔ کیونکہ شیعوں کے صحاح اربعہ کے مصنفین میں سے شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے امالی شیخ طوسی جلد دوم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقرار بیعت کو صاف صاف الفاظ نقل کیا۔ وہ یہ کہ حضرت علی نے جنگ جمل کے موقع پر اپنے ساتھیوں سے یوں خطاب فرمایا۔ میں نے ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی بیعت کی اور پھر ان کی بیعت کی مکمل وفادیر اور پاسداری کی جیسا کہ امالی طوسی میں حضرت علی کے قول مبارک سے ثابت ہے۔

فَبَايَعْتُ عُمَرَ كَمَا بَايَعْتُمُوهُ لَهُ، بِيَعْتِهِ سے ظاہر ہے۔

یعنی نہ تو اسے توڑا اور نہ ہی مخالفت کی کیونکہ ان کے دور خلافت میں میں نے ان کی

اقتدائیں نمازیں پڑھیں۔ تفسیر ترقی کے اندر ان الفاظ پر ذرا نظر اٹھائیں۔

ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلَاةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلَّى

خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ

حضرت علی رضی اللہ عنہ وضو کر کے اٹھے اور نماز پڑھنے کا ارادہ فرمایا پھر مسجد تشریف لائے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے (اُن کی اقتدا میں) نماز ادا کی۔ اب سارے اقتباس کو غور سے پڑھیے۔

یہ حضرت علی کا اپنا قول ہے کسی مجتہد اور ذاکر ما کر کا نہیں۔

۲۔ آپ نے دونوں فیصلہ دیا کہ کس طرح تم لوگوں نے خلفائے ثلاثہ کہ ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ میں نے بھی اسی طرح کی تھی۔ تو اب یہ ثابت کیا جائے کہ سب صحابہ نے تقیہ کیا تھا۔ شیعہ حضرات یہ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے تو پھر شیعہ حضرات یہ مان لیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی باقی صحابہ کی طرح دل سے بیعت کی تھی۔ اسی طرح یا تو ثابت کیا جائے کہ سب سے جبراً بیعت کر لی گئی تھی۔ یا مان لیا جائے کہ سب صحابہ کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی برضا و رغبت بیعت کی تھی۔ یہ گمما بنا یُعْتَمَدُ کہہ کر حضرت علی پاک نے ہر افسر پر داز حیلہ جو کج رو کے منہ وہ زنائے دار تھپڑ رسید کیا تا کہ عقیدہ درست کر لیں۔

خلفائے ثلاثہ کی حقانیت پر دلیل چہارم

از قول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ۔

هُمَا إِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَمَا كَانَ عَلَى الْحَقِّ وَمَا تَأْتِيهِ
فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(احقاق الحق مصنفہ نورالہ صفحہ ۱۶)

ترجمہ: وہ دونوں (ابوبکر صدیق و عمر فاروق) عادل اور انصاف کرنے والے امام تھے جب تک زندہ رہے حق پر رہے اور دونوں کی موت بھی حق پر ہی ہوئی اللہ کی ان دونوں پر تاقیامت رحمتیں نازل ہوں۔

اعتراض شیعہ حضرات، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشاد ہا مان عادلان قاسطان کے معنی یہ ہیں کہ ابوبکر و عمر امام الملئ نار کے تھے اور عادل کے معنی پر ہیں کہ وہ دونوں حق سے پھر گئے اور وہ دونوں ظالم تھے اور کان علی الحق کا مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں زور زبردستی سے حق پر چڑھ گئے اور اسی حالت پر فوت ہوئے اور فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن دونوں پر جناب رحمۃ اللعالمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چڑھ جائیں گے اور ان سے الملئ بیت کا حق وصول کریں گے۔

قارئین شیعہ حضرات کا یہ ترجمہ جو انہوں نے کیا ہے انتہائی تعجب خیز ہے۔ یہ دیکھئے

عادل کے معنی ظالم کرتے ہیں اور حق پر ہونے کا مطلب زور زبردستی سے حق پر چڑھ جانا بیان کرتے ہیں۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر خدا کی رحمت ہونے کا مطلب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چڑھ جانے کا کرتے ہیں۔ قارئین! ازراہ انصاف و دیانتداری غور کرو کیا آپ لوگ جب یہ کہتے ہو کہ ہمارے باپ دادا استاد پیر و مرشد پر خدا کی رحمت ہو کیا اسی کا یہی مطلب ہوتا ہے؟ کہ ان پر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم چڑھ جائیں۔ اور تم جو کہتے ہو کہ فلاں شخص عادل ہے اور فلاں شخص حق پر ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ ظالم ہے اور دوسروں کے حق پر چڑھ جاتا ہے۔ شیعہ حضرات امام جعفر صادق کے قول و ارشاد کا ترجمہ کرنے میں اسی قسم کا ظلم کیا ہے جو شاید کسی جاہل ذاکر نے اَمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلِكْتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ کے معنی کرنے میں ظلم کیا تھا کہ (العیاذ باللہ) نقل کفر کفر نباشد

اَمَنْتُ بِاللّٰهِ مان لے تو آ یا بلا (بلی کانز) وَ مَلِكْتِهٖ اور ملائی کھا گیا وَ كُتُبِهٖ اور اس پر کتے چھوڑ دیئے گئے۔ وَ رُسُلِهٖ اور اس کو رسیوں میں باندھا گیا۔ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور وہی اُس بلے کا آخری دن تھا۔ کہ مار دیا گیا۔

خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ پر دلیل پنجم

إِنَّمَا الشُّورَى لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَى رَجُلٍ
وَسَمُوهُ إِمَامًا كَانَ ذَلِكَ لِلَّهِ رِضَى فَإِنِ خَرَجَ عَنْ أَمْرِهِمْ خَارِجٌ
بِطَعْنٍ أَوْ بِدْعَةٍ رُدُّوهُ إِلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَإِنِ ابْنَى قَاتَلُوهُ عَلَى إِبْتِاعِهِ غَيْرَ
سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَلَهُ اللَّهُ مَا تَوَلَّى

ترجمہ: خلافت کے مشورے کا حق صرف مہاجرین و انصار کو ہے کسی شخص پر وہ اگر تعلق ہو جائیں اور اس کو امام و خلیفہ بنادیں تو ان کا پسندیدہ اللہ کا پسندیدہ ہوگا جو شخص اُن کے مشورے کے مخالف ہو۔ اعتراض کرے یا نئی راہ نکالے تو اسے سیدھی راہ پر واپس لاؤ جو مہاجرین و انصار کا فیصلہ ہے اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ کرو کیونکہ وہ مسلمانوں کی راہ سے ہٹ کر اسلام سے نکل چکا اور اللہ تعالیٰ اُسے اُسی طرف پھیرے رکھے گا جدھر وہ پھر چکا۔

(نسخ البلاغہ خط ۶)

یہ ہے تامل فیصلہ جناب علی المرتضیٰ یہ کہ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے اور جس کو مہاجرین و انصار بالاتفاق خلافت کیلئے نامزد کر دیں۔ وہی امام ہے اور اسی میں خوشنودی رب العباد ہے۔ ملاحظہ ہو ارشادِ بانی۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ

سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا

حق کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کریم کی جو مخالفت کرتا ہے اس طرح کے سابقہ مسلمانوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ نکالتا ہے ہم اسے اسی گمراہی میں چلائیں گے اور جہنم میں داخل کریں گے۔

(نسخ البلاغہ کے خط ۶) میں حضرت علی نے امیر معاویہ سے خطاب کرتے ہوئے

اس آیت کا حوالہ دیکر بیعت کے سلسلے میں ایک اصولی بیان فرمایا آپ نے یہ اصول بیان کیا کہ مہاجرین و انصار جس کو خلافت و امامت کا مستحق قرار دیں وہی امام برحق اور خلیفہ راشد ہے اور وہی اللہ کا پسندیدہ ہے۔ یعنی آپ نے بتایا کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر مہاجرین و انصار کا اجماع تھا انہوں نے اُن کو خلیفہ چنا لہذا خلفائے ثلاثہ امام برحق بھی تھے اور اللہ کے پسندیدہ بھی تھے۔ اور یہ بھی واضح کر دیا کہ خلافت امامت کیلئے نص کی ضرورت نہیں بلکہ مہاجرین و انصار کے اجماع کی ضرورت ہے۔ اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ حضرت علی اپنی خلافت کا حق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے منوانا چاہیے مگر کوئی نص نہیں پیش کی حالانکہ اس موقع پر نص سے بڑھ کر کوئی دلیل کارگر نہ تھی۔

۲۔ مہاجرین و انصار کے فیصلہ کے بعد جو شخص ان کے فیصلہ کو چھوڑ کر نئی راہ نکالتا ہے وہ واجب القتل ہے اور خارج از اسلام ہے۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ واضح کر دیا کہ انہوں نے تقیہ کر کے خلفائے ثلاثہ کی بیعت نہیں کی تھی بلکہ ان کے فیصلہ کو اللہ کا پسندیدہ فیصلہ سمجھ کر چپے دل سے بیعت کی تھی۔

۳۔ لہذا حضرت علی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بتا دیا کہ جس طرح میں نے مہاجرین

و انصار کے فیصلہ کو اللہ کا پسندیدہ فیصلہ سمجھ کر خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی اور اسی طرح آج
مہاجرین و انصار کے میرے حق میں فیصلہ کو تم بھی اللہ کے پسندیدہ فیصلہ کو تسلیم کرو اور میری
بیعت کرو۔ اسی اصول کی تائید پر علامہ میثم نے یوں تفسیر کی

وَحَصَرَ لِلشُّورَى وَالْإِجْمَاعِ فِي الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ لِأَنَّهُمْ
أَهْلُ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا اتَّفَقَتْ
كَلِمَتُهُمْ عَلَى حُكْمٍ مِنَ الْأَحْكَامِ اجْتَمَاعِهِمْ عَلَى بَيْعَتِهِ وَتَسْمِيئِهِ
إِمَامًا كَانَ ذَلِكَ إِجْمَاعًا حَقًّا هُوَ رَضِيَ اللَّهُ أَيُّ مَرْضَى لَهُ وَسَبِيلُ
الْمُؤْمِنِينَ الَّذِي يَجِبُ اتِّبَاعُهُ

(شرح صحیح البلاغۃ ابن میثم جلد چہارم صفحہ ۳۵۳ طبع جدید زیر خط نمبر ۶)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شوریٰ کو صرف مہاجرین و انصار کے لئے مخصوص فرمایا
کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اہل حل و عقد (ارباب بست و کشاد) وہی ہیں اور
جب وہ کسی معاملہ پر متفق ہو جائیں جس طرح حضرت علی کی امامت و بیعت پر متفق ہوئے تو
ان کا یہ اجماع و اتفاق ”حق“ ہوگا وہ اجماع اللہ کا پسندیدہ ہوگا اور مؤمنین کا ایسا راستہ ہوگا
جس کی اتباع واجب ہے۔ خلاصہ کلام ابن میثم

اجماع حقہ وہی ہے جو مہاجرین و انصار کا ہو کیونکہ ان دونوں میں اکثریت ان
صحاب کی ہے جو غزوہ بدر اور بیعت رضوان میں شامل تھے جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت فرمائی ہے۔ جیسا کہ شیعہ حضرات کی معتبر تفسیروں سے ثابت
ہے۔ تفسیر منہج الصادقین از جابر مروی است کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ یک کس
دو زخ نرود از ان مؤمنان کہ در زیر درخت سمرقہ بیعت کردند۔ یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن مومنوں نے درخت کیکر کے نیچے بیعت کی تھی۔ اُن میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائیگا۔ ذکر بیعت رضوان اور اسی طرح تفسیر مجمع البیان طبری، تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ زیر آیت میں - طبع اللہ ورسولہ یدخلہ جنات تجری لہ میں لکھا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔

لَعَلَّ اللّٰهُ اَطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَغَفِرَ لَهُمْ اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

پس جب پیغمبر خدا کی زبان مبارک سے تمام بدریوں کا قطعی جنتی ہونا اور خدا ان کی نسبت اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فرمانا ثابت ہو گیا۔ یعنی جو چاہو سو کرو۔ میں تمہیں بخش چکا ہوں۔ تو لاریب ثابت ہو گیا اُن کا اجماع جنتیوں کا اجتماع ہے اور یہ ناممکن ہے کہ یہ سب کسی دوزخی کیلئے متفق ہوئے ہوں۔ خلفائے ثلاثہ کا انتخاب انہی کے اجماع و اتفاق کا نتیجہ ہے جس پر تادم آخر یہ قائم رہے۔

انتباہ: شیعہ حضرات یہ اول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان اور ان کا فتویٰ ہے لہذا جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فتویٰ کو قبول نہیں کرتا وہ مہاجرین و انصار کا مخالف اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا دشمن اور اسلام سے کوسوں دور ہے۔ مولانا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ خط جس کی شرح کی گئی یاد رہے یہ قرآنی آیت وَ اَمْرُهُمْ شُورٰی بَيْنَهُمْ کی تفسیر ہے اور خلاصہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان فرمایا۔ مگر جن کے دل بغض صحابہ سے معمور ہوں اُن کو اس پر ایمان لانا کڑوا گھونٹ ہے۔ اعتراض منجانب شیعہ حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ منصوبی خلافت کے منکر تھے اور اجماع خلافت کے قائل تھے اور اس لئے حضرت علی نے یہ الزامی جواب دیا اور اپنی خلافت کے ثبوت میں مہاجرین و انصار کے اجماع کا اصول پیش کیا۔

جواب اگر یہ بیان حیدر کرار الزامی ہے تو صاحب بیان حضرت علی کا قول پیش کیا جائے۔ آپ اس واضح اور صاف صاف بیان میں اپنی پسند کا مفہوم داخل کرنے کا کیا حق رکھتے ہیں اگر بات وہی ہوتی جو آپ بنا رہے ہیں تو حضرت علی پہلے اپنا عقیدہ پیش کرتے کہ خلافت منصوص ہے اور میری خلافت پر نص موجود ہے اور اے صحابہ رضی اللہ عنہم اگر تم اس حقیقت کو نہیں مانتے تو میں تمہارے عقیدے کے مطابق ثبوت دیتا ہوں کہ میری خلافت پر بھی مہاجرین و انصار کا اسی طرح اجماع ہوا ہے جیسے خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر ان کا اجماع ہوا تھا۔ مگر حضرت علی نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنا وہی عقیدہ بیان کیا جو سب مسلمانوں کا تھا کہ مہاجرین و انصار جس کی امامت پر متفق ہو جائیں وہ شخص اللہ کا پسندیدہ ہے۔ اگر آپ اس سیدھی بات کو تسلیم نہ کریں اور اسے الزامی جواب قرار دیں تو ہمارا سوال یہ ہے کہ ایسے مناسب موقعہ پر حضرت علی نے اپنی خلافت منوانے کیلئے نص کیوں نہ پیش کی۔ نص کیا ہے اللہ اور رسول کا حکم یعنی قرآن پاک سے یہ حدیث رسول پاک سے اپنی خلافت کا ثبوت تو یہ اقدام علی رضی اللہ عنہ کا ایک طرف حق چھپانے کا ہے دوسری طرف شیعہ کو گمراہی میں دھکیل دینے کا (صفحہ نمبر ۲ مکتوب ۶) میں فرمان علی کرم اللہ وجہہ کو غور سے پڑھیے ہم جیسے دلیل نمبر ۵ خلفاء ثلاثہ کی خلافت حقہ کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں۔ کہ جو شخص مہاجرین و انصار کے مشورے کا مخالف ہو کر اعتراض کرے یا نئی راہ نکالے تو اسے سیدھی راہ پر واپس لاؤ جو مہاجرین و انصار کا فیصلہ ہے۔

فَإِنْ أَبِي قَاتَلُوهُ عَلَىٰ إِتْبَاعِهِ غَيْرِ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَلَاهُ اللَّهُ مَا تَوَلَّوْا

اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ کرو کیونکہ وہ مسلمانوں کی راہ سے ہٹ کر اسلام

سے نکال چکا اور اللہ تعالیٰ اسے اسی طرح پھیرے رکھے گا جودہ پھر چکا ہے۔

خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل ششم

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ يَلِي الْخِلَافَةَ بَعْدِي ثُمَّ بَعْدَهُ، أَبُو بَكْرٍ فَقَالَتْ مَنْ

أَنْبَاكَ هَذَا قَالَ نَبَائِي الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ (تفسیر صانی صفحہ ۷۱۶)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے وصال کے بعد خلافت ابو بکر کو ملے گی اور اس کے بعد تمہارے والد خلیفہ بنیں گے جناب حفصہ نے عرض کی یہ بات آپ کو کس نے بتلائی؟ فرمایا اللہ علیم وخبیر نے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو یہ خوشخبری اس وقت سنائی جب کہ وہ مغموم بیٹھی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی تھی کہ میرے وصال کے بعد خلیفہ بلا فصل ابو بکر صدیق ہوں گے اور ان کے بعد عمر بن الخطاب ہوں گے۔ اور مَنْ أَنْبَاكَ هَذَا قَالَ نَبَائِي الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ ابو بکر صدیق کی ”خلافت بلا فصل“ اور ان کے بعد عمر بن الخطاب کی خلافت کی پیش گوئی اللہ علیم وخبیر نے آپ کو دی تھی۔ ان امور سے ثابت ہوا کہ جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی خلافت من جانب اللہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سرکارِ دو عالم نے اپنی حیات شریفہ میں ہی تمام صحابہ کرام و اہل بیت کی موجودگی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ امامت پر کھڑا ہو کر

نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ بعد میں خلافت صدیقی کے استحقاق کیلئے اسی امامت کو بطور دلیل پیش کیا گیا اور حضرت ابو بکر خلیفہ منتخب ہو گئے اور انصار و مہاجرین نے جن کو اپنا خلیفہ بنانا پسند کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان الفاظ سے اس کی رضامندی کا اظہار فرمایا۔

فَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَى رَجُلٍ وَاسْمُهُ إِمَامًا كَانَ ذَالِئِلِ لِلَّهِ رَضَىٰ
(نسخ البلاغہ خط نمبر ۶ حضرت علی کے خطوط نسخ البلاغہ میں صفحہ ۲۴۷ درج ہیں)

ان میں خط نمبر ۶ میں تحریر تھا کہ مہاجرین و انصار اگر کسی شخص کو امامت کیلئے بالاتفاق چن لیتے ہیں تو وہ اللہ کا پسندیدہ ہوگا۔

مقام غور و فکر۔ جن کی خلافت کی خبر اللہ کی طرف سے ہو اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس اظہار فرمائیں اور اپنی حیات میں ہی مصلیٰ امامت پر انہیں کھڑا کریں تمام صحابہ کرام اور اہل بیت ان کی امامت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی اقتدا کریں اور کسی قسم کی کوئی شکایت ان کے خلاف نہ کریں۔ مولا علی رضی اللہ عنہ ایسی خلافت کو اللہ کی رضا سمجھیں تو ایسی خلافت کو خلافت منصوبہ کہنا پر لے درجے کی بے علمی ہے کیونکہ اس انکار سے اللہ کی خبر میں کذب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتخاب غلط اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تائید فضیل لازم آتی ہے۔

خلافت حقہ خلفائے ثلاثہ پر دلیل ہفتم

قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ لَمْ يَقُلْ إِنِّي رَابِعُ الْخُلَفَاءِ فَعَلَيْهِ لَعْنُ اللَّهِ
حضرت علی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو مجھے (رابع خلیفہ یعنی چوتھا خلیفہ)

نہ کہے اُس پر اللہ کی لعنت ہے۔ ناقد علامہ ابن شہر آشوب جدل سوم صفحہ ۶۳ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے اس کلام میں واضح طور پر فیصلہ فرمایا کہ میں چوتھے نمبر پر خلیفہ ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس کلام پر عمل کرنا اور اسے درست تسلیم کرنا اس وقت ناممکن ہوگا۔ جب تک خلیفہ بلا فصل حضرت ابوبکر صدیق کو نہ مانا جائے۔ دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق اور تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تسلیم نہ کر لیا جائے اور ان تینوں کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مانا جائے۔ ورنہ اس کے بغیر اللہ کی لعنت سے بقول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بچنا محال ہوگا۔

اعتراض منجانب شیعہ:

رابع خلفاء کا مطلب وہ نہیں جو تم لیتے ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ خلیفہ اول حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ اُن کے بارے میں آیا ہے اور

دوسرے خلیفہ یا داؤدا یا ہعلنک خلیفہ فی الارض کے الفاظ سے حضرت داؤد ہوئے اور یا ہارون
 ا خلفی فی قوی کے الفاظ سے تیسرے خلیفہ حضرت ہارون کا ذکر کیا گیا۔ ان تینوں کے بعد حضرت
 علی چوتھے خلیفہ قرار پائے۔ لہذا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا چوتھے نمبر پر ہونا اس طرح ہے۔

جواب: یارسہ کہ شیعہ سنی کا اختلاف خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے نہ
 کہ خلیفہ اللہ کے متعلق کیونکہ اگر مراد خلیفۃ اللہ ہو تو خلیفہ اللہ کا منصب پیغمبروں کو ہی ملا تو اس
 طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نبی ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ خود امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی
 تحریر سے حضرت علی کو نبی ماننے والے پر لعنت آئی ہے۔

حدیث رجال کشی:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ قَالَ بَانْنَا أَنْبِيَاءَ فَعَلَيْهِ
 لَعْنَةُ اللَّهِ وَمَنْ شَكَّ فِي ذَلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ

ترجمہ: حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص ہمیں نبی کہے اُس پر اللہ کی لعنت
 اور جس اس میں شک لائے وہ بھی اللہ کی لعنت کا مستحق ہے۔ خلاصہ کلام اگر آپ حضرت علی
 کرم اللہ وجہہ کے قول (رابع الخلفاء) اور امام محمد باقر کے ارشاد علیہ لعنہ اللہ کے مضمون کو
 سامنے رکھیں تو پھر شیعہ حضرات کو لعنت سے بچنے کی ایک ہی صورت نظر آئے گی وہ یہ کہ شیعیت
 چھوڑ دیں اور سنی اختیار کر لیں۔ کیونکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ اللہ میں شامل
 کر کے چوتھا مائیں تو امام محمد باقر کے نزدیک لعنتی ٹھہرے۔

نوٹ: شیعہ حضرات کی لاعلمی اور سادہ لوحی کو بھی حد نہیں۔ جن حضرات انبیاء کا خلیفہ الہ ہونا
 قرآن سے پیش کیا اُن کے تو اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ صراحت کیساتھ ان کے اسمائے گرامی ذکر
 فرمائے۔ لیکن جس شخصیت کو ان انبیاء کے بعد اللہ نے اپنا چوتھا خلیفہ مقرر فرمایا ان کے

پورے قرآن مجید میں نام تک نہیں۔ آپ کے نزدیک جب پہلے خلفاء کی طرح حضرت علی کی خلافت ہے تو آپ حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا ذکر نام کے ساتھ ثابت کیجئے۔ کیا وجہ ہے کہ قرآن ہمارا اور رسول ہمارا اور خلیفہ بلا فصل بھی ہمارا۔ قرآن میں پہلے خلفاء کا ذکر تو نام ہیام ہولہذا آپ کے نزدیک جب پہلے خلفاء کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے تو آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ذکر نام کے ساتھ ثابت کیجئے۔ مگر آپ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے۔ عجب بات ہے کہ قرآن مجید بھی امت کی رشد و ہدایت اور نظام حکومت کیلئے اللہ پاک نے سرور عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہو لیکن خلیفۃ الرسول کا اس میں نام تک ذکر نہ فرمایا اور پھر دعویٰ یہ بھی کہ حضرت کی خلافت منصوص من اللہ ہے۔

خلفاء راشدین کی خلافت پر دلیل ہشتم

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ باری تعالیٰ کے دربار مقدس میں التجا کر رہے ہیں۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُكَ وَكَفَى بِكَ شَهِيدًا فَاشْهَدْ لِي أَنَّكَ
رَبِّي وَأَنَّ مُحَمَّدَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ رَسُولُكَ نَبِيٌّ وَأَنَّ الْأَوْصِيَاءَ
مَنْ م بَعْدِهِ أُمَّتِي

ترجمہ: اے اللہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تیری شہادت کافی ہے تو میرا گواہ رہ اس بات پر
کہ بیشک تو میرا پروردگار ہے اور گواہ رہ اس بات پر کہ تیرا رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا
نبی ہے اور گواہ رہ اس بات پر کہ بے شک رسول کے بعد جو اس کے اوصیاء ہیں وہ میرے امام
ہیں۔ (صحیفہ علویہ صفحہ ۳۸)

نوٹ: رسول خدا کے بعد اوصیائے رسول حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضوان
اللہ علیہ اجمعین ہی تو ہیں جنہیں حضرت علی اپنا امام اور پیشوا تسلیم کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو
اپنے اس عقیدے پر گواہ بنا رہے ہیں۔ مَنْ بَعْدِهِ سے صاف طور پر یہی ثابت ہوتا ہے کہ جو

اوصیاء نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان گذرے ہیں انہی کو حضرت علی امام بنا رہے ہیں۔ اور وہ یہی ہیں جن کے پیچھے حضرت علی نے نمازیں پڑھیں اور چوبیس سال عمر کا حصہ جن کی بیعت میں گزارا۔ اگر کوئی یہ کہے آئمہ سے علی کرم اللہ وجہہ کے بعد آنوالے اوصیاء مراد ہیں تو یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت علی من م بعدہ فرما رہے ہیں جو نبی کے بعد ہوئے ہیں نہ کہ من م بعدی جو کہ میرے بعد آنے والے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ حضرت علی کے بعد آنے والے حضرت علی کے امام تصور ہی نہیں ہو سکتے۔ بہر حال ثابت ہو گیا کہ حضرت خلفاء ثلاثہ کو اپنا امام برحق تسلیم کرتے اور اس عقیدے پر اللہ رب العزت کو گواہ بنا رہے ہیں۔

خلفاء راشدین کی خلافت پر دلیل نہم

تاریخ کی بعض کتابوں میں امام حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مروی جہ الذہب المسعودی جلد دوم ذکر خلافت حسن علی مطبوعہ بیروت طبع جدید کے حالات میں نے یہ بات دیکھی ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مروی ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی۔ کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۲ سال تین ماہ اور آٹھ دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ دس سال چھ ماہ اور چار ماہ اور چار دن عن رسول اللہ ﷺ

الْخِلَافَةُ بَعْدِي ثَلَاثُونَ سِنَةً لِأَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَشْرَ سِنِينَ وَسِتَّةَ أَشْهُرٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ عَشْرَ سِنِينَ وَسِتَّةَ أَشْهُرٍ وَأَرْبَعَ لَيَالٍ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

إِحْرَاءَ عَشْرَةِ سِنَةٍ وَأَحَدَ عَشَرَ شَهْرًا وَثَلَاثَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَالْحَسَنُ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ ثَمَانِيَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرَةَ أَيَّامٍ فَذَلِكَ ثَلَاثُونَ سِنَةً

ترجمہ: میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو سال تین

ماہ اور آٹھ دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دس سال چھ ماہ اور چار راتیں، عثمان رضی اللہ عنہ نے گیارہ سال گیارہ ماہ اور تیرہ دن، علی المرتضیٰ نے چار سال ایک دن کم سات ماہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے آٹھ ماہ دس دن خلافت کی یہ کل مدت تیس سال ہوئی۔

(مروج الذهب للمسعودی شیعہ)

حاصل کلام مذکورہ عبارت میں شیعہ مورخ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ پر اس خبر صحیح کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ میرے بعد تیس سال تک خلافت حقہ ہوگی۔ کیونکہ اس روایت کے شروع میں لکھا ہے۔

وَجَدْتُ فِي بَعْضِ كُتُبِ التَّوَارِيخِ فِي أَحْبَارِ الْحَسَنِ وَمَعَاوِيَةَ
إِنَّ بِخِلَافَةِ الْحَسَنِ صَحَّ الْخَبْرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ

ترجمہ: تاریخ بعض تحریروں میں امام حسن اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے حالات میں میں نے یہ بات دیکھی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح حدیث مروی ہے۔ کہ میرے بعد تیس سال خلافت حقہ ہوگی۔ تو وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لیکر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت تک ہی پورے تیس سال ہوتے ہیں۔ تو شیعہ مورخ کی زبانی یہ تیس سال خلافت حقہ کی روایت شیعہ مورخ کے نزدیک صحیح ہے۔

۲۔ اگر خلفائے حقہ کی خلافت کو خلافت حقہ نہ مانا جائے تو حضرت علی اور امام حسن رضی اللہ عنہما کا زمانہ خلافت تو صرف پانچ سال تین ماہ اور دس دن ہی بنتا ہے۔ اور خبر صحیح میں زمانہ خلافت کا عرصہ کل تیس سال مذکور ہے۔ اور مذکورہ حدیث میں اس بات کی تصریح ہرگز نہیں کہ پانچ سال تو خلافت حقہ ہوگی اور باقی تیس پچیس سال خلافت غاصبانہ ہوگی اور شیعہ مورخ نے یہ مانا ہے کہ پونے پچیس برس کا عرصہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ لہذا اثابت ہو گیا کہ

خلفائے ثلاثہ کی خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہما کی خلافت کی طرح
 خلافت حقہ تھی اور اس کو خلافت عاصبانہ کہنا شیعہی اختراع ہے اور بے حقیقت ہے۔ (المجلس
 الرابع والثلاثون)

خلفائے راشدین کی خلافت حقہ و لیل و ہم

از امالی شیخ صدوق

دلیل نمبر ۱۰:

عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ (ص) اللَّهُمَّ أَرْحَمِ
خُلَفَائِي ثَلَاثًا قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ خُلَفَاؤُكَ قَالَ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ
حَدِيثِي وَسُنَّتِي ثُمَّ يَعْلَمُونَهَا أُمَّتِي

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا اے اللہ میرے خلفاء پر رحم کر تو عرض کی گئی کہ آپ کے خلفاء کون ہیں فرمایا کہ وہ لوگ جو میری حدیث کی اور سنت کی تبلیغ کریں گے اور میری امت کو سکھلائیں گے اس حدیث پاک کی شرح از قول علی المرتضیٰ

لِلَّهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوْمَ الْأَوْدَدِ وَذَاوِي الْعَمَدِ وَ أَقَامَ السُّنَّةَ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا اے اللہ میرے خلفاء پر رحم کر۔ تو عرض کی گئی کہ آپ کے خلفاء کون ہیں فرمایا کہ وہ لوگ

جو میری حدیث کی اور سنت کی تبلیغ کریں گے اور میری امت کو سکھائیں گے۔ از قول علی المرتضیٰ

لِلَّهِ بَلَادُ فَلَانٍ فَلَقَدْ قَوْمَ آلَا وَدَوْدَاوَى الْعَمَدِ وَأَقَامَ السُّنَّةَ

اللہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شہروں کو برکت دے کیوں کہ انہوں نے میزہمی کو سیدھا کیا، مرض کا علاج کیا اور سنت کو قائم کیا۔

(سبح البلاغۃ خطبہ نمبر ۲۲۸ مطبوعہ جدید بیروت چھوٹا سائز)

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس شرح سے ثابت ہو گیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن خلفاء کیلئے بارگاہ الہی میں اپیل کی وہ یہی خلفائے راشدین ہیں۔ کیونکہ آپ نے ان خلفاء کی یہ علامت بیان کی کہ وہ سنت کی تبلیغ کریں گے اور حیدر کرار علی پاک نے اپنی زبان اقدس سے تصدیق کر دی کہ وہ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے خلیفہ ہیں جنہوں نے سنت کو قائم کیا۔ اب آپ قول نمبر ۷ علی المرتضیٰ اس ضمن میں غور سے پڑھیے۔

رومی عن جعفر بن محمد بن ابیہ

أَنَّ رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ جَاءَ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ
سَمِعْتُ يَقُولُ فِي الْخُطْبَةِ أَلْفَا اللَّهُمَّ اَصْلَحْنَا بِمَا اَصْلَحْتَ بِهِ الْخُلَفَاءَ
الرَّاشِدِينَ فَمَنْ هُمَا؟ قَالَ حَبِيبَايَ وَعَمَّاكَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ اَمَامَا
الْهُدَى وَشَيْخَا الْاِسْلَامِ وَرَجُلَا قُرَيْشٍ وَالْمُهْتَدَى بِهِمَا بَعْدَ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنْ اِقْتِدَايَ بِهِمَا عَصَمَ وَمَنْ اتَّبَعَ اَثَارَهُمَا
هُدَى اِلَى صِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک قریش کا جوان امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور

عرض کی کہ یا حضرت! میں نے آپ سے ابھی خطبہ فرماتے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے کہ اے میرے پروردگار ہم پر اسی مہربانی کے ساتھ کرم فرما جو کرم و مہربانی تو نے خلفاء راشدین پر فرمائی۔ تو وہ خلفائے راشدین کون ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا وہ میرے پیارے ہیں اور تیرے چچا ہیں۔

ابوبکر و عمر دونوں ہدایت کے امام ہیں اور وہ دونوں اسلام کے پیشوا ہیں اور دونوں جو ان قریش سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمت کے مقتدا اور پیشوا ہیں جس شخص نے انکی اقتدا کی اس نے صراطِ مستقیم کی ہدایت پائی۔ تلخیص الشافی للمحقق طوسی جلد دوم صفحہ ۴۲۸ یہ قول کسی ذاکر یا مجتہد کا نہیں بلکہ معدنِ صدق و صفا سیدنا علی المرتضیٰ کا ہے اور یہ قول روایت بھی آئمہ صادقین طاہرین میں سے ہے اب دیکھئے کہ محبت و تولی کے دم بھرنے والے اس فرمان پر ایمان لاتے ہیں یا۔

اعتراضِ محقق طوسی نے یہ روایت اپنی کتاب تلخیص شافی میں لکھ کر جو کیا ہے وہ کہتا ہے کہ روایت بے شک آئمہ معصومین سے ہے مگر اس کے راوی ایک ایک ہیں۔ اس لئے میں اس پر اعتبار نہیں کرتا۔ یعنی امام جعفر صادق صاحب اکیلے اپنے والد امام زین العابدین سے روایت فرماتے ہیں اور امام زین العابدین اکیلے اس روایت کو حضرت علی المرتضیٰ سے بیان فرماتے ہیں۔ لہذا یہ خبر احاد اور ناقابلِ اعتماد الشیعہ ہے۔

جواب: شیعہ مذہب میں بارہ امام آئمہ معصومین ہیں اس لئے ان سے غلطی تمہارے مذہب میں ممکن ہی نہیں دوسرے یہ روایت جو ہم نے لکھی ہے اس کے پہلے راوی حضرت امام جعفر صادق ہیں اور حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ میری حدیث اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اس کا ثبوت اصول کافی جلد اول حماد بن عثمان وغیرہ نے کہا۔ قالوا سمعنا ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول حدیثی حدیث ابی وحید ابی حدیث جدی و

حدیث جدی حدیث الحسین و حدیث الحسن حدیث الحسن
حدی الحسن حدیث امیر المؤمنین و حدیث امیر المؤمنین
حدیث رسول اللہ و حدیث رسول اللہ قول اللہ عزوجل

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام نے میری حدیث میرح والد ماجد امام محمد باقر کی حدیث
ہے اور ان کی حدیث میرے جد امجد امام زین العابدین کی اور ان کی حدیث امام حسین پاک
اور ان کی حدیث امام حسن پاک کی اور ان کی حدیث امیر المؤمنین کی اور ان کی حدیث رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور پاک رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث خدائے عزوجل کا قول
ہے۔ کاش یہ شیعہ حضرات کا پیشوا اس بات پر ایمان رکھتا کہ آئمہ ہدی کے ارشادات کے
ہوتے ہوئے اور ان پر ایمان لانے کیلئے کسی دوسری شہادت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(اصول کافی جلد ۱ کتاب العقول والنجیل صفحہ ۵۶)

نوٹ: جس کو فرمان خدا پر یقین نہ آئے اس کا مرض لاعلاج ہے۔

خلاصہ دلیل نمبر ۱۰ کا رحمت عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین مرتبہ دعا فرمائی۔
اے اللہ میرے خلفائے پر رحم فرما اور حضرت علی شیر خدا بارگاہ الہی میں التجا کر رہے ہیں۔ اے
میرے پروردگار ہم پر اسی مہربانی کے ساتھ فضل و کرم فرما جو کرم و مہربانی تو نے خلفاء راشدین
پر فرمائی۔ ثابت ہو گیا کہ قول حضرت علی پاک سے کہ اللہ رب العزت نے خلفائے راشدین
پر اپنا کرم اور مہربانی فرمائی اور یہ بھی مولا علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد پاک سے ثابت ہو گیا کہ
خلفاء ثلاثہ بالخصوص حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق انظم ہیں۔ جب کہ خلفاء
راشدین فرمایا اور انہی کو اپنے پیارے اور ہدایت کے امام اور سلام کے پیشوا جیسے معزز ترین
القابات سے نوازا۔

خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ پر دلیل یازدہم

وَتَجَاهِدْ مِنْ أُمَّتِي كُلِّ مَنْ خَالَفَ الْقُرْآنَ وَ سُنَّتِي مِمَّنْ يَعْمَلُ

فِي الدِّينِ بِالرَّأْيِ ط

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کو فرمایا تھا کہ جو شخص قرآن اور میری سنت کی مخالفت کرے اور دین میں اپنی رائے کو دخل دے تو ایسے بدعتی کیسا تھ جنگ کرنا۔

(احتجاج طبری مطبوعہ ایران صفحہ ۹۶)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل سر مو قرآن و سنت نبوی کے خلاف نہ تھا۔ ورنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حسب الارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان سے صلح و آشتی سے نہ رہتے بلکہ میدان کار زار گرم کر دیتے۔ اگر اصحاب ثلاثہ سے ذرہ بھر بھی کوئی فعل خلاف قرآن و سنت سرزد ہوتا تو حیدر کر رضی اللہ عنہ پر فرض تھا کہ فرمان نبوی کو عملی جامہ پہنا کر حضرت حسین پاک رضی اللہ عنہ کی طرح دنیا پر روشن اور واضح کر دیتے کہ قرآن و سنت کی عزت کر نیوالے ابھی زندہ ہیں۔ اگر یہ گمان صحیح سمجھا جائے کہ خلفائے ثلاثہ سے بہت سے واقعات خلاف قرآن سنت سرزد ہوئے تو فوراً یہ سوال ذہن میں اتر کر اس غلط گمان کا ازالہ کر دیتا ہے۔ کہ حضرت علی کے

ہوتے ہوئے یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے کوئی کام خلاف قرآن و سنت کیا ہو اور ذوالفقار حیدری میں جنبش نہ پیدا ہوئی ہو۔ کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ قرآن و سنت کے مخالف سے جنگ کرنے پر مامور تھے۔ ان دو باتوں سے ایک بات ضرور ثابت ہوتی ہے۔ یا تو جس شخص کو قرآن و سنت کی پاسبانی سونپی گئی اسے اپنے فرض کا احساس ہی نہیں کہ قرآن و سنت کے احکام اپنی آنکھوں کے سامنے پامال ہوتے دیکھتے رہے۔ اور لٹس سے مس نہ ہوئے بلکہ التامال غنیمت سے حصہ لے کر ظلم میں ان کے محمد و معاون ہو کر جرم میں شریک ہوئے یا خلفائے ثلاثہ سے کوئی امر خلاف قرآن و سنت ہوا ہی نہیں اور یقیناً نہیں ہوا۔ اگر ہوتا تو حسینی معرکہ آج ہی قائم ہو جاتا کل کر بلا تک کی انتظار نہ کی جاتی معرکہ کر بلا کے غازی نے اصحاب ثلاثہ ہی کے دامن کو بے داغ ثابت نہیں کیا بلکہ مولیٰ علی حیدر کرار کی چوبیس سالہ زندگی پر جو دشمن اسلام نے تقیہ کا بہتان و افترا کیا تھا اُسے جوتے کی نوک سے اڑا کر رکھ دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خون نے دنیائے انسانیت میں حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی صفائی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا اگر تینوں خلفاء ثلاثہ ناحق ہوتے تو آج یہ پہلی کر بلا نہ ہوتی بلکہ چوتھی کر بلا ہوتی۔ میرے والد ماجد حیدر کرار (جن کے مذہب و عمل کو میں ہی صحیح جانتا ہوں) اگر خلفائے ثلاثہ میں کچھ قصور ہوتا تو جیسے میں نے تن تہا سر زمین کر بلا میں نہایت شدت کی آندھیوں میں اپنے معصوموں کے خون سے اسلام کا چراغ روشن کر کے دنیائے اسلام کو منور کر دیا۔ اسی طرح حیدر کرار کئی کر بلا میں بساتے مگر خلفائے ثلاثہ میں کچھ قصور ہی نہ تھا اسی لئے تو حیدر کرار ان کے عمر بھر ہم نوالہ وہم پیالہ رہے۔

خلفائے ثلاثہ کی حقانیت پر دلیل دوازدهم

اگر خلفائے ثلاثہ کی خلافت غاصبانہ تھی تو حیدر کرار نے اُن کے خلاف جہاد کیوں نہ کیا؟ اس سوال کے جواب میں شیعہ حضرات کے چند من گھڑت بہانے ملاحظہ فرمائیں۔
 بہانہ اول: حضرت علی نے خلفائے ثلاثہ کیساتھ صرف مددگار نہ ملنے کی وجہ سے جہاد نہ کیا۔

قَالَ سَلْمَانٌ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ حَمَلَ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ عَلِيٍّ حَمَارٍ
 وَأَحَذَ بِيَدِي ابْنَيْهِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَلَمْ يَدْعُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ مِنَ
 الْمُهَاجِرِينَ وَلَا مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَّا آتَاهُ فِي مَنْزِلِهِ وَذَكَرَ حَقَّهُ وَدَعَاهُ إِلَى
 نُصْرَتِهِ فَمَا اسْتَجَابَ لَهُ مِنْ جَمِيعِهِمْ إِلَّا أَرْبَعَةٌ وَأَرْبَعُونَ.....
 وَلَمْ يُوَافِقْهُ أَحَدٌ مِنْهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةٌ

ترجمہ: حضرت سلمان نے کہا کہ جب رات ہوئی تو حضرت علی نے جتنا بہ فاطمہ کو گدھے پر سوار کیا اور اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین کے ہاتھ پکڑے۔ پھر آپ نے مہاجرین اور انصار کے ایک ایک گھر میں جا کر انہیں اپنا حق بتایا اور مدد کیلئے پکارا ان میں سے چالیس مردوں کے بغیر کسی نے بات نہ مانی۔ انہیں حضرت علی نے فرمایا کہ صبح تم سب کے سب سر منڈوا کر مسلح ہو

کر آنا اور مرنے پر بیعت کرنا تو صبح ان میں سے صرف چار رہے گئے۔ جب آپ نے مہاجرین و انصار کو اپنے حق میں ہموار کرنے کی کوشش ناکام ہوتے دیکھی اور وہ چالیس آدمی بھی جن کو آپ نے سرمنڈوا کر اور مسلح ہو کر آنے کو کہا تھا بیٹھ پھیر گئے صرف چار آدمی حامی مل سکے۔ نفس الرحمن فی فضائل سلمان باب ۱۱۔

حضرت علی کو دو مرتبہ مہاجرین و انصار سے رابطہ قائم کرنے کے بعد صرف چار آدمی با وفا ملے اور اس قلیل تعداد کے پیش نظر آپ اپنے ارادہ جہاد کو ملتوی کر کے گھر بیٹھ گئے۔

لَمَّا رَأَى عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ غَدْرَهُمْ وَقِلَّةَ وَقَالِهِمْ لَزِيمَ بَيْتِهِ
ترجمہ عبارت کے پہلے گذر چکا ہے حضرت علی ضرور جنگ کرتے خلفائے ثلاثہ سے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے پیش نظر لڑائی چھوڑ کر بیعت کر لی۔ حوالہ

فَنظَرْتُ فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي

(شرح نہج البلاغۃ ابن مہثم جلد ۲ زیر خطبہ ۳۶ صفحہ ۹۷)

اب شیعہ حضرات کے دونوں بہانوں کے مضمون میں غور فرمائیں۔ ایک طرف خلافت کے حق کو حاصل کرنے کے لئے سیدہ بنت رسول اور حسنین کریمین کو مہاجرین و انصار کے ایک ایک گھر پھرا کر انہیں اپنا ہم نوا بنانے کا خیال فرمایا اور جب ناامیدی ہوئی تو ان کی غداری اور بے وفائی سے مایوس ہو کر گھر بیٹھ گئے ورنہ ضرور جہاد کرتے اور اپنا حق کسی کو نہ دیتے۔

بہانہ دوم: ارشاد رسول کے پیش نظر ابو بکر سے لڑائی چھوڑ کر ان کی بیعت کر لی اور دوسری طرف سرے سے جھگڑا ہی ختم کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو منع کر دیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جہاد سے دستبردار کر کے بیعت کر لی۔ مقام غور اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد تھا کہ لڑائی نہیں کرنی۔

أَيُّ طَاعَتِي لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أَمَرَنِي بِهِ
 مِنْ تَرْكِ الْقِتَالِ قَدْ سَبَقَتْ بِيَعْتِي لِلْقَوْمِ فَلَا سَبِيلَ إِلَيَّ إِلَّا بِإِذْنِهِ مِنْهَا
 یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لڑائی سے باز رہنے کا حکم فرمایا تھا میں آپ
 کے اُس حکم کی اطاعت کرنے کو اولیت دیتا ہوں اور اسے چھوڑ کر قوم کو اپنی بیعت لینے کا ہوں
 یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے آگے بڑھتا ہے۔ لہذا قوم کی اتباع کرتے ہوئے میں
 نے بیعت صدیق کر لی اور جہاد نہیں کیا۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن مثنیٰ جلد دوم صفحہ ۹۷)

سے جیسا کہ ظاہر ہے تو مہاجرین و انصار کے پاس بنت رسول کے گدھے پر سوار کر
 کے کیوں لے گئے۔ اگر انہیں معاون و ہم نوا بنانے کیلئے تک و دو کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا
 ارشاد کیوں پس پشت ڈال کر جہاد کی تیاری میں مصروف ہوئے؟ پہلا بہانہ یہ کہ مددگار نہ ملے
 ورنہ جہاد کرتے۔ دوسرا بہانہ یہ کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق ہاتھ نہ اٹھایا
 شیعہ حضرات انصاف فرمائیں کہ ان دونوں بہانوں میں کتنی مخالفت ہے۔

بہانہ سوم: لوگوں کے مرتد ہونے کے خوف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی
 خلافت کا اعلان نہ کیا۔

رَوَى عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ السَّلَامُ مَا مَنَعَ
 أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يُدْعُوا النَّاسَ إِلَى نَفْسِهِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 خَوْفًا أَنْ يَرْتَدُّوا

زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت علی
 کرم اللہ وجہہ کو وہ کوئی رکاوٹیں پیش آئیں جن کی وجہ سے وہ لوگوں کو اپنی طرف سے دعوت

نہ سکے (یعنی اپنی خلافت کیلئے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر جہاد کرتے) تو حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں کے مرتد ہونے کے خطرہ کے پیش نظر ایسا نہ کیا۔

(انوار العمانیہ صفحہ ۳۳ طبع قدیم)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ یہاں آپ نے مرتد ہونے کے خطرہ کے پیش نظر اپنے لئے خلافت کی فضا ہموار نہ کی بلکہ خلافت سے دستبرداری قبول فرمائی۔ لیکن مسلمانوں کا مرتد ہونا پسند نہ فرمایا۔ ادھر شیعہ روایات سے یہ ثابت ہو رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عیاشی بسند معتبر از حضرت امام محمد باقر (ع) روایت کردہ است کہ چون حضرت رسول از دنیا رحلت نمود مردم ہمہ مرتد شوند بغیر چہا نفر علی بن ابی طالب مقداد سلمان ابوذر حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۲۷ در فضیلت بعض اکابر صحابہ ترجمہ عیاشی معتبر روایت کیساتھ امام محمد باقر سے روایت کرتا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا سے پردہ فرما گئے تو چار آدمیوں کو چھوڑ کر باقی سب مرتد ہو گئے تھے۔ وہ چار حضرت علی ابن ابی طالب، مقداد، سلمان اور ابوذر ہیں۔ معاذ اللہ اگرچہ اس عمومی عقیدے میں اگر عمر ابن الخطاب بھی آجاتے ہیں مگر ان کے بارے میں خاص کر جو عقیدہ ہے وہ بھی دیکھیں۔

اے عزیز! آیا از بعد ازیں حدیث کہ ہم عامہ روایت اند بیچ را مجال آں ہست کہ شک کند در کفر عمر و کفر کے را کہ عمر را مسلمان دانداے دوست اس حدیث کے بعد جسے تم نے روایت کیا کیا کسی کو مجال ہے کہ عمر کے کفر میں شک کرے اور اس شخص کے کافر ہونے میں جس نے عمر کو مسلمان سمجھا۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

(حیات القلوب جلد دوم باب شست و سوم صفحہ ۶۳ صفحہ ۶۸۰ در بیان وصیت پیغمبر)

اس روایت شیعہ سے ثابت ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے

بعد صرف چار اشخاص مسلمان رہ گئے۔ باقی سب مرتد ہو گئے تو جس خطرہ کے پیش نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت سے دستبرداری کی وہ تو حقیقت بن گیا تو پھر اس خطرہ کا خطرہ کیسا۔ اسے کہتے ہیں جھوٹ بھی اور سینہ زوری بھی۔

بہانہ چہارم: فضیل بن یسار سے روایت ہے میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بعد از وصال رسول اللہ ولایت کس کا حق تھا؟ کہنے لگے ہم اہل بیت کا حق تھا پھر میں نے پوچھا تو یہ حق تمہارے غیر لوگوں میں کیوں کر چلا گیا تو آپ نے جواب فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا عَلِيمٌ أَنْ يُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَتَنْكِحَ
الْفُرُوجَ الْحَرَامَ وَيُحْكِمَ بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَرَأَيْتَ يَلِي
ذَلِكَ غَيْرَنَا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جب جان لیا کہ زمین میں فساد ہوگا اور حرام شرمگاہوں میں وطی کی جائیگی اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے خلاف فیصلہ ہونے لگے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے (امر روایت کو) ہمارے غیروں میں رکھنا چاہا۔ (جو انہیں مل گیا)

تردید بہانہ چہارم: یہ بہانہ مسلک شیعہ کیلئے زہر قاتل سے کم نہیں کیونکہ اس میں سید ہاشم بجزانی شیعہ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امر خلافت بلا فصل کو ابتداء میں اہل بیت کا حق بنایا تھا مگر اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کو یہ علم ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد زمین میں برائی پھیل جائے گی۔ اس میں بدکاریاں ہوں گی۔ قرآن کی علمی الاعلان مخالفت ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت میں اہل بیت کی خلافت کو نامناسب سمجھتے ہوئے اسے غیروں کے حوالہ کر دیا۔ یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلا فصل بنا دیا گیا۔ قارئین کرام ذرا غور فرمائیں کہ شیعہ حضرات کا غضب خلافت کا واویلا کس قدر غلط اور بے معنی ہے۔

بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس اللہ نے حضرت علی کیلئے خلافت بلا فصل کا اعلان کروایا تھا وہی اللہ حالات کے مطابق خلفائے ثلاثہ کو خلافت سے نوازا رہا ہے۔ کیونکہ آنسو اور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد حالات اس قدر درگروں تھے۔ جن کا مقابلہ خلفائے ثلاثہ ہی کر سکتے تھے۔ حلیۃ الابرار جلد اول باب التاسع والحشرون صفحہ ۴۲۲)

انتباہ: اسی لئے حضرت مولانا علی المرتضیٰ خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي كَلَامٍ لَهُ؛ وَوَلِيهِمْ وَالِ فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ
حَتَّى ضَرَبَ الدِّينُ بِجَيْرِآئِهِ

اس کا معنی سید علی نقی شیعئی نے یوں کیا ہے۔ (نسخ البلاغہ فرمود نمبر ۳۵۹)

امام علیہ السلام یعنی حضرت علی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے کلام میں کہا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد فرماں روا شد بر مردم فرماں دہی (عمر بمقام خلافت نشست) پس (امر خلافت را) برپاداشت و ایستادگی نمود (برہم تسلط یافت) تا آنکہ دین قرار گرفت و ہم چنانکہ شتر ہنگام استراحت پیش گردن خود را بر زمین نہاد۔ اشارہ باینکہ اسلام پس از فتنہ دہیا ہوی بسیار از او جمکین نمودہ زیر بارش رفتند

ترجمہ: لوگوں پر ایک ایسا حاکم مسند خلافت متمکن ہوا۔ جس نے امر خلافت کو قائم کیا اور ثابت قدمی دکھائی یعنی تمام پر تسلط حاصل کیا حتیٰ کہ دین مضبوط اور بے خوف و خطر ہو کر اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا۔ جیسا کہ اونٹ آرام کیلئے اپنی گردن زمین پر رکھ دیتا ہے اور اطمینان سے زمین پر بیٹھ جاتا ہے گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اہل اسلام کئی سارے فتنوں اور یورشوں کے بعد سکون پذیر ہوئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زیر احسان ہوئے۔

(شرح نسخ البلاغہ فیض الاسلام مطبع تہران)

نمبر ۲۔ لِلّٰهِ بِلَادُ فَلَانٍ فَلَقَدْ قَوْمَ الْأَوْدِ وَ دَاوَى الْحَمْدَ وَ أَقَامَ السُّنَّةَ
وَ خَلَفَ الْفِتْنَةَ ذَهَبَ نَقَى الْقُرْبِ قَلِيلَ الْعَيْبِ أَصَابَ خَرُورَهَا وَسَبَقَ
شُرَّهَا أَدَى إِلَى اللَّهِ طَاعَتَهُ وَ اتَّقَاهُ بِحَقِّهِ

اس خطبہ کا فارسی ترجمہ:

خدا شہر ہائے فلاں (عمر بن الخطاب) را برکت دہد و نگاہ دارد کہ کجی را راست نمود
(مگر ہاں را براہ آورد) و بیماری را معالج کرد (مردم شہر ہائے رابدین اسلام گرداند) و سنت را
برپا داشت (احکام عظیمہ را اجرا نمود) و تباہ کاری را پشت سر انداخت (در زمان اوقفتہ روندا)
پاک جامہ و کم عیب از دنیا رفت کھوئی خلافت را داد یافت و از شر آں پیشی گرفت تا بود امر
خلافت منقلم بودہ و اختلا لے در آں راہ نیافت

طاعت یعنی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خدا کی عبادت اور پرہیزگاری کا حق ادا کر
دیا۔ اطاعت خدا بجا آوردہ از نافرمانی اور پرہیز کردہ هتش را ادا نمودہ۔ اللہ کی بندگی بجالایا اور
اس کی نافرمانی سے پرہیز کیا اس کے حق کو ادا کیا۔

(نسخ البلاغۃ خطبہ نمب ۲۲۸ مطبوعہ جدید بیروت چھوٹا سائز)

فیض الاسلام شرح نسخ البلاغۃ خطبہ نمبر ۲۱۹ طبع جدید مطبوعہ تہران شیعہ حضرات یہ حیدر
کرار کا قول ہے۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے شوہر نامہ آئمہ المل بیت کے والد گرامی مرکز ولایت
رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی کا کلام ہے۔ جس میں حضرت عمر فاروق کی تعریف ہی
نہیں بلکہ حقیقت کے وہ موتی پروئے گئے ہیں جن کی دنیا میں مافیہا میں قیمت ہی نہیں۔

بہانہ پنجم: عن زرادہ قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام

يَقُولُ اِنَّمَا اَشَارَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْكَفِّ عَنْ عَدُوِّهِ مِنْ اَجْلِ

شِيعَتِنَا لِأَنَّهُ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّهُ سَيُظْهِرُ عَلَيْهِمْ بَعْدَهُ، فَأَحَبَّ أَنْ يَقْتَدَى بِهِ
مَنْ جَاءَ بَعْدِي لِيَسِيرَ فِيهِمْ بِسِيرَتِهِ وَيَقْتَدَى بِالْكَفِّ عَنْهُمْ بَعْدَهُ

زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے سنا آپ کہتے
ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑنے سے ہاتھ کھینچا وہ دراصل
ہمارے شیعوں کے بھلے کی خاطر کیا تھا۔ اس لئے کہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ عنقریب ان پر
ان کے دشمن غالب آجائیں گے لہذا آپ نے یہ پسند فرمایا کہ بعد میں آنوالے اس معاملہ
میں آپ کی اقتدا کریں اور جس راستے پر آپ چلے اسی راستے پر چلیں اور ان سے ہاتھ روکے
رکھیں یعنی ان سے نہ لڑیں جیسے آپ نہیں لڑے۔

تردید بہانہ نمبر ۵:

حضرت علی حیدر کرار اس بہانہ کی تردید اپنے خطبہ میں ارشاد فرمائی۔ فرمایا: اَلَا

وَإِنِّي أَقَابِلُ رَجُلَيْنِ رَجُلًا أَدْعَى مَا لَيْسَ لَهُ، وَآخَرَ مَنَعَ الَّذِي عَلَيْهِ

خبردار میں دو شخصوں سے ضرور جنگ کروں گا۔ ایک وہ شخص جو اس چیز سے اپنے نفس کو

منع کرے جو اس کے لئے واجب و لازم ہو نیرنگ فصاحت ترجمہ نوح البلاغہ خطبہ نمبر ۱۷۲ صفحہ ۵۴

نوٹ: اگر خلفائے ثلاثہ خلافت کے حقدار نہ تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حسب قول

وعدہ کے ہر ممکن ذریعہ جہاد ضروری تھا اور لازم تھا کہ عملی ثبوت پیش کر کے دنیا پر ظاہر فرماتے

کہ علی رضی اللہ عنہ کا قول و فعل ایک ہی ہے صرف زبانی جمع خرچ نہیں اور حضرات شیعہ یہ بھی

کہتے ہیں کہ تم غدیر کے روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سب صحابہ سے خلافت بلا فصل علی

رضی اللہ عنہ کا معاہدہ لیا تھا کہ علی رضی اللہ عنہ سے سرموسر تابی نہیں کریں گے۔ اس لئے وہ عہد

کھنی کے بعد مجرم ہوئے تو دو گونہ قصور ثابت ہو گیا کہ ناحق خلافت کو بھی پنچہ مار گئے اور معاہدہ

بھی توڑ دیا جس پر عمل کرنا ان کے لئے واجب اور لازم تھا۔ کیا حضرت علی المرتضیٰ پر لازم نہیں کہ اپنی زبان مبارک سے جو کچھ فرما رہے ہیں اُسے عملی جامعہ پہنائیں۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے صحیح مستحق تھے اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن سے کوئی ایسا معاہدہ نہیں لیا تھا جس کی وجہ سے عہد شکنی کا الزام عائد ہو۔ یہ سب یا لوگوں کے بعد کی گھڑنت باتیں ہیں۔ اس لئے کہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دورنگی دیکھ کر اسلام سے متنفر ہو جائیں کہ زبان سے تو یہ کہتے ہیں اور عمل سراپا اس کے خلاف کرتے ہیں۔

بہانہ ششم:

قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُلْتُ لَهُ، مَا بَالُ أَمِيرِكِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يُقَابِلْ فَلَانًا وَفَلَانًا وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَأْتِي فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا قَالَ قُلْتُ وَمَا يَعْْنِي بِتَزَايُلِهِمْ قَالَ وَدَائِعُ الْمُؤْمِنِينَ فِي أَصْلَابِ قَوْمٍ كَافِرِينَ وَكَذَلِكَ الْقَائِمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَنْ يَظْهَرَ أَبَدًا حَتَّى يَخْرُجَ وَدَائِعُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِذَا خَرَجَتْ ظَهَرَ عَلَى مَنْ ظَهَرَ أَعْدَاءُ اللَّهِ فَكَتَلَهُمْ

ترجمہ: ابن بابویہ سے روایت ہے کہ حفص نے محمد بن مسروق سے بیان کیا کہ حسن ابن محمد عامر اپنے چچا ابن عمر سے (ان روایات میں سے جو وہ ابی عبد اللہ امام جعفر سے روایت کرتا ہے) بیان کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر سے پوچھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فلاں فلاں

فلاں (یعنی ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ لڑائی کیوں نہ کی اس کی کیا وجہ تھی؟ تو حضرت امام جعفر نے جواب فرمایا کہ اس کی وجہ قرآن کی یہ آیت تھی۔ لہذا تنزیل و لعد بنا الخ) یعنی اگر مسلمان الگ ہو جائیں تو ہم کفار کو سخت عذاب دیں گے راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر سے پوچھا اس آیت میں الگ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ تو امام جعفر نے فرمایا کہ اس سے مراد کافروں کی پشتوں میں جو مومنوں کی رو میں امانت رکھی گئی ہیں وہ ہیں۔ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کی پشت میں اگر مومن رو میں نہ ہوتے تو آپ یقیناً اپنے دشمنوں سے لڑتے) اسی طرح امام قائم بھی اس وقت تک ظاہر نہیں ہوں گے جب اللہ تعالیٰ نے جو یہ رو میں ودیعت رکھی ہیں سب کی سب نہ نکل آئیں گی۔ جب یہ رو میں نکل آئیں گی تو پھر امام قائم ظاہر ہوں گے اور تمام کفار کو تہ تیغ کر دیں گے۔ تردید بہانہ ۶ دیگر بہانوں کی طرح یہ بہانہ بھی بالکل بے بنیاد جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اس بہانہ کا سیدھا اور صاف مطلب یہ ہے کہ امام مہدی کے ظہور تک کافروں کی پشت میں مومنوں کی ارواح رہیں گی لہذا اس سے قبل باطل کے خلاف جہاد نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس حقیقت سے ہر آدمی آگاہ ہے کہ امام حسین پاک کا زمانہ امام قائم کے ظہور سے پہلے کا زمانہ تھا۔ صدیوں کا فاصلہ ہے اور حضرت علی پاک تو اس سے بھی پہلے کے ہیں۔ ان دونوں حضرات نے جو باطل کے خلاف جنگ لڑی اور جہاد کیا وہ باطل تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ امام حسین پاک باطل کی خاطر لڑے اور جان دے گئے۔ تو ایسی موت کو شہادت کہنا کس طرح درست ہو گا۔ یعنی اس اپنی بہانہ سازیوں سے شیعوں نے شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بھی انکار کر دیا۔ مگر نہیں شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ برحق تھی اور آپ کی ذات نے اعلاء کلمہ اللہ کی خاطر سب کچھ قربان کیا۔ اور اس کے مقابلے میں شیعوں کا جنگ نہ کرنے کا بہانہ محض افسانہ اور من گھڑت بات ہے۔

بہانہ ہفتم:

حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ..... قَالَ سَأَلْتُ عَلِيَّ ابْنَ مُوسَى الرِّضَا
(ع) فَقُلْتُ لَهُ، يَا بَنَ رَسُولِ اللَّهِ أَخْبِرْنِي عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لِمَ
يُجَاهِدُ أَعْدَاءَهُ، خَمْسَ عَشْرِينَ سَنَةً بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ (ع) ثُمَّ جَاهَدَ
فِي أَمَامٍ وَلَايَتِهِ فَقَالَ لِأَنَّهُ اقْتَدَى بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
تَرْكِ جِهَادِ الْمُشْرِكِينَ بِمَكَّةَ تِلْكَ عَشْرَ سَنَةٍ

راوی الہیثم کہتا ہے کہ میں نے علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے
رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے آپ مجھے یہ بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
وصال کے بعد پچیس سال تک متواتر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد
نہیں کیا؟ اور جب اپنی ولایت کا زمانہ آیا تو جہاد کیا تو امام رضانے اس کا جواب دیا کہ جس
طرح مکہ میں رہتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشرکین مکہ سے اعلان نبوت کے بعد
تیرہ سال تک اور مدینہ میں رہتے ہوئے انیس ماہ تک بوجہ

وَذَلِكَ لِقَلَّةِ أَعْوَابِهِ عَلَيْهِمْ كَذَلِكَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
تَرَكَ مُجَاهِدَةَ أَعْدَائِهِ لِقَلَّةِ أَعْوَابِهِ عَلَيْهِمْ

قلت اعموان جہاد نہ کیا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بوجہ تھوڑے ہونے
مددگاروں کے اپنے مخالفین کے ساتھ جہاد نہ کیا۔

تردید بہانہ نمبر ۷:

اس بہانہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مددگاروں کا قلت کی بنا پر

خلفائے ثلاثہ سے جہاد نہیں کیا۔ تو یہ بہانہ خود مولانا علی رضی اللہ عنہ کے اقوال مبارکہ سے باطل ہے
تردید بہانہ ۵:

اس کے ضمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مبارک آپ نے فرمایا کہ میں دو
آدمیوں کے ساتھ ضرور جنگ کروں گا۔ ایک مدعی خلافت کے خلاف جو خلافت کا اہل نہ ہو
اور دوسرا اس شخص کے خلاف جو اپنے اوپر واجب حکم کو منع کرتا ہو۔ (سخ البلاغہ خطبہ ۱۷۲)
۲۔ قول مبارک:

وَاللّٰهُ لَوْ تَطَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰى قِتَالِىْ لَمَّا وَاَيْتُ عَنْهَا وَلَوْ
اَمِكُنْتُ الْفُرَصَ مِنْ رِقَابِهَا لَسَارَعْتُ اِلَيْهَا

ترجمہ: قسم خدا کی اگر تمام عرب بھی مجھ سے لڑنے پر آمادہ ہو جائے تو میں کبھی پشت نہیں
دکھاؤں گا۔ جب تک بھی مجھے ان کی گردنیں اتارنے کی فرصت ممکن ہو۔ (سخ البلاغہ خطبہ نمبر
۳۶ مطبوعہ بیروت جدید چھوٹا سائز)

قول نمبر ۲ کی وضاحت اس الزام میں کوئی حقیقت نہیں اور سراسر جھوٹ ہے جس
شخص کے مقابل پورا عرب آجائے تو وہ ان کی گردنیں اتارنے میں سستی نہ دکھائے اس سے
ایسی بات صادر ہو سکتی ہے۔ وہ کسی کے خلاف جہاد کرنے میں مدد و معاون تلاش کرتا پھرے۔

۳۔ در بعض روایات وارد شدہ کہ ابوسفیان پیش از بیعت یا امیر المومنین علی گفت کہ تو
راضی میشوی کہ شخصے از بنی تمیم حصدی کاری حکومت شود بخدا سو گند کہ اگر تم خواہی این وادی را
پراز سوار و پیادہ گردانم علی گفت اے ابوسفیان تو ہمیشہ در ایام جاہلیت فتنہ سے انجمنی و حالانیز سے
خواہی کہ فتنہ در اسلام احداث کنی ابو بکر را شائستہ این کار میدانم

بعض روایات میں اس طرح مذکور ہے کہ ابوسفیان نے بیعت سے قبل حضرت علی کو

کہا کہ اے علی کیا تم بن قسیم کے ایک آدمی کو حکومت کا والی بنانے پر راضی ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم اگر تم چاہو تو میں اس وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔ یہ سن کر حضرت علی نے کہا اے ابوسفیان! دور جاہلیت میں بھی تو قنہ پر داز رہا ہے اور اب بھی چاہتا ہے کہ اسلام میں قنہ پھا کرے۔ میں ابو بکر صدیق کو اس کا روبرو حکومت کیلئے نہایت مناسب آدمی سمجھتا ہوں۔
روضۃ الصفاء جلد دوم ذکر بیعت امیر المومنین۔

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو خلافت حقہ نہیں سمجھتے تھے اور ان سے بوجہ قلت یا رومدگار جہاد نہ کیا تو ابوسفیان کی فرمائش بڑی بر محل تھی۔ اُسے نہ ٹھکراتے خود بھی قوی تھے اور ابوسفیان کی طرف سے سواروں اور پیادوں سے میدان بھر دینا ایسے میں اعوان انصار کی قلت کی مجبوری کب ٹھہر سکتی ہے۔

۳۔ قول مبارک حضرت مولانا علی رضی اللہ عنہ

إِنِّي كُنْتُ أَكْثَرَ عَدَدًا وَ أَعَزَّ عَشِيرَةً وَ أَمْنَعَ رِجَالًا وَ أَطْوَعَ أَمْرًا

میرے گروہ کا عدد سب سے زیادہ تھا۔ اور میرا خاندان سب پر غالب تھا اور میرے آدمی سب سے زبردست تھے۔ اور میرا حکم سب سے زیادہ مانا جاتا تھا۔

(خصال ابن بابویہ مطبوعہ تہران جلد اول صفحہ ۱۸)

تو روز روشن کی طرح اس سے ثابت ہوا کہ قلت اعوان و انصار بے یار و مددگار ہونے کی کہانی باطل ہے۔ بلکہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے زیادہ طاقت حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی ہی تھی۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ مستحق خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں اس لئے خاموشی اختیار فرمائی۔

نوٹ: ان مذکورہ دلائل کو تعصب اور ضد سے خالی ہو کر پڑھنے والا سعید الفطرت تسلیم کر لے

کا کہ مذہب اہلسنت حقائق پر مبنی ہے مگر ہٹ دھرم اور ضدی کو شاید فائدہ ہونہ ہو سکے۔ اسی پر
 اکتفا کرتے ہیں۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ ”دل نخواستہ را عذر بسیار“ جس کو فرمان مولانا علی رضی
 اللہ عنہ پر یقین نہ آئی تو اس کا کیا علاج ہے۔

ثبوت بیعت کے بیان میں

منجملہ اور عقائد باطلہ کے شیعہ حضرات کا ایک یہ بھی عقیدہ ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رضامندی کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی تھی بلکہ بالجبر واکراہ یعنی مجبوراً اور اس بات کو ثابت کرنے کیلئے ایسے دلائل دیئے ہیں کہ خلافت بلا فصل ثابت کرنے کے جوش میں ایسے ہی ہوش نہ رہا کہ مجبوری کی بیعت ثابت کرتے کرتے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت کی کس قدر توہین کی یہ بھی نہ خیال آیا کہ ان افسانوں کو پڑھنے والا شیعہ مذہب پر کس قدر ماتم کرے گا۔

دعویٰ حب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اہل بیت کا لیکن عقیدہ اس کے بالکل خلاف، اس ضمن میں کتب شیعہ سے چند روایات پڑھیے۔

وَالْقَوْنِي عُنُقِهِ حَبْلًا أَسْوَدَ ثُمَّ نَادَى قَبْلَ أَنْ يُبَايَعَ وَالْحَبْلُ فِي عُنُقِهِ يَا بَنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَعُّوْنِي وَكَادُوا يَقْتُلُونِي ثُمَّ تَنَاوَلَ يَدَ أَبِي بَكْرٍ فَبَايَعَهُ

انہیں قابو کر لیا اور سیاہ رسی ان کے گلے میں انہوں نے ڈال دی۔ پھر حضرت علی نے

بیعت کرنے سے قبل بلند آواز سے کہا۔ اور رسی ان کی گردن میں تھی اے صبری میں جائے بے شک لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا ہے اور قریب ہے کہ مجھے قتل کر دیں۔ یہ کہہ کر ہاتھ بڑھائے اور ابو بکر کی بیعت کر لی۔ (احتمال طبری صفحہ ۵۳ نس الرمن فی فضائل مسلمان باب نمبر ۱۱)

۲۔ بدست عمریک سر۔ سماں دوم در کف خالد پہلوان
گنڈندر گردن شیرنز کشیدند اور ابو بکر

رسی کا ایک سرا عمر کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا خالد پہلوان کے ہاتھ میں تھا۔ دونوں نے وہ رسی حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی گردن میں ڈال کر انہیں کھینچے ہوئے ابو بکر کے پاس لے گئے۔ (حملہ حیدری مطبوعہ تہران صفحہ ۲۸۲)

۳۔ پس عمر گفت اے پسر ابو طالب بر خیز و بیعت کن۔ حضرت گفت گردن کم چہ خواہی کرد عمر گفت گردن را میزنم۔ حضرت سے مرتبہ ایس سخن را گفت و ایس جواب را شنید تا حجت را بر ایساں امام کرد۔ پس عمر دست حضرت را گرفت و بے آنکہ حضرت دست بکشاند ابو بکر دست خود را از گردن بردوئے دست حضرت گذاشت (حق یقین صفحہ ۹۱ اور بیان مطاعن ابو بکر)

پس حضرت عمر نے کہا کہ اے ابو طالب کے بیٹے اٹھ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر۔ حضرت علی نے کہا اگر میں بیعت ابو بکر نہ کروں تو تو کیا کرے گا؟ حضرت عمر نے کہا کہ میں تیری گردن اُتار دوں گا۔ حضرت علی نے تین دفعہ یہی کلمہ دہرایا اور حضرت عمر سے وہی جواب سنا۔ تمام حجت کیلئے حضرت علی نے ایسا کیا پس حضرت عمر نے حضرت علی کے ہاتھ کو پکڑا۔ بغیر اس کے کہ حضرت علی نے اپنا ہاتھ کھول کر آگے بیعت کیلئے بڑھایا ہو۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنا ہاتھ کھول کر یعنی لبا کر کے حضرت علی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ (حق یقین صفحہ ۱۹۱)

۴۔ حضرت عمر کو خطرہ لاحق ہوا کہ لوگ ابو بکر کی بیعت سے پھر جائیں گے۔ دوبارہ کہا اے علی بیعت کر لو ورنہ قتل کر دوں گا۔ حضرت علی نے کہا صہاک کے بیٹے جھوٹ کہتا ہے اللہ

کی قسم تجھے ہمت نہیں تو خالد بن ولید فوراً اٹھا۔

دشمیر از غلاف کشید و گفت بخدا سوگند اگر بیعت کنی گردنت را سے زخم۔ حضرت امیر المومنین گریباں اور اگر گرفت حرکتے داد و بدور انداخت دشمیر از دستش افتاد ہر چند سعی کردند کہ حضرت دست بیعت دراز کند نکرد۔ پس دست آنحضرت را گرفتند و ابو بکر دست نخس خود را دراز کرد و بدست حضرت رسانید

اور تلوار نیام سے نکال کر کہا اللہ کی قسم! اگر بیعت نہ کرو گے تو گردن اڑا دوں گا۔ حضرت علی نے خالد کا گریبان پکڑ کر ہلایا اور اٹھا کر دور پھینک دیا۔ تلوار اُن کے ہاتھ سے گر گئی۔ بہت کوشش کی کہ حضرت علی بیعت کیلئے ہاتھ بڑھائیں لیکن کامیابی نہ ہوئی تو لوگس نے زبردستی حضرت علی کا ہاتھ پکڑا۔ ابو بکر نے اپنا منخوس ہاتھ لبا کیا اور حضرت علی کے ہاتھ تک پہننا کر بیعت کر لی۔ (جلا العیون جلد اول صفحہ ۶۱۲)

۵۔ روایت کردہ است کہ چون (ع) علی را ابو بکر از برائے بیعت طلبید و قبول نکرد عمر آمد آمد و آتشے طلبید کہ خانہ را بسوزاند حضرت فاطمہ در در خانہ اور ملاقات کرد و گفت اے پسر خطاب! خانہ مرا بروں سے سوزانی گفت آ رہے۔ و ایں قوری تراست۔ سر آنچه پدر تو آورده است پس علی آمد و بیعت کرد۔ (حق یقین مطاعن ابو بکر صفحہ ۲۰۹)

ترجمہ: روایت آئی ہے کہ جب ابو بکر نے حضرت علی کو بیعت کیلئے طلب کیا اور انہوں نے قبول نہ کی تو عمر آئے اور اپنے ساتھ علی کے گھر کو جلانے کیلئے آگ لائے۔ دروازے پر فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہو گئی۔ اور کہنے لگیں اے خطاب کے بیچے! میرے گھر کو جلادے گا عمر نے کہا ضرور اور یہ سزا قوی ترین ہے۔ اس دین سے جسے تیرا باپ لایا ہے پس حضرت علی آئے اور بیعت کر لی۔

۶۔ بروایع عباس عبدالمطلب کو معلوم ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ تلواروں کے نیچے بیٹھے ہیں

وہ روتے ہوئے آئے اور غل مچاتے تھے۔ لوگو میرے برادر زادے سے ہاتھ اٹھاؤ اور فریق و مدارات کرو اس کے ساتھ میں اس سے بیعت کروں گا۔

پس انہوں نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر خلیفہ اول کے ہاتھ کے ساتھ مس کر دیا اور وہ اس پر رضا مند ہو گئے۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت علی امیر المومنین نے بیعت نہیں کی تا وقتیکہ دھواں آنحضرت کے گھر سے بلند نہیں ہوا۔

(تہذیب التین فی تاریخ امیر المومنین جلد اول صفحہ ۶۷۲)

۷۔ ابراہیم بن سعد اشعری کہ مقبول الطرفین است از حضرت صادق (ع) روایت کردہ است کہ حضرت امیر المومنین (ع) بیعت با ابو بکر نہ کرتا آنکہ دید کہ دود از خانہ اش بلند شد ثقہ راوی ابراہیم بن سعد حضرت صادق سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین نے بیعت نہیں کی تا وقتیکہ دھواں آنحضرت کے گھر سے بلند نہیں ہوا۔ (حق الیقین در بیان مطاعن ابو بکر صفحہ ۲۰۹)

۸۔ عمر فرستاد بنزد قنفذ کہ اگر حضرت فاطمہ مانع بیروں آوردن علی (ع) بشود پرواہ کن و اور ایزن و درو کن چون حضرت رابد خانہ رسانیدند حضرت فاطمہ بنزد یک روآ مد مانع شد قنفذ در را بعقب کشود بر پہلوئے فاطمہ زد کہ یک دندہ از دندہ ہائے پہلوئے مبارکش شکست و فرزند یکہ حضرت رسول اور در شکم صدیقہ طاہرہ (ع) محسن نام کردہ بود سقط شد و باز ممانعت میفرمود تا زیہ نہ بر بازوئے مبارکش زد کہ استخوانش شکست و بہ ہمیں ضربتھا شہید شد چون از دنیا رفت در بازویش گرہ بزرگے از آں ضربت مانده بود۔ پاس حضرت امیر (ع) را پاں حال بیروں کشیدند تا بنزد ابو بکر آوردند و عمر یا شمشیر بر ہنہ بالائے سر آنحضرت ایستاد

(حق الیقین صفحہ ۱۸۷ اور بیان مطاعن ابو بکر)

ہماری درج کردہ روایات میں شیعہ حضرات کے فرضی اور من گھڑت افسانوی

واقعات کو اگر درست مانا جائے تو ان سے جو امور ثابت ہوئے ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اتنے کمزور اور ڈرپوک واقع ہوئے کہ لوگوں نے ان کے گلے میں رسی ڈال کر باطل قبول کرنے پر آمادہ کر لیا۔

۲۔ انہیں سرکش جانور کی طرح دو ٹکلیں ڈال کر ابو بکر صدیق کے پاس لایا گیا۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہایت بزدل (معاذ اللہ) کیونکہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے سامنے مارا پیٹا گیا زخمی کر دیا بازو کی ہڈی توڑ دی جس کی وجہ سے صاحبزادہ محسن کا اسقاط ہو گیا تو آپ خاموش کھڑے دیکھتے رہے۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے اتنے حریص تھے کہ جس کی خاطر سیدہ فاطمہ اور حسین کریمین کو مہاجرین و انصار کے ایک ایک دروازے پر لے گئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گدھے پر سوار اور حسین کریمین نے حضرت علی کی انگلیاں پکڑی ہوئی تھیں۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ ان کو دیکھ کر حصول خلافت میں میری مدد کریں گے۔ لہذا بنظر انصاف دیکھا جائے تو اس کا مقصد یہ ہوا کہ حضرت علی نے قبل از بیعت اپنے بارے میں فضا ہموار کرنے کیلئے انتہائی ممکن ذرائع استعمال کئے حتیٰ کہ بت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو در بدر پھرایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو نہایت رسوائی سے تقیہ کرتے ہوئے بیعت کر لی جو مولیٰ علی کے حق میں انتہا درجہ کی گستاخی اور توہین ہے۔

حضرت علی کی بیعت کو بالجبر ثابت کرنے کی دھن میں جن من گھڑت افسانوں اور جھوٹ پر مبنی واقعات کا سہارا لیا اس سے بڑھ کر بے باکی و گستاخی اور کیا ہوگی کہ بت رسول نے خلافت بلا فصل علی کرم اللہ وجہہ کیلئے در بدر بھیک مانگی اور حضرت حیدر کرار نے اپنے معصوم بچوں کو اپنی خلافت کی خاطر در بدر پھرایا۔ پھر بھرے مجمع میں بے عزتی بھی کروائی کیا یہ سب باتیں حب علی و اہل بیت کے ضمن میں آتی ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن کہ آپ جیسی شخصیت کے گلے

رسی ڈالی جائے اور کھینچا جائے اور سر تاپا مظلومیت کی تصویر بن جائیں یہاں تک کہ حضرت عباس کو منت و ساجت کرنی پڑی کہ لوگو میرے بیٹے کو چھوڑ دو میں ان سے بیعت کروالوں گا۔

انتباہ: اے مدعیان المل بیت وحب علی اس قسم کے توہین آمیز واقعات من گھڑت اضافہ جات سے توبہ کرلو۔ حضرت علی کے نورالعین حضرت امام حسین نے سارا کنبہ قربان کر دیا خود بھی جام شہادت نوش فرمایا مگر باطل کے سامنے جھکنا گوارا نہیں کیا۔ اسی طرح اگر خلفائے ثلاثہ برحق نہ ہوتے۔ باطل پر ہوتے تو علی شیر خدا کو جھکنے پر کون مجبور کر سکتا تھا۔ آپ بھی باطل کے خلاف ذوالفقار اٹھاتے خود شہید ہو جاتے خاندان کو قربان کر دیتے۔ لیکن باطل کی تائید و حمایت نہ کرتے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بے پناہ قوت و شجاعت سے نوازا تھا۔

(بیان قوت حیدری)

حضرت علی کو جب بارگاہ رسالت سے اسد اللہ کا لقب ملے جن کی شان و قوت ضرب المثل ہو۔

شاہ مرداں شیر یزدان قوت پروردگار

لا فتنی الا علی لا سیف الا ذوالفقار خود حیدر کرار کا اپنا فرمان۔ اگر سرار عرب بھی میرے مقابلے میں آجائے تو میں انکی گردنیں اُتارنے میں جلدی کرتا رہوں گا۔

(نسخ البلاغہ خطبہ ۴۹) وَإِنَّ عِنْدِي الْوَاخِ مُوسَىٰ وَعَصَاهُ وَإِنَّ عِنْدِي لَخَاتِمَ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ

حضرت موسیٰ کی الواخ اور عصا اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی مندری

میرے پاس ہے۔

مقام غور: یہ حدیث اصول کافی زبردست دلیل ہے۔ کہ حیدر کرار نے خلفاء ثلاثہ سے پورا

تعاون کیا اور ان کی بیعت کی اور سر موآن سے کچھ کچھاوٹ اور مناقشت پیدا نہیں ہوئی۔ اور جو ان کی باہمی دشمنی اور عداوت کی کہانیاں سنائی جاتی ہیں سراسر فرضی اور من گھڑت ہیں۔

اس لیے کہ جب سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی حضرت علی کے پاس موجود تھی تو کسی کی کیا طاقت تھی کہ خاتم سلیمان کے ہوتے ہوئے حیدر کرار کے سامنے سر اُٹھا کر سکے۔ حضرت علی خاتم سلیمان کے ذریعہ جنوں اور دیوؤں کے لاکھ ہاتھکروں کو جمع کر سکتے تھے بلکہ ہواؤں کو حکم دے سکتے تھے کہ دشمنوں کی بستیوں کو بنیادوں سے اُکھین کر لوٹیوں کا سا عبرتناک حشر کر دیتیں بلکہ خلفائے ثلاثہ کیلئے ایک ہی جن کافی تھا۔ جو آتا اور ان تینوں کو کہیں اڑاج کر لے جاتا۔ مگر وہ جانتے تھے کہ ابھی میری خلافت کا وقت نہیں آیا۔ (اصول کافی جلد اول صفحہ ۲۶۵ باب ۳۷)

۳۔ امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آصف بن برخیا کو اسم اعظم کا ایک حرف یاد تھا۔ جس کی برکت سے ملکہ بلقیس کا بھاری تخت چٹم زدن سے بھی پہلے آ گیا تھا اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس اسم اعظم کے دو حروف تھے انہیں دو کی برکت سے ان کے سارے کمالات تھے۔ (کوہڑ اور برص والوں کو اچھا کرنا۔ مادرزاد اندھے کو تندرست کرنا۔ مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چار حروف تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے آٹھ حروف عنایت کئے تھے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کے پاس اسم اعظم کے پندرہ حروف تھے اور حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پچیس حروف تھے۔

وَإِنَّ اسْمَ اللَّهِ الْأَعْظَمَ ثَلَاثَةٌ سَبْعُونَ حَرْفًا عَظِي مُحَمَّدَ النَّبِيْنَ

وَسَبْعِيْنَ حَرْفًا وَعِنْدَنَا مِنْهُ النَّانَ وَسَبْعُونَ حَرْفًا

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسم اعظم کے بہتر حروف عنایت فرمائے او

روہی بہتر حروف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ کو عنایت ہوئے۔

(اصول کافی باب ۳۵ صفحہ ۲۶۳ کتاب الجہت)

نوٹ: مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم تینوں برحق خلیفے تھے اور حضرت علی نے تینوں خلفاء کی بیعت کی تھی۔ ورنہ حضرت علی کے پاس ذاتی شجاعت اور قوت کے علاوہ اسم اعظم جیسی زبردست قوت موجود تھی جس کے ایک ہی دفعہ پڑھ لینے سے دشمنوں کو راکھ کا ڈھیر کیا جاسکتا تھا۔ خلفائے ثلاثہ ہی کیا دنیا بھر کے مخالفین کو اسم اعظم کی ایک ہی پھونک سے خاکستر کیا جاتا۔ لیکن خلفائے ثلاثہ میں کوئی غلطی ہونا ناممکن اور محال ثابت ہوئی۔ ورنہ اسم اعظم کی پھونک سے ان کو جلا یا جاتا۔

۵۔ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ عَلِيًّا لَمَّا رَفَعَ السِّيفَ لِيَضْرِبَ بِهِ مَرْحَبًا
أَمَرَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ، إِسْرَافِيلَ وَمِيكَائِيلَ أَنْ يَقْبِضَا عَفْهَهُ، فِي الْهَوَاءِ حَتَّى
لَا يَضْرِبَ بِكُلِّ قُوَّتِهِ وَمَعَ هَذَا..... فَكَانَ عَلَى جَنَاحَيْ أَثْقَلَ
مِنْ مَدَائِنَ قَوْمِ لُوطٍ وَهِيَ سَبْعُ مَدَائِنَ

خیبر میں مرحب کے قتل ہو جانے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوشخبری سننے کے بعد جبرائیل سے دریافت فرمایا کہ خوشخبری کیسی ہے۔ تو جبرائیل علیہ السلام بولے یا رسول اللہ جب حضرت علی نے مرحب کو قتل کرنے کیلئے تلوار اٹھائی تو اللہ تعالیٰ نے اسرافیل اور میکائیل علیہم السلام دو فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ حضرت علی کے بازو ہوا میں روک دیں تاکہ تلوار پوری قوت سے نہ ماریں۔ اس کے باوجود مرحب اس کی زہرہ اور اس کا گھوڑا دو ٹکڑے ہو گئے۔ تلوار علی زمین میں گھس گئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا کہ اے جبرائیل علیہ السلام زمین کی طرف جلدی سے جاؤ اور علی کی تلوار کو کٹاؤ

سے روک دوتا کہ وہ زمین کی تہہ تک نہ پہنچ جائے اور زمین زیرِ زبر ہو جائے۔ میں جلدی سے آیا اور اس تکوار کو روک دیا۔ میں نے اپنے سر پر اس کی قوت کا زور اتنا محسوس کیا کہ قوم لوگ کی سات بستوں سے بھی زیادہ وزنی تھا۔ (انوارِ نعمانیہ صفحہ ۷ طبع قدیم تذکرہ شجاعت علی) مقام غور و فکر ناظرین کرام!

یہ چند واقعات جو خود شعیہ کتب کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد ہم قارئین کرام سے انصاف چاہتے ہیں کہ ایسا صاحبِ قوت صاحبِ معجزہ اور صاحبِ تصرف اور بیابانہ روزگار جس کی ماتحتی الٰہی تک زمین و آسمان کے فرشتے لرزائیں۔ ان کے گلے میں رسی ڈال کر لوگ کھینچتے ہوئے ابو بکر صدیق کے پاس لیجائیں اور وہ قتل کے خوف سے مجبوراً بیعت کر لیں یہ کیسے ممکن ہے۔

حق یہ ہے کہ حضرت علی کی شجاعت بے مثل ہے ایسے شجاع بہادر کا مجبوراً بیعت کر لینا ثابت کرنا بڑا اجل و فریب ہے۔ جبکہ حضرت علی نے فرمایا کہ اگر پوری دنیا بھی میرے سامنے آجائے تو مجھے حق کہنے سے نہیں روک سکتی بلکہ میں انکی گردنیں اتارنے میں جلدی کروں گا۔ اور حضرت حیدر کرار کیلئے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم بھی تھا کہ اے علی جو شخص قرآن اور میری سنت کی مخالفت کرے اور دین میں اپنی رائے کو دخل دے تم ایسے بدعتی کے ساتھ جنگ کرو۔ (احتجاج طبری مطبوعہ ایران صفحہ ۹۶)

اور خود حیدر کرار کا اپنا فرمان کہ خبردار میں دو شخصوں سے ضرور جنگ کروں گا ایک وہ شخص جو خلافت کا مدعی ہو لیکن اس کا اہل نہ ہو۔ دوسرا وہ شخص جو اس چیز سے اپنے نفس کو منع کرے جو اس کیلئے واجب اور لازم ہو۔

(نسخ البلاغہ خطبہ ۷۲ صفحہ ۵۲، ۵۳، نسخ البلاغہ صفحہ ۲۳۹ کا ترجمہ نیرنگ فصاحت)

ہم شیعہ حضرات کو دعوتِ غور و فکر دیتے ہیں جو کہ ہم نے پانچ حوالے قوتِ حیدری پر

شیعہ کتب سے لکھے ہیں۔ ان کی اعجاز و تصرف اور خدا دادہ قوت پر بنام خدا اور شہید کر بلا کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ انصاف سے کام لو اور ان واقعات کی روشنی میں حضرت حیدر کرار کی بیعت بالجبر کے وجود بلکہ تصور کو بھی شان علی المرتضیٰ کے خلاف سمجھو۔ حضرت حیدر کرار کا بخوشی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا ثابت ہے۔

(خطبہ نوح البلاغہ صفحہ ۳۷)

فرمان علی شیر خدا:

الدَّلِيلُ عِنْدِي عَزِيزٌ حَتَّىٰ اخُذَ الْحَقُّ وَالْقَوِيُّ عِنْدِي ضَعِيفٌ حَتَّىٰ اخُذَ الْحَقُّ مِنْهُ، ذَلِيلٌ (و مسم کشیدہ)

میرے نزدیک زبردست ہے تاکہ اُس کا حق اوروں سے لیکر دلاؤں۔ اور زبردست میرے نزدیک ضعیف ہے۔ یہاں تک کہ مظلوم کا حق اُس سے لے لوں۔ یعنی مجھے ظالم سے ڈر نہیں بلکہ ظالم میرے سامنے ناتواں اور کمزور ہے۔ جب تک کہ وہ اپنے ظلم سے باز نہ آوے اور مظلوم کا حق ادا نہ کر دے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی تو پھر وہ کسی زبردست سے کیوں ڈرتے۔ اگر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تو کیوں چھوڑتے۔ مگر وہ جانتے تھے کہ خلافت کے پہلے حقدار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور خدائی فیصلہ بھی یہی ہے۔ مجھے خدائی فیصلے کے سامنے تسلیم کرنا ہوگا۔ چنانچہ فرمایا:

رَضِينَا عَنِ اللَّهِ قَضَاءَهُ، وَسَلَّمْنَا لِلَّهِ أَمْرَهُ،

ہم اللہ کے فیصلے پر راضی ہو گئے اور جو اللہ کا حکم ہے اس کو تسلیم کر لیا یعنی ہم کو معلوم ہے کہ اللہ نے پہلی خلافت حضرت ابو بکر صدیق کیلئے مقرر کی ہے۔ ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہیں۔

أَتْرَانِي أَكْذِبَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ
لَأَنَا أَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ، فَلَا إِكْثُونَ أَوَّلَ مَنْ كَذَّبَ عَلَيْهِ

آپ فرماتے ہیں کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہوں۔ واللہ میں نے سب سے پہلے اُن کی تصدیق کی ہے۔ اب میں سب سے پہلے اُن پر جھوٹ بولنے والا نہ بنوں گا۔ یعنی رسول خدا مجھے یہ خبر دے گئے ہیں کہ پہلی خلافت ابو بکر صدیق کی ہے۔ میں یہ خبر سچی بیان کرتا ہوں ہرگز جھوٹی نہیں۔

فَنظَرْتُ فِي أَمْرِي فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي

چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ بعد وفات رسول خدا جب میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرا ابو بکر کی اطاعت کرنا اور ان کی بیعت میں داخل ہونا اپنے لئے بیعت لینے سے بہتر ہے۔

وَإِذَا الْمِيثَاقُ فِي عُنُقِي لِخَيْرِي

رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مجھ سے عہد لینا مجھے اس کا پابند رہنا لازم ہے۔ جب لوگ ابو بکر صدیق کی بیعت کر لیں تو میں بھی بیعت کر لوں اس وجہ سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہو گیا تھا کہ ابو بکر سے بیعت کرنے کا جو معاہدہ میں نے رسول خدا سے کیا تھا وہ میری گردن میں تھا۔ اس کی شرح میں فیض الاسلام سید علی نقی یوں رقمطراز ہیں۔ کہ در امر خلافت خود اندیشہ کردہ دیدم کہ اطاعت و پیروی از فرمان حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بر من واجب است۔ بیت کردم و بر طبق عہد و پیمان خود باں حضرت رفتار نمود۔

یعنی جب میں نے اپنی خلافت کے بارے میں غور و فکر کیا تو کیا ایک یاد آ گیا کہ بحکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر اطاعت اور پیروی واجب ہو گئی ہے۔ چنانچہ میں نے بیعت کر لی

اور جس طرح میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد و پیمان کیا تھا اس سے سرموادھر ادھر نہ ہوا۔ بلکہ اسی پر ثابت قدم رہ کر عہد و پیمان کو پوری طرح نبھایا۔

(نسخ البلاغہ خطبہ ۳ ص ۲۲۲ شرح فیض الاسلام سید علی نقی مجتہد صفحہ ۱۱۳)

مذکورہ خطبہ اور اس کی شرح سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

- ۱۔ حضرت علی المرتضیٰ کے اپنے فرمان کے مطابق آپ کے نزدیک قوی اور ضعیف برابر تھے۔ کیونکہ آپ ہر طاقتور سے زیادہ طاقتور ہیں اس لئے کمزور کا حق اسے دلا سکتے ہیں۔
- ۲۔ جب اللہ نے قضاء کے مطابق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا فیصلہ کر دیا تو میں قضاء قدر الہی سے خوش ہوں اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔
- ۳۔ جب ایمان لانے میں مجھے سب سے اولیت حاصل ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تقیہ کی اڑ لیکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جھوٹ بولوں۔
- ۴۔ مسئلہ خلافت میں غور و فکر سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرے لئے ابوبکر کی بیعت کر لینا اپنی بیعت لینے سے زیادہ راجح ہے۔
- ۵۔ میری گردن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عہد بندھا ہوا ہے کہ جب لوگ ابوبکر کی بیعت کر لیں تو میں بھی بیعت کر لوں گا۔
- ۶۔ جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عہد ابوبکر صدیق کی بیعت کرنے کا میرے ذمہ لازم ہے تو کیسے ممکن ہے کہ آپ کا عہد توڑ دوں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے منہ موڑوں۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی طرح بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے اعراض نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عہد اور خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فیصلہ ابوبکر صدیق کے خلیفہ برحق ہونے کا بین ثبوت ہیں۔

خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت ابو بکر صدیق کہ ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے اتنی جلدی کی کہ پورا لباس بھی نہ پہن سکے۔ صاحب روضۃ الصفا نے اس کو یوں بیان کیا ہے امیر المؤمنین علی چوں استماع نمود کہ مسلمانان بر بیعت ابو بکر صدیق نمودند بجمیل از خانہ بیرون آمد چنانچہ بیچ در برداشت بغیر از پیرہن نہ آزار و نہ روا بچہاں نزراد ابو بکر صدیق رفتہ باو بیعت نمود بعد ازاں فرستادند تا جامہ بجلس آوردند۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب سنا کہ تمام مسلمانوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے تو اس قدر جلدی در دولت سے باہر تشریف لائے کہ چادر اور تہبند بھی نہ اوڑھ سکے۔ صرف پیرہن میں ملبوس تھے اسی صورت میں ابو بکر کے ہاں پہنچ کر بیعت کی۔ بیعت سے فراغت کے بعد چند آدمی کپڑے لینے کیلئے بھیجے تاکہ مجلس میں کپڑے لے آئیں۔

نوٹ: واذا الميثاق في عنتي لغيري کے جملے کی تشریح شرح فیض الاسلام سید علی نقی اور صاحب روضۃ الصفاء سے پڑھ چکے ہیں۔

ان دونوں شیعوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس جملہ کی جو شرح کی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ بخوشی اور بسرعت حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت کیلئے چل پڑے اور بیعت کی۔ کوئی مجبور نہ تھے اور نہ زبردستی بیعت کرنے پر ان کو آمادہ کیا گیا۔ اگر خوشی اور رضامندی تھی تو ابوسفیان کی فرمائش بڑی بر محل تھی اسے نہ ٹھکراتے خود بھی قوی تھے اور ابوسفیان کی طرف سے سواروں اور پیادوں کا میدان بھر دینا (روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۳۳۲ ذکر بیعت علی رضی اللہ عنہ) تو بتاؤ ایسے میں مجبوری کب ٹھہر سکتی ہے۔ کتنے بے علم ہیں وہ لوگ جو حضرت علی کی اس بیعت کو (بیعت مکروہ) کا نام دیتے ہیں۔ ہم تو حضرت علی حیدر کرار کے مقلد ہیں اور انہیں کے نقش قدم کو راہ نجات یقین کرتے ہیں۔

علی امام من است و منم غلام علی
ہزار جان گرامی فدائے نام علی

۳۔ سید عالم الہدیٰ کی سینے اور خوشی سے سردھینے

وَإِنْ أُرِيدَ بِالْبَيْعَةِ الصَّفَقَةَ وَأَظْهَارُ الرِّضَا فَذَلِكَ مِمَّا وَقَعَ مِنْهُ

اگر بیعت سے مراد ہاتھ میں ہاتھ دینا اور رضا خوشنودی کا اظہار لی جائے تو یہ بیعت
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ضرور کی ہے۔ یعنی حضرت علی نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ میں ہاتھ
بھی دیا اور زبان سے بھی رضاء اور خوشی کا اظہار فرمایا۔

(کتاب تزییہ الانبیاء والائمہ مصنف علم الہدیٰ سید مرتضیٰ مطبوعہ تہران صفحہ ۱۳۸)

سید علم الہدیٰ کی تصریح سے صاف ثابت ہو گیا کہ حیدر کرار نے نہایت رضامندی
سے خلفاء کی بیعت کی تھی اور باہمی آویزش کی کوئی شکایت نہ تھی اور جنہوں نے اس موقع پر
نہایت ذلت آمیز کہانیاں چسپاں کر کے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا اور ان کی سیاہ باطنی کی
قلعی کھل گئی۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

نوٹ: اہل سنت کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ذرا بھی
توقف بیعت صدیقی میں نہیں کیا۔ بعض روایات میں جو توقف تین دن یا چھ ماہ منقول ہے
علمائے اہل سنت نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کئی بار بیعت کی اور یہ تکرار بیعت
محض اس لئے تھی کہ فتنہ رض کا انتساب ان کی طرف سے نہ ہو سکے۔ فتنہ رض کی خبر بطور پیش
گوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ سن چکے تھے اور وہ یہ سن چکے تھے کہ وہ لوگ اپنے کو
میری طرف منسوب کریں گے۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑا اہتمام اس امر کا کیا

کہ یہ ان کی طرف منسوب نہ ہو سکے۔

شیعہ حضرات اب اپنے حجۃ الاسلام والمسلمین صدر المفسرین قبلہ و کعبہ علامہ السید علی الحارثی کی سینے۔ حضرت علی علیہ السلام نے خلفائے ثلاثہ میں سے کسی ایک کی بھی بیعت نہیں کی۔ اس لئے بیعت کی قصہ ہی از سر تا پا غلط ہے۔ اور افترا ہے۔ اور اگے چل کر لکھتے ہیں۔ اسی بنا پر جناب امام حسن علیہ السلام اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے باہمی سمجھوتے کا نام صلح رکھا گیا نہ کہ بیعت اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے تو یزید کی بیعت سے انکار کر کے قیامت تک آنے والی نسلوں کو ثابت اور ظاہر کر دیا کہ امام معصوم بالحق اسی طرح فنا ہونا اختیار تو کر لیتے ہیں مگر غیر معصوم کی کسی طرح بیعت نہیں کرتے۔

(خلافت قرآنی مصنفہ سید علی الحارثی صفحہ ۸۲، ۸۳)

جواب علامہ سید علی الحارثی کا فرمانا کہ حضرت علی المرتضیٰ نے خلفائے ثلاثہ میں سے کسی ایک کی بھی بیعت نہیں کی اس لئے بیعت کا قصہ ہی از سر تا پا غلط ہے اور افترا ہے۔ جب کہ ہم نے احتجاج طبری نفس الرحمن فی فضائل سلیمان۔ حملہ حیدری، حق القین، جلاء العیون، تہذیب التین فی تاریخ امیر المؤمنین وغیرہ سے انہیں کے مجتہدوں اور اکابر علماء شیعہ سے حضرت علی المرتضیٰ کا حضرت ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت کر چکے ہیں۔ اگر کوئی دھوکہ دینے کی غرض سے یوں کہے کہ شیر خدا کی بیعت کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ انہوں نے رضامندی سے بیعت نہیں کی تھی بلکہ صرف ظاہری حیثیت سے ہاتھ میں ہاتھ ملایا تھا۔ حقیقی بیعت تمہی کہی جاسکتی ہے کہ قلبی رضامندی بھی ثابت ہو۔

جواب: یہ اعتراض بے ہودہ ہے اس کا جواب دینا سوائے تفسیح اوقات کے کچھ نہیں۔ سوچئے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا منبع صدق و صفا جیسے بزرگوار سے یہ توقع ہی ناممکن ہے کہ وہ ظاہری حیثیت سے کسی کی بیعت کر کے اسے اپنی وفاداری کا یقین دلا رہے ہوں اور اپنے اندر اس کی

سراپا مخالفت ہو۔ بتاؤ منافقت کے کہتے ہیں۔ اللہ اللہ حضرت علی المرتضیٰ کی شان اس سے پاک اور بلند و بالا ہے۔ اُن کے متعلق اس قسم کا گمان بھی کرنیوالا اپنی عاقبت کا اندیشہ کرے۔ دوسرے یہ کہ ہم نے شیعہ حضرات کی کتب معتبرہ سے ایسے حوالے پیش کیے ہیں جن سے براء و رغبت اور بخوشی بیعت کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ (روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۴۳۲ سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بخوشی اور سرعت حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت کیلئے چل پڑے۔

تزییہ الانبیاء والائمہ مصنف علم الہدی سید مرتضیٰ صفحہ ۱۳۸ یعنی حضرت علی نے حضرت ابو بکر صدیق کے ہاتھ میں ہاتھ دیا بھی اور اپنی زبان مبارک سے بھی رضا اور خوشی کا اظہار کیا۔

۳۔ خطبہ نمبر ۳۷ سچ البلاغہ حوالہ پیچھے گذر چکا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی صورت بھی حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت سے اعراض نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عہد اور خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فیصلہ حضرت ابو بکر صدیق کے خلیفہ برحق ہونے کی بین ثبوت ہیں۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے اتنی جلدی کی کہ پورا لباس بھی زیب تن نہ کر پائے۔

۴۔ لَمَّا كَانَ بَعْدَ بَيْعَةِ أَبِي بَكْرٍ قَعَدَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ صَلَوَاتِ اللَّهِ عَلَيْهِ فِي بَيْتِهِ فَقِيلَ لِأَبِي بَكْرٍ قَدْ كَرِهَ بَيْعَتِكَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ أَكْرَهْتُ فَبَيْعَتِي قَالَ لَا وَاللَّهِ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ آپ مجھ سے

بیعت کرنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں آپ سے بیعت کرنا لازم اور پسندیدہ امر سمجھتا ہوں۔

نوٹ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے قول کو قسم سے مؤکد کرتے ہوئے دشمنانِ بیعت کے منہ پر وہ کاری تھڑ رسید کیا ہے کہ زبردستی بیعت کی جھوٹی کہانیاں تصنیف کر نیوالے بعد ازیں ہرگز اس قسم کی جسارت نہیں کر سکیں گے مگر اہل علم، اہل ایمان، اہل انصاف لوگ اور سرے سے واقعہ بیعت سے انکار کر نیوالوں کو تو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس قول مبارک نے بے غسل و کفن دفن کر دیا ہے۔

فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب مطبوعہ تہران شیعہ حضرات کے مصنف علامہ حسین بن علی نقی نوری طبری ہم نے چار ثبوت شیعہ حضرات کے اکابر علماء کے بھی پیش کر کے اتمام حجت کر دی جن میں حضرت علی رضی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا برضا و رغبت ثابت ہو گیا۔

دوسری بات علامہ سید علی عالمگیری صاحب کی لکھتے ہیں کہ اسی بنا پر جناب امام حسن علیہ السلام اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے باہمی سمجھوتے کا نام صلح رکھا گیا نہ کہ بیعت اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے تو یزید کی بیعت سے انکار کر کے قیامت تک آنیوالی نسلوں کو ثابت اور ظاہر کر دیا کہ امام معصوم بالحق اس طرح فنا اختیار تو کر لیتے ہیں مگر غیر معصوم کی کسی طرح بیعت نہیں کرتے۔

جواب سینے اور سردھنیے (رجال کشی) سے

إِنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهَا أَنْ
أَقْدِمُ أَنْتَ وَالْحُسَيْنُ..... فَقَالَ يَا حَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ

قَالَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو لکھ بھیجا کہ آپ خود امام حسین اور دیگر اصحاب علی تشریف لائیں۔ اس پیغام کے ملنے پر وہ چلے اور ان کے ساتھ ہی قیس بن سعد بن عبادہ بھی تھے۔ شام پہنچے پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خطیب مقرر فرمایا جس نے امام حسن کو کہا اٹھیے اور بیعت کیجئے وہ اٹھے اور بیعت کی۔ پھر امام حسین کو بھی یونہی کہا گیا یہ بھی اٹھے اور بیعت کی پھر جب قیس بن سعد بن عبادہ کو کہا گیا تو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور اُن کے حکم کے منتظر تھے۔ کہ انہوں نے فرمایا امام حسن میرے امام ہیں جب انہوں نے بیعت کر لی تو مجھے اس پر کیا اعتراض۔ یعنی تجھے بیعت کر لینی چاہیے۔ (رجال کشی صفحہ ۱۰۲) (تذکرہ قیس بن سعد بن عبادہ)

نوٹ: اسی کتاب کی خلفاء الراشدین کی خلافت حقہ پر دلیل سوم میں قول علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیر خدا آنکھیں کھول کر پڑھیے۔ اصل عبارت عربی کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

امالی طوسی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے اٹھالیے گئے۔ اور میں آپ کے نزدیک اور تمام لوگوں کے نزدیک سب سے بہتر تھا۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ پھر فرمایا تم نے مجھے چھوڑ کر ابو بکر کی بیعت کر لی تو میں نے بھی ابو بکر کی بیعت اسی طرح کَمَا بَايَعْتُمُوهُ جیسے تم نے ان کی بیعت کی تھی۔ اور مجھے یہ ناپسند تھا۔ مسلمانوں کی وحدت کو توڑنا اور ان جمیعت کو پاش پاش کرنا میں نے اچھا نہ سمجھا۔ پھر ابو بکر صدیق نے اپنے بعد خلافت حضرت عمر فاروق کے سپرد کر دی۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ میری قرابت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ تھی۔ پھر میں نے حضرت عمر کی بیعت اسی طرح کی (كَمَا بَايَعْتُمُوهُ) جیسے تم نے کی تھی اور اپنی

بیعت کی پاسداری کرتے ہوئے اسے برقرار رکھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر شہید ہو گئے۔ حتیٰ کہ جب وہ شہید ہوئے تو مجھے مجلس شوریٰ کے ارکان میں چھٹا رکن مقرر کیا میں نے حضرت عمر کی مقرر کی ہوئی رکنیت کو قبول کیا اور میں نے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا پسند نہ کیا۔ پھر تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی لہذا میں نے بھی تمہاری طرح عثمان کی بیعت کر لی۔ حاصل کلام یہ کہ یہ مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اپنا قول مبارک ہے۔ کسی ذاکر یا کسی شیعہ عالم یا کسی شیعہ مجتہد کا نہیں۔

آپ نے دونوں فیصلہ کر دیا کہ جس طرح تم لوگوں نے خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی میں نے بھی اسی طرح کی تھی۔ جو لوگ اس وضاحت کے ہوتے ہوئے پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیعت کرنے کا انکار کرتے ہیں تو ان کا انکار یا تو بے علمی کی بنا پر ہے یا پرلے درجے کا جھوٹ۔

۲۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی وہ خلیفہ برحق مان کر بیعت کی تھی۔ ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باطل کے ہاتھ پر بیعت کی جو کہ شان علی اور شجاعت علی رضی اللہ عنہ کے بالکل منافی ہے۔ اور پھر خود ہی اس بیعت کے حق ہونے کی صراحت اس طرح فرما رہے ہیں کہ میں نے بیعت کر کے پھر اس کی وفاداری اور پاسداری کی۔ (امالیٰ شیخ طوسی جلد دوم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کی برضا و رغبت بیعت کرنا جس میں جبر و اکراہ کا مطلق دخل نہ تھا۔ فرق الشیعہ ابو محمد بن موسیٰ زونجنتی مطبع نجف اشرف صفحہ ۳۸ یہ تیسری صدی کا بلند پایہ شیعہ عالم ہے۔

قالت الشيعة ان علينا كان الى الناس بعد رسول الله صلى

الله عليه وسلم

ترجمہ: شیعہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ کیونکہ وہ فضیلت، سبقت اور علم میں سب سے بڑھ کر ہیں اور اپنی سخاوت و شجاعت، ورع و زہد کی وجہ سے اپنے سے بعد والوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود تمام صحابہ نے باتفاق رائے

جاز و امامہ ابی بکر و عمر ہما اہلا لذلک المکان
والمقام و ذکرُوا ان علیا علیہ السلام لہما الامر و رضی بذاک و
بالیہما طانعار غیر مکرہ و ترک حقہ لہما و نحن رضوان کما
رضی اللہ المسلمین لہ و لمن بایح لا یحل لنا غیر ذالک ولا یسمع
منا احدا الال ذالک وان والایۃ ابی بکر صارت رشا و ہدی
تسلیم علی و رضاه

ترجمہ: حضرت ابو بکر و عمر کی امامت کو جائز سمجھا اور ان کو اس منصب اور مقام کا اہل تسلیم کیا اور یہ بھی ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا حق ان کو دے کر برضا و رغبت ان کی بیعت کی اس میں جبر کو مطلق دخل نہ تھا۔ اور ہم اس پر راضی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہے ان کیلئے اور جنہوں نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کی بیعت کی ہمارے لئے بھی اس کے بغیر کوئی رو یہ جائز نہیں اور ہم سے کوئی شخص اس کے بغیر نہیں سنے گا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تسلیم کرنے اور راضی ہونے کی وجہ سے ابو بکر کی خلافت سراپا رُشد و ہدایت ہے۔ شیعہ حضرات کے بلند پایہ عالم کا یہ بیان حضرت علی کے بیان کی تائید ہے اور تصدیق بھی جو اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ اور خلافت بلا فصل کا حل بھی ہے۔ اگر حضرت کی خلافت کا حق تسلیم بھی کیا جائے تو انہوں نے اپنا حق خلفائے ثلاثہ کو دے کر اور ان کی برضا و رغبت بیعت کر کے

بعد کے شیعہ کی اس تہمت کی تردید کر دی کہ خلفائے ثلاثہ نے حق غضب کیا تھا۔ حالانکہ یہ بات ایک فرضی کہانی کو تسلیم کر لینے کی بنا پر ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا کوئی نشان تک نہیں ملتا۔ (فرق الشیعہ مطبع نجف اشرف صفحہ ۳۸)

شیعہ حضرات کے تیسری صدی کے ایک بلند پایہ شیعہ عالم کی صراحت کے باوجود اگر شیعہ حضرات پھر بھی اصرار کریں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو بیعت کی وہ صرف قولی اور فعلی تھی۔ قلبی اور حقیقی نہ تھی تو یہ دعویٰ انکا ایسا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔

دیکھیے شریعت ظاہری کے احکام کا نام ہے اور مسلمان ظاہر شریعت کے مکلف ہیں اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ ظاہری قول و فعل پر شریعت کے حکم کا اطلاق ہوگا۔ کسی کے دل کو چیر کر تو نہیں دیکھا جاسکتا۔ اور نہ کوئی دیکھتا ہے۔

مثلاً ایک شخص زبان سے لوگوں کے سامنے اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے۔ مگر قاضی کے سامنے کہتا ہے کہ میں نے دل سے طلاق نہیں دی تھی صرف زبان سے کہا تھا تو بتاؤ قاضی کیا فیصلہ دے گا۔

یا کوئی شخص مجسٹریٹ کے سامنے زبان سے اقرار جرم کرتا ہے مگر کہتا ہے کہ میرے دل میں تو انکار پوشیدہ ہے تو بتاؤ مجسٹریٹ اس کے موجودہ زبانی اقرار جرم پر فیصلہ کرے گا یا دل کے انکار پر

اسی بنا پر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے قول و فعل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت اور امامت کو تسلیم کرتے ہیں ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اُن کی اقتدا میں نمازیں پڑھتے ہیں تو شیعہ حضرات کا اسپر اصرار کہ دل سے کچھ بھی نہیں کیا تھا یہ بچکانہ باتیں ہیں۔

اسی اصول کی شہادت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فتویٰ شیعہ حضرات کی معتبر

کتب میں موجود ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی جا رہی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر سے بزور شمشیر بیعت لی تھی۔

ملاحظہ ہوتا ہے التورخ

بروایت اول کس مالک اشتر برخاست و خمیصہ خویش را بیفکند و با علی بیعت کرد و تیغ بر کشید و باز بیز و طلحہ گفت قُومًا فَبَايَعُ وَالْأَكُنْتُمَا الْاَيْلَةَ عِنْدَ عُثْمَانَ یعنی برخیزید بیعت کنید و گرنہ ہم دریں شب خواب گاہ پہلوئے عثمان خواهید داشت پس ایشان بتوانی و گرانہ برخاستند و بیعت کردند

ترجمہ: اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے اول بیعت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مالک اشتر نے کی اور جب وہ بیعت کر چکا تو کھڑا ہو گیا اور تلوار کو نیام سے نکال لیا اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کو کہنے لگا کہ اٹھو اور فوراً علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرو ورنہ رات عثمان کے پاس جا کر رہو گے۔ یعنی اسی رات عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس قبر میں پہنچ جاؤ گے۔ وہ بادل خواستہ اٹھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔

نوٹ: اگر کوئی کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جبراً بیعت لی گئی (اگرچہ یہ سراسر جھوٹ ہے) تو یہاں بھی وہی نمونہ ہے۔ کہ طلحہ اور زبیر سے بھی بزور تلوار بیعت لی جا رہی ہے۔ مگر سیدنا علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص صرف ہاتھ سے بیعت کرے اگرچہ دل اس کی موافقت نہ کر رہا ہو۔ وہ بیعت معتبر ہے۔ اس لئے کہ جب وہ ہاتھ میں ہاتھ دے رہا ہے تو حکم ظاہری عمل پر لگایا جاتا ہے۔ لہذا یہ عمل اس کا دلیل ہے اس بات کی کہ اُس نے بیعت حقیقتاً کی ہے۔ چنانچہ نبی البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زبیر کے حق میں فرماتے ہیں۔ کہ زبیر رضی اللہ عنہ کا خیال یہ ہے کہ میں (زبیر) نے ہاتھ سے بیعت کی ہے دل سے بیعت نہیں

کی۔ پس اُس نے اقرار کر لیا بیعت سے روگردانی کرنوالا باغی قرار دیا جائیگا۔

يَزْعَمُ أَنَّهُ قَدْ بَايَعَ بِيَدِهِ وَلَمْ يُبَايِعْ بِقَلْبِهِ أَقْرَبَ بِالْبَيْعَةِ

زیر کا یہ حال ہے کہ انہوں نے بیعت ہاتھ سے کی ہے دل سے نہیں (کتنی عجیب بات ہے) بہر حال یہ مان کر انہوں نے بیعت کا اقرار تو کر ہی لیا۔ حضرات شیعہ جس کروٹ کا ارادہ کرتے ہو اپنی ہی روایات ان کے لئے سدراہ ثابت ہوتی ہیں۔ اب تو یہ حال ہوا کہ جائیں تو جائیں کہاں۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

اب ایک ہی صورت ہے یا روایات مذکورہ جو کہ ہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے ضمن درج کی ہیں غلط ثابت کریں یا سچا مانیں۔ دونوں صورتوں میں علامہ السید علی الحارثی کے چیلوں کا بطلان ظاہر ہے۔ اگر روایات کو غلط تسلیم کریں تو مذہب فنا ہو جائے۔ اگر صحیح تسلیم کریں تو مذہب حقہ اہل سنت کی صداقت اور بھی اظہر من الشمس ہو جائے۔

الجبھا ہے پاؤں یار کا ذلف درا زمیں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(خطبہ نمبر ۸ صفحہ ۱۵۳ نصح البلاغہ عنوان کیا بیعت ٹوٹ سکتی ہے)

ایک شبہ کا ازالہ، از سید علامہ علی الحارثی

جواب: آیہ استخلاف میں تشبیہ گمما استخلف الذین من قبلہم سے جو مفہوم شیعہ حضرات بیان کرتے ہیں۔ (یعنی گذشتہ امتوں میں خلیفہ اللہ تعالیٰ خود مقرر فرماتا تھا۔ یا اس کا کوئی پیغمبر یہ فریضہ سرانجام دیتا تھا۔ تو) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی انہی دو طریقوں سے خلیفہ کا ہونا لازمی ہے۔ یہ بھی شیعہ حضرات کا مفروضہ اور سر اسر غلط مفہوم ہے۔

کیونکہ یہ آیت استخلاف میں گمما استخلف الذین من قبلہم میں جو تشبیہ ہے وہ نفس خلافت کے بارے میں ہے۔ یعنی پہلے لوگوں میں خلفاء اللہ تعالیٰ نے بنائے تھے۔ اور ان کو تمکین فی الارض اور سلطنت عطا فرمائی۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ وَآتَيْنَهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں میں خلفاء مقرر فرمائے اسی طرح اے امت محمدیہ! تم میں بھی خلفاء مقرر فرمائے گا۔ اور اس وعدہ خداوندی کے مطابق خلفاء راشدین کو خلیفہ بنایا۔ تو تشبیہ میں اتنا ہی اعتبار کافی ہوتا ہے۔ اور تشبیہ کیلئے یہ کوئی ضروری نہیں کہ جن دو چیزوں میں تشبیہ دی گئی ہو وہ عام صفات و لوازمات میں ایک دوسرے کے مشابہہ ہوں۔ جیسے کسی کو کہا جاتا ہو *هو كالاسد* یعنی وہ شیر کی مانند ہے۔ اس سے یہ ثابت ہو کہ وہ درندہ بھی ہو اس کے لئے دم اور گردن کے بڑے بڑے بال ہوں۔ یعنی صرف شجاعت سے تشبیہ مراد ہوتی ہے۔ اسی طرح یہاں آیت استخلاف گمما استخلف الذین من قبلہم میں بھی تشبیہ صرف خلافت اور حکومت دینے میں ہے۔ تمام صفات و لوازمات میں نہیں۔ علامہ علی الحارثی صاحب! ان آیات میں جن خلفاء کا آپ ذکر کر کے تشبیہ دے رہے ہیں۔ مثلاً لِقَوْلِهِ تَعَالَى إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (پ ا ع ۴)

کہ آدم علیہ السلام کو زمین میں خلیفہ بنانے والا میں ہوں۔ پھر داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ اے داؤد علیہ السلام ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ پھر حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ اِذْ قَالَ مُوسَى لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي حضرت ہارون بھی خلیفہ بالنفس قرار پایا نہ بالا جماع پھر کچھ میں نہیں آتا کہ اس صریح نص کے خلاف لوگوں نے اجماع کے ڈکھولے کو

کیوں کر اور کس طرح محبت سمجھ لیا۔ وہ تو انبیاء تھے تو اگر پوری تشبیہ مراد ہے تو کیا جناب رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء بھی پہلے خلفاء کی طرح نبی ہوں گے؟ شیعہ حضرات جن خلفاء کے متعلق مذکورہ بالا آیات آپ پیش کرتے ہیں یہ تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کے خلفاء اور نبی ہیں اور ہماری تمہاری بحث رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ بلا فصل کے متعلق ہے۔ جو کہ خلیفہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور نبی نہیں ہے لہذا شیعہ حضرات کا قیاس قیاس مع الفارق ہے۔

اگر بالفرض آپ کا یہ مہمل اصول مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء حضرات انبیاء علیہم السلام اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تمام صفات و لوازمات میں ایک جیسی ہے تو پھر کیا وجہ کہ قرآن ہمارا اور رسول ہمارا اور خلیفہ بلا فصل بھی ہمارا۔ کہ اس میں پہلے خلفاء کا ذکر تو نام بنام مگر ہمارے خلیفہ بلا فصل کی خلافت کا کہیں نام نہ ہو۔ لہذا آپ کے نزدیک جب پہلے خلفاء کی طرح حضرت علی کی خلافت ہے تو آپ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا ذکر نام کے ساتھ ثابت کیجئے جو قیامت تک آپ ثابت نہیں کر سکتے۔

جیسے پروردگار عالم نے فرمایا

يَا ذَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ

اسی طرح صراحتاً فرمادیا ہوتا۔

يَا عَلِيُّ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً بِلَا فُصْلَ بَعْدَ النَّبِيِّ قُرْآن میں آجاتا

اعتراض دوسرا: اصحاب ثلاثہ شوری سے خلیفہ بنے خدا اور اس کے رسول کا انتخاب نہ تھا۔ یہ تو شیعہ حضرات کا اپنا مفروضہ ہے اور خود ساختہ قانون ہے۔ کیا یہ لوگ اپنے اس دعوے کے

ثبوت و تائید میں کوئی آیت یا حدیث پیش کر سکتے ہیں۔ جس میں اللہ تعالیٰ یا اس کے محبوب علیہ السلام نے یہ فرمایا ہو کہ خلیفہ اس وقت برحق خلیفہ ہوگا جب اللہ یا اس کے رسول کی طرف سے اس کی خلافت کا اعلان ہو نہیں پیش کر سکتے۔

دیکھو خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا انعقاد مہاجر و انصار کے اجماع سے ہوا۔ لہذا ان کی خلافت صحیح اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ اور یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کیونکہ علی المرتضیٰ نے ان حضرات کو خلافت کا صحیح حقدار سمجھ کر ان کی بیعت کی اور جس طریقے سے ان کی خلافت منعقد ہوئی حضرت علی المرتضیٰ نے اسی طریقہ کو صحیح اور معیاری طریقہ بیان فرمایا۔ (نہج البلاغہ میں اسی حقیقت کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبہ میں ذکر فرمایا ہے۔

إِنَّمَا الشُّورَى لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَى رَجُلٍ
وَسَمُوهُ إِمَامًا كَانَ ذَلِكَ لِلَّهِ رِضَى

ترجمہ: بے شک شوریٰ مہاجرین اور انصار کے شایان شان ہے تو یہ دونوں گروہ جس کسی کو مجموعی یعنی متفقہ طور پر اپنا امام و خلیفہ بنانا منظور کر لیں تو وہ امام و خلیفہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہوگا۔ یہ خطبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی خلافت کے حق ہونے پر بطور دلیل و حجت ارشاد فرمایا جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس منصب کیلئے کوشاں تھے۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب بھی انہیں مہاجرین و انصار کے باہمی متفقہ مشورہ سے ہوا۔ کسی کے خلیفہ برحق ہونے کیلئے اس کا اللہ کی طرف سے منتخب ہونا کوئی شرط نہیں۔ بلکہ مہاجرین و انصار کا انتخاب ہی دراصل اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اسی مضمون کی واضح تائید بھی فرمائی۔

أَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ

مسلمانوں کے امور باہمی مشورت سے طے پاتے ہیں۔ اور یہ ان کے اوصاف حمیدہ میں سے ایک وصف ہے۔ یعنی شوری مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ کو اللہ تعالیٰ ہی نے خلافت دی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی ماں کے پاس لوٹانا اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک سورہ قصص میں ہے۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو وحی کی کہ خوف و حزن نہ کر۔ اَنَا رَأْدُوهُ إِلَيْكَ ہم اس کو پھر تمہارے پاس پہنچادیں گے۔ فَرَدُّنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اس کی ماں تک پہنچادیا۔ اگرچہ فرعون کے گھر سے اور فرعون کے آدمیوں کے سبب سے ہوا۔ لیکن وعدہ اللہ تعالیٰ کا پورا ہوا۔ یا جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

۲. إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ

تحقیق اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے۔ باوجودیکہ کوئی ملازمت کے ذریعے کوئی تجارت کے ذریعے کوئی ہنر و زراعت کے ذریعے اور سبب سے رزق پارہا ہے لیکن رازق وہی اللہ کی ذات ہے۔ اور اس کا وعدہ رزق پورا ہوا ہے۔

۳. فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ

تو کیا اللہ نے تمہارا چلا کر کفار کو قتل کیا تھا۔ یا اللہ نے مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی تھی کہ تمہارا ہاتھ میں لے کر اللہ تعالیٰ کے باغیوں کو قتل کریں۔

نوٹ: اس بات کی ہم نے بخوبی وضاحت کر دی ہے کہ جس کام کی نسبت اللہ کی طرف سے ہو وہ کیسے انجام پاتا ہے یا ظہور میں آتا ہے۔ ہم نے قرآن پاک کی تین آیات سے اس

حقیقت کی طرف نشاندہی کر دی۔

نوٹ: اجماع مہاجرین و انصار کو ڈکھوسلے سے تعبیر کر نوالے گریباں میں منہ ڈال کر سوچیں کہ علامہ علی الحارثی کا یہ کہنا ڈکھوسلا ہے یا کہ فرمان علی کرم اللہ وجہہ جو آپ نے فرمایا کہ مہاجر و انصار جس کسی کو متفقہ طور پر اپنا امام و خلیفہ منتخب کر لیں تو وہ امام و خلیفہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہوگا۔ ہاں مگر شیعہ حضرات کو پسند نہیں۔

قول فیصل، شیعہ حضرات کے نزدیک جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل توحید و رسالت کی طرح اصول دین میں سے ہے تو ان مدعیان خلافت بلا فصل پر لازم ہے کہ اس کا ثبوت اسی طرح صاف صراحت و وضاحت کے ساتھ پیش کریں۔ جس طرح صاف صراحت، توحید لا الہ الا اللہ کے کلمات ہیں اور رسالت محمد رسول اللہ کے کلمات میں ہے اور یہ دونوں اصل قرآن پاک میں موجود ہیں۔ مگر شیعہ حضرات قیامت تک نہیں دکھا سکتے صرف بلا دلیل دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ چلو ہم اس سے کم درجہ پر شیعہ حضرات کو پیش کش کرتے ہیں کہ چلو قرآن میں نہ سبھی اہل سنت و جماعت کی کتب حدیث میں سے کسی کتاب میں حدیث متواتر کے ساتھ ہی اس ”اصل“ کو ثابت کر دکھائیں تاکہ اس کو بطور حجت و دلیل پیش کر سکیں۔

اعلان: اگر کوئی شیعہ خلافت علی بلا فصل کو قرآنی آیات میں واضح اور صریح طور پر پیش کر دے یا اہل سنت و جماعت کے ذخیرہ حدیث میں سے کوئی ایک متواتر حدیث اس بارے میں دکھا دے تو ہم شیعہ مذہب کی صداقت کا اعلان کر دیں گے۔

ہماری تحقیق: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مفترض الطاعت ہونا اور ان کی خلافت کا منصوص ہونا دراصل ایک خاص یہودی ذہن کی پیداوار ہے۔ جس کی نشاندہی معتبر شیعہ کتب میں متعدد مقامات پر کی گئی ہے۔ مثلاً رجال کشی

وَذَكَرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعُلَمِ أَنْ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ سَبَا كَانَ يَهُودِيًّا
فَأَسْلَمَ وَوَالِيَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ يَقُولُ وَهُوَ عَلِيٌّ
يَهُودِيَّتِهِ..... وَكَانَ مِنْ أَشْهَرِ أَوْلٍ بِالْقَوْلِ بِفَرَضِ إِمَامَةِ عَلِيٍّ
وَإِظْهَرَ الْبُرْآنَةَ مِنْ أَعْدَائِهِ وَكَاشَفَ مُخَالَفِيهِ وَكَفَّرَهُمْ فَمِنْ هُنَا قَالَ
مَنْ خَالَفَ الشَّيْعَةَ أَنْ أَصْلَ التَّشْيِيعِ وَالرَّفِضِ مَاخُوذٌ مِنَ الْيَهُودِيَّةِ

ترجمہ: بعض علما نے ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوستی کی۔ دورانِ یہودیت حضرت یوشع بن نون کو حضرت موسیٰ کا وصی بطور غلو کہا کرتا تھا۔ اسلام لانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اُس نے اسی طرح کی بات کی۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے فرض ہونے کا عقیدہ مشہور کیا اور حضرت علی کے مخالفوں سے بیزاری کا اظہار کیا اور انہیں عوام میں مشہور کیا۔ اسی وجہ سے شیعہ لوگوں کے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ شیعیت اور رافضیت کی اصل جڑ یہودیت ہے اور یہ مذہب یہودیت سے اخذ کیا گیا ہے۔ رجال کشی مصنفہ عمر بن عبدالعزیز الکشی صفحہ ۱۰۱ تذکرہ عبد اللہ بن سبا مطبوعہ کربلا

۲- فرق شیعہ: وَحَكِي جَمَاعَةً مِنْ أَهْلِ الْعُلَمِ مِنْ أَصْحَابِ

عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ سَبَا كَانَ يَهُودِيًّا فَأَسْلَمَ وَوَالِيَ عَلِيًّا
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ يَقُولُ وَهُوَ عَلِيٌّ يَهُودِيَّةً..... وَهُوَ أَوْلُ مَنْ أَشْهَرَ
الْقَوْلَ بِفَرَضِ إِمَامَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِظْهَرَ الْبُرْآنَةَ مِنْ أَعْدَائِهِ
وَكَاشَفَ مُخَالَفِيهِ فَمِنْ هُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشَّيْعَةَ أَنْ أَصْلَ

الرِّفْضِ مَاخُوذٌ مِنَ الْيَهُودِيَّةِ

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اہل علم ساتھیوں نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویدار ہوا۔ یہودیت کے دوران میں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت یوشع بن نون کے بارے میں اس قسم کی باتیں کرتا تھا۔ (یعنی یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے خلیفہ اور وصی تھے) حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی وہی باتیں کہیں۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی فرضیت کو مشہور کیا اور حضرت کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کیا اور آپ کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا۔ اسی وجہ سے شیعہ لوگوں کے مخالفین کہتے ہیں کہ رِفض (شیعیت) کی جڑ یہودیت ہے۔ (یعنی یہودیت نے ہی ظہور اسلام کے بعد شیعیت کا روپ دھار لیا)

(فرق الشیعہ ابی محمد بن موسیٰ النوبختی صفحہ ۲۲ مطبوعہ حیدرہ)

چوں عبد اللہ بن سبا مے دانست کے مخالفان عثمان در مصر بسیار اند
جب عبد اللہ بن سبا کو یہ معلوم ہوا کہ مصر میں حضرت عثمان کے مخالفین اچھی خاصی
تعداد میں موجود ہیں تو وہ جانب مصر روانہ ہو گیا۔

وازل علم خویش بسیاری از اہل مصر ابر فریفت۔ بعد از سوخ عقیدہ از طائفہ بالیساں
ذرمیان نہاد کہ نصاریٰ مے گویند کہ عیسیٰ مراجعت نموده اذ آسمان بزین نازل خواہد شد و ہمکناس
روشن است کہ حضرت خاتم الانبیاء افضل از عسیٰ است پس او بر جعت اولیٰ باشد و خدائے
عز و علیٰ ولے رانیز بایں وعدہ فرمد چنانکہ میفرماند کہ

إِنَّ الْاَلْدِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَأْدِكَ اِلَى مَعَادٍ

مصر جا کر اپنے علم تقویٰ کی بہتات لوگوں کو اپنا فریفتہ کر لیا۔ جب بہت سے لوگوں نے اس کے خیالات و عقائد کو قبول کر لیا تو فوراً ایک نیا عقیدہ ان کے سامنے پیش کر دیا۔ وہ یہ کہ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے اتر کر دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ لہذا آپ کو دوبارہ تشریف لانے کا زیادہ حق ہے خود اللہ تعالیٰ نے بھی آپ سے دوبارہ واپسی کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ

جب عبد اللہ بن سبا کے اس عقیدہ کے مصریوں نے قبول کر لیا تو اس نے ان سے کہا۔ ”بالیشاں گفت کہ ہر پیغمبرے را خلیفہ وصی لے بودہ است و خلیفہ رسول علی است کہ بحلیہ زہد و تقویٰ و علم و فتویٰ آراستہ است اُمت بخلاف نص محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم بر علی ظلم رواد استند و خلافت حق وے بود

عبد اللہ بن سبا نے مصریوں سے کہا کہ دیکھو کہ ہر پیغمبر کا ایک نہ ایک خلیفہ اور وصی ہوتا رہا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ اور وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو زہد و تقویٰ سے مزین اور سخاوت و شجاعت سے آراستہ ہیں۔ مگر اُمت نے آپ کی واضح ہدایت کے خلاف چل کر حضرت علی کو خلافت نہ دی کر ظلم کیا ہے۔

(روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۴۷۰ ذکر خلاف عثمان رضی اللہ عنہ)

شیعہ حضرات لاکھ چھپائیں حق بر زبان جاری اس امر کا ان کو اعتراف کرنا پڑا ہے

کہ بے شک عبد اللہ بن سبا یہود نے حب علی کرم اللہ وجہہ کے بھیس میں صحابہ کرام بالخصوص سیدنا صحیح بن ابی ہریرہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے بغض و عنادی تعلیم خفیہ اور اعلانیہ دی اور

عقیدہ ہائے مثلاً رجعت۔ وحی رسول ہونا حضرت علی کا اور منصوص خلافت بلا فصل کا پرچار کرنا صحابہ کرام کو ظالم کہنا یہی یہودی عبد اللہ بن سبا کا مشن تھا۔ ہم نے اکابر علمائے شیعہ کی مستند کتب معتبرہ سے ثابت کر دیا ہے کہ اور جس طرح خلیفہ بلا فصل ہونا حضرت علی کا یہ عقیدہ عبد اللہ بن سبا نے ایجاد کیا۔ بعینہ یہی عقیدہ کتب شیعہ میں آپ شیعہ لوگوں کا عقیدہ بھی پائیں گے اور حضرت علی المرتضیٰ کو ”وحی“ ماننے کا عقیدہ آپ ان کی کتب کی بجائے ان کی اذان سے معلوم کر سکتے ہیں۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رجعت کا عقیدہ تو شیعہ عقائد کے مطابق امام قائم یعنی امام محمد مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور قبل قیامت کسی وقت بھی یقینی ہے اور ان کے ظہور کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام رجعت فرمائیں گے تبھی امام محمد مہدی کی بیعت کریں گے۔ یہ وہی عقیدہ ہے جو عبد اللہ بن سبا کی ایجاد ہے۔

ثبوت: از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہ چون قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم چون بیرون آئید خدا اور یاری کند و اول کسے کہ با او بیعت کند محمد صلی اللہ علیہ وسلم باشد و بعد ازاں علی علیہ السلام حق القیین باب پنجم در بیان اثبات رجعت صفحہ ۲۱۹ مطبوعہ تہران

اب سنیئے شیعہ حضرات کے فخر المناظرین قاضی سعید الرحمن صاحب کی مسلمانوں! حقیقت یہ ہے کہ عبد اللہ بن سبا اس زمین پر پیدا بھی نہیں ہوا بلکہ یہ نعمان فیکشری کا تیار کردہ ایک ڈرامہ ہے جو محض شیعیت کو بدنام کرنے کیلئے گھڑا گیا ہے۔ اور یہی خارجیت کا مقصود ہے۔

کتابچہ اکلوتی بیٹی صفحہ ۳۲ مؤلفہ قاضی سعید الرحمن اصغری منزل ساندہ کلاں لاہور۔ قارئین کرام انصاف کریں کہ ہم کس کو جھوٹا کہیں اور کس کو سچا۔ حقائق آپ کے سامنے ہیں فتویٰ اب آپ ہی نے لگانا ہے۔

قول مبارک حضرت علی کر اللہ وجہہ اس ضمن میں از نبخ البلاغہ خطبہ ۹۱ دیکھیے جب

حضرت علی المرتضیٰ کو جب امیر المومنین حضرت عثمان کی شہادت کے بعد لوگوں نے خلیفہ ہونے کیلئے کہا تو حضرت علی المرتضیٰ نے اس وقت ان لوگوں کو فرمایا:

ذَعُونِي وَالتَّسْمُوا غَيْرِي

تم مجھے امیر و خلیفہ بنانے سے چھوڑ دو (کوئی اور بنا لو) اور اس کے بعد فرمایا:

وَإِنْ تَرَكْتُمُونِي فَأَنَا كَأَحَدِكُمْ وَلَعَلِّي أَسْمَعُكُمْ وَأَطُو عَكُمْ

لَمَنْ وَلِيْتُمُوهُ أَمْرُكُمْ وَأَنَا لَكُمْ وَزِيرًا خَيْرًا لَكُمْ أَمِيرًا

اگر تم مجھ کو (امیر بنانے سے) چھوڑ دو تو میں تم سے ایک کی مثل رہوں گا۔ اور تم جس کو اپنا امیر بناؤ شاید میں تم سے زیادہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کروں گا۔ اور یاد رکھو میرا وزیر و ہناتہارے لئے زیادہ بہتر ہے میرے امیر و خلیفہ ہونے سے۔ (خطبہ ۹۱ صفحہ ۳۳۳)

مقام تفکر و تدبر غور کیجئے! اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ من اللہ اور خدا رسول کی طرف سے مقرر و منتخب شدہ خلیفہ بلا فصل ہوتے تو لوگوں کو یہ کیوں فرماتے کہ مجھے خلیفہ نہ بناؤ کسی اور کو بناؤ۔ دیگر شیعہ حضرات کے نزدیک منصوص خلیفہ کسی غیر منصوص خلیفے کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتا۔ اسی لئے ہم کتنے ہی ثبوت بیعت حضرت علی رضی اللہ عنہ گذاریں کہ آپ نے خلفائے ثلاثہ کی برضا و رغبت بیعت کی ہرگز ہرگز نہیں مانیں گے کیونکہ اقرار سے ان کا مذہب ہاتھ سے جاتا ہے۔ احتجاج طبری کے صفحہ ۵۳ پر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ثُمَّ تَنَاولَ يَدَ أَبِي بَكْرٍ فَبَايَعَهُ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق کا ہاتھ پکرا اور بیعت کی۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۵ پر ہے کہ حضرت اُسامہ نے جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

هَلْ بَايَعْتَهُ

کیا آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے؟

فَقَالَ نَعَمْ يَا أُسَامَةَ

تو حضرت علی نے جواب دیا کہ ہاں اُسامہ میں نے بیعت کر لی ہے۔

مقام غور و فکر اگر حضرت علی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق نہ ہوتی تو

جناب علی المرتضیٰ کبھی ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے۔

تلخیص از اظہار حقیقت

صفحہ ۱۰ شعب ابی طالب کے دنوں میں کسی صحابی کی طرف سے کوئی مدد کا ذکر تاریخ اسلام یا احادیث شریف میں نہیں ملتا۔ صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے بھائی کے بیٹے حکیم بن حزام خویلد بن اسد کا خوراک لیکر حضرت خدیجہ کے پاس پہنچانے کا ذکر ملتا ہے۔

جواب: یہ شاہ صاحب کے مطالعہ کی کمی کی دلیل ہے اور اپنے شیعہ مذہب کی کتب معتبرہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اور اپنے اس قول پر کہ شعب ابوطالب کے دنوں میں کسی صحابی کی طرف سے کوئی مدد کا ذکر تاریخ اسلام یا احادیث شریف میں نہیں ملتا اور اس پر کسی کتب معتبرہ سے حوالہ بھی نہیں دیا۔

حوالہ نمبر ۱:

نقل شدہ کہ ابوالعاص شتراں از گندم و خرما حمل دادہ شعب ابوطالب سے بردو رہا سے کر دواز جا است کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمودہ کہ ابوالعاص حق دامادی ما بگذاشت

ترجمہ: یہی ابوالعاص اونٹوں پر گھبوں اور چوہا رہے بار کر کے شعب ابی طالب میں ہانک

دیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابو العاص نے حق دامادی ادا کر دیا
(ملتھی الآمال شیخ عباس قمی جلد اول صفحہ ۳۶)

اور یعنی یہی عبادت فارسی میں ناسخ التوارخ جلد دوم صفحہ ۵۱۸ پر ملاحظہ کیجئے اور تسلی کیجئے۔
تزوج زینب رضی اللہ عنہا بانی العاص پیش از بعثت و حرام شدن دختر بکا فراں بود و از
زینب رضی اللہ عنہ امامہ دختر ابی العاص بوجود آمد حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام بعد از
فاطمہ رضی اللہ عنہا بمختہائے وصیت مخدرہ اور تزوج نمود

ترجمہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص کے ساتھ اظہار نبوت کے پہلے اور
کافروں کیلئے مؤمنہ دختر کے ساتھ نکاح حرام ہونے سے پہلے ہوا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا
سے ابو العاص کے وصال کے بعد بمختہائے وصیت حضرت فاطمہ الزہرا بنت امامہ بنت
زینب رضی اللہ عنہم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا۔

(ملتھی الآمال شیخ قمی حاشیہ زیریں جلد اول صفحہ ۷۹) پر ملاحظہ کیجئے اور تسلی کیجئے

یہ تھی شعب ابو طالب میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے شوہر ہر نامہ ارشیر دل سیدنا ابو العاص بن ربیع داماد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات و
امداد کا ذکر جو انہوں نے خاندان نبوت کیلئے سرانجام دیتے رہے۔

اب حال سنئے حضرت ابو طالب کے داماد کا ہمیرہ بن ابی وہب کا جو حضرت
ابو طالب کی وفات کے بعد بدر، احد، احزاب کی جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
خلاف لشکر کفار کے ساتھ موجود رہا۔

(از ملتھی الآمال شیخ عباس)

ثبوت در بیان خندق و مبارزت عمرو بن عبدود با امیر المومنین علی علیہ السلام
پس یکر عمرو بن عبدود و نوفل بن عبد اللہ بن المغیرہ و ضرار بن الخطاب و ہمیرہ بن

ابی وہب و عکرمہ بن ابی جہل یعنی غزوہ خندق میں ہمیرہ بن ابی وہب کفار کی طرف سے بمقابلہ لشکر اسلام موجود تھا۔

(منہجی الآمال شیخ عباس ثنی جلد اول صفحہ ۵۱)

یہ خدمات خاندان نبوت کی ہیں داماد حضرت ابوطالب کی اب اس کی تفصیل محترم شاہ صاحب افتخار حسین بخاری کی تالیف اظہار حقیقت صفحہ نمبر ۶۹ بعنوان عمرو بن عبدود سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقابلہ پڑھیے۔

جب ایک ماہ محاصرہ کئے ہوئے کفار کو ہو گیا تو ایک روز عمرو بن عبدود و عکرمہ بن ابوجہل، ہمیرہ بن ابی وہب، نوفل بن عبد اللہ اور نبی محارب کا ضرار بن خطاب بن مرو اس لڑائی کیلئے زرہ بکتر پہن کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر میدان جنگ میں برآمد ہوئے یہ بنی کنانہ کے پاس آئے اور کہا کہ لڑائی کیلئے تیا ہو جاؤ۔ آج تم کو معلوم ہو جائیگا کہ کون جو امر دہے۔ آگے چل کر سید افتخار حسین شاہ صاحب اظہار حقیقت کے صفحہ نمبر ۷۳ پر بعنوان عمرو بن عبدود پر تحریر فرماتے ہیں جب عمرو بن عبدود قتل ہو گیا تو اس کے ساتھ جو خندق پار کر کے آئے تھے وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے۔ ان میں ایک ہمیرہ بن ابی وہب جس کے خیر لگا اور واپسی میں مکہ آ کر مر گیا اور دوسرا نوفل بن عبد اللہ واپسی میں خندق میں گر کر مر گیا۔

اب ہم امید رکھتے ہیں کہ شاہ صاحب اپنی تالیف کردہ کتاب کے صفحہ نمبر ۱۸ پر جو لکھا ہے کہ بندہ نے اپنی سوچ سمجھ کے مطابق آسان لفظوں میں لکھا ہے کہ شاید کوئی میری غلطی نکالے اور مجھے صحیح راستہ نظر آئے تو میں ضرور قبول کروں گا اگر میری اس تحریر سے کسی کو سمجھ آ جائے وہ خود صحیح راستہ دیکھ لے۔ بس یہی دو ہی مقصد ہیں یا خود سمجھ لے یا مجھے سمجھا دے۔

اب ہم نے سمجھا دیا دیکھتے ہیں اب اس بات سے رجوع کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب اظہار حقیقت کے صفحہ نمبر ۱۰ پر لکھا ہے کہ شعب ابوطالب کے دنوں میں کسی صحابی کی

طرف سے کوئی مدد کا ذکر تاریخ اسلام یا احادیث شریف میں نہیں ملتا۔ کیونکہ مدد کا شیعہ حضرات کی معتبر کتاب جو کہ ایک ضخیم تاریخ کی کتاب ہے ناخ التواریخ سے اور دوسری کتاب منقھی الآمال سے مدد صحابی کا ذکر ثابت کر دیا جس کی تردید شیعہ حضرات کے بس کا روگ نہیں۔

آیہ تطہیر

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا
 دراصل یہ خطاب اٹھائیسویں آیت سے لے کر چونتیسویں آیت تک ہے اور
 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجِكُمْ سَعْدٌ لَكُمْ لَوْلَا يُنْفِكُنَّ مِنَ الْبَيْتِ بِمَا فِيهِنَّ مِنَ الْمَرْءِ الْمُنْفَكِ كَمَا نُفِّكُكَ مِنَ الْبَيْتِ إِذْ أَخْرَجْنَاكَ مِنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ وَتُقَدِّحَ فِيهِ فَمَا يُنْفِكُكَ مِنْهُ
 اٹھائیسویں آیت میں جمع مونث حاضر کے صیغے پانچ ہیں۔ كُنْتُمْ . تُرِدْنَ .
 فَتَعَالَيْنَ . اُتَعِكُنَّ . اُسْرِحُكُنَّ .

انیسویں آیت میں جمع مونث حاضر کے كُنْتُمْ . تُرِدْنَ . مِنْكُمْ . تَمْنِ صیغے
 ہیں۔ تیسویں آیت میں براہ راست یَا نِسَاءَ النَّبِيِّ یعنی اے نبی کی بیویو! سے شروع ہوتی
 ہے اس میں مِنْكُمْ جمع مونث حاضر کا ایک صیغہ اور لَهَا واحد ضمیر ہے۔

اکیسویں آیت میں جمع مونث حاضر کا ایک صیغہ مِنْكُمْ اور واحد غائب مونث کیلئے
 نُوتِهَآ . اَجْرِهَآ . لَهَا . تَمْنِ صیغے ہیں۔

اور آگے چلتے چلتے آیت سے چوبیسویں آیت تک جمع مونث حاضر کے بارہ صیغے
 ہیں۔ گویا ان سات آیتوں میں چھبیس صیغے جمع مونث حاضر کے ہیں اور دو بار یَا نِسَاءَ النَّبِيِّ کے
 الفاظ واضح فرمایا گیا کہ یہ مخاطب صرف اور صرف نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات سے ہے۔

آیت تطہیر قرآن پاک سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۳ کی آخری آیت کا آخری حصہ ہے اور یہ آیت وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ سے شروع ہوتی ہے۔ اور یہ الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ باقی آیات کی طرح یہ کلمات بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کی شان میں نازل ہوئے ہیں۔

اب منصفانہ اور ایمانی نظروں سے دیکھئے یہ سب آگے پیچھے والے جمع مونث کے صیغے ہیں اور جمع مونث کی ضمیریں اور درمیان میں آیت تطہیر ہے جن میں تمام تر مخاطب ازواج مطہرات ہیں تو تطہیر کو ازواج مطہرات سے کاٹ کر دوسری طرف لیجانا ظلم ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب آیت تطہیر کے متعلق کہتے ہیں جس سیاق و سباق یہ آیت وارد ہوئی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں مراد اہل بیت سے نبی علیہ السلام کی بیویاں ہیں۔ تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۷۲ سیاق آیات اس امر پر واضح دلالت کرتا ہے کہ ازواج مطہرات اس کا مصداق اولین اور تبعاً ان کی اولاد۔

شیعہ حضرات اہمات المؤمنین کو اہل بیت میں شامل نہیں مانتے اور استدلال کرتے ہیں کہ آیت کریمہ میں عنکم اور یطہرکم کے ضمائر مذکر ہیں۔ اگر یہاں ازواج مراد ہوتیں تو ضمیریں مونث عنکُنَّ اور یطہرکُنَّ وارد ہوتیں۔ نیز یہاں بیت کا لفظ مذکور ہے جو واحد ہے اگر ازواج مراد ہوتیں تو بیت کی بجائے بیوت کا لفظ استعمال ہوتا۔

جیسا کہ محترم شاہ صاحب اپنی کتاب اظہار حقیقت صفحہ ۱۰۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ آیت تطہیر میں جن کا ذکر ہے وہ پانچ ہستیاں ہیں جن میں چار مرد اور ایک بی بی ہے۔ اور جس گھر کا ذکر ہے وہ ایک گھر ہے۔ اس سے پہلے اس رکوع میں جن ہستیوں کا ذکر ہے ان میں مؤنث کا صیغہ ہے اور جن گھروں کا ذکر ہے ان کا صیغہ جمع کا ہے یعنی رسول اللہ کی ازواج کے

ذکر میں صیغہ مؤنث اور ان کے گھر کا ذکر ہے تو وہ جمع یعنی رسول اللہ کی تمام ازواج مؤنث تھیں اور سب کے گھر الگ تھے اور آیت تطہیر میں جمع مذکر کا صیغہ ہے اور گھر واحد کا ذکر ہے یہ آیت تطہیر ازواج کی طرف سے نہیں کی جاسکتی اور جو ازواج کے متعلق آیات ہیں ان میں یہ اہل بیت نہیں جاسکتے۔

نوٹ: جیسا کہ ہم آیت تطہیر کے متعلق سیاق و سباق اور معانی کے اعتبار سے لکھ چکے ہیں کہ اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں اس کا ثبوت کتب شیعہ سے (شرح ابن میثم)

اِخْتَلَفَ النَّاسُ فِي الْمُرَادِ بِأَهْلِ الْبَيْتِ فَقَالَ الْمَجْهُورُ
 إِنَّ نِسَاءَ النَّبِيِّ مُرَادَاتٌ بِهَذِهِ الْآيَةِ. وَمِنَ النَّاسِ مَنْ خَصَّصَهَا بِهِنَّ
 مُسْتَدِلِّينَ بِسِيَاقِ الْكَلَامِ قَبْلَهَا وَبَعْدَهَا وَاتَّفَقَتِ الشَّيْعَةُ عَلَى أَنَّهَا
 ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اس (قول لیزہب عنکم الرجس اهل البيت) میں ذکر شدہ لفظ اہل
 بیت کی مراد میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ جمہور کہتے ہیں اس سے مراد رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی بیویاں ہیں اور بعض لوگ اس کی تخصیص کرتے ہوئے صرف ازواج مطہرات کیلئے مانتے
 ہیں ان کی دلیل اس کلام کا سیاق و سباق ہے اور شیعہ لوگ اس پر متفق ہیں کہ اس سے مراد
 حضرت علی۔ فاطمہ۔ حسن اور حسین ہیں۔

(ابن میثم شرح نہج البلاغہ خطبہ الرضی صفحہ ۱۰۰ جلد اول)

اہل بیت کا مصداق جمہور کا مسلک

بِحَسْبِ الْعُرْفِ فَاللُّغَةُ لِظُهُورِ صِدْقِ أَهْلِ الْبَيْتِ لُغَةً وَعُرْفًا
عَلِ النَّسَاءِ وَغَيْرِهَا لِأَنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ فِي اللُّغَةِ سُكَّانُهُ، بَلْ فِي الْمُرَادِ
وَاسْتَدْلُ الْجَمْهُورُ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْآيَةِ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآلِهِ بِاسْتِلْوَافِ الْكَلَامِ قَبْلَهَا وَبَعْدَهَا وَذَلِكَ مُخَالَفٌ

ترجمہ: باعتبار عرف اور لغت کے مصداق میں کوئی اختلاف نہی۔ عرفاً و لغتاً لفظ اہل بیت
عورتوں وغیرہ پر بولا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اہل بیت لغت انہیں کہتے ہیں جو اس گھر میں بسنے
والے ہوں بلکہ جھگڑا اور اختلاف اس لفظ کی مراد میں ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں۔ شیعہ مفسر و شارحین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ لفظ
اہل بیت از روئے لغت و عرف بیوی پر بولا جاتا ہے۔ پھر اسی اطلاق کو جمہور کا مسلک بھی قرار
دے رہے ہیں۔ جیسا کہ

وَاسْتَدْلُ الْجَمْهُورُ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْآيَةِ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ

یعنی جمہور نے آئیہ تطہیر میں لفظ اہل بیت کا معنی ازواج النبی جو مراد لیا ہے تو یہ اس
آیت کے اسلوب اور سیاق و سباق کے لحاظ سے لیا گیا۔ مگر مخالفین یعنی شیعہ حضرات یہ کہتے
ہیں کہ یہ معنی لینا روایت اور درایت کے لحاظ سے خلاف ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے
بعد آخر میں دل نخواستہ راعذر بسیار کے مطابق یہ دوتی لگائی کہ اہل بیت سے عرفاً لغتاً اگرچہ

مراد بیوی ہی ہوتی ہے اور جمہور نے بھی یہی کہا ہے لیکن یہ مراد نہ تو عقلاً درست ہے اور نہ ہی روایت کے لحاظ سے قابل قبول ہے۔

روایت کو لیجئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ حضرت فاطمہ اور حضرت حسین کریمین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر تلے لیکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے سنا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں تو آپ نے فرمایا۔ ”آنت علی خیر“ خیر اسم تفصیل کا صیغہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ تو بہت اچھے حال پر ہے۔ (یعنی تمہارے حق میں تو یہ آ یہ تطہیر نازل ہوئی۔ شیعہ حضرات اب خیر کا معنی قرآنی ترجمہ میں دیکھئے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

ترجمہ: جو امتیں ہدایت مردم کیلئے پیدا کی گئیں ان میں تم سب سے بہتر ہونگی کرنے کا حکم دیتے ہو۔

(قرآنی ترجمہ مقبول شیعہ صفحہ ۱۲۵ سورۃ آل عمران)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ساری مخلوق سے بہتر وہی

لوگ ہیں (قرآنی ترجمہ مقبول شیعہ پارہ ۳۰ سورۃ الہیۃ صفحہ ۱۱۹۶)

الحاصل تم بہتر مقام پر ہو کیونکہ قرآن پاک میں انہی کو مخاطب کیا تھا اور آ یہ تطہیر کا

اصل خطاب ازواج مطہرات سے ہے۔

رہا معاملہ درایت کا اگرچہ شیعہ مذہب عقلیات اور ادھر ادھر کی آئیں بائیں

شائیں کا مرکب ہے۔

جواب: درایت کے طور پر تمہارا زور صرف ضمیروں پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمع مذکر کی ضمیر ”کم“ باعتبار غلبہ کے ذکر فرمائی جس میں مردوں کو ہونا ضروری ہے؟ شیعہ حضرات سے سوال ہے کہ ضمیروں والا چکر تم نے کہاں سے سیکھا؟ اگر تمہارا جواب یہ ہو کہ اہل لغت کا یہ قاعدہ ہے ہم نے اپنے گھر سے تھوڑا گھڑ لیا ہے تو پھر تم سے دریافت کیا جا سکتا ہے؟ کہ اہل بیت کے لفظ سے ازواج مطہرات کو نکالنے کیلئے تم نے ضمیروں کے بارے میں معتبر سمجھ لیا۔ اہل بیت کو مگر جب انہیں لغت والوں نے یہ کہا (جیسا کہ تم عرف و لغت کے اعتبار یہ کہہ چکے ہو کہ اہل بیت سے مراد ازواج ہوتی ہیں تو اس بات کو ماننے میں کونسا سانپ تمہیں سونگھ گیا۔ آخر ضمیروں کے بارے میں کہنے والے وہی اہل لغت ہی تو ہیں تو ایک جگہ جہاں اپنا اُلوسیدھا ہوتے دیکھا اُن کی بات مان لی اور دوسری جگہ جب کمر ٹوٹنے لگی تو اسے رد کر دیا اور پھر جمہور نے اہل بیت سے اسی آیت میں ازواج مطہرات مراد لیں۔ اُسے بھی قبول نہ کیا تو پھر ثابت ہوا تمہارے نزدیک عرف۔ لغت۔ جمہور سب جھوٹے ہیں۔ اور ہم ہی سچے ہیں یہ تو وہ بات ہوئی۔ کہ

سارا جہاں کپتا اور اکیلا ستھرا بھلامانس

ہماری طرف سے چیلنج ہے۔

شیعہ حضرات پہلی بات تو یہ ہے کہ کلام خداوندی میں کسی کو مجال انکار نہیں آئی یہ تمہیں کے اگے پیچھے کی آیات میں بلکہ اس رکوع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شیعہ امام حسن رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا نہ اشارتا نہ کنیۃ ذکر ہے ہی نہیں اگر کوئی سیاہ پوش بزرگ قرآن کریم کے اس رکوع میں ان چاروں میں سے ایک کا بھی ذکر ثبات کر دے۔ دو صد روپیہ نقد انعام دینے کیلئے تیار ہیں تو ثابت ہوا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت ازواج مطہرات کو فرمایا ہے۔

تو چلیے تمہاری لغت دانی کے مقابلہ میں عرف و اہل لغت اور جمہور نہیں ٹھہر سکتے تو

خدارا ہمیں بتائیے ان آیات میں کیا کرو گے؟

قَالُوا اتَّعَجِبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَةً لِلَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ

الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

ترجمہ: جب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحق علیہ السلام کی ولادت کا مشرکہ سنا تے ہیں تو پاس کھڑی انکی اہلیہ مطہرہ حضرت سارا انس کر تعجب کرتی ہیں اور کہنے لگیں وائے حیرانی میرے ہاں بچہ ہوگا حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرے خاندان بھی بوڑھے ہیں۔ یہ تو بڑی عجب بات ہے اس پر فرشتے کہنے لگے۔

ترجمہ: فرشتوں نے کہا کہ اے عورت کیا تو امر خدا سے تعجب کرتی ہو حالانکہ اے اہل بیت تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں بے شک اللہ تعالیٰ سزاوار حمد و ثنا ہے۔ (ترجمہ مقبول شیعہ) اس آیت کریمہ میں تعجبین مومنٹ کا صیغہ ہے لفظ اہل بیت کے پیش نظر بعد کا ضمیر مومنٹ استعمال نہیں ہوا بلکہ علیکم مذکر کا ضمیر استعمال ہوا حالانکہ باتفاق شیعہ و اہل سنت اس سے حضرت سارا ہی مراد ہیں۔

فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لِعَلِّيْ أُنَبِّئُكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ ذرا یہیں ٹھہرو میں نے آگ دیکھ لی ہے۔ امید ہے کہ میں اس میں سے تمہارے لئے چنگاری لاؤں گا (پارہ ۱۶ ترجمہ مقبول شیعہ سورۃ طہ تفسیر مجمع البیان)

لِأَهْلِهِ وَهِيَ بُنْتُ شُعَيْبٍ تَزَوَّجَهَا بِمَدْيَنَ

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اہل وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی تھی۔ دیکھو علامہ طبری صاحب تفسیر مجمع البیان جو کہ شیعہ حضرات کا بڑا مشہور مفسر ہے۔

انہوں نے بھی کہہ دیا کہ اہل سے مراد بیوی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین میں اُن سے نکاح کیا وہ شعیب علیہ السلام کی بیٹی تھی۔ اگر بیٹی پر اہل کا لفظ استعمال ہوتا تو اہل شعیب کہا جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی اہل فرمائی جو اُن کی بیوی تھی۔ ثابت ہوا کہ بیوی پر اہل کا لفظ استعمال ہوا نہ کہ بیٹی پر اور اسی آیت میں۔ اَمْ لَكُمْ اٰتِيْنٌ مِّنْ دُوْنِهَا فَمَا يَكْفُرُ الْاِنْسَانُ بِمَا كُنَّ يَفْعَلُوْنَ۔ لیکن اس کی مخاطب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ بنت شعیب علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ انہیں یا تو اپنی بیوی کی مونث یا مذکر ہونے کی خبر نہ تھی۔ (جو سراسر باطل ہے) یا پھر انہیں ایک کی بجائے کئی اور وہ بھی نرے مرد یا ملے جلے افراد سمجھتے تھے۔ بہر حال شیعہ لغت مان کر اللہ کی ذات اس کے فرشتوں کی عصمت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں کئی ایک اعتراض وارد ہو سکتے ہیں۔ کیا عربی کی لغت اُن کو معلوم نہیں تھی۔

نوٹ: ہم نے اپنی تالیف کردہ کتاب میں اس مسئلہ پر بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے وہاں سے اپنی تسلی کریں۔

ان تمام باتوں کا مختصر جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی مفرد کی تعظیم کے پیش نظر جمع کے الفاظ سے خطاب فرماتا ہے کبھی عورتوں کیلئے مردوں کے ضمائر و صیغہ جات استعمال ہوتے ہیں اس قسم کے بہت سے شواہد موجود ہیں جن کی روشنی میں شیعہ حضرات کا یہ استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ نیز اگر مذکر ضمائر کی وجہ سے جملے میں مونث شامل نہیں تو پھر سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا کو کس طرح شامل مانا جائیگا؟ پختہ قرآنی دلائل سے ثابت ہے

فَقَالَ لِاٰهْلِہِ اِمْكُثُوْ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی سے فرمایا تو اہل بیت کا معنی ہوا، اہل معنی

بیوی، بیت معنی گھر، فارسی میں اہل خانہ پنجابی میں گھر والی تو بہل بیت سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی ازواج مطہرات ہیں۔ یہاں سید دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفعت و عظمت کے پیش نظر تغلیب کے طور پر ضمیر مذکر استعمال ہوا۔

اب آتے ہیں محترم شاہ صاحب کے اس مضمون کی طرف جو انہوں نے آیہ تطہیر کے عنوان میں تحریر کیا ہے۔ یعنی رسول اللہ کی ازواج کے نزدیک صیغہ مونث اور ان کے گھر کا ذکر ہے تو وہ جمع کا صیغہ یعنی رسول اللہ کی تمام ازواج مونث تھی اور سب کے گھر الگ الگ تھے اور آیہ تطہیر میں جمع مذکر کا صیغہ ہے اور گھر واحد کا ذکر ہے یہ آیت تطہیر ازواج کی طرف نہیں جاسکتی اور جو ازواج کے متعلق آیات ہیں ان میں یہ اہل بیت نہیں جاسکتے۔ اس کا جواب باصواب پڑھے۔

اس کا جواب ہم پچھلے صفحات پر مفصل دے چکے ہیں۔ اب دوبارہ پڑھیے آیہ تطہیر کے آگے پیچھے کی آیات میں ان چار مقدس ہستیوں کا حضرت علی شیر خدا اور امام حسن پاک اور امام حسین پاک رضوان اللہ علیہ اجمعین کا نہ اشارۃً نہ کنایۃً ذکر ہی نہیں اگر آپ قرآن پاک کے اس رکوع میں ان چاروں میں سے ایک کا بھی ذکر ثابت کر دیں تو ہم آپ کی بیعت کرنے کو تیار ہیں۔ رہا آیہ تطہیر میں جمع مذکر کا صیغہ اور گھر واحد کا ذکر ہے۔ اس کا جواب اس آیہ تطہیر میں جمع مذکر کی ضمیر کم سے خطاب ہوا جو تذکیر کی ضمیر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس ضمیر کے بدلنے سے معنی نہیں بدلے۔ اس لئے کہ لفظ اہل کا استعمال تذکیر کے ساتھ خواہ اس سے مونث مراد ہو یا مذکر سورہ ہود کی آیت میں اول لفظاً ^{تعمین} یعنی تعجب کرتی ہو۔ یہ صیغہ ایک عورت کیلئے بولا جاتا ہے۔ پھر اسی سورت کے خطاب میں علیکم اھل النبیت کہہ دیا۔ آیہ تطہیر میں تو فقط تذکیر و تانیث کا فرق ہوا تھا۔ سورہ ہود کی آیت میں دو فرق پڑے ایک تذکیر کا اور دوسرے تانیث کا۔ دوسرے واحد اور جمع کا۔ اسی طرح دوسری آیت۔

سورۃ طہ میں ہے لَا هِلْهٖ اَمْكُنُوْا وَاٰبِنٰكُمْ مِّنْ دُوْدِفْعِهٖ ضَمِيْرٍ جَمْعُ مَذْكُوْرٍ هِيَ۔
 لیکن اس کی مخاطب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ بنت شعیب ہیں۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ
 السلام کو اپنی بیوی کے مذکر یا مونث ہونے کی خبر نہ تھی اور نہ (جو کہ سراسر بادل ہے) واحد جمع
 کی۔ اس کا جواب کیا ہے؟

دیکھو پہلی آیت میں تَجْمِيْنٌ مِّنْ مَّوْثٍ کا صیغہ ہے لفظ اہل بیت کے پیش نظر بعد کا ضمیر
 مونث استعمال نہیں ہوا بلکہ عَلِيْمٌ مَذْكُرٌ کا ضمیر استعمال ہوا حالانکہ باتفاق شیعہ و اہل سنت اس سے
 حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ہی مراد ہیں۔ محترم شاہ صاحب اہل بیت کا لفظ بنیادی طور پر اور
 حقیقت کے اعتبار سے بیوی کیلئے بولا جاتا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ تَجْمِيْنٌ مِّنْ مَّوْثٍ کا صیغہ مگر لفظ اہل بیت کے پیش نظر بعد
 کا ضمیر مونث استعمال نہیں ہوا بلکہ عَلِيْمٌ مَذْكُرٌ کا ضمیر استعمال ہوا۔ اسی پر آیہ تطہیر کے جمع مذکر صیغہ
 عَنْكُمْ کو قیاس کر لو۔ اس کے سوا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں۔

شاہ صاحب کا دوسرا اعتراض آیہ تطہیر میں گھر واحد کا ذکر ہے۔ اس اعتراض
 کا جواب یہ ہے کہ ازواج مطہرات کے حجروں یعنی گھروں کی دو حیثیتیں تھیں ایک اُن کی اپنی
 قیام گاہ کی حیثیت چنانچہ جب اس حیثیت سے گھروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو بیوت کا لفظ استعمال
 ہوتا ہے اس لئے کہ اُن میں سے ہر ایک کا بیت الگ تھا۔ ارشاد ہوا وَقَرْوٰنٌ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ اور
 دوسرے اگلی آیت میں وَاذْكُرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ

دوسری حیثیت اُن حجروں کی رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ہے
 جب تمام گھروں کو بوجہ رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک گھر سمجھا گیا تو اہل بیت فرمایا۔
 جب گھر ہر بیوی کا ہے تو اصناف بیویوں کی طرف کردی اور قرن فی بیوتکم فرمایا اور تمام

بیویوں کے گھروں کی عیسیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر سمجھا گیا تو بیوت النبی فرمایا۔
جیسا کہ قرآن پاک میں آیا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ

ترجمہ: اے رسول بے شک جو لوگ تم کو تمہارے مکانات کے باہر سے پکارتے ہیں ان
میں سے بہت سے بے عقل ہیں۔ (سورہ حجرات بر حاشیہ نمبر ۱۰۳۷)

تفسیر صافی میں جو شیعہ حضرات کی مایہ ناز تفسیر ہے اس میں لکھا ہے ”الحجرات“ سے
مراد ہیں آنحضرت صلی اللہ علی وسلم کی ازواج مطہرات کے حجرے۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ صفحہ ۱۰۳۷)

نوٹ: ترجمہ مقبول میں ازواج مطہرات کے مکانات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت
سے تمہارے مکانات کہا گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ

اے ایمان والو تم لوگ پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر جب تم کو اندر آنے کی
اجازت دی جائے یہاں بھی ازواج مطہرات کے گھروں کی بیوت النبی کہا گیا۔ اس حیثیت
سے ازواج مطہرات کے حجروں کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ہے کہ وہ سارے
کے سارے بیت النبی ہاں اور نبی کا بیت ہونے میں ان کی جہت ایک ہے۔ ظاہر ہے کہ
یہاں بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جہت سے بشارت تطہیر دی جا رہی ہے۔ اس لئے لفظ اہل
بیت وارد ہوا امید ہے کہ سمجھ آ جائیگی۔ (اظہار حقیقت صفحہ ۶۳)

بعنوان جنگ اُحد کا ذکر قرآن میں

جنگ اُحد میں جب خالد بن ولید نے عقب سے حملہ کیا تو لشکر اسلام بھاگ کھڑا ہوا ایک جوان کھڑ رہ گیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے علی تم کیوں نہیں بھاگ گئے بھاگ جانے والوں کے ساتھ تو علی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(لا کفر بعد الاسلام)

جواب: قصہ دراصل یہ تھا کہ اُحد کی لڑائی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ سات سو صحابہ تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُحد پہاڑ کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی۔ مصعب کو علم عنایت فرمایا زبیر بن العوام رسالے کے افسر مقرر ہوئے۔ حضرت حمزہ کو غیر زرہ پوش فوج کی کمان دی گئی۔ اُحد پہاڑ کی طرف یعنی پشت سے حملے کا خطرہ تھا۔ اس لئے آپ نے پچاس تیز اندازوں کا ایک دستہ وہاں متعین کیا۔ عبد اللہ بن جبیر ان تیز اندازوں کے دستہ کے افسر مقرر ہوئے۔ اس دستہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ خصوصی ہدایت فرمائی تھی کہ اگر لڑائی ختم ہو جائے تاہم اپنی جگہ نہ ہٹنا مگر ہو ایہ کہ کافر بھاگتے ہوئے نظر آئے۔ تو بعض صحابہ غنیمت کا مال لوٹنے لگے یہ دیکھ کر تیز انداز جو پشت پر کھڑے تھے وہ بھی غنیمت کی طرف جھک گئے پھر کیا تھا ان تیز اندازوں کا ہٹنا تھا کہ خالد نے موقع پا کر عقب سے حملے کر دیا۔ دونوں فوجیں

باہم مل گئیں اور مصعب بن عمیر جو حضور سے صورت میں مشابہ اور علم بردار تھے وہ شہید ہو گئے اور غل مچ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ خبر شہادت اور بعض صحابہ کا حضور کے مقرر کردہ مرکز سے ہٹ جانا یہ وہ بات تھی جس نے ان کے قدم اکھاڑ دیئے عام بدحواسی پھیل گئی اس پر بھی جان نثار برابر لڑتے جا رہے تھے اور نگاہیں حضور کی متلاشی تھیں۔ حضرت کعب کی نظر حضور پر پڑ گئی اور انہوں نے پکارا مسلمانو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں یہ سن کر ہر طرف سے جان نثار ٹوٹ پڑے کفار نے بھی اسی طرف ہجوم کر لیا صحابہ نے حضور کو دائرہ میں لے لیا۔ متعدد صحابہ شہید ہوئے بالاخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے جہاں دشمن نہ آ سکتے تھے۔ ابوسفیان نے دیکھ لیا اور فوج لے کر اوپر چڑھا لیکن حضرت عمر اور چند صحابہ نے پتھر برسائے جس سے وہ آگے نہ بڑھ سکا۔ (بخاری و طبری صفحہ ۲۱۰، صفحہ ۳۱۱)

ابوسفیان پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر پکارا یہاں محمد ہیں! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے حضرت عمر اور حضرا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم کا نام لے کر پکارا جب کچھ آواز نہ آئی تو پکارا کر بولا سب مارے گئے۔ حضرت عمر سے ضبط نہ ہو سکا بول اٹھے اودشمن خدا ہم سب زندہ ہیں۔ غرض کہ اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اسکی وجہ یہ ہوئی جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی تھی کہ پہاڑ احد کے اس درہ سے بالکل نہ ہٹنا انہوں نے جب دیکھا کہ کفار بھاگ نکلے ہیں تو وہ درہ سے ہٹ گئے۔ اُن میں سے بعض کہتے ہیں کہ اس درہ سے بالکل نہیں ہٹنا چاہیے تھا اور بعض نے یہ کہا کہ اب کفار بھاگ نکلے ہیں تو مال غنیمت لینے میں کیا حرج ہے چنانچہ وہ مال غنیمت حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کو بھول گئے کہ چاہے فتح ہو جائے تم لوگ اس جگہ سے نہ ہٹنا یہی ان کا قصور تھا۔ جس کے متعلق قرآن نے فرمایا۔

مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا

تم سے بعض وہ تھے جن کو دنیا چاہیے تھی یعنی وہ درہ چھوڑ کر مال غنیمت حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔

وَمِنْكُمْ مَلَنُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ

اور بعض وہ تھے جنہوں نے ہدایت نبوی پر عمل کیا تو اس آیت میں ان صحابہ کا مال غنیمت کے حاصل کرنے کو دنیا سے موسوم کیا گیا اور ان کی اس غلطی اور لغزش کو بیان کیا گیا۔ اس سے آیت میں ان تیر اندازوں یعنی درہ چھوڑنے والوں کی اس غلطی کی معافی کا ذکر ہے۔

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

آل عمران غرضیکہ اس پوری آیت سے مندرجہ ذیل امور واضح طور پر معلوم ہو گئے۔ جن صحابہ سے اُحد کے موقع پر غلطی و لغزش ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمادیا۔ اب ظاہر ہے خدا تعالیٰ کے معاف فرمادینے کے بعد جو شخص شرکاء اُحد پر اعتراض کرے اس کا منکر قرآن ہونا واضح ہے۔ عَنْكُمْ ضمیر جمع کی ہے جو اس امر کی وضاحت کر رہی ہے کہ جنگ اُحد میں شریک جس صحابی نے بھی لغزش کھائی خواہ وہ کوئی بھی ہو سب کو اللہ نے معاف فرمادیا۔ جب ان کی لغزش کی معافی ہو گئی اور قرآن سے اسکا اعلان بھی کر دیا۔ الحمد للہ قرآن پاک سے تمام شرکاء اُحد کا مومن مخلص ہونا ثابت ہو گیا۔ اگر اس تفسیر قرآنی کو کوئی شیعہ بزرگ غلط کہہ دے تو قبل از وقت اس کا ازالہ بھی کئے دیتے ہیں۔ لیجئے۔

شیعہ حضرات کے ہم ملا فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر خلاصہ المنہج کے جز چہارم صفحہ ۲۳۹ جلد اول میں منکم من یرید الدنیا کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

درآں طائفہ بودید کہ پائے از دائرہ فرمان رسول بیرون نہادہ۔ اسے سے مراد وہ

لوگ ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کی ہوئی جگہ سے قدم باہر نکال لیا اور غنیمت کے حصول میں مشغول ہو گئے۔ اور لقد عفا عنکم کی تفسیر ان لفظوں میں کی ہے۔

تحقیق در گذر ایدہ خدائے تعالیٰ از ایساں گناہ را بجهت توبہ۔ تحقیق اللہ نے در گزر فرمایا بجهت توبہ۔ اب توشیعہ حضرات کے مفسر فتح اللہ کاشانی بھی مان رہے ہیں کہ من یرید الدنیا سے وہ افراد مراد ہیں جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقرر کردہ حد سے ہٹ کر مال غنیمت کی طرح توجہ کی نہ کہ سارے شرکائے جنگ احد صحابہ کرام اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزش کو معاف فرمادیا۔ توجب معافی ہو گئی تو اعتراض کی گنجائش نہ رہی۔ (مجمع البیان) عذوہ احد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثبات قدم رہنے والوں میں حضرت ابو بکر سر فہرست ہیں۔

وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ . أَعَادَ تَعَالَى ذِكْرَ الْعَفْوِ تَاكِيدًا لِطَمَعِ الْمُذْنِبِينَ فِي الْعَفْوِ وَمَنْعًا عَنِ الْيَأْسِ وَتَحْسِينًا لِيُظَنُّوا الْمُؤْمِنِينَ (إِنَّ اللَّهَ عَفْوٌ حَلِيمٌ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ يَوْمَ أُحُدٍ إِلَّا لَأَنْصَارٍ فَأَمَّا أَلْمُهَاءُ جَبْرُونَ عَلِيَّ (ع) وَأَبُو بَكْرٍ وَ طَلْحَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ

مجمع البیان جلد اول جز دوم صفحہ ۵۲۳ آل عمران

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے یقیناً معاف فرمادیا اور اللہ تعالیٰ نے معافی کا دوبارہ ذکر اس لئے فرمایا تاکہ گنہگاروں کو اپنی معافی کی خواہش پوری طرح پختہ ہو جائے اور تا امید ختم ہو جائے اور مؤمنین کے حسن ظن کو تقویت ملے اللہ تعالیٰ یقیناً بخشے والا ہے اس کا معنی گذر چکا ہے۔ ابو القاسم بلخعی نے ذکر کیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ احد کے دن صرف تیرہ آدمی

باقی رہے پانچ کا تعلق مہاجرین سے اور آٹھ کا تعلق انصار سے تھا۔ مہاجرین کے پانچ یہ تھے۔

علی۔ ابوبکر۔ طلحہ۔ عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ علیہم اجمعین

مندرجہ ذیل امور اس حوالے سے ثابت ہوئے۔

۱۔ میدان جنگ سے بھاگنے والے صحابہ کرام کی اس غلطی کی اللہ تعالیٰ نے تلافی فرما دی اور انہیں معاف کر دیا۔

۲۔ معافی کا دوبارہ ذکر فرما کر صحابہ کو مایوسی سے منع فرمایا اور ان کے حسن ظن کی تعریف فرمائی۔

۳۔ معافی کا دوبارہ ذکر کرنا اس بات کی تاکید تھی کہ صحابہ اس سے پہلے ہی معافی کے

طلبگار تھے۔

نوٹ: یہ بات یاد رکھیں جن اصحاب سے غزوہٴ احد میں غلطی سرزد ہوئی تھی اللہ پاک نے

اپنے فضل و کرم سے ان کی معافی کا اعلان فرمادیا۔ اس آیت شریفہ میں وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ

اور اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا تم سے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا پھر کسی کو کیا مجال

ہے کہ ان کی شان میں کوئی نازیبا کلمات کہے۔ چونکہ ان کی غلطیوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما

دیا اور جس کو اللہ پاک معاف فرمادیں وہ بفرمان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام التائب من

الذنب گمّن لا ذنب لہ، گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جو سرے سے

گناہ میں ملوث نہ ہوا ہو۔ (اصول کافی جلد دوم صفحہ ۳۳۵)

(بحوالہ کتاب گناہان کبیرہ جلد ہفتم مترجم سید محمد علی حسینی شیعہ، جامعہ الزہرا کراچی)

اس دنیا میں کوئی ایسا بندہ بشرط نہیں سکتا کہ اپنے آپ کو کسی بھی گناہ اور خطا کی

آلودگی سے پاک و پاکیزہ رکھنے میں کامیاب ہو گیا ہو۔ اپنی فطرت اولیہ کو آخر عمر تک تازہ

مولود کی طرح صاف ستھرا محفوظ رکھ سکا ہو۔ انسان تو انسان حتیٰ انبیاء کرام علیہم السلام بھی

غزوات سے اپنے آپ کو بچانہ سکے۔ لیکن پیغمبروں کی خطا اور ہماری خطا میں بہت فرق ہے۔
(گناہان کبیرہ جلد ہفتم صفحہ ۶۹ ترجمہ سید محمد علی حسینی)

تو یہ حضرات قرآنی نصوص اور حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے گناہ بمنزلہ
معصوم یعنی جس کے اوپر کوئی گناہ نہ ہو۔
اب غزوة اُحد کا حال سنئے!

تہار ہنا حضرت رسول کا میدان میں اور سنگ و پتھر مارنا اعدا کا اور شہید ہونا دندان
مبارک آنحضرت کا از دحام کفار کا حضرت خیر الانام پر اور گرنا اُن حضرت کا زمین پر اور چلانا
شیطان لعین کا اور غصہ امیر المؤمنین کا۔

منقول ہے کہ جب جناب سید ابراہیم تہار ہے اور جان نثار قدم اشرف پر نثار ہوئے
اُس وقت ابن قمریہ علیہ الہماویہ حضرت کے نزدیک آیا اور نہایت غصہ سے دست ناپاک کو دراز
کیا اور تلواریں برابر پر ماری حفظ داور داد آور سے ضرب اُس کی کارگر نہ ہوئی۔ لیکن لنگر اُس
ضرب کا شدید زیادہ تھا بدن مبارک کو زحمت نہ پہنچی اور کثرت سیلان خون اور سحیحی ضرب اُس
ملعون سے حالت غش کی طاری ہوئی اور فراز زین ناقہ سے طرف زمین کے میل کیا اور پائے
مطہر حلقہ رکاب سے باہر نکل گیا۔ باذل

گرفتہ جہاں آفریں درامان
تس ساخت از چشم اعدا نہاں

اُسی وقت جبرائیل امین نے جلدی آ کر جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے
پروں میں لیا اور بحکم خداوند آسمان وزمین ایک غار میں چھپایا۔ (روایت اہل تشیع)
(غزوات حیدری محقق شہیر سید محسن علی صاحب صفحہ ۱۵۶ تا ۱۵۸)

بخدا دل نہیں مانتا کہ حیدر کرار علی الرضی رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تہا میدان

احد میں چھوڑ کر کہیں اور جگہ چلے جائیں۔ مؤلف کتاب ہذا

۴۔ میدان احد میں ڈٹے رہنے والے حضرات میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سرفہرست ہیں۔ مقام غور کچھ لوگوں کا یہ وطیرہ ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں زبان لعن و طعن دراز کرتے ہیں۔ جو میدان احد سے بھاگ گئے تھے ایسے لوگوں کو

وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ اور وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ

وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

کے قرآن الفاظ یعنی فرمان الہی اور شیعہ تفسیر جو ابھی اس آیت کے تحت مذکور ہوئی اسے بھی پیش نظر رکھیں۔ تو صاف معلوم ہوگا۔ ان کا لعن و طعن خود اپنی طرف سے لوٹتا ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے اُن کی معافی فرمادی۔ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان بھاگنے والوں ابو بکر صدیق سب سے پہلے تھے باقی صرف ایک جو ان کھڑا رہ گیا یعنی حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا حالانکہ ان کی اپنی تفسیر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شمار ان حضرات میں کر رہی ہے جو وہاں میدان احد میں ثابت قدم رہے۔ اکیلے حیدر کرار رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ تیرہ حضرات تھے۔ ہم کن کو سچا کہیں اور کس کو کاذب، یہ فیصلہ قارئین کریں۔

قارئین کرام تفسیر مجمع البیان کی حیثیت شیعہ حضرات کے فخر محققین سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ کی زبانی سنیجے۔ فرماتے ہیں۔

امین الاسلام شیخ ابو علی فضل بن حسن بن ضل طبری مشہور مفسر ہیں مجمع البیان اس وقت دنیائے تشیع میں مرکز استفادہ ہے۔ مقدمہ تفسیر قرآن ناشر ادارہ علمیہ (پاکستان) لاہور

(بعنوان عزوہ حسین اظہار حقیقت نمبر ۳۴ مسئلہ نمبر ۶)

بعض مؤرخین و محدثین نے لکھا ہے کہ فتح مکہ اور اپنی تعداد کی کثرت سے بعض صحابہ

میں غرور و تکبر بھی ہو گیا تھا کہ اب ہم ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذَا عَجَيْتُمْ
كَفِيرًا تَكْفُرْتُمْ فَلَمْ تَغْنِ عَنْكُمْ..... (سورۃ توبہ پارہ ۱۰)

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی بہت سے مقاموں پر اور حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت نے تم کو نازاں کر دیا تھا۔ پھر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم نے پیٹھ دکھا کر بھاگے۔

ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ.....
وَعَذَابَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ثُمَّ يُتَوَّبُ اللَّهُ مِنْ مَّ بَعْدَ
ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ط

اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور مؤمنین پر اور اتارا اللہ نے ایسا لشکر (ملائکہ) جو انہوں نے نہیں دیکھا۔ اُن کو۔۔۔ اور عذاب کیا اس نے جنہوں نے انکار کیا یہ بدلہ کفار کا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا اس کے جس پر چاہا۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورۃ توبہ پارہ ۱۰)

ان آیات سے کئی امور ثابت ہوئے۔ (ترجمہ حکیم مقبول)

۱۔ اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین میں کفار سے زیادہ تھے۔

۲۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کو اپنی کثرت پر ناز ہو تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کو روک لیا تاکہ صحابہ کرام کے دل میں ذرا سی کثرت پر فخر آ گیا ہے۔ یہ اپنی طاقت کے مظاہرے کو آزما لیس پھر میں اپنی امداد بھیجوں گا۔ اللہ، اللہ رب تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دل کو ذرا سی نفسانیت کو بھی برداشت نہیں فرمایا بلکہ اس کو فوراً درست فرما

دیا۔۔۔۔۔ جیسا کہ حنین میں ان کو ذرا سا کثرت کا خیال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی پسند نہ فرمایا حالانکہ کہ کفر کے مقابلہ میں فخر کرنا درست ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی اس بات کو بھی گوارا نہیں فرمایا یہ اُن کے خدائی قرب کی دلیل ہے۔ جب رب العزت نے ان کے دل کی ذرا سی بات کو بھی گوارا نہ فرمایا امداد میں توقف فرمایا تو صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین کو جنگ میں پیچھے ہٹنا پڑا اب صحابہ کرام کے پیچھے ہٹنے سے خداوندی کئی قانونوں میں فرق آتا تھا۔ لِيُظْهِرَهُ، عَلَى الدِّينِ كَلِمَهُ تُو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

۳۔ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

اللہ تعالیٰ نے ایمان داروں پر یعنی اصحاب مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تسلی نازل فرمائی۔ جب اُن کی تسلی ہو گئی تو ان کی وجہ سے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی تسلی ہو گئی کیونکہ ان کی شکست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکست تھی اور ان کی فتح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فتح تھی۔ جو صحابہ کرام کے مد مقابل تھے ان کو شکست دی اور شکست کا نام عذاب الہی رکھا۔ اور صحابہ کرام کے مقابلین کو نافر کافری۔ یا۔

۵۔ حنین میں پیچھے ہٹنے کی کوتاہی صحابہ کرام سے سرزد ہوئی فوراً ان کو توبہ رب کریم نے
ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ مِنْ مَنظُورٍ فَرَمَائِي۔

۶۔ پھر سوال ہوتا تھا کہ پیچھے ہٹنے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی ان کو نکال کیوں نہ دیا۔ اُس کا جواب دیا کہ توبہ منظور کرنا میرا کام ہے فرمایا اَعْلَى مَنْ يَشَاءُ جَسْ پر رب کریم چاہے رجوع کر سکتا ہے۔ اس کو کوئی طاقت روکنے والی نہیں۔

۷۔ وہ مؤمنین ہیں، مؤمنین کی توبہ رب کریم منظور فرمالاتا ہے اگر کافر یا منافق ہوتے تو

رب کریم اُن کو جماعت اصحاب سے خارج کر دیتا لیکن اس کا قانون ہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ

جس قوم کو رب کریم ہدایت دیتا ہے یعنی غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرماتا ہے اس کو پھر گمراہ نہیں ہونے دیتا۔ اگر اُن سے کوئی غلطی ہو جائے تو معاف فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ غزوہ حنین میں صحابہ کرام سے غلطی ہوئی لیکن رب کریم نے تم توب اللہ فرما کر اُن کی امداد فرمائی اور جو اُن کے دشمن کفار تھے ان کو اسی وقت شکست دی اور فرمایا۔ ذَالِكَ جَزَاءُ لِكَافِرِينَ اور صحابہ کرام کو تم توب اللہ سے نواز اور فوراً امداد پہنچائی۔ اور ان کے مخالفین کفار کو وَعَذَابُ الَّذِينَ كَفَرُوا سے خطاب فرما کر شکست دی اور ان کیلئے صحابہ کی مخالفت کا نشان قیامت تک ثبت فرما دیا۔ (مختصر حاصل ان آیات قرآنی کا)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے غزوہ حنین میں اس وقت تمہاری مدد کی جب کہ تم کو اپنی کثرت پر فخر ہوا اور تمہاری کثرت کچھ کام نہ آئی اور تمہاری حالت ہو گئی کہ زمین تم پر تنگ ہو گئی اور تم نے پیٹھ پھیری۔ دیکھو جنہوں نے پیٹھ پھیری تھی اللہ تعالیٰ نے مدد کی یعنی بھاگنے سے بچا لیا اور انہوں نے پھر پلٹ کر کفار کے ساتھ جنگ کی اور اُن پر فتح پائی۔ تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ان کی مدد کرے اور بھاگنے سے بچالے اور شیعہ حضرات یہ فرماویں کہ بھاگ گئے

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں سے جن سے یہ کہا تھا کہ تم نے جب پیٹھ پھیری اس وقت ہم نے تمہاری مدد کی تھی اب غور فرمائیے اللہ نے تو ان کی تمام غزوات میں مدد کی اور شیعہ ان کو ہر جگہ بھاگ گئے، بھاگ گئے کا الزام لگاویں۔

انتباہ: اب اگر کوئی شخص ان قرآنی آیات کو پس پشت ڈال کر صحابہ کرام پر غزوہ حنین کے متعلق اعتراض کرے تو وہ منکر قرآن خداوند کریم کا مخالف اور صحابہ کرام سے عداوت رکھنے والا ہوگا۔

۱- اب قانون خداوندی تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ سورۃ محمد پ ۲۶
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ
 اے ایمان لانے والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کریگا اور تمہارے
 قدم جمادے گا۔ (ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

۲- وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (سورۃ روم پ ۲۱)
 مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے۔ (ترجمہ مقبول)

۳- وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ (سورۃ آل عمران پ ۳)
 بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی تھی جبکہ تم حقیر (کنزور) تھے۔ (ترجمہ مقبول)

۴- لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ
 بے شک اللہ نے تمہاری بہت سے موقعوں پر مدد کی۔ (ترجمہ مقبول)

آیت نمبر ۲ کی تشریح:

ان آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اللہ اور اس
 کے سچے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امداد کی تو اللہ نے اُن کی امداد فرمائی اگر وہ اللہ اور اس
 کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے اسلام کی مدد نہ کرتے تو خداوند کریم اُن کی امداد کبھی نہ
 فرماتا اور ان کو ثابت قدم اسلام پر نہ رکھتا بلکہ تباہ کر دیتا۔ خلفاء اور صحابہ کرام ہلاک نہ ہوئے۔
 یہ اُن کے ایمان کی تین دلیل ہے۔

آیت نمبر ۳ کی وضاحت پڑھیے۔ اَزَلَّةً کے آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ

أَنْ يَمُدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنَزَّلِينَ

تو تم اللہ تعالیٰ سے ڈراؤ تاکہ تم شکر یہ ادا کرو۔ جب آپ حضور مؤمنین کو فرماتے تھے کیا تمہیں کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتوں کو اتار کر تمہاری امداد کرے۔ صحابہ کرام کی امداد کیلئے فرشتوں کو بھیجنا یہ خداوندی امداد ہے۔ کفار کو اس جنگ بدر میں شکست دے کر ذلیل کیا جائے۔ اب فیصلہ تم پر ہے کہ خلفائے ثلاثہ بدری تھے یا نہ اگر اجماعی فیصلہ ہے کہ وہ بدری تھے تو ان کو امداد خداوندی پہنچی۔ جب متفقہ فیصلے سے ثابت ہے کہ ان کو نصرت خداوند حاصل ہوئی تو پھر ان کا مؤمنین اولین ہونا اظہر من الشمس ہو گیا۔

تفسیر خلاصۃ المنہج کاشانی تفسیر شیعہ میں لکھا ہے کہ روز بدر ہفتاد تن اسیر شدند و از جملہ ایشاں عباس و عقیل بودند حضرت در باب ایشاں با صحاب مشاورہ کردند ابو بکر کہ از مہاجرین بوگفت یا رسول اللہ اکبر و اصغرا میں قوم اقارب و عشتر اندا اگر ہر یک بقدر طاقت فدائے بدر ہد باشد کہ روزے بدولت اسلام برسد

اور اسی طرح مجمع البیان طبری میں ہے اُسے او پر والی فارسی عبادت کا ترجمہ خیال فرمائیں۔ کہ پیغمبر خدا نے بدر کے دن قیدیوں کے باب میں اپنے یاروں سے کہا اگر تم چاہو ان کو مار ڈالو اور چاہے جانے دو۔ تب حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کو نکالا اس لئے ان کی گردنیں مارنا چاہیے۔ عقیل کو علی کے سپرد فرما دو کہ وہ ان کو ماریں اور حمزہ عباس کو اور فلاں شخص جو میرا عزیز ہے اس کا کام میں تمام کر دوں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ یہ آپ کی قوم اور رشتے کے لوگ ہیں فدیہ لیکر چھوڑ دینا چاہیے۔ چنانچہ اسی طرح حضرت نے کیا۔ شیعہ حضرات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مہاجرین اور اہل بدر سے ہونا دوسرے پیغمبر خدا کا ان سے مشورہ کرنا تیسرے حضرت عمر کا کافروں پر سخت ہونا اور خدا کی راہ قرابت اور برادری کا کچھ خیال نہ کرنا باقر علمائے اکابرین شیعہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا اور

تفسیر مجمع البیان طبری میں ہے۔

لَعَلَى اللَّهِ اِطْلَع عَلَىٰ بَدْرٍ فَغْفِرْ لَهُمْ فَقَالَ اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ

غفرت لكم

خدا نے اہل بدر کی شان میں فرمایا کہ جو چاہو سو کرو میں تم کو بخش چکا ہوں۔ اور تفسیر خلاصہ المنجج کا شانی میں لکھتا ہے۔

کہ خدا تعالیٰ بدریاں را وعدہ مغفرت دادہ و ایشان را بخطاب مستطاب اعلو ما شیئتم فقد غفرت لكم نوازش فرمودہ۔

پس جب رسول خدا کی زبان مبارک سے تمام اہل بدر کا قطعی جنتی ہونا اور خدا کا ان کی نسبت اعلو ما شیئتم فقد غفرت لكم کہنا ثابت ہوا تو صحابہ کبار بالخصوص اصحاب شلہ کے قطعی جنتی ہونے میں کون سا شبہ رہا اگر ایمان اور انصاف سے کام لیں تو خدا کے کلام اور احادیث رسول اور آئمہ کے اقوال کو مانیں۔ محترم شاہ صاحب مؤلف اظہار حقیقت سے شروع سے مذہبی مسائل پر تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ مگر نہایت مہذبانہ اور شریفانہ انداز سے ایک دفعہ مسئلہ خلافت پر بحث چل پڑی تھوڑی دیر بحث ہوتی رہی۔ تو شاہ صاحب فرمانے لگے مولوی صاحب چھوڑو اس بحث کو خلیفہ برحق ہونا تو دور کی بات ہے اگر آپ قرآن پاک سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر کا مؤمن ہونا ثابت کر دیں تو ہم مانیں اسی پر بحث ختم ہوگئی۔ محترم شاہ صاحب ہم آپ کا یہ مطالبہ پورا کئے دیتے ہیں۔ قرآن پاک میں آیا ہے جیسے کہ ذکا! تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کے ساتھ اور

إِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَرِهُونَ (پارہ ۹ سورۃ الانفال)

مؤمنین کا ایک گروہ اس کو ناگوار خیال کرتا تھا۔

یعنی بعض مومن ایسے بھی تھے کہ غزوہ بدر میں شریک ہونا ان کے نفس پر شاق تھا۔ اہل سنت کے نزدیک خلفائے ثلاثہ اس گروہ میں ہرگز شامل نہیں تھے بلکہ ان کے مخالف تھے مگر شیعہ حضرات نے بہت سی روایتیں تصنیف کر لی ہیں کہ یہ حالت انہیں خلفاء کی تھی۔ شیعہ حضرات کے رئیس الحدیثین حیات القلوب میں ملائے مجلسی اس آیت اور اس کے بعد کی آیت کا ترجمہ نقل کر کے فرماتے ہیں موافق روایات سابق معلوم است کہ کنایات بابو بکر و عمر است کہ کارہ بودند جہاد اراجن آیات سے شیعوں کا خلفاء پر اس تصور کا الزام لگایا تھا اسی سے ان کا مومن ہونا ثابت ہو گیا۔ یہ خلفاء کی کرامت خیال کیجئے۔

(حیات القلوب جلد دوم در بیان کیفیت جنگ بدر صفحہ ۳۳۱)

بعنوان حضرت علی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

عباد اللہ بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ میں نے خود حضرت علی سے سنا ہے کہ وہ بیان کرتے تھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس کے رسول کا بھائی ہوں اور صدیق اکبر ہوں۔
 جواب: یہ حدیث درایت اور روایت کسی طرح صحیح نہیں۔ درایت تو اس طرح کہ علی المرتضیٰ کے اخلاق فاضلہ نہایت ممتاز تھے۔ طبیعت میں تواضع اور حلم نرمی بے مثال تھی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے منہ سے ہی اپنی تعریف کرتے پھریں اور پھر یہاں تک کہہ دیں کہ میں سب سے بڑا صدیق ہوں۔ داناؤں کا قول ہے۔

ستاکش خود بخود کردن نہ زہد مرد دانا را

روایت یہ قول اسی طرح صحیح نہیں کہ اس کے راوی عبید اللہ بن موسیٰ خود شیعہ تھے۔
 کشف الاستار صفحہ ۱۷ تقریب صفحہ ۱۷۱

منہال بن عمرو پر بھی جرح موجود ہے وہم کی۔ عباد اللہ بن عبد اللہ الکلونی بھی ضعیف ہے۔ دیکھیے کشف الاستار صفحہ ۵۲ تقریب صفحہ ۱۲۲

کتاب الضعفا للعقلمی اس میں سلمان بن عبد اللہ کے ترجمے میں اس روایت پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جرح کی پوری توثیق ہے الحاصل یہ قول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سے درایتہ روایتہ ہرگز ثابت نہیں۔ حضرت علی کی شان اس سے کہیں بلند ہے کہ خود اپنے منہ ہی اس انداز سے اپنی تعریف کرتے پھریں۔ اب اصل حدیث کے الفاظ ملاحظہ کریں۔ حدثنا محمد بن اسمعیل الرازی حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ ابنا العلابن صالح عن المنہال عن عباد اللہ بن عبد اللہ قال قال علی رضی اللہ عنہ انا عبد اللہ و اخر رسولہ و انا الصدیق الاکبر (سنن ابن ماجہ)

تو حضرت علی خود فرماتے ہیں کہ میں خدا کا بندہ ہوں حضور کا بھائی ہوں۔ اور میں ہی سب سے بڑا صدیق ہوں۔ (ختم ہوا)

شیعہ صاحبان کہتے ہیں کہ صدیق اصل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب تھا مگر آپ کا یہ حق بھی آہستہ آہستہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دے دیا گیا۔

جواب: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صدیق کا لقب نہ خود اپنے لئے وضع کیا ہے کہ لوگوں کو کہتے پھریں کہ میں صدیق اکبر ہوں اور نہ ہی یہ اعزاز انہیں امت نے بخشا ہے بلکہ خود لسان شریعت نے انہیں صدیق کے لفظ سے نوازا ہے اور یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کو کہا کہ تو صدیق ہے۔

ثبوت نمبر ۱: محمد بن یعقوب کلینی کے استاد شیخ علی بن ابراہیم قمی لکھتے ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جعفر اور دوسرے مہاجرین حبشہ کی کشتی کو سمندر میں ٹھہرے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یعنی عرض کی کہ مجھے بھی دکھائیں تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک مل دیا پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی وہ سارا نقشہ دیکھا اس کے آگے یہ الفاظ ہیں۔

قَالَ لَهُ، رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ الصِّدِّيقُ.

سورہ توبہ آیت ثانی اثنین اذہمانی الغار کی تفسیر میں صاحب تفسیر قمی نے اپنے باپ کی سند سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے کہ اس روایت سے ظاہر ہو گیا کہ یہ خطاب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول علیہ السلام نے دیا تھا۔ جو قیامت تک ان کے نام کے ساتھ پکارا جائیگا۔ (ف) غزوہ خیبر میں رسول علیہ السلام نے علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر آشوب چشم کھو دیا تھا اور غار میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر ان کو روشن ضمیر بنا دیا اور رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ نے علی کے جسم کے جسم پر اثر کیا تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قلب پر اس اس غزوہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کرار غیر فرار فرمایا۔ یہ بھی ایک جسمانی کمال ہے اور حضرت ابو بکر کو غار میں صدیق فرمایا یہ قلبی کمال ہے۔ تفسیر قمی زیر آیت ثانی اثنین سورہ توبہ آیت ۲ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ

كُنَّا مَعَهُ، اِمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِ الْجَبَلِ حَرَاءِ اِذْ تَحْرَكَ الْجَبَلِ فَقَالَ لَهُ، قَرَّ فَاَنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدٌ
 کہ ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبل حرا پر تھے کہ یکا یک پہاڑ نے حرکت کی تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ قرار پکڑ کوئی نہیں ہے تجھ پر سوائے نبی اور صدیق اور شہید کے اور دیکھنے کتب شیعہ سے ظاہر ہے ہے کہ اس وقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ابو بکر صدیق اور علی المرتضیٰ تھے۔ پس حضرت نے اپنی ذات کیلئے نبی اور حضرت ابو بکر کی نسبت صدیق اور علی المرتضیٰ کے حق میں شہید فرمایا۔ (احتجاج طبری)

۳ - وَلَدْنِي الصِّدِّيقُ مَرَّتَيْنِ اِحْتِجَاجِ الْحَقِّ صَفْحَةَ نَبْرَةِ قَاضِي نُوْرِ اللّٰهِ شَوْشْتَرِي

أُمُّهُ، أُمُّ فَرَوَةَ بِنْتُ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَأُمُّهَا

أَسْمَاءُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر تھیں۔

اور فروہ کی والدہ اسماء بنت عبد الرحمن بن ابو بکر تھی۔ تو سیدنا امام جعفر صادق کا یہ فرمائی کہ میں

ابو بکر صدیق کی دو طرح سے اولاد ہوں جس کا اصول کافی سے حوالہ دیا۔

(ترجمہ اصول کافی مترجم جلد اول صفحہ ۵۸۶)

۳۔ أَنَّهُ سَأَلَ الْإِمَامَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ حَلِيَّةِ السَّيْفِ هَلْ يَجُوزُ

فَقَالَ نَعَمْ قَدْ حَلَى أَبُو بَكْرٍ الصَّدِيقُ سَيْفَهُ بِالْفِضَّةِ فَقَالَ الرَّاوي اتَّقُولُ

هَكَذَا فَوُثِبَ الْإِمَامُ عَنْ مَكَانِهِ فَقَالَ نَعَمْ الصَّدِيقُ نَعَمْ الصَّدِيقُ نَعَمْ

الصَّدِيقُ فَمَنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ الصَّدِيقُ فَلَا صَدَقَ اللَّهُ قَوْلُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

ترجمہ: کسی شخص نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تلوار کے قبضے کو حلیہ کرنا درست ہے

یا نہیں تب امام نے جواب دیا کہ ہاں اس لئے کہ ابو بکر صدیق کی تلوار کے قبضے پر بھی حلیہ

چاندی کا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ اس نے امام سے عرض کی کہ یا حضرت آپ بھی ابو بکر کو

صدیق کہتے ہیں یہ سنتے ہی امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور کہنے لگے کہ ہاں وہ صدیق ہے

وہ صدیق ہے۔ ہاں وہ صدیق ہے جو کوئی اسکو صدیق نہ کہے خدا اس کی دنیا اور آخرت میں

تصدیق نہ کرے۔

(كشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ علی بن عیسیٰ اردوبیلی صفحہ ۳۳۰ ایران)

نوٹ: بعض شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ روایت صاحب کشف الغمہ نے علامہ ابن جوزی

سے جو کہ مشاہیر علمائے اہل سنت سے ہے نقل کی ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں ہے۔ اس

لئے کہ مؤلف کتاب موصوف نے جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے اور نقل کیا ہے وہ متفق علیہ فریقین ہے اور علمائے شیعہ نے اسے یکے بعد دیگرے قبول کیا ہے اور وہ شیعہ حضرات کے نزدیک مسلم ہے۔ چنانچہ مشاہیر علمائے شیعہ میں سے علامہ معز الدین صدر کتاب امامت میں لکھتے ہیں کہ کتاب کشف الغمہ از تصنیفات وزیر سعید اردبیلی است و آنچه در کتاب مستطاب مذکور است مقبول طبائع موافق و مخالف است۔ پس گو کہ صاحب کشف الغمہ نے یہ روایت ابن جوزی ہی سے نقل کی ہو لیکن جب کہ وہ الزام کر چکا ہے کہ جو روایت لکھی جائے گی وہ مقبول فریقین ہوگی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت بھی مقبول فریقین سے ہے تو اب اس روایت سے الزام شیعوں پر دینا درست ٹھہرا اور جواب شیعہ حضرات سے لینا واجب ہوا۔ بعض شیعہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ امام باقر علیہ السلام کا قول بنا برقیہ ہے۔

جواب: امام باقر رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے ممنوع تھے اور ان کو اقیہ کرنا جائز نہ تھا۔ کیونکہ جو صحیفہ خدا نے ان پر بھیجا تھا اُس میں ان کو حکم ہوا۔

حَدَّثَ النَّاسَ وَافْتَهُمُ وَلَا تَخَافُنِ إِلَّا اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ فَانَّهُ لَا

سَبِيلَ لَأَحَدٍ عَلَيْكَ

لوگوں سے احادیث بیان کرو اور ان کو فتوے دو اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو تم پر کسی کو قابو حاصل نہیں ہوگا۔ (اصول کافی کتاب الحجت صفحہ نمبر ۳۲۲ مترجم کراچی)

یعنی مسائل شرعی کو بلا خوف و خطر ظاہر کرنے کی تاکید تھی اُن کو خدا نے مطمئن کر دیا تھا اور ان کے حق میں

وَلَا تَخَافُنِ إِلَّا اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ وَأَنْتَ فِي حَرَزٍ وَأَمَانَ

اللہ کے سوا کسی سے ڈرو تم اس کی پناہ میں ہو۔ فرما دیا تھا پس ایسی حالت میں امام کا ایک سنی سے ڈر جانا اور اس کے خوف سے ایک غاصب خلافت کو صدیق کہنا اور باوجود تسلی اور

وعدہ خدا کے جان و عزت کا اندیشہ کرتجب و حیرت کا مقام ہے۔

۵۔ حضرت ابو بکر کے صدیق کے لقب سے ملقب ہونے کا ثبوت کتاب اللہ سے

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

جو شخص آیا ساتھ صدق کے اور جس نے تصدیق کی اس کی وہی متقی ہیں۔

قِيلَ الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ رَسُولَ اللَّهِ وَصَدَّقَ أَبُو بَكْرٍ

کہ جو شخص آیا ساتھ صدق کے اس سے مراد رسول خدا ہیں اور جس نے تصدیق کی

ان کی اس سے مراد ابو بکر ہیں۔ مجمع البیان طبری زیر آیت مذکورہ اور جس نے پیغمبر خدا کی سچے

دل سے اوروں سے زیادہ تصدیق کی ہو اسی کا لقب صدیق ہے۔ پس بفضلہ تعالیٰ خدا تعالیٰ کی

کتاب سے بھی حضرت ابو بکر کا صدیق ہونا ثابت ہو گیا۔ اگر مذہب شیعہ کا مدار قرآن پر ہے

تو ہم نے متعدد قرآنی آیات سے خلفائے ثلاثہ کا اور اہل بدر کا قطعی جنتی اور مؤمن ہونا ثابت

کر دیا۔ اگر احادیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہے تو اس سے بھی حضرت ابو بکر کا صدیق

ہونا ثابت کر دیا اگر پاک اما مان اہل بیت پر ہے تو پاک امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور سیدنا

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے قولوں سے حضرت ابو بکر کا لقب صدیق ثابت کر دیا۔ ہدایت اللہ

کریم کے ہاتھ میں ہے۔

نوٹ: ہم اہل سنت سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا کو بھی صدیق مانتے ہیں۔ قرآن پاک میں آتا

ہے کہ اَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ

صدیقین جمع کا صیغہ وارد ہوا ہے۔ بلکہ سب صحابہ کرام صدیق ہیں۔ ہم نے جو شاہ

صاحب کے بعنوان حضرت علی کے صدیق اکبر ہونے کا جواب اسلئے لکھا ہے کہ ان کی اس

ضمن میں لکھی گئی عبارت سے یہ وہم پڑتا ہے کہ سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اور کوئی

صدیق اکبر نہیں۔

حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل کے چند دلائل

دعوت ذوالعشیرہ پر جب حضور نے اعلان نبوت کیا تو اس صرف حضرت علی نے نصرت کا وعدہ کیا۔ تو فرمایا آپ نے اے علی تو میرا وزیر میرا خلیفہ میرا جانشین میرے بعد اور تو میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں۔

جو حدیث صاحب تفسیر خازن اور صاحب تفسیر معالم التنزیل نے زیر آیت **وَإِنذِرْ**

عَشِيرَتِكَ الْآقْرَبِينَ (پ ۱۹ کو ع ۱۵)

زیر بحث حدیث واقعی مکمل سند کے ساتھ معالم التنزیل میں مذکور ہے۔ وہ سند یہ ہے۔

رَوَى مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الْغَفَّارِ بْنِ قَاسِمٍ عَنْ مِنْهَالِ

بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ

اس سند کے روایت میں ایک راوی عبد الغفار بن قاسم ہے جس کے بارے میں

قانون الموضوعات میں علامہ الطاہر القفنی الہندی نے اس کے صفحہ ۲۷۰ پر لکھا ہے۔ عبد الغفار

بن قاسم متروک شیعہ یعنی عبد الغفار بن قاسم مطعون اور طعن یہ ہے کہ اس کی روایت

چھوڑی جاتی ہیں۔ وہ شیعہ تھا اور احادیث گھڑ بھی لیا کرتا تھا۔

۲۔ لسان المیزان جلد چہارم صفحہ ۴۲ پر حرف العین میں مذکور ہے کہ عبدالغفار بن قاسم

هُوَ رَافِضِيٌّ لَيْسَ بِثِقَّةٍ وَيُقَالُ مِنْ رُؤْسِ الشَّيْعَةِ

یعنی عبدالغفار بن قاسم رافضی ہے روایات میں ثقہ نہیں اور اس کے بارے میں کہا گیا کہ سرخیلات شیعہ میں سے تھا۔ اور ان کے علاوہ موضوعات کبیر میں جناب ملا علی قاری نے بھی صفحہ ۹۴ پر اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے۔

هَذَا وَصِيٌّ وَخَلِيفَتِي مِنْ بَعْدِي

یہ عبارت من گھڑت ہے۔ یہاں تک کہ اس روای کے رافضی شیعہ ہونے کا معاملہ ہے تو اس کی تائید خود شیعہ حضرات کی معتبر کتاب مجالس المؤمنین جلد اول صفحہ ۲۰۳ پر اس کے مصنف ملا نور اللہ شوشتری لکھتے ہیں کہ طائفہ دوم یعنی بنو ہاشم میں جو حضرات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شیعوں میں تھے ان میں سے ایک شیعہ عبدالغفار بن قاسم بھی ہے جس کا ذکر نور اللہ شوشتری نے فہرست نمبر ۵۰ صفحہ ۲۶۴ میں کیا ہے عبارت پڑھیے۔ در قسم مقبولان از کتاب خلاصہ مذکور است یعنی عبدالغفار قاسم کو صاحب کتاب خلاصہ نے از قسم مقبولان (علی) شمار کیا ہے۔

حضرات! جس روایت کا راوی ایسا ہو جس کی روایت کو چھوڑ ہی دیا گیا ہو اور وہ ان راویوں میں شمار ہو جو من گھڑت روایات بیان کرنے والے ہوں اور اس سے بڑھ کر اس کے شیعہ ہونے کی تصدیق خود شیعہ مجتہد ملا نور اللہ شوشتری بھی کر دے تو انصاف فرمائیں کہ ایسے راوی کی روایت اہل سنت و جماعت کیلئے کب حجت اور دلیل بن سکتی ہے۔

نوٹ: یہ حدیث معالم التنزیل جلد سوم صفحہ نمبر ۴۸۴ پر اس طرح مرقوم ہے۔

قَالَ هَذَا أَخِي وَوَصِيٌّ وَخَلِيفَتِي فِيكُمْ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا

عبادت ہے تمام احادیث کو ہم مانتے ہیں خواہ یہ حدیثیں ضعیف ہوں کیونکہ ہم اہل سنت کا ایمان ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان و دھمے سنی و ایمان و دھمے۔ مگر خدا را یہ بتاؤ کہ ان میں سے خلافت بلا فصل علی المرتضیٰ پر کون کون سی حدیث دلالت کرتی ہے۔ پس ایسی روایات پر ہی اکتفا ان کے مذہب کا دارمواد ہے۔

شیعہ حضرات کے نزدیک سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل توحید و رسالت کی طرح اصول دین میں ہے توحید اور رسالت اور دیگر اصول دین ایسی قرآنی آیات سے معلوم ہوتے ہیں جو واضح اور صریح الفاظ کے ساتھ مذکور ہوں لیکن سیدنا علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل صراحت اور وضاحت کے ساتھ نہ قرآن میں مذکور اور نہ احادیث متواترہ میں اس کا ذکر۔ ایسی دلیلیں اور تاویلیں تار عنکبوت سے کمزور تر ہیں۔

سخنہائے فہمیدنی

مسئلہ خلافت کو سمجھنے سے پہلے چاہیے کہ شیعہ حضرات اور اہل سنت و جماعت کے ہاں اس مسئلہ خلافت کی حیثیت کیا ہے۔

شیعہ حضرات کے عقیدہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل توحید۔ رسالت۔ قیامت کی طرح اصول دین میں سے ہے۔ جس کا منکر کافر و مرتد ہے۔ اب شیعہ حضرات کا فرض بنتا ہے کہ کہ دیگر اصول دین یعنی توحید رسالت۔ قیامت کی طرح قرآن پاک کی نص صریح سے صاف اور واضح الفاظ سے ثابت کریں۔ جیسا کہ توحید۔ رسالت۔ قیامت کا ذکر قرآن پاک میں واضح اور صاف الفاظ میں ذکر ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ (پ ۲) مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

(پ ۲۶) لَا قِسْمُ بِيَوْمِ الْقِيَمَةِ (پ ۲۹)

مگر قیامت تک شیعہ اس قسم کی کوئی نص پیش نہیں کر سکتے۔

اور اہل سنت کے نزدیک خلافت اصول دین سے نہیں بلکہ اور دینی مسائل کی طرح

ایک دینی مسئلہ ہے۔ لہذا ان دونوں چیزوں کو برابر سمجھنا بے علمی ہے۔

کیونکہ شیعہ حضرات خلافت اور امامت کو منصوص من اللہ اور اصول دین میں سے ہونے کے دعویدار ہیں اور بارہ اماموں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر مانتے ہیں۔ اس کا ثبوت شیعہ حضرات کی سب سے چوٹی کی کتاب اصول کافی سے سعید اعرج سے مروی ہے۔ کہ میں اور سلیمان آئے خدمت میں ابو عبد اللہ علیہ السلام کے ہم نے کلام شروع کیا۔ فرمایا اے سلیمان جو امیر المؤمنین علیہ السلام نے بیان کیا ہے۔ اصل عبارت

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالًا مَا جَاءَ بِهِ عَلِيٌّ أَخْذُ بِهِ وَمَا نَهَى عَنْهُ أَنْتَهَى
عَنْهُ جَرَّاهُ لَهُ مِنْ الْفَضْلِ مَا جَرَّاهُ لِمُحَمَّدٍ وَكَذَلِكَ لِأَيِّمَةِ الْهُدَى
وَاحِدٍ بَعْدَ وَاحِدٍ

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے سلیمان جو امیر المؤمنین نے بیان فرمایا وہ لینا چاہیے اور جس سے منع کیا ہے اس کو ترک کرنا چاہیے۔ علی کی فضیلت و بزرگی ویسی ہی ہے جیسے رسول کی آخر میں فرمایا ایسی ہی بزرگی تمام ائمہ ہدی کیلئے ہے یکے بعد دیگرے۔ اسی حدیث کا مضمون شیعوں کے علامہ باذل نے حملہ حیدری میں یوں نظم کیا ہے۔

ہمہ چوں محمد منزہ صفات ہمہ صاحب حکم برکات

دیکھا شیعہ حضرات کا عقیدہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بارہ اماموں کی فضیلت اور بزرگی میں کوئی فرق نہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح وہ بھی معصوم اور ان کی اطاعت فرض ہے اور سارے ائمہ اسی فضیلت کے مالک ہیں۔

اگر شیعہ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم رتبہ نہ سمجھتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کا کلمہ کیوں پڑھتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام اذانوں میں شامل کرتے۔ شیعہ حضرات کے علامہ امام ثمنی فرماتے ہیں۔

از ضروریات مذہب ماست کہ کسے بمقامات معنوی ائمہ (ع) نے رسدحتی کہ ملک

مقرب و نبی مرسل

ترجمہ: یہ چیز ہمارے شیعہ مذہب کی ضروریات میں سے ہے۔ کہ ہمارے اماموں کا وہ درجہ ہے جسے کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل بھی نہیں پاسکتا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) ولایت فقہیہ (فارسی) صفحہ ۷۵ مکتبہ انتشارات ازادی قم

تو جیسے جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت قرآن پاک میں واضح اور منصوص بالاسم ہے۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (پ ۲۶)

محمد خدا کے رسول اسی طرح اماموں کی امامت بھی منصوص بالاسم قرآن مجید سے ثابت کریں کیونکہ شیعہ حضرات کے نزدیک ائمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثل ہیں۔

اور خلفاء کی خلافت کا اہل سنت کے نزدیک منصوص بالاسم ہونا ضروری نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک تمام خلفاء غلامان محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہ مثل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

لیکن اب شیعہ حضرات کا بارہ ائمہ کی خلافت و امامت کا منصوص بالاسم قرآن مجید سے ہونا تو ایک طرف صرف ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل بھی قرآن مجید سے ثابت نہیں کر سکتے پھر کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خم غدیر پر فرمایا۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاَهُ فَهَذَا عَلِيٌّ مَوْلَاَهُ

کا اعلان فرمایا تھا۔ پھر جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل اصول دین میں سے ہے تو اس کی کیا وجہ کہ اس کا اعلان نہ قرآن مجید میں نہ حدیث متواتر میں نہ مکہ میں نہ مدینہ میں نہ بیت المقدس میں نہ مسجد نبوی میں بلکہ ایسا ضروری اعلان ایک جنگل کے تلاب پر (یعنی خم غدیر) اور وہ بھی گول مول الفاظ میں جس کے معنی

خلافت بلافضل کے ہرگز نہیں۔ شیعہ حضرات غور کریں جب یہ مسئلہ عقائدِ قطعیہ میں تھا یعنی اصول دین میں سے تھا تو پروردگار عالم نے

يَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ كِي طرَح صرَاحًا كِيوں نَبِيں فرما ديا۔ يَا عَلِيُّ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً بَلَا فَضْلَ بَعْدَ النَّبِيِّ قُرْآن ميں آجاتا ہے۔

شیعہ حضرات سے ایک سوال

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سورہ القصص میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ
أَيْمَةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِي فِرْعَوْنَ
وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ (پ ۲۰)

ترجمہ: اور ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ان لوگوں پر جو اس سرزمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں احسان کریں اور ان کو امام بنائیں اور ان کو ہم وارث قرار دیں اور اس سرزمین میں ان کو تسلط عطا کر دیں۔ اور (اُس) فرعون کو اور ہامان کو اور دونوں کے لشکر کو جو انہی میں سے تھے وہ کچھ دکھلا دیں جس کا (ان کی طرف سے) خوف کیا کرتے تھے۔

(ترجمہ مقبول صفحہ ۸۷۶)

اب مذکورہ بالا آیات کی تفسیر شیعہ مفسر کی زبانی! تفسیرِ قتی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات قتل و ظلم وغیرہ سے اطلاع دی جو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کو فرعون کے ہاتھوں برداشت کرنے پڑے۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر حضرت کی امت کے ہاتھوں جو مصائب گذرنے والے تھے اور ان کی خبر حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھی اُن کے بارے میں حضرت کو صبر آ جائے۔ اور تسکین ہو جائے۔ چنانچہ یہ تسلی دینے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بشارت بھی دی ہے کہ بعد ان مصائب کے خدا تعالیٰ اُن پر احسان خاصی فرمائے گا اور ان کی تمام زمین کا خلیفہ اور آنحضرت کی ساری اُمت کا امام مقرر فرمائے گا اور ان کو مع اپنے خاص خاص دشمنوں کے دوبارہ دنیا میں بھیجے گا تاکہ وہ اُن سے بدلہ لے سکیں۔

چنانچہ فرماتا ہے۔ اَنْ نُّعْمَ الْخِطْبِ پھر فرماتا ہے۔ وَنُرِي فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم اور ان دونوں کے ساتھی جنہوں نے اتفاق کر کے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حق غصب کر لیا۔ آگے خدا فرماتا ہے۔

مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ

اس کا مطلب یہ ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں کو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جن جن باتوں کا اندیشہ تھا یعنی قتل اور عذاب کا خدائے تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ وہ ہم آل محمد کے ہی ہاتھوں دکھلا دیں گے۔ صاحب تفسیر قمی فرماتے ہیں کہ اگر یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے بارے میں نازل ہوتی تو خدا تعالیٰ یوں فرماتا۔

وَنُرِي فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ

اور منہم نہ فرماتا اس لئے اُس فرعون و ہامان اور دونوں کے ساتھیوں کو جو کچھ بھی اندیشہ تھا۔ شخص واحد سے تھا۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام سے نہ کہ کل قوم بنی اسرائیل سے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ صفحہ ۷۶۸)

اب شیعہ حضرات سے سوال یہ ہے کہ جن حضرات کو اہل تشیع امام منصوص مانتے ہیں کیا اُن کو دنیا میں سلطنت اور تمکین فی الارض (تسلط قوت) نصیب ہوئی یا نہ۔ اگر کہو کہ ہوئی تو

سراسر خلاف واقع ہے۔ اگر نہیں ہوئی تو ارادہ خداوندی کا کیا مطلب رہا۔

دوسرا سوال:

وَجَعَلْنَا أَيْمَةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ

ہم نے اُن کو امام بنایا وہ جہنم کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔ (سورۃ القصص پ ۲۰)
اس میں یہ ثابت کیا گیا کہ کفار کے اماموں کی امامت بھی خدا تعالیٰ ہی بناتے ہیں۔
(جیسا کہ جعلنا کے صیغے سے ظاہر ہے) فرمائیے اُن کی امامت کو آپ حضرات منصوص کیوں
نہیں کہتے جبکہ جعل کا صیغہ سب آیتوں میں مذکور ہے۔ دیکھیے اس آیت میں قائدین ظلمت
پر بھی ائمہ کا لفظ اطلاق کیا گیا ہے۔ تو تخصیص کہاں رہی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَيْمَةً يَهْتَدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا

ترجمہ: ہم نے اُن کو امام بنایا وہ ہمارے حکم کے مطابق ہدایت کرتے ہیں۔ تفسیر قمی میں ہے
کہ معصوم نے فرمایا کہ چونکہ علم خدا میں گذر چکا تھا کہ آل محمد پر جو جو مصیبتیں بھی پڑیں گی اُن
پر صبر کر لیں گے۔ لہذا انہی حضرات کو امام بنایا یعنی مقرر فرمایا۔

(ترجمہ مقبول شیعہ پ ۲۱ سورۃ السجدہ صفحہ ۸۳۹)

آیت استخلاف فی الارض کا مفہوم مختصر الفاظ میں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل امور صراحتاً ذکر فرمائے ہیں۔

۱- وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

ایک تو یہ تم مسلمانوں میں سے (جو سب کے سب صحابہ کرام تھے) علامہ سید علی الحارثی خلافت قرآنی صفحہ ۱۲ الفظ منکم کے فائدہ کے بیان میں۔

ترجمہ: اے ایماندارو تم میں سے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے ترجمہ قرآن فرمان علی شیمی لَيْسَتْ خَلْفَتُهُمْ فِي الْأَرْضِ اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو اس زمین میں جانشین بنائے گا۔ (ترجمہ مقبول شیمی اس کی تفسیر صاحب مجمع البیان یوں لکھتے ہیں۔

وَالْمَعْنَى لِيُورَثَهُمْ أَرْضُ الْكُفَّارِ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجْمِ فَيَجْعَلَهُمْ

سُكَّانَهَا وَمَلُوكُهَا

ترجمہ: معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرب و عجم کے کفار کی زمین کا انہیں وارث بنائے گا۔ وہ مسلمان وہاں سکونت پذیر ہوں گے اور بادشاہ بنیں گے۔

(مجمع البیان جلد چہارم جز ہفتم صفحہ ۱۵۲)

اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ

تمام ممالک فتح ہوئے اور آپ بموجب وعدہ الہی عرب و عجم کی سر زمین اور اس کے باشندوں کے بادشاہ بنے۔

۴۔ لَيْسَتْ خُلَفَتُهُمْ فِي الْأَرْضِ كَتَحْتِ مَلَايِحِ اللَّهِ كَشَانِي شَيْعِي مُفْسِرِيوں لکھتے ہیں۔
دورانِ کرب و حق تعالیٰ بوعده مومنان و فائزودہ جزائر عرب و دیار کسریٰ و بلاد روم
بایشاں ارزانی داشت

ترجمہ: قلیل مدت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو مسلمانوں کے حق میں پورا فرمادیا۔ عرب کے جزیرے اور کسریٰ کے شہر اور روم کے علاقے انہیں عطا فرمادیئے۔
(منج الصادقین جلد ششم)

نوٹ: بقول ملاح اللہ کاشانی کے مطابق اللہ کا وعدہ پورا ہو چکا ہے۔ لہذا اس آیت کی یہ تاویل کرنا کہ اس وعدہ کی ایفا حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوگی بالکل باطل اور لغو ہے۔
قیصر و کسریٰ (روم و فارس) کے شہروں کا مسلمانوں کے زیر تسلط آنا اسے شیعہ و سنی سب متفقہ طور پر مانتے ہیں کہ ان فتوحات کا سہرا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سر ہے۔
اور آپ کے دور خلافت میں ہی یہ فتوحات ہوئیں لہذا مذکورہ حوالہ منج الصادقین کے مطابق خلفاء الراشدین ہی آیت استخلاف کے مصداق بنتے ہیں۔

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

جیسا کہ اس نے پہلوں کو جانشین بنایا سابقہ خلفوں کے متعلق قرآن مجید نے یہ

فرمایا۔ وَابْتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا

اِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا

ترجمہ: جب تم میں انبیاء بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا۔

اکثر مفسرین نے اس آیت سے خلافت حضرت موسیٰ علیہ السلام مراد لی ہے کہ ان کے بعد ان کے تین خلفاء حضرت یوشع بن نون، حضرت طالب اور حضرت یوسا تو س مراد ہیں ان تینوں خلفاء کے حالات خلفائے ثلاثہ صدیق و فاروق و عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملتے جلتے ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ ان کی خلافت علیٰ منہاج نبوت ہوگی یعنی جس طرح انبیاء سابقین میں خلیفہ برحق تھے۔ اسی طرح ان کی خلافت بھی خلافت حقہ ہوگی۔ صرف ظاہری دنیوی حکومت نہیں تھی۔ (قرآنی شہادت)

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ خَلِيفَ الْأَرْضِ

اور وہی تو وہ خدا ہے جس نے تمہیں زمین میں (اپنا) نائب بنایا۔ (سورۃ انعام)

نوٹ: ترجمہ مقبول مولوی سید مقبول احمد دہلوی کے مترجم قرآن پاک کے حاشیہ صفحہ ۲۹۸ پر خَلِيفَ الْأَرْضِ کے معنی لکھتے ہیں۔ وہ گروہ جو پہلے گروہ کا قائم مقام ہوا اور زمین میں تصرف کرے۔ جیسے کہ اہل اسلام جو یہود و نصاریٰ اور مجوس کی سلطنتوں کے فاتح اور ان کے تصرف و تسلط کے قائم مقام بنے۔

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ

اور ضرور ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کر لیا ہے۔ ان کی خاطر سے پائیدار کر دے گا۔ (ترجمہ سید مقبول احمد)

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ

اور جس دین کو اُس نے اُن کیلئے پسند فرمایا ہے (دین اسلام) اُس پر انہیں ضرور ضرور پوری قدرت دے گا۔ (ترجمہ حائل سید فرمان علی شیبلی)

نوٹ: جب خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عجمی سپاہ کے مقابلہ میں بنفس خود جانا

ہا۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔

أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ، وَلَا خَدْلَانُهُ، بِكُثْرَةِ وَلَا قَلَّةِ وَهُوَ
بَيْنَ اللَّهِ الَّذِي أَظْهَرَهُ، وَجُنْدِهِ الَّذِي أَعَدَّهُ، وَأَمَدَّهُ، حَتَّى بَلَغَ مَ بَلَغَ
طَلَعَ حَيْثَمَا طَلَعَ وَنَحْنُ عَلَي مَوْعُودٍ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ مُنْجِزُ وَعْدِهِ
نَاصِرُ جُنْدِهِ

یہ کہ دین اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر منحصر نہیں۔
بر اسلام اُس خدا کا دین ہے جس نے اُس کو تمام ادیان پر مذاہب پر غالب کیا ہے۔ اور سپاہ
اسلام اُس خدا کی فوج ہے جس نے اس کی ہر جگہ مدد اور اعانت کی اسے ایک بلند مرتبہ پر
پہنچایا۔ ان کا آفتاب وہاں طالع ہو گیا۔ جہاں ہونا لازم تھا۔ ہم لوگ اس وعدہ خداوندی پر کامل
یقین رکھتے ہیں اور وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے اور اپنی سپاہ کی مددگار ہے۔

نوٹ: خطبہ نمبر ۱۳۶ نوح البلاغۃ

حضرت مولانا علی المرتضیٰ کے اس خطبہ سے یہ روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لشکر کو لشکر اسلام سمجھتے تھے اور ان کے دین کو اللہ کا
دین سمجھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ فاروق اعظم ایسے خلیفہ
ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ گویا موعود من اللہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا۔

نحن علی موعود من اللہ واللہ منجز وعدہ و ناصر جندہ
ہم اللہ تعالیٰ کے سچے وعدہ پر یقین رکھتے ہیں۔

اب قابل وضاحت یہ بات ہے کہ موعود من اللہ سے یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے کیا مراد لی۔ شیعہ مجتہد مہتمم البحرانی کی زبانی سنئے۔

ثُمَّ وَعَدْنَا بِمَوْعُودٍ وَهِيَ النَّصْرُ وَالْغَلْبَةُ وَلَا سِتْخْلَافَ فِي
الْأَرْضِ كَمَا قَالَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ..... الخ

ابن میثم البحرانی شیبی شارح نوح البلاغہ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد فرمودہ خطبہ میں موعود من اللہ سے مراد آیت استخلاف ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فاروق اعظم کے بارے یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اس زمین میں خلافت عطا فرمائی ہے اور خلیفہ کی مدد کرنی ہے اور ان کے دین کو غلبہ دینا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرنے کا وعدہ فرمایا وہ یقیناً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی لئے فاروق اعظم کے لشکر کو اللہ کا لشکر فرمایا اور تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لشکر کی مدد فرمائے گا۔ کیونکہ اس کا وعدہ ہے غرضیکہ موعودہ خلافت سے مراد ان خلفاء کی حکومت ہے جن کے عہد میں قیصر و کسری اور دیگر سلطنتیں مملکت اسلامیہ میں شامل ہوئیں۔ جیسا کہ بحوالہ مجمع البیان تفسیر اور تفسیر منہج الصادقین سے اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سیدنا فاروق اعظم کے دور خلافت یہ تمام ممالک فتح ہوئے اور آپ بموجب وعدہ الہی عرب و عجم کی سر زمین اور اس کے باشندوں کے بادشاہ بنے۔ آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے موعود دین کے ساتھ خلافت کے ساتھ تمکین دین اور استحکام دین کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ ان نعمتوں کو پورا کرنے کا خلفائے ثلاثہ کو آلہ بنایا۔

وہ کون سادین ہے جس کے متعلق مولا علی شیر خدا نے خطبہ نمبر ۱۳۶ میں فرمایا۔

هُوَ دِينُ اللَّهِ الَّذِي أَظْهَرَهُ

یہ اسلام اس خدا کا دین ہے جس نے اس کو تمام ادیان پر غالب کیا ہے۔

(ترجمہ رئیس احمد جعفری)

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

سچا دین تو خدا کے نزدیک یقیناً بس یہی اسلام ہے۔

(سورۃ آل عمران ترجمہ فرمان علی شیعہ)

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی خواہش کرے تو اس کا وہ دین ہرگز قبول ہی

نہیں کیا جائے گا۔ (ترجمہ فرمان علی شیعہ)

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ

لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا (سورہ مائدہ)

آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور

تمہارے اس دین اسلام کو پسند کیا۔ (ترجمہ فرمان علی شیعہ)

فرمان علی المرتضیٰ در بارہ تمکین دین

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي كَلَامٍ لَهُ، وَوَلِيَهُمْ وَالٍ فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ

حَتَّى ضَرَبَ الدِّينُ بِجَيْرَانِهِ

نسخ البلاغہ فرمود عمر صفحہ ۴۵۹ ان الولی هو عمر بن خطاب بیثم اس کی شرح امام علیہ السلام در سخنی (در بارہ عمر بن خطاب) فرمودہ است (بعد از ابو بکر) فرمان روا شد بر مردم فرمان دہی (عمر بمقام خلافت نشست) پس امر خلافت را برپا داشت و ایستادگی نمود (بر ہمت تسلط یافت تا آنکہ دین قرار گرفت) ہم چنانکہ ہنگام استراحت پیش گردن خود را بر زمین نہاد۔ اشارہ باین کہ اسلام از فتنہ و ہیا ہوی بسیار از و تمکین نمودہ زیر بارش رھتد (شرح نسخ البلاغہ فیض الاسلام صفحہ ۱۳۰۰ مطبع تہران جدید طبع)

ترجمہ: امام علی رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے کلام میں کہا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں پر ایک ایسا حاکم مسند خلافت پر متمکن ہوا جس نے امر خلافت کو قائم کیا اور ثابت قدمی دکھائی یعنی تمام پر تسلط حاصل کیا۔ حتی کہ دین مضبوط ہو گیا۔ جیسا کہ اونٹ استراحت کیلئے اپنی گردن زمین پر رکھ دیتا ہے۔ اور اطمینان سے زمین پر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح دین مضبوطی کے ساتھ دین اسلام زمین پر متمکن ہو گیا۔ اس طرف اشارہ ہے کہ اہل اسلام کئی سارے فتنوں اور یورشوں کے بعد سکون پذیر ہوئے۔

حاصل کلام:

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت استخلاف میں جو حکمین دین کا وعدہ ہے وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پورا ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ کے عقیدہ کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ صرف کامل دیندار ہیں بلکہ دین کے ایسے خادم ہیں کہ انہوں نے دین اسلام کو استحکام بخشا۔ مگر شیعہ حضرات کے سرکار علامہ السید علی الحارثی خلافت قرآنی کے صفحہ ۳۲ پر لکھتے ہیں۔

رہا یہ امر کہ خدا کا پسندیدہ کون سی جماعت کا متمسک دین ہے۔ شیعوں کا دین ہے یا اہل سنت کا سوا سوال کا حل ہم نفس آیت ہی سے پیش کرتے ہیں۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ اس دین کو آیت مذکورہ میں لفظ ارتضیٰ سے وصف کیا گیا ہے اور لفظ ارتضیٰ اور مرتضیٰ کا مفہوم اور مادہ اشتقاق ایک ہے فرق صرف صیغہ کا ہے۔ ارتضیٰ تو صیغہ ماضی ہے اور مرتضیٰ صیغہ مفعول تو یہ مطلب ہوا کہ خلفائے حقہ محمدی معلم کو ایسے دین میں تمکین حاصل ہوگئی جو مرتضیٰ علی علیہ السلام کا دین ہے۔ علی الحارثی صاحب کی تفسیر بسلسلہ حکمین دین کا جواب ایک تو ہے دین اسلام کہ جس میں امر و نہی اذاعتہ و اشاعت اُس دین کو مستلزم ہے۔ اور قرآن کی آیت سے ثابت ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

ترجمہ: جو اُمّتیں ہدایت مردم کیلئے پیدا کی گئیں ان میں تم سب سے بہتر ہو۔ نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور بدی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (پارہ ۴ آل عمران صفحہ ۱۲۵)

ترجمہ مقبول شیعہ کے حاشیہ کتہم خیر اُمَّة تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام

سے منقول ہے کہ کسی نے ان کے سامنے پڑھا کتّم خیر لّمہ تو حضرت نے فرمایا۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ فرمایا یہ آیت ایسے نہیں بلکہ اس طرح نازل ہوئی تھی۔

أَنْتُمْ خَيْرُ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ ان کی مدح اس طرح فرماتا ہے۔

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

بقول سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس آیت قرآنی میں لفظ آئمہ سے مراد ہم

ائمہ اہل بیت ہیں۔

جواب: کتّم خیر لّمہ کا مصداق صرف آئمہ دین اور اہل بیت قرار دینا قطعاً خلاف اصول

اور باطل اور تحکم محض ہے۔ خصوصاً جبکہ یہ امر وہی اذاعتہ و اشاعتہ دین کا لازمی حصہ ہے۔ اور

بقولے شیعہ حضرات ائمہ اہل بیت کے مذہب میں اذاعتہ و اشاعتہ موجب ذلت ہونے کی

وجہ سے حرام ہے۔ ملاحظہ فرمائیے!

اصول کافی میں سلیمان بن خالد سے روایت ہے۔

قَالَ قَالَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا سُلَيْمَانَ إِنَّكُمْ عَلَى دِينِ

مَنْ كَتَمَهُ، أَعَزَّهُ اللَّهُ وَمَنْ إِذَا عَه، أَذَلَّهُ اللَّهُ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ایسے دین پر ہو کہ جو شخص اس دین کو

چھپائے گا اللہ اس کو عزت دے گا اور جو اس دین کو ظاہر کرے گا اللہ اس کو ذلیل کرے گا۔

(اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۴۸۵)

اعتراض شیعہ نمبر ۱

جواب شیعہ حضرات: یہ روایت تقیہ کے متعلق ہے مگر یہ جواب غلط ہے۔ ہرگز یہ حدیث تقیہ

کے متعلق نہیں بلکہ کسمان کے متعلق ہے اور اصول کافی میں باب الکتان ایک علیحدہ باب ہے جو باب اتقیہ کے بعد ہے۔

اعتراض شیعہ نمبر ۲:

دیکھو قرآن پاک آیت۔

اِذْ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اٰیْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا

يَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ

ترجمہ: دیکھئے صاف ظاہر ہے کہ وہ مؤمن اپنا دین چھپا رہا تھا۔ بتائیے اس کا دین چھپانا جائز تھا یا ناجائز تو پھر اعتراض کیسا اور نہ کرنا جائز تھا تو اللہ نے اس کی تعریف کیوں فرمائی۔

جواب: اس آیت میں جس شخص کا ذکر ہے وہ تو وہ ہے جس کو فرعون سے اپنی جان کا خطرہ تھا۔ اس بنا پر وہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور بحث اس میں نہیں ہے۔ بلکہ بحث تو کافی کی روایت میں ہے جس کے لفظ یہ ہیں کہ پاک امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے شیعوں ”اکم علی دین“ تم ایسے دین پر ہو کہ اگر اس کو ظاہر کرو گے تو اللہ تم کو ذلیل کرے گا۔ لہذا آپ کو قرآن سے کوئی ایسی آیت پیش کرنی چاہیے کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جان کا خطرہ نہ ہونے پر بھی دین کو چھپانا فرض ہے جیسا کہ آپ کا مذہب ہے۔

اعتراض شیعہ نمبر ۳:

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے علم کے دو پیالے بھرے ہیں چنانچہ ان میں سے ایک تو میں نے ظاہر کر دیا اور دوسرے کو اگر ظاہر کروں تو یہ حلقوم کاٹ ڈالا جائے۔ کیا علم کا چھپانا آپ کے بزرگ صحابی کا فعل ثابت ہوا کہ نہیں۔ اور وہ آپ کی بخاری شریف سے

جواب: بخاری شریف کی روایت میں تو یہ ہے کہ ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے علم کے دو برتن بھرے ہیں۔

أَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَشَّشْتُهُ

تو ایک برتن کا علم تو میں نے ظاہر کر دیا۔ یعنی وہ علم جس کا تعلق دین اسلام سے تھا ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے اس کی تبلیغ کر دی اب غور کیجئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے دین اسلام کا جو علم تھا اس کو پھیلا دیا۔

فَبَشَّشْتُهُ

اس کی تبلیغ کر دی شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ نہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دین کو چھپایا تھا۔ بتائیے اس ہٹ دھرمی کا کیا علاج ہے؟ لیکن اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ لیکن وہ علم جس کا دین کے اصول و فروغ سے تعلق نہ تھا۔ اور جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واقعات آئندہ اور فتوں کی خبریں دی تھیں اس کو میں نے خطرہ کیوجہ سے ظاہر نہ کیا۔

امام قسطلانی نے لکھا ہے:

مَا كَتَمَهُ مِنْ أَخْبَارِ الْفِتَنِ وَأَشْرَاطِ السَّاعَةِ

اس کو شیعہ حضرات کے مبلغ اعظم نے بھی تسلیم کیا ہے۔ یعنی محمد اسمعیل شیعہ کے مناظر اعظم قسطلانی جلد اول صفحہ ۲۰۷ شیعہ کے مناظر اعظم کا رسالہ صداقت نمبر ۲۰ فروری ۵۷ افسوس شیعہ حضرات اس روایت سے بھی یہ ثابت نہ کر سکے کہ اہل سنت کا مذہب تبلیغی نہیں اس کے برعکس ہم نے اصول کافی کی روایت اور ائمہ کے اعمال و کردار سے یہ ثابت کر دیا کہ شیعہ مذہب تبلیغی نہیں اور مذہب شیعہ میں دین کو چھپانے کی تاکید ہے۔ چنانچہ

پاک امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا حکم بحوالہ اصول کا باب الکتمان سے ہم نے پیش کر دیا۔
اب آئیے! ہم آپ کو دیکھاتے ہیں کہ جو دین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لائے تھے وہ ہرگز چھپانے کیلئے نہ تھا بلکہ عالم آشکار کرنے کیلئے تھا۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ
وہ تو وہی ہے تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ

اس کو تمام ادیان پر غالب کرے۔

وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

گو مشرکوں کو برا لگے۔ (پارہ ۲۸ سورہ صف)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو دین ایسا ہے کہ اس کو چھپانے کا حکم ہے اس
کے ظاہر کرنے والے کو خدا تعالیٰ ذلیل کرتا ہے۔ وہ دین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا لایا ہوا نہیں ہے۔

عقیدہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پڑھیے!

۱- دین المل سنت کا دین اسلام ہے۔ جو خدا تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔

۲- علی المرتضیٰ شیر خدا اکرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ یہ اسلام اُس خدا کا دین ہے جس
نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے۔

۳- سپاہ اسلام اُس خدا کی فوج ہے جس نے اس کی ہر جگہ مدد کی۔

۴- ہم لوگ اس وعدہ خداوندی پر کامل یقین رکھتے ہیں جو اس نے غلبہ اسلام کے

بارے میں فرمایا ہے۔ بے شک وہ اپنے وعدوں کو وفا کر نیوالا ہے اور اپنی سپاہ کا مدد

گار ہے۔

نَحْنُ عَلَى مَوْعُودٍ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ مُنْجِزُ وَعْدِهِ وَنَاصِرٌ جُنْدِهِ

(نسخ البلاغہ خطبہ صفحہ ۱۴۶ ترجمہ رئیس احمد جعفری)

نوٹ: جب خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عجمی سپاہ کے مقابلہ میں بنفس خود جانا چاہا۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مشورہ لیا تو آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس سے چار عدد جملے ہم نے تحریر کئے ہیں جو اقوال علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں سے ہیں۔ تو مولانا علی رضی اللہ عنہ شیر خدا کے اس خطبہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لشکر کو اسلام سمجھتے تھے اور ان کے دین کو اللہ کا دین سمجھتے تھے اور مولانا علی رضی اللہ عنہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایسے خلیفہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کلام میں وعدہ فرمایا ہے گویا موعود من اللہ سے یہاں کیا مراد لی۔ شیعہ مجتہد میثم البحرانی شارح نسخ البلاغہ کی زبانی سنئے موعود من اللہ سے مراد آ یہ استخلاف ہے۔

(اب میثم جلد سوم صفحہ ۱۹۶ طبع جدید)

اب اسی مضمون کی تائید میں جملہ حیدری علامہ بازل کی زبانی سنئے۔ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی غرض سے سینکڑوں قبائل کو اپنی حمایت میں شامل کر لیا اور ہزار ہا کافر مہیا کر کے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ کے گرد اگر دخنق کھودنے کی تجویز فرمائی اور دس دس اصحاب کے ذمہ چالیس چالیس ہاتھ خندق کا کھودنا تقسیم فرمایا۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں جو زمین آئی اس میں ایک بھاری پتھر آ گیا۔ جس میں گینٹی (کلنگ) اتر نہیں کرتی تھی۔ حضرت سلیمان فارسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی تو آپ اُس پتھر کے نزدیک آئے اور آپ نے پتھر پر کلنگ کو مارا تو تھوڑا سا پتھر ٹوٹا اور آپ نے اللہ اکبر فرماتے

ہوئے فرمایا۔ اب علامہ باذل کی سنئے۔

- ۱۔ نمودند ایوان کسری بمن دوم قیصر روم سوم ازین
- ۲۔ سبب راجنیش گفت روح الامین کہ بعد از من انصار و اعوان دین
- ۳۔ بدار مملکت مہا مسلط شوند! بآئیں من امل آں بگردند

ہتھوڑے کی ضرب سے پیدا ہونے والی روشنی میں جو روم و شام و ایران و یمن کے

محل دکھائے گئے۔ اس کی تعبیر اور سبب پوچھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

ترجمہ: میرے بعد دین اسلام کے سچے خادم اور مدد و معاون ان ممالک پر مسلط ہوں گے۔

ظاہر ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ان ملکوں پر اقتدار خلفائے ثلاثہ کو حاصل ہوا۔ گویا

حضور نے بصیرت نبوی سے خلفاء ثلاثہ یہ شوقیٹ دے دیا کہ یہ میرے دین کے محافظ اور

انصار و اعوان ہیں۔ اب اگر کوئی اس حقیقت کا انکار کرے اور خلفائے ثلاثہ پر کسی قسم کا طعن

کرے تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین کی مخالفت کر رہا ہے۔ اور جھوٹا ہے۔

ترجمہ ۲: ان ممالک میں میرا دین اور میرا آئین جاری کریں گے۔ خلفائے ثلاثہ کے حق میں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرا شوقیٹ ہے کہ یہ نہ صرف دین کے محافظ ہیں بلکہ دین اسلام

کے داعی مبلغ اور اسلام کو ہیئت مقدرہ دینے والے ہیں۔ آشنیداں مژدہ چوں مومناں

آکشیدند بکبیر شادی کنان

ترجمہ ۳: مومنین اس خوشخبری پر خوش ہوئے اور آج بھی خوش ہیں۔ انہی خلفائے ثلاثہ نے

دین حق کو غالب کیا اور

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

جونہی کریم کا مشن تھا خلفائے ثلاثہ نے اسی کی تکمیل کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اہل سنت و جماعت ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان اقدس سے اہل سنت و جماعت کی اس طرح تعریف بیان فرمائی ہے۔ اس کو شیخ صدوق نے جامع الاخبار نے یوں نقل کیا ہے۔

مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ
یعنی جو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل پاک کی محبت لئے ہوئے فوت ہوتا ہے وہ اہل سنت و جماعت ہو کر فوت ہوا۔ (جامع الاخبار شیخ صدوق صفحہ ۱۸۹)
الفضل الحادی والثلاثون مطبوعہ نجف الاشرف، دوسری روایت

وَلَيْسَ عَلَى مَنْ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا
شِدَّةُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

جو آدمی اہل سنت کے عقائد پر فوت ہوگا اسے عذاب قبر اور قیامت کی سختی سے چھٹکارا ہو جائے گا۔

فرمان سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

۳- وَأَمَّا أَهْلُ الْجَمَاعَةِ فَأَنَا وَمَنْ اتَّبَعَنِي وَإِنْ أَقَلُّوْا

اہل جماعت میں اور میرے متبعین اگر چہ وہ تھوڑے ہی ہوں۔

وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُونَ بِمَا سَنَّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَإِنْ أَقَلُّوْا

اہل سنت تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ان طریقوں کو مضبوطی سے

تھامنے والے ہیں جو ان کے لئے مقرر کئے گئے۔ (احتجاج طبرسی)

اس روایت میں واضح الفاظ میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ خود آپ ذات اور اپنے

متبعین کو ہی اہل جماعت کہا اور اس کے ساتھ آپ نے اہل سنت کی واضح علامت یہ بیان

فرمائی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا کون پابند ہو سکتا ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اہل سنت کے کامل و اکمل مصداق ہیں۔ جس طرح اپنے لئے اور اپنے قبیعین کے لئے اہل جماعت کا لفظ استعمال کیا تو اس طرح آپ اہل سنت بھی قرار پائے کیونکہ اس کی تعریف آپ پر بدرجہ اتم صادق آتی ہے۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ آپ اہل سنت و اہل جماعت ہیں۔

اب قارئین! بنظر انصاف خود فیصلہ کر لیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک وہ تھا جو آپ نے خود اپنی زبانی بیان کیا پھر اسکی تائید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث پاک سے کی گئی۔ اب آئیے اس طرح شیعہ حضرات کے سرکار علامہ السید علی الحارثی اپنے مؤلفہ کتابچہ خلافت قرآنی کے صفحہ ۳۲ پر لکھتے ہیں۔

رہا یہ امر کہ خدا کا پسندیدہ شیعوں کا دین ہے یا اہلسنت کا۔ الحمد للہ رب العلمین ہم نے قرآن و حدیث ارشادات ائمہ اہل بیت سے ثابت کر دیا کہ مذہب اہل سنت ہی خدا کا پسندیدہ دین ہے۔ اور خلفائے ثلاثہ کے عہد میں اسی دین کو تمکین حاصل ہوئی۔ جس کا آیت استخلاف میں ذکر ہے۔ جو خدا کا پسندیدہ دین ہے۔

اور وہ دین تو ظاہر بھی نہ ہو جو بقول شیعہ حضرات علی رضی اللہ عنہ کا دین تھا۔ کیونکہ

۱۔ نزول آیت استخلاف کے وقت جن حاضرین سے خطاب ہو رہا ہے ان میں سے خلفائے ثلاثہ کو چھوڑ کر کم از کم تین آدمی پیش کریں گے۔ کیونکہ آیت استخلاف میں تمام صیغے جمع کے ہیں اور لغت عرب میں جمع کیلئے کم از کم تین آدمی ہونے ضرور ہیں۔ اور علمائے شیعہ و اہل سنت تصریح کر چکے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ تینوں انعام مکمل نہیں ملے۔ تمکین دین کے پہلو کو دیکھا جائے تو شیعہ حضرات کے عقیدے اور زعم و خیال کے مطابق حضرت علی کرم

اللہ وجہ کے مذہب شیعہ کو ان کے دور میں حکمین حاصل ہونی چاہیے مگر حال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اس دین کا اظہار تک نہیں کیا۔ اور دوسرا پہلو من بعد خوف ہے تو یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان کے عہد میں امن سرے سے نصیب ہی نہیں ہوا۔ اور تیسرا انعام خلافت فی الارض کا ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کی حیثیت شیعہ کے مایہ ناز عالم قاضی نور اللہ شوشتری نے اپنی مایہ ناز کتاب احقاق الحق میں یوں بیان کی ہے۔

إِنَّ أَمْرَ الْخِلَافَةِ مَا وَصَلَ إِلَيْهِ إِلَّا بِالْإِسْمِ ذُوْنَ الْمَعْنَى

یعنی حضرت علی کو خلافت برائے نام ملی تھی۔ شیعہ حضرات کے چوٹی کے عالم علامہ محمد یعقوب کلینی نے اپنی کتاب الروضہ میں حضرت علی کے عہد پر ایک جامع تبصرہ لکھا ہے۔

ثم بوجه وحواله ناس من اهل البية وخاصته، وشيعته فقال قد عملت الولاية قبلي اعمالا خالفوا فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم..... ففى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم لتفرق عنى جندى حتى ابقى واحدى

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مجمع کی طرف متوجہ ہوئے جس میں آپ کے اہل بیت اور خاص معتمد آدمی اور خاص شیعہ تھے اور فرمایا کہ مجھے سے پہلے خلفاء نے ایسے کام کئے ہیں جن میں انہوں نے نبی کریم کی صریح مخالفت کی اور دیدہ دانستہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئے ہوئے عہد توڑے سنت رسول کو بدل دیا اب اگر میں لوگوں کو حکم دوں کہ جو کام خلفاء نے کئے انہیں ترک کر دو اور میں احکام الہی کو اس اصل پر لاؤں جو پر زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے تو میرا لشکر مجھے چھوڑ دے گا اور میں تمہارے جاؤں گا۔

شیعہ حضرات کیلئے مقام غرور و فکر! مگر یہی تو وہ فوج تھی جو خلفائے ثلاثہ نے تیار کی اور

خلفائے ثلاثہ کے دور میں حضرت علی کے ساتھ مل کر کفر کے خلاف برسر پیکار رہی مگر خلفائے ثلاثہ سے اختلاف پیدا ہونے کا ایک واقعہ بھی پیش نہ آیا۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی عقیدے اور اسی عملی زندگی پر متفق تھے جو خلفائے ثلاثہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کر کے ملک میں لاگو کر رکھا تھا۔ یہی مسلک اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اور خلفائے ثلاثہ کے عہد میں اسی دین کو تکمیل حاصل ہوئی جس کا آیت استخلاف میں ذکر اور جو خدا کا پسندیدہ دین ہے وہ دین تو ظاہر بھی نہ ہوا جو بقول شیعہ حضرات علی رضی اللہ عنہ کا دین تھا۔ ثلاثہ کے عہد خلافت میں ہی نہیں بلکہ اپنے عہد خلافت میں بھی تقیہ پر عامل رہے۔ اس کا ثبوت ہم پیش کرتے ہیں۔ حضرت علی کا تقیہ

ثبوت: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں تقیہ کیا اور ضرور تقیہ کیا۔ موعظہ تقیہ علامہ السید علی الحارثی صفحہ ۶۸ بلکہ امام حسن علیہ السلام کا تقیہ، دوستویا درکھو کہ علی علیہ السلام کے بعد امام حسن علیہ السلام نے بھی محض حفاظت اسلام کی غرض سے تقیہ کیا اور معاویہ سے صلح کر لی۔

موعظہ تقیہ مؤلفہ السید علی الحارثی شیعہ مجتہد صفحہ ۷

تو مذکورہ دلائل قویہ سے ثابت ہو گیا کہ آیت استخلاف کا مصداق حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہیں بن سکتے۔ اور نہ ہی اپنے دین کا اظہار کیا کیونکہ انہیں اپنے عہد خلافت میں خطرہ تھا کہ جو فوج ان کے گرد جمع ہے اور جس کی طاقت پر حکومت کی بقا کا مدار ہے وہ باغی ہو جائے گی۔ اگر خلفائے ثلاثہ کے زمانے کا کوئی بھی حکم بدلا گیا۔ اب ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ ہماری طرف سے شیعہ حضرات کیلئے چیلنج۔

۱۔ نزول آیت استخلاف کے وقت جن حاضرین سے خطاب ہو رہا ہے جو کہ شیعہ حضرات کے حجۃ الاسلام و المسلمین صدر المفسرین علامہ السید علی الحارثی کی تفسیر کے مطابق

(سب کے سب صحابہ کرام تھے ان میں سے خلفائے ثلاثہ کو چھوڑ کر کم از کم تین آدمی پیش کریں۔ جن کے ہاتھ سے یہ تینوں انعامات خداوندی پورے ہوئے ہوں۔ یعنی استخلاف فی الارض، جمکین دین اور امن بعد خوف مگر یہ بھی ان کیلئے ناممکن ہے۔ تو ہم پر زور دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ اگر خلفائے ثلاثہ کو کامل الایمان، صالح الایمان اور اس آیت استخلاف کے موعودہ خلیفہ تسلیم نہ کرنیوالا قرآن کی اس آیت پر اپنا ایمان رکھنا ثابت کر دے تو ہم شیعہ مذہب کے برحق ہونے کا اعلان کر دیں گے۔ مگر یہ بھی ناممکن ہے کہ

صدیقِ عکسِ حُسنِ کمالِ محمد ﷺ است
 فاروقِ ظنِ جاہ و جلالِ محمد ﷺ است
 عثمانُ ضیائے شمعِ جمالِ محمد ﷺ است
 حیدرُ بہارِ باغِ خصالِ محمد ﷺ است
 اسلامِ ما اطاعتِ خُلفائے راشدین
 ایمانِ ما محبتِ آلِ محمد ﷺ است

فضائلِ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

(از قرآن و کتب شیعہ)

وَالَّذِينَ جَاءُوا بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

اور وہ ذات جو صدق لیکر آئی اور وہ شخص جس نے اُس کی تصدیق کی یہی لوگ پرہیز

گار ہیں۔ (پارہ ۲۴)

اس آیت کی تفسیر میں شیعہ مفسر علامہ طبری نے یوں لکھا ہے۔

الَّذِينَ جَاءُوا بِالصِّدْقِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَ بِهِ

أَبُو بَكْرٍ (تفسیر مجمع البیان جلد ۳ جز ۵ صفحہ ۶۵ تہران)

ترجمہ: جو ذات صدق لیکر آئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس نے اُن کی تصدیق

کی وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

فضیلت نمبر ۲:

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ

آیت کریمہ کے تحت جو گیارہویں پارے کے رکوع نمبر ۲ کی آیت ہے۔ مجمع البیان میں یوں مذکور ہے۔

إِنَّ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ بَعْدَ خَدِيجَةَ أَبُو بَكْرٍ (تفسیر مجمع البیان جلد ۳ جز ۵ صفحہ ۵۶)

ترجمہ: سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ تفسیر کے دونوں حوالہ جات سے کہ اس زمانہ میں جب اسلام کا نام لینا موجب عذاب جان تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابو بکر صدیق تھے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام احکامات وغیرہ عطا کئے۔ احسن تمام کی تصدیق کرنے والے بھی ابو بکر ہی تھے۔ اسی بنا پر صحابہ کرام میں آپ (الصدیق) کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ بعض مسلمان کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اُن کو ایک کاہن نے کہا تھا کہ عنقریب ایک شخص بنی ہاشم سے محمد نام زمین بظہا میں رسول ذوالاقتحام ہوگا چاہیے تو اس کے ساتھ بیعت کر اور بعد گزرنے مدت کے اُس نبی کا جانشین ہووے یہ خوش خبری جو دل میں پوشیدہ تھی کمال اس بیعت سے خوش ہوئی تو پس ثابت ہوا کہ حضرت صدیق کاہن کے کہنے پر سب سے پہلے ایمان لائے اور وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ کی امتیازی ڈگری حاصل کی۔ نور اللہ شوشتری نے لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ابو بکر کو حصول دولت و عزت اور فریخی روزگار امیدیں دلاتے رہے حتیٰ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اسی طمع کی بنا پر مسلمان ہو گئے۔ اصل عبارت خاطر اور را بحصول جاہ توسعہ دستگاہ امیدوار گردایند تا

آنکہ باطن طبع مسلمان بخد۔ (مجالس المؤمنین جلد ۱ صفحہ ۲۰۶ تہران)

انتباہ: اہل تشیع کا ابتدا سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ حقیقت کو توڑ مروڑ کر غلط رنگ دے کر پیش کرتے ہیں اور اس سے مقصد اُن کا یہ ہوتا ہے کہ کسی کی فضیلت اُن الفاظ میں اُس کی مذمت بن کر سامنے آئے اسی حوالہ کو دیکھئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ درمیان جماعت اصحاب سے گفتگو میں ابوبکر بصوم و لا صلوة و لیکن بی بی و قرنی صدرہ۔ (مجالس المؤمنین جلد ۱ صفحہ ۲۰۶) ترجمہ: صحابہ کرام کے مجمع میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر نماز اور روزہ کی کثرت کی بنا پر تم سے سبقت نہیں لے گیا بلکہ سبقت کی وجہ تو تھی جو اس کے سینہ میں جمی ہوئی تھی۔ مگر ان کا یہ کہنا کہ ابوبکر صدیق ؓ کو مال و دولت اور عزت کا لالچ دیکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام لانے پر آمادہ کیا اور وہ اس غرض سے مسلمان ہوئے۔ اور اس طمع و لالچ میں ابوبکر تمام صحابہ سے بڑھ کر تھے۔ مگر بات اصل یہ ہے کہ

ہنر چشم عداوت عجبے عظیم است (عداوت کی نظر سے اچھائی بھی برائی نظر آتی ہے)
مگر قارئین کرام غور فرمائیں کہ اہل تشیع کے مایہ ناز مفسر نے آیت قرآنی کی تفسیر میں کیا بیان کیا۔

إِنَّ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ بَعْدَ خَدِيجَةَ أَبُو بَكْرٍ

جو کہ ہم نے فضیلت نمبر ۲ کے ضمن میں لکھا ہے اور صدق یہ ابو بکر جو فضیلت نمبر ۱ کے ضمن میں درج ہے۔ ان دو حوالوں پر غور پر فرمائیں تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر صدیق کا مشرف باسلام ہونا اعلان نبوت کے ساتھ ہی تھا۔ جبکہ نور اللہ شوشتری یہ کہتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام متواتر ابوبکر کو لالچ دیتے رہے اور ابوبکر کا دل مائل باسلام کرنے میں کافی عرصہ لگا تب کہیں جا کر اس لالچ میں پڑ کر ابوبکر مسلمان ہوئے۔ تو یہ کافی

عرصہ کہاں سے نکلا اور اگر اسلام لالچ کے طور پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے ”صدقیہ“ فرما کر معاذ اللہ اپنے لاعلم ہونے کا اظہار کیا کہ اُسے ابو بکر صدیق کے صحیح اسلام اور لالچ کے اسلام کے مابین فرق معلوم نہ تھا۔ حاشا وکلا وہ ذات پاک عظیم بذات الصدور ہے اور اس کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر لالچ دینے کا اتہام کو رباطی کا منظر ہے اور حقیقت یہی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مخلص مؤمن تھے اور مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کو بتلادیا کہ ابو بکر صدیق کی فضیلت اُن کے دل کی پختگی اور محبت میں وارفتگی کی بنا پر ہے۔ مجمع البیان اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابو بکر پر ہیز گار اور صدیق تھے۔

فضیلت نمبر ۳:

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ (سورة الليل)

ترجمہ: پس جس شخص نے دیا اور پرہیز گاری ترقی اور ٹھیک باتوں کی تصدیق کی تو بہت جلد ہم اُسے آسانی کی توفیق دیں گے۔ (ترجمہ مقبول شیعہ)

علامہ طبری اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

عَنْ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ إِنَّ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْرٍ لِأَنَّهُ اشْتَرَى الْمَمَالِيكَ الَّذِينَ اسْلَمُوا مِثْلَ بِلَالٍ وَعَامِرِ بْنِ فُهَيْرَةَ وَغَيْرِهِمَا وَأَعْتَقَهُمْ

ترجمہ: ابن زبیر سے روایت ہے کہ فاما من اعطى الى آخره۔ یہ آیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی آپ نے بہت سے غلام خریدے تھے جو مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ وغیرہ اور پھر ابو بکر صدیق نے اُن کو آزاد کر دیا۔

نمبر ۲۔ ایسے ہی فضائل مرتضوی میں غلاموں کا آزاد کرنا لکھا ہے۔

نمبر ۳۔ غلاموں کا آزاد کرنا نہ صرف صدیق اکبر نے بے شمار مال و دولت، اشاعت و تبلیغ پر صرف کیا بلکہ اُن غلاموں کو مول لیکر آزاد کیا جو کافروں کے ظلم و ستم کا (بوجہ اسلام لانے کے) مفسر نے واقفی سے صدیق اکبر کا مقام تقویٰ بیان کیا۔ یعنی اتقی کا مصداق حضرت ابو بکر کو بیان کیا۔ اب اس سورہ واللیل کی آخری آیتیں تلاوت کیجئے۔

وَسَيَجْنِبُهَا الْآتِقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ، يَتَزَكَّى وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى. وَلَسَوْفَ يَرْضَى

ترجمہ: اور عنقریب اُس سے وہ پرہیزگار بچا لیا جائے گا جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے اور لطف یہ کہ اُس پر کسی کا احسان نہیں ہے کہ اُس کا بدلہ دیا جائے۔ بلکہ وہ اپنے عالیشان پروردگار کی رضا چاہتا ہے آگے چل کر وہ ضرور اُس سے راضی ہو جائے گا۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق کے حق میں نازل ہوئی جب آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھاری قیمت دے کر کفار سے خرید اور آزاد کیا۔ کفار نے حیرت سے کہا کہ شاید حضرت بلال کا آپ پر کوئی احسان ہوگا۔ جس کا بدلہ ادا کرنے کے لئے آپ نے اتنی بڑی قیمت سے خرید کر آزاد کیا اُن کفار کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حسب ذیل خصوصی صفات بیان ہوئے۔

۱۔ اُن کا دوزخ سے بہت دور رہنا۔

۲۔ اُن کا سب سے بڑا متقی ہونا یعنی اتقی

۳۔ اُن کا بے مثل سخی ہونا۔

۴۔ اُن کے اعمال طیبہ کا ریا سے پاک ہونا یعنی خالص رب کیلئے ہونا اور جنت میں انہیں رب کریم کی طرف سے ایسی نعمتیں ملنا جس سے وہ راضی ہو جاویں لطف کی بات۔ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے قرآن میں فرمایا۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جاویں گے

اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ کیلئے فرمایا وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ صدیق اکبر راضی ہو جاویں گے۔

نکتہ عجیبہ: سورۃ واللہ پارہ ۳۰ کی ان ہر دو آیات سے حضرت ابو بکر صدیق کا بافاق مفسرین اتقی ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ اب سورۃ حجرات پارہ ۲۶ کی آیت کریمہ

إِنَّ إِكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ خدا کے نزدیک تم میں سب سے بڑی عزت والا وہی ہے جو بڑا متقی اور پرہیزگار ہوگا۔ (فرمان علی شیعہ)

تو حضرت ابو بکر صدیق ؓ کا سب میں مکرم اور متقی ہونا اظہر من الشمس ہو گیا۔

خلاصہ: جس قدر کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت زیادہ کرے گا اسی قدر وہ زیادہ اشرف و افضل ہوگا۔

فضیلت نمبر ۴:

امام جعفر صادق کی والدہ کے ابو بکر تانا اور دادا لگتے ہیں۔ امام پاک جعفر صادق کا

فرمان! وَلَدَنِي الصِّدِّيقُ مَرَّتَيْنِ (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی میں دو طرح سے اولاد

ہوں) احقاق حق صفحہ ۷

ذِئْبِنَ الْبَقِيعِ فِي قَبْرِ الَّذِي فِيهِ أَبُوهُ وَجَدَهُ، وَالْحُسْنُ بَنُ
عَلِيٍّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَأُمُّهُ، أُمُّ فَرْوَةَ بِنْتُ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي
بَكْرٍ وَأُمُّهَا أَسْمَاءُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ۸۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور شوال ۱۳۸ ہجری میں ہجر
۶۵ سال انتقال فرمایا اور بقیع کے اندر اُس حصہ زمین میں دفن ہوئے جہاں اُن کے باپ دادا
اور امام حسن رضی اللہ عنہم کی قبریں ہیں۔ اُن کی والدہ اُم فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں
اور فروہ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر تھیں۔ اصول کافی جلد اول صفحہ ۲۷۲ کتاب الحجۃ
مولد ابی عبداللہ

فضیلت نمبر ۵:

ذکر اسلام ابو بکر صدیق ﷺ

ذکر اسلام ابو بکر صدیق ﷺ در مبداء حال ایں نخستہ مآل کہ آفتاب عنایت ازلی بر
باطن او پر تو اگلند

ترجمہ: ابو بکر صدیق ﷺ کے اسلام لانے ذکر وہ مبارک انجام ابو بکر جن کے قلب پر عنایت
الہی کا آفتاب عکس فلگن ہوا۔

از قاسم بن محمد نقل کردہ اند کہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عرضت الاسلام
علیٰ احدٍ الا كانت عنده كنوة و تردد و نظرة الا ابا بکر فانه لم يتعلم اى
هان بتوقف فی قبول ایمانہ

ترجمہ: قاسم بن محمد سے منقول ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے

جس کو بھی دعوت اسلام دی اُس نے فوری طور پر اُسے قبول کرنے میں کچھ تردد اور غور و فکر سے کام لیا ہاں مگر ایک ابو بکر ایسا ہے جس نے اسلام کے فوری قبول کرنے میں کسی قسم کا تردد نہ کیا۔ (تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۷۷)

مذکورہ حوالہ سے فضائل ابو بکر صدیق

- ۱- صدیق اکبر کا دل اللہ تعالیٰ نے ازلی طور پر نور عنایت کا خزینہ بنایا تھا۔
 - ۲- ہر اسلام لانے والے نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت پر کچھ تردد اور دریافت کیا لیکن فوری طور پر بلا حیل و حجت اسلام قبول کرنے والے صرف صدیق اکبر ہی ہیں۔
- فضیلت نمبر ۶: حضرت ابو بکر نے اپنے کافر بیٹے پر تلوار اٹھائی
- بالجملہ درآں گیر و دار عبدالرحمن بن ابی بکر بمیدان آمدہ مبارز خواست ابو بکر آہنگ
جنگ او کرد تیغ بر او کشید پیغمبر فرمود سَمِيفْكَ وَاَزْجَعُ اِلَى مَكَانِكَ وَمَنْعَنَا بِنَفْسِكَ
ترجمہ: مختصر یہ ہے کہ اس پکڑ دھکڑ کے دوران (جو جنگ اُحد میں ہوئی) عبدالرحمن بن
ابو بکر (جو کہ ابھی اسلام نہیں لایا تھا) میدان میں نکلا اور مد مقابل طلب کیا۔ حضرت ابو بکر جو
عبدالرحمن کے والد حقیقی تھے انہوں نے اس سے جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا اور تلوار نیام سے
باہر نکال لی یہ دیکھ کر آنحضرت عالمیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اے ابو بکر اپنا تلوار
نیام میں ڈال لو اور اپنی جگہ پر واپس جاؤ اور ہمیں اپنی ذات و شخصیت سے نفع پہنچاؤ۔

(تاریخ التواریخ جلد اول صفحہ ۳۲۷)

مقام غور: اہل تشیع کی معتبر تاریخی کتاب نے اس واقعہ کے ذکر کے ضمن میں یہ بات بالکل واضح کر دی کہ حضرت ابو بکر نے اسلام اور بانی اسلام سے محبت و عقیدت کی بنا پر اور عشق و محبت سے سرشار ہو کر اپنے حقیقی بیٹے کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انہیں منع نہ فرمایا تو اس کے قتل سے انہیں کوئی روک نہیں سکتا تھا۔

فضیلت نمبر ۷:

غزوہ تبوک میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا مال و دولت آپ کے قدموں میں لا کر رکھ دیا۔ جب آنحضرت عالمیوں نے غزوہ تبوک کیلئے مالی امداد کا صحابہ کرام اور اس غزوہ میں آپ نے جو مالی امداد تاریخ التواریخ کی کتاب دوم جلد اول میں دیکھے۔

اس ہنگام ابو بکر رسید و اندوختہ خویش را بہ تمامت پیش داشت فرمود برائے اہل خورچہ نہادہ ای عرض کرد از دخترت اللہ و رسول را برایشاں ذخیرہ نہادم ایسے ہی آپ نے کئی مرتبہ راہ خدا میں مال دیکر خوشنودی پروردگار عالم حاصل کی۔

فضیلت نمبر ۸: ابو بکر صدیق کی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جانثاری

کئی بار آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کے نزعہ میں گھرے ہوئے بچا لیا۔ چنانچہ پہلو قسم ایک واقعہ۔ پس یکتن ردائے آنحضرت را گرفت و مگردن در انداخت و ہے سخت بکشید چنانچہ نفس مبارکش تنگی گرفت۔ ابو بکر چوں اس بدید فریاد بر آورد

اَتَقْتُلُونَ رَجُلًا اَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهِ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ

ایا مے کشید مردے را کہ مے گوید پروردگار من اللہ است و آوردہ است شمای آیات روشن از پروردگار شما۔ کفار قریش چوں اس بشنید ندست از پیغمبر برداشتند و در ابو بکر آویختند و مومنائے زخمش را بکشیدند و سرش را بشکستند و چنان سر و مغزش را با نعل کوفتند کہ مدہوش باز افتاد۔

خلاصہ کلام: کافروں میں ایک نے آپ کی چادر پکڑ کر آپ کے گلے مبارک میں ڈال کر اتنا سخت کھینچا کہ سانس مبارک تنگی سے آنے لگا۔ جب ابو بکر نے یہ دیکھا زور سے چلا کر فریاد کی کہ ایسی ہستی کو مارتے ہو جس کا صرف یہ جرم ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور تمہاری طرف اپنے رب کی طرف سے روشن آیات لی کر آیا ہے۔ جب کفار قریش نے ابو بکر کا

یہ کلام سنا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر ابو بکر کو پکڑ لیا۔ ابو بکر صدیق کے منہ پر اس کا فرس نے اتنی جوتیاں ماریں کہ بنی و رخصار سوچ کر برابر ہو گئے اور آپ کی داڑھی کو کھینچتے تھے۔
(تاریخ التواریخ جلد دوم صفحہ ۵۸۱)

نوٹ: اس قسم کے واقعات جانتاری اور جانبازی قتل از ہجرت کئی بار پیش آئے اور اپنی جان تک کی پرواہ نہ کی مگر رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نرغہ اعدائیں بال بیکانہ ہونے دیا اور اپنی بے عزتی کا ذرا بھر خیال نہ کیا کئی بار پیٹے گئے۔
فضیلت نمبر ۹: فرمان رسول خدا۔ ابو بکر نے مجھ کو زیادہ مالی جانی امن دیا۔

تاریخ التواریخ:- نیز فرمود کہ خداوند محترم کردہ است بندہ دامیان دنیا و آخرت و آنچه نزد او بود از ثواب و نعیم و لقائش را اختیار کرد آں بندہ از آنچه نزد خدا بود ابو بکر بگریست و دم از گریہ اور در عجب شدن ہمانا ابو بکر فہم کرد کہ آں بندہ محترم پیغمبر است رسول خدا نے فرمود

إِنَّ مِنْ أَمَنِ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ بِنِ أَبِي
فُحَافَةَ وَلَوْ أَتَّخَذْتُ خَلِيلًا لَا أَتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا

(تاریخ التواریخ حالات زندگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جلد ۳ صفحہ ۱۲۱)

ترجمہ: آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو اس بات کا اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کو پسند کر لے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ثواب نعمتیں اور اس کی ملاقات کا حصول ہے تو اس بندہ نے ان میں وہ پسند کیا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تھا۔ یہ سن کر ابو بکر صدیق رو پڑے۔ لوگ یہ دیکھ کر تعجب میں پڑ گئے۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ ابو بکر صدیق اس امر کی تہہ تک پہنچ گئے تھے کہ اس بندہ سے کون مراد ہے جسے اختیار دیا جا رہا ہے۔ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا بیشک جس نے مجھ پر ایمان لانے اور مالی

قربانیاں کرنے میں سب سے سبقت کی وہ ابو بکر بن ابوقحافہ ہیں۔ اگر میں کسی کو ظلیل بناتا تو وہ یقیناً ابو بکر ہوتے۔ اور یہی روایت اہل سنت کی صحیح مسلم شریف جلد ششم صفحہ ۶۳ مترجم پر موجود ہے۔

عن ابی سعید أن رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ عَبْدُ خَيْرَةَ اللهُ..... قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَمَّنَ النَّاسِ عَلَيَّ فِي مَالِهِ وَصُحْبَتِهِ أَبُو بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَا تَخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا

ترجمہ: ابو سعید سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور فرمایا اللہ کا ایک بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے چاہے دنیا کی دولت لیوے چاہے اللہ تعالیٰ کے پاس رہنا چاہے یعنی اختیار کرے پھر اُس نے اللہ تعالیٰ کے پاس رہنا اختیار کیا۔ یہ سن کر ابو بکر صدیق روئے۔ (سمجھ گئے کہ آپ کی وفات قریب ہے) پھر کہا ہمارے باپ دادا ہماری مائیں آپ پر سے صدقہ ہوں۔ پھر معلوم ہوا کہ اس بندے سے مراد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابو بکر ہم سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر ابو بکر کا احسان ہے مال کا بھی اور صحبت کا اور جو میں ظلیل بناتا (سوا خدا کے) تو ابو بکر کو ظلیل بناتا۔

مقام غور و فکر: فرمان الہی

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا

ترجمہ: بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جبکہ ایک رسول انہیں میں سے مبعوث کر دیا۔ (ترجمہ مقبول شیعہ صفحہ ۱۳۰ آل عمران)

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت شریفہ کا احسان

جتایا۔ ادھر سرور کائنات نے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر ابو بکر صدیق کا احسان ہے۔ اللہ اللہ زہے نصیب حضرت ابو بکر صدیق کے اور حضرت ابو بکر صدیق کی صحبت کا بیان تو خود اللہ پاک کا قرآن اس پر شاہد عدل ہے۔ (سورۃ توبہ) لَنَأْنِي الثَّنِينَ إِذْهُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ

۱۔ وَأَمْرًا أَنْ تَسْتَصْحِبَ أَبَا بَكْرٍ حضرت جبرائیل نے آ کر کہا خدا آپ کو سلام کہتا ہے اور خدا نے تجھے حکم دیا ہے کہ ابو بکر کو اپنا رفیق سفر بناؤ۔ (تفسیر امام حسن عسکری)
۲۔ شہادت نزدیک آں قوم پر مکر رفت بسوئے سرائے ابو بکر رفت ترجمہ: آنحضرت صبح سالم بحفظ خدا اس نابکار قوم کے ہاتھوں سے نکل کر ابو بکر کے گھر پہنچ گئے۔ پئے ہجرت اونیز ایستادہ بود کہ سابق رسولش خبر دادہ بود

تو ابو بکر ہجرت کیلئے تیار کھڑے تھے۔ کیونکہ آنحضرت ان کو پہلے ہجرت کی خبر دے چکے تھے۔ ابو بکر واقف حال ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ ہو گئے۔

چوں رفتند چندیں بد اماں دشت قدم فلک سائے مجرد گشت
جب تھوڑا سا سفر طے کیا تو حضور علیہ السلام کے قدم مبارک زخمی ہو گئے
ابو بکر آنکھ بدوشش گرفت دے زیں حدیث است جائے شکفت
تب حضرت ابو بکر نے آنحضرت عالمیوں کو کندھے پر اٹھالیا۔

دراں کس چناں قوت آمد پدید کہ باریت تو اند کشید
یہ بات واقعی عجیب ہے کہ اُس جانثار کو کسی قوت حاصل ہو گئی کہ باریت کا متحمل ہو گیا۔

درآمد رسول خدا ہم بغار نشستند یکجا بہم ہر دیار
رسول خدا غار میں داخل ہو گئے اور دوست ایک ہی جگہ بیٹھ گئے۔ (حملہ حیدری)

شہادت نمبر ۳:

تفسیر تہی میں یوں پائی جاتی ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا جبکہ تھے رسول پاک غار میں ابو بکر کو فرمایا گویا کہ میں جعفر اور اس کے ساتھیوں کی کشتی کو دیکھ رہا ہوں جو دریا میں کھڑی ہے اور میں انصار مدینہ کو بھی دیکھ رہا ہوں جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو دیکھ رہے ہیں آپ نے فرمایا ہاں! ابو بکر نے کہا مجھے بھی دکھائیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابو بکر کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے مس فرمایا تو اس کو بھی سب کچھ نظر آنے لگا تو اصل عبارت یوں ہے۔

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ تَرَاهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ فَأَرَيْتَهُمْ فَمَسَحَ عَلَيَّ عَيْنَهُ
فَرَاهُمْ فَقَالَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَنْتَ الصِّدِّيقُ (شيعہ
حضرات کی مستند کتاب تہی صفحہ ۱۵۰ واقعہ نماز کے متعلق یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بحکم خدا آنحضرت کو
سفر ہجرت میں اپنا رفیق بنانا۔) (تفسیر امام عسکری)

دوسری شہادت حملہ حیدری شیعہ حضرات کی مستند کتاب سے، تیسری شہادت واقعہ
غار تفسیر تہی سے اور سب سے بڑی قرآن پاک کی آیت کریمہ جو سورۃ توبہ سے پہلے نقل کی گئی
ہے۔ ہزار ہزار شکر اس خدائے پاک کا جس نے شیعہ جمہین اور مفسرین کی قلم سے قَائِلِي اَنْتَيْنِ
اِذْهُمَا فِي النَّارِ اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ سُوْرَةَ تُوْبَةٍ كِي آيْتِ غَارِ كِي مَاتِحْتِ حَضْرَتِ اَبُو بَكْرِ
صَدِيقِ كُو اس كَا مَصْدَاقِ لَكْهُوَ اِيَا۔
القصة

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دنیا میں قدم قدم پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے
کہیں بھی مفارقت و جدائی نہیں ہوئی۔ مکہ میں ساتھ مدینہ پاک میں ساتھ جنگ میں ساتھ صلح
میں ساتھ، غار میں ساتھ، مزار میں ساتھ، علامہ اقبال حقیقت کی کتنی صحیح ترجمانی کی ہے۔

آں امن الناس بر مولائے ما
 آں کلیم اول سینائے ما
 ہمت او کشت ملت راجواہر
 ثانی اسلام عار و بدر و قبر

یہی تو ہیں کہ ہیں مصداق اذہمانی الغار

فضائل ابو بکر کے ضمن میں ہم نے چند واقعات جن سے آپ کی! جانی مالی قربانیوں کا ذکر ہے جن کا اعتراف اکابر علمائے تشیع نے بھی کیا ہے۔ بلکہ مسلم بن الفریقین حدیث مبارک میں خود سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابو بکر کی جانی و مالی اور ہر اڑے وقت میں صحبت و سنگت کی قربانیوں کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر ابو بکر کا احسان ہے۔ اسی مثالی عقیدت و محبت اور عشق صادق کی بنا پر ایک صحابی نے پوچھایا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کے نزدیک محبوب ترین انسان کون ہے؟ فرمایا! ابو بکر صدیق اصل عبارت: یا رسول اللہ محبوب ترین خلائق نزد تو کیست فرمود کہ عائشہ، گفت سوال من از رجال است فرمود پدر او باز پرسید کہ بعد از وے کیست فرمود کہ عمر

ترجمہ: یعنی صحابی نے یا رسول اللہ آپ کے نزدیک محبوب ترین انسان کون ہے؟ فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا اُس نے عرض کی مردوں میں آپ کا محبوب ترین کون ہے؟ فرمایا اس کا باپ (ابو بکر صدیق) پھر پوچھا ان کے بعد درجہ کس کا ہے فرمایا عمر بن خطاب کا اس سے ثابت ہو گیا کہ ابو بکر صدیق اور سیدہ عائشہ نبی علیہ السلام کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔
 (روضۃ الصفاء جلد دوم صفحہ ۳۸)

پروانے کو چراغ عنا دل کو پھول بس
 صدیق کیلئے خدا کا رسول بس

علامہ اقبال

فضائل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(از قرآن پاک و کتب تشیع)

شہادت نمبر ۱:

قرآن مجید میں آیا ہے کہ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا (وہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔ کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اور دیکھ بھال کیلئے اللہ کافی ہے)۔ (ترجمہ مقبول پ ۲۶ سورۃ فتح صفحہ ۱۰۲۳)

خدا تعالیٰ نے بعثت نبوی کی علتِ غائی غلبہٴ دین کو قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے مصر و شام اور ملک فارس پر غلبہٴ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں حاصل نہ ہو سکا یہ غلبہٴ عہدِ فاروقی میں پورا ہوا ہم اپنی کتاب کے بابِ خلافت میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔ وہاں سے پڑھ کر تسلی کر لیں۔

شہادت نمبر ۲:

اسی غلبہٴ دین کی خاطر آنحضرت عالیاں صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی۔

اللَّهُمَّ اعْزِ الْأِسْلَامَ بِأَحَدِ الْعُمَرَاءِ بِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ أَوْ بِأَبِي جَهْلِ بْنِ

ہشام (تفسیر صانی)

اے خدا اسلام کو یا تو عمر بن الخطاب سے عزت و غلبہ عنایت فرما اور یا ابو جہل سے
اور یہی روایت ماباقر مجلسی سے سنئے

روی العیاشی عن الباقر علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم قال اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جہل بن ہشام
ترجمہ: امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے دعا کی
کہ الہی عزت دے اسلام کو عمر بن خطاب کے ایمان و اسلام لانے سے یا ابو جہل بن ہشام
کے مسلمان ہونے سے۔ (بحار الانوار جلد ۱۳ کتاب السماء و العالم باقر مجلسی)

قارئین کرام توجہ فرمائیں حضرت عمر فاروق کے قبول اسلام سے پہلے حضرت علی
حیدر کرار، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت صدیق اکبر حضرت امیر حمزہ رضوان اللہ علیہم
اجمعین اور کئی مشہور اصحابی ایمان لائے تھے۔ تو حضرت صدیق اکبر کی مالی جانی قربانیاں، شاہ
مرداں شیریزاں قوت پروردگار اور دیگر افراد جانناز، جانثار بنو ہاشم کے ہوتے ہوئے سرکارِ دو
عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدرگاہِ خداوند جل و علیٰ دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور
غلبہ اسلام اور عزت دین کی خاطر سیدنا عمر فاروق کو جن لیا۔

شہادت نمبر ۳:

فاروق اعظم کے ایمان لانے سے اسلام مضبوط ہو گیا اور کفر کی جڑیں ہل
گئیں۔ حضرت عمر فاروق بارہا قتل آنسو و عالمیاں گھر سے نکلے راستہ میں کسی نے کہا کہ تمہاری
بہن اور بہنوئی نے بھی نیا دین قبول کر لیا ہے۔ آپ ان کے گھر آئے دروازہ پر دستک دی اور اندر
سے بے مثل کلام سننے میں آیا دروازہ کھولا اور اندر شور و غوغا سے داخل ہوئے اپنے بہنوئی کا گلہ
اس زور سے دہرایا کہ وہ قریب المرگ ہو گیا۔ اتنے میں ان کی ہمشیرہ فریاد کرتی آئی اور کہا ہم دین
محمدی کو اب کبھی نہیں چھوڑ سکتے اگر چہ اس کی خاطر ہمیں اپنے سر قربان کیوں نہ کرنے پڑیں۔

عمر فاروق اپنی بہن سے کہنے لگے آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نظر آیا جس کیوجہ سے اُن کے دین پر اس قدر فریفتہ ہو چکے ہو کہادہ ایک کلام ہے جسے سن کر ہمیں یقین ہو گیا کہ واقعی اللہ کا کلام ہے۔ عمر فاروق نے ہمیں بھی سناؤ۔ بہن نے چند آیات پڑھیں انہیں سن کر دل اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے حضور علیہ السلام نے عمر کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا اگر صلح صفائی سے آیا ہے تو میں ہاتھ روک لیتا ہوں اور جنگ کے ارادہ سے آیا ہے تو ابھی میں تیرا کام تمام کئے دیتا ہوں۔ عمر کہنے لگے میں مسلمان ہو گیا ہوں آپ نے کہا ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھو“

چوں عمر کلمہ طیبہ عرض کر دحضرت کبیر گفت و یا راں از شوق بشت باواز بلند کبیر گفتند چنانچہ غلغلہ کبیر ایشاں بحافل قریش رسید بعد ازاں عمر گفت یا رسول اللہ مناسب نئے نماید کہ مشرکوں لات و عزمی را پرستند و اہل اسلام در نہاں خانہ بعبودیت مولیٰ قیام نمایند، اظہار دین حق و ملت صدق بضرمانی، ایں سخن گفتہ بیروں آمدند و بطواف خانہ کعبہ رواں شدند و برجانب راست حضرت پیغمبر صدیق بود و بر یسار حمزہ و علی پیش پیش حمزہ شمشیر حائل کرد، و عمر پیش پیش علی سے رفت و سائر اصحاب رسول در عقب قدم میروند

ترجمہ: جب عمر رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبیر کہی صحابہ کرام نے انتہائی خوشی و مسرت میں آ کر اتنے زور سے کبیر کہی کہ قریش کی محفلوں تک اس کی آواز سنائی دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی! حضور مشرکین لات و منات کی کھلے بندوں پوجا کریں یہ مناسب نہیں اور ہم مسلمان چھپ کر اللہ کی عبادت کریں آپ دین حق اور ملت صدق کے اظہار کا ارشاد فرمائیں۔ یہ کہہ کر سب صحابہ کرام باہر نکلے اور طواف کعبہ کیلئے چل پڑے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں طرف ابو بکر صدیق اور بائیں طرف حضرت حمزہ تھے اور حضرت علی آگے آگے تھے۔ حضرت حمزہ تلوار لٹکائے ہوئے تھے اور حضرت عمر حضرت علی کے

آگے آگے جا رہے تھے اور باقی صحابہ کرام نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے آ رہے تھے۔ کافروں نے دیکھا اور کہا۔

کفار گفتند ہم در عقب تو کیست گفت لا اله الا الله محمد رسول الله ہر کس از شا حرکت کند بضرب شمشیر آبدار بدار جہنم رسانم

ترجمہ: کافروں نے عمر فاروق سے پوچھا تیرے پیچھے کون ہے کہا محمد رسول اللہ ہیں۔ خبردار تم میں سے کسی نے بھی کوئی غلط حرکت کی تلو آبدار سے اُس کا سر قلم کر کے جہنم رسید کروں گا۔ کفار متوجہ عمر شدند، عمر بدفع ایساں مشغول شدہ جملہ را از حوالی کعبہ دور خاست و حضرت رسول بہ بیت اللہ در آمدہ بآ صحاب کرام بادائے صلوٰۃ قیام نمودند و آ یہ کریمہ یا بھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین۔ فرود آمدہ

ترجمہ: کافر حضرت عمر کی طرف متوجہ حضرت عمر نے اُن تمام کو کعبہ کے ارد گرد سے بھاگادیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بمعہ صحابہ کرام کعبہ میں تشریف لائے اور باجماعت نماز پڑھی اور

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ نازل ہوئی۔

(روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۸۴)

غزواتِ حیدری:

جب رسول اللہ اور باقی صحابہ کرام کعبہ کی طرف چلے تو سب سے آگے حضرت علی المرتضیٰ تھے اور ان کے اور آگے عمر تیغ بکھر جماعت وافر اور ان کے پیچھے اصحابِ نجسۃ انساب بصد کرو فرہشتے اور باتیں کرتے بیخوف وخطر داخل خانہ داور ہوئے یکبار درود یوار حرم نے بصد افتخار سراپنا تا بعرض کردگار پونہچایا اور بیر زمزم کے پانی نے فرط مسرت میں سلسبیل کو ذائقہ حلاوت بخشا

غزوات حیدری اردو ترجمہ حیدری مترجم محقق شہیرہ جناب سید محسن علی مطیع نولنگور حملہ
حیدری گرفتار ہر سرور انبیاء نشاندہ بجائے کہ بودش سزا بگفتہ اصحاب ہم تہنیت کہ ز آں
بیشتر یافت دین تقویت

پس اصحاب دین راشد مدعا	کہ از خدمت سرور انبیاء
بسوئے حرم آشکارا روند	نماز جماعت بجآ آوردند
رسید این سخن چوں بعرض رسول	ز خیر البشر یافت عز و قبول

(حملہ حیدری مطبوعہ تہران صفحہ ۱۳)

گرفتن ہر سرور انبیاء	نشاندہ بجائے کہ بودش سزا
بگفتہ اصحاب ہم تہنیت	کہ ز آں بیشتر یافت دین تقویت
پس اصحاب دین راشد مدعا	کہ از خدمت سرور انبیاء
بسوئے حرم آشکارا روند	نماز جماعت بجآ آوردند
رسید این سخن چوں بعرض رسول	ز خیر البشر یافت عز و قبول

(حملہ حیدری مطبوعہ تہران صفحہ ۱۳)

ان تین شیعہ کتب معتبرہ روضۃ الصفاء، غزوات حیدری، حملہ حیدری کے مذکورہ
حوالوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل فضائل ثابت ہوئے۔

۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشرف باسلام ہونے پر خود محبوب رب کائنات نے اور
انکی اقتداء میں صحابہ کرام نے اتنی بلند آواز سے اللہ کی بحسبیر کہی کہ اس کا غلغلہ کفار کی
محفلوں تک سنا گیا۔

۲۔ اسلام کو قوت اور غلبہ فاروق اعظم کے اسلام لانے کی وجہ سے ملا کیونکہ ان اسلام
لانے کیلئے آنحضرت عالمیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اللهم اعز الاسلام

بہر بن الخطاب۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کے سبب اسلام کو عزت و غلبہ عطا فرما۔
 ۳۔ فاروق اعظم کے اظہار ایمان سے پہلے حضور اکرمؐ بعد جماعت اپنے گھر میں نماز ادا کرتے تھے لیکن جب فاروق اعظم نے ایمان کا اظہار فرمایا تو پوری جماعت کو لیکر حرم کعبہ میں نماز باجماعت ادا کی۔

۴۔ کعبہ میں اولین نماز باجماعت حضرت عمر فاروق کی جرأت و شجاعت کی مرہون منت ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ حضرت فاروق اعظم کو ایسی جرأت اور رعب عطا فرمایا تھا کہ کفار کو لگا کر کہا اگر تم میں سے کسی نے ایسی حرکت کی تو تمہاری گردنیں اڑا دوں گا۔ بالاخر انہیں حدود حرم سے نکال دیا۔ لیکن کسی کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔

۶۔ طواف کعبہ کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے آگے فاروق اعظم تھے تا کہ کفار کو آپ کی طرف آنکھ اٹھانے کی ہمت نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

يا ايها النبي حسبك الله ومن اتبعك من المومنين

یعنی حضرت عمر فاروقؓ کے کامل الایمان ہونے اور ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

۷۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عمر بن خطاب کے ایمان لانے پر اسقدر خوش ہوئے کہ سینہ سے لگا کر پھر ان کی شان شان جگہ پر بٹھایا۔

ترجمہ شعر نمبر ۱:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمر فاروقؓ کو بازوؤں میں لے کر ان کی شان شان جگہ پر بٹھایا۔ تمام موجود صحابہ نے مبارک باد دی۔

ترجمہ شعر نمبر ۲:

ان کے ذریعہ اللہ نے دین کو مضبوطی عطا کی۔

ترجمہ شعر نمبر ۳:

اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے آپ کے ساتھی مسجد الحرام کی طرف گئے بڑے کروفر سے اور وہاں نماز باجماعت ادا کی۔

ترجمہ شعر نمبر ۴:

جب کعبہ میں جا کر نماز باجماعت کا مطالبہ سرکارِ دو عالم کے حضور پیش کیا۔

ترجمہ شعر نمبر ۵:

تو خیر خلق اللہ قبول فرما کر اجازت دے دی۔

اہل تشیع حضرات سے مطالبہ غور و فکر کا:

۱۔ قارئین کرام غور فرمائیں جس شخصِ مکرم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کر کے اللہ رب العزت سے مانگا ہو اور پھر اس کے اسلام لانے پر فرط مسرت سے با آواز بلند تکبیرات کی ہوں پھر جس نے خدادادہ قوت و شجاعت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بمعہ صحابہ کرام طواف کعبہ بحفاظت کروا رہا ہے۔

مزید اس پر اللہ تعالیٰ نے جس کے بارے میں ”یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن التبعک من المؤمنین“ نازل فرمائی ہو۔ کیا ایسا شخص کامل ایمان نہیں رکھتا۔ کیا کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا تو اللہ رب العزت قبول تو کی مگر آدمی ایسا دیا جس کا ایمان ناقص بلکہ سرے سے تھا ہی نہیں۔ (معاذ اللہ)

کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرط مسرت کے ساتھ با آواز بلند کبیرات کہا اور صحابہ کرام فرط مسرت سے اللہ پاک کی بڑائی بیان کرنا کیا ایک ڈرامہ تھا جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

بیت اللہ شریف ے درود یو ار فاروق اعظم کی تشریف آوری پر فخر میں آئے۔ اگر اُن ایمان قابل افتخار نہیں تھا تو اللہ کے گھر کی دیواروں نے فخر کیوں کیا؟

اور بیزر زمزم کے پانی نے فرط مسرت میں سلیمیل کو ذائقہ حلاوت بخشا۔ اگر فاروق اعظم کا ایمان قابل اعتبار نہ تھا تو اس قدر انقلاب کیوں؟ نہیں نہیں حقیقت یہی ہے کہ فاروق اعظم ﷺ کا دل ایمان تھے اور اُن کی ایمانی پختگی پر کعبہ کے درود یو ار فرط مسرت سے جھوم اٹھے اور رسول اکرم بعد صحابہ کرام فرط مسرت سے با آواز بلند کبیرات کہنا اور طواف کعبہ کی شکل میں اُن کی ایمانی پختگی کا مظاہرہ ہوتا۔ شیعہ حضرات بنظر انصاف اس واقعہ کو غور سے پڑھیں اور دعا ہے اللہ پاک انہیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شہادت نمبر ۴:

إِنَّ الْحَقَّ يَنْطِقُ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت کا اپنی زوجہ حضرت حفصہ سے کسی بات پر کچھ اختلاف ہو گیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا میں اپنے اور تیرے درمیان بطور ثابت کسی شخص کا تقرر کروں۔ حضرت حفصہ کہنے لگیں جی کیجئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ وہ آگئے حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حفصہ سے فرمایا۔ اب بات کرو۔ حضرت حفصہ نے کہا کہ آپ را شاد فرمائیں۔ لیکن بات سچی ہو یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حفصہ کے منہ پر طمانچہ مارا۔ پھر دوسرا طمانچہ مارا

حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا عمر رک جاؤ۔ حضرت عمر کہنے لگے اے اللہ کی دشمن! پیغمبر جو کہتا ہے حق ہے۔

فَقَالَ عُمَرُ يَا عَدُوَّةَ اللَّهِ النَّبِيُّ لَا يَقُولُ إِلَّا حَقًّا وَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ
لَوْلَا مَجْلِسَةٌ مَا رَفَعْتُ يَدَيَّ حَتَّى تَمُوتَنِي

اُس اللہ کی قسم جس نے حق کے ساتھ انہیں بھیجا۔ اگر حضور پر نور کا گھر نہ ہوتا تو تیری جان لئے بغیر میں ہاتھ نہ روکتا۔ (تفسیر مجمع البیان جلد ۴ جز ۸ صفحہ ۳۵۳ پارہ ۲۱ کی آیت یا لہما النبى قل لا زواجك کے زیر بحث)

مقام غور:

- ۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عادل سمجھتے تھے۔
- ۲۔ اِنَّ الْحَقَّ يَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ لِعِنِ اللّٰهِ تَعَالٰى حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان بولتا ہے۔ (احتجاج طبری جلد دوم صفحہ ۲۴۷ کے حاشیہ پر)
- ۳۔ وَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ اللّٰهُ كِي قسم جس نے حق کے ساتھ آپ کو بھیجا ان عبارات سے ثابت ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضور پر نور رسول برحق تھے۔
- ۴۔ اس بات کی تائید ان الفاظ سے ہوتی ہے النَّبِيُّ لَا يَقُولُ إِلَّا حَقًّا اللہ کا پیغمبر حق ہی کہتا ہے فاروق اعظم نے کہا قسم کھا کر اگر مجلس رسول نہ ہوتی تو تیرا خاتمہ کر دیتا کیونکہ تونے احترام و عظمت مصطفیٰ کو ملحوظ خاطر نہ رکھا۔ مگر مجلس مصطفیٰ اور عظمت مصطفیٰ کے پیش نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو مانتے ہوئے تجھ کو چھوڑتا ہوں۔

نوٹ: شیعہ مفسر نے جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو گستاخانہ الفاظ نقل کئے ہیں یہ اُس کی دیدہ دلیری اور گستاخی ہے۔ کیوں کہ قابل اعتبار روایت میں یہ الفاظ نہ موجود نہ

منقول ہوئے ہیں۔ حضرت علی ؑ نے حضرت عمر فاروق ؓ کے کسی نامہ اعمال کیساتھ اللہ کی بارگاہ میں دعا کی۔

شہادت نمبر ۵:

شیخ صدوق نے باسناد ایک حدیث ذکر کی ہے کہ ایک مرتبہ فضل بن عمر نے حضرت امام جعفر صادق ؑ سے پوچھا کہ جب حضرت عمر بن خطاب ؓ کو کفن دیا جا چکا تھا اس وقت حضرت علی ؑ نے ارشاد فرمایا تھا اس کا کیا مطلب تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت علی ؑ کا یہ مطلب تھا کہ میرے نزدیک کوئی عمل اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں کہ جب میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں تو اس کفن پہنے ہوئے یعنی عمر بن خطاب ؓ کے اعمال نامے کے ساتھ ملاقات کروں۔ اصل عبارت

عن قول امیر المومنین صلوات اللہ علیہ لَمَّا نَظَرَ إِلَى الثَّانِي وَهُوَ مُسْتَجَبِي
بِنُوبِهِ مَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ بِصَحِيفَةٍ مِنْ هَذَا الْمُسْجَى
(معانی الاخبار للشيخ الصدوق صفحہ ۳۱۲ طبع جدید بیروت)

شہادت نمبر ۶: وروی جعفر بن محمد بن ابیہ عن جابر بن عبد اللہ لما
غسل عمر و کفن دخل علی علیہ السلام فقال صلی اللہ علیہ ما علی
الارض احب الی من ان القی اللہ بصحیفۃ هذا المسجی بین اظہر کم
ترجمہ: امام جعفر صادق امام محمد باقر سے روایت فرماتے ہیں کہ جب (امیر المومنین) عمر
شہید ہوئے اور ان کو کفن پہنایا گیا تو حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے اور فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ
کی صلوات (رحمتیں برکتیں) ہوں تمام روئے زمین پر میرے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ
پسندیدہ تر نہیں کہ میرے میں اللہ سے ملوں۔ میرا نامہ اعمال بھی اس کفن پوش کے اعمال نامہ

کی طرح ہو جو اس وقت میرے تمہارے سامنے موجود ہے۔

(کتاب الثانی علم الہدی جلد ۲ صفحہ ۲۲۷ مطبوعہ نجف اشرف)

شہادت نمبر ۷:

حضرت عمر حضرت علی کی زندگی گزارنے کو پسند کرتے تھے۔

فَقَالَ عُمَرُ لَا عِشْتُ فِي أُمَّةٍ لَسْتُ فِيهَا يَا أَبَا الْحَسَنِ

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے ابو

الحسن مجھے ایسی قوم میں رہنا اور زندگی گزارنا ہرگز پسند نہیں جس میں تم نہ ہو۔

(امالی طوسی جلد دوم صفحہ ۹۲ مطبوعہ قم طبع جدید)

نمبر ۷، ۶:

ان ہر دو حوالوں کا حاصل یہ ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ

الکریم سے اتنی عقیدت و محبت تھی کہ ان کی جدائی کو ناقابل برداشت سمجھتے تھے اور مولا علی کرم

اللہ وجہ کو فاروق اعظم کے عظمت شان کا اس قدر اقرار تھا کہ ان کے اعمال نامے کو اپنے لئے

سب سے بہترین سرمایہ شمار کرتے تھے۔

ان دو مستند روایات پڑھ لینے کے بعد بھی اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت علی کرم اللہ

وجہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی باہمی عداوت و دشمنی تھی تو اس سے بڑھ کر انصاف و حق

کا خون کرنا اور کیسے ہو سکتا ہے۔

سبحان اللہ مولیٰ علی المرتضیٰ تو ان کے اعمال نامے کے ساتھ رشک فرما رہے ہیں اور

مدعیان محبت و عقیدت حیدر کرار ان کو ظالم و غاصب کہہ رہے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ مولیٰ علی مشکل کشا کو سچا مانیں یا ان مدعیان محبت و تولیٰ کو؟ اس

سے زیادہ بھی کوئی تعجب انگیز بات ہو سکتی ہے کہ کتابیں اہل تشیع کی نہایت محترم اور روایات بھی شروع سے آخر تک ائمہ طاہرین صادقین کی اور ان کتابوں کی طباعت، کتابت قم شریف نجف اشرف تہران میں اکابر علمائے اہل تشیع کی زیر نگرانی میں پھر بھی اہل تشیع حضرات ان پر ایمان نہ لائیں تو پھر آئمہ طہمین طاہرین کو تو نہ ماننے والوں کے روبرو نہیں لاسکتے اس پر بھی غور کیجئے۔ سید مرتضیٰ مصنف کتاب شافی کے متعلق ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ ایران میں لکھا ہے۔ (کہ از اکابر علمائے امامیہ است) یعنی اہل تشیع کے بہت بڑے علماء سے ہے۔ اور ابو جعفر طوسی کے متعلق بھی مجتہدین اہل تشیع امام الطائفہ لکھتے ہیں۔

شہادت نمبر ۸:

رحم اللہ ابا حفص کان واللہ حلیف الاسلام و ماوی الایتام و
منتہی الاحسان و محل الایمان و کھف الضعفاء و محفل الحنفاء و قام بحق
اللہ صابراً محتسباً حتی اوضع الدین وفتح البلاد امن العباد اعقب اللہ من
ینقصہ اللعنة الی قوم القیامة

ترجمہ: اللہ تعالیٰ رحمتیں فرمائے ابا حفص حضرت عمر فاروقؓ پر خدا کی قسم وہ اسلام کے سچے
ہمدرد تھے۔ یتیموں کے آسرا تھے۔ احسان کے عالی مرتبہ پر متمکن تھے۔ ایمان کا مرکز تھے۔
ضعیفوں کے جائے پناہ تھے۔ متقی اور پرہیزگاری کے بجا و ملائے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی
حفاظت فرمائی۔ جس میں تکلیفوں اور مصیبتوں پر صبر کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی
چاہنے والے تھے۔ یہاں تک کہ دین کو روشن کیا اور ملکوں کو فتح کیا اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو
خوف سے بچا کر امن میں رکھا۔ جو شخص بھی ان کی شان کو گھٹائے وہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی
لعنت کا مستحق ہے۔ (تاریخ التواریخ جلد ۵ کتاب ۲)

شہادت نمبر ۹:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضرت ابو بکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ سے

جوہری وحدت

۱۔ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا وَفِي سُرْبِهِ مِنْ تُرْبِهِ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا حَتَّى يُدْفِنَ فِيهَا
وَإِنَّا وَ أَبُو بَكْرٍ وَ عَمْرٌ خُلِقْنَا مِنْ تُرْبَةٍ وَاحِدَةٍ وَفِيهَا نُدْفَنُ

ترجمہ: ہر بچہ کی ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا۔ یہاں تک کہ اسی
میں دفن ہو جائے اور میں اور ابو بکر اور عمر ایک ہی مٹی سے ہمارا جسم بنا ہے اور اسی میں ہم دفن
ہوں گے۔ خطیب نے کتاب الحقیق اور مفترق میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ
سے روایت ہے۔

حکیم ترمذی کی نو اور الاصول سے حدیث پاک پڑھیے

۲۔ وَيَأْخُذُ التُّرَابَ الَّذِي يُدْفَنُ فِي بُقْعَةٍ وَ تَعْبِجُنْ بِهِ نُطْفَتَهُ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ
تَعَالَى مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَ فِيهَا نُعِيدُكُمْ

ترجمہ: فرشتہ وہاں کی مٹی لیتا ہے جہاں اسے دفن ہونا ہوتا ہے اسے نطفہ میں ملا کر گوندھتا
ہے۔ یہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ زمین سے ہم نے تمہیں بنایا اور پھر اسی میں تمہیں لے
جائیں گے۔ (فتاویٰ افریقہ صفحہ ۸۵)

اور شیعہ حضرات کے مقتدا اور پیشوا مولوی مقبول احمد اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر
آئمہ اہل بیت سے بھی اس آیت شریفہ کی تفسیر اس طرح نقل کرتے ہیں۔

کافی میں جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ نطفہ جب رحم میں پہنچ جاتا ہے تو
خدا تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیج دیتا ہے کہ وہ اس مٹی سے جس میں یہ شخص دفن ہونی والا ہے تھوڑی سی

لے آئے چنانچہ وہ فرشتہ لا کر نطفہ میں ملا دیتا ہے اور اس شخص کا دل ہمیشہ اسی مٹی کی طرف مائل ہوتا رہتا ہے جب تک کہ اس میں دفن نہ ہو جائے۔ (پ ۱۶ صفحہ ۶۲۷ سورۃ طہ ترجمہ مقبول)
 ثابت ہو گیا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اجسام مبارکہ خمیر طیب ایک ہی پاکیزہ ترین مٹی سے اٹھایا گیا اور ظاہر ہے کہ اس میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی وہ فضیلت نکلتی ہے کہ اس میں ان کا کوئی سہیم اور برابر نہیں۔

گنبد حضری میں وصال ابدی

دنوی زندگی میں تو جمیع اصحاب رسول وصال سے مشرف رہے۔ لیکن یہ فخر و مشرف صرف صدیقؓ و عمرؓ کو حاصل ہے کہ وہ انتقال کے بعد بھی روضہ اقدس میں اپنے محبوب سے ہم آغوش و ہمکنار ہیں اور قیامت تک وصال حبیب سے لطف اندوز، جمال یار سے بہرہ یاب ہو رہے ہیں اور خواب گاہ مصطفیٰ! اللہ اللہ جہاں رات دن ہر ہر لمحہ خدا کی رحمتیں اور ملائکہ اللہ اور مومنین صالحین کی رحمت کی دعائیں۔ (اللھم صل علی محمد) موسلا دھار بارش کی طرح برستی رہتی ہیں۔ جہاں شاہاں جہاں کی گردنیں جھک جاتی ہیں اور اقلیم ولایت کے تاجدار پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
 نفس گم کردہ سے آید جنید و بازید ایں جا!
 سرگردہ خیل ارباب نظر کا قول ہے
 عرش اعظم سے سوا ہے خواب گاہ مصطفیٰ

فضائل سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

(از قرآن شریف و کتب اہل تشیع)

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ

سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ ط وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ط

ترجمہ: مثال انکی ہے جو اپنا مال راہِ خدا میں صرف کرتے ہیں اُس دانے کی سی ہے جو سات بالیں اُگائے کہ ہر بال میں سو ۱۰۰ دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہے بڑھا دیتا ہے اور

اللہ صاحب وسعت علم ہے۔ (ترجمہ مقبول پارہ ۳ سورۃ البقرہ صفحہ ۸۵)

۲۔ عزوہ تبوک کیلئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بے مثال مالی امداد اور سروردو عالم کی زبان

مبارک سے جنت کی بشارت

لا جرم عثمان بن عفان کہ ایں وقت دو بست و دو لیست او قیہ سیم از بہر تجارت بشام

بسا ز کردہ بود تمامت بحضرت رسول آورد و برائے تجمیز لشکر پیش خدمت داشت پیغمبر فرمود لا

يَضُرُّ عُثْمَانَ مَا عَمَلَ بَعْدَ هَذَا و بروایتی سی صد شتر بازو بزرگ و ہزار مثقال زیر سرخ

حاضر کرد و پیغمبر فرمود اللہم ارض عن عثمان فانی عنہ راض و نیز گفتہ اندی ہزار تن

لشکر کہ سفر تبوک کردہ بود دو بہرہ عثمان تجمیز کرد۔

غزوہ تبوک کیلئے رسالت مآب نے سامان جنگ اور دیگر ضروریات کی فراہمی کیلئے لوگوں کو جوش دلایا۔ اس وقت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس بائیس ۲۲ اونٹ اور بائیس اوقیہ چاندی تھی جو انہوں نے شام کی طرف تجارت کی غرض سے تیار کر رکھا تھا۔ یہ تمام سامان انہوں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں لا کر حاضر کر دیا تاکہ لشکر اسلام کی تیاری میں صرف ہو سکے۔ اس امداد کو دیکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ اس کے بعد عثمان جو بھی عمل کرے گا اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ (یعنی یہ اس عمل کی بنا پر جنتی ہو چکے چاہے اب کچھ کرتے پھریں) ایک اور روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین سواونٹ بمعہ ساز و سامان کے لدے ہوئے اور ایک ہزار مثال سونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا اس پر آپ نے دعا مانگی۔ اے اللہ میں عثمان سے راضی ہو گیا تو بھی راضی ہو جا اور یہ بھی کہا گیا ہے۔

حاصل کلام: بوقت ضرورت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بحکم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کی ایسی مالی خدمات سرانجام دیں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بے مثال مالی قربانی پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اُن کو بے مثال قربانی سے نوازا وہ یہ کہ اگر اُن سے بقاضائے بشری مالی معاملات میں کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کا مواخذہ نہ ہوگا۔ بروز قیامت مالی معاملات میں عثمان سے باز پرس نہیں ہوگی۔ آپ بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ سب سے بڑا انعام اے اللہ میں عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔ (روضۃ الصفاء جلد دوم صفحہ ۳۰۳ ذکر احوال خاتم الانبیاء)

۲۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ
فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا

ترجمہ: بے شک اللہ مومنین سے راضی ہو گیا جبکہ وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ اور جو کچھ ان کے دلوں میں تھا وہ اس سے آگاہ ہے۔ پھر اس نے تسکین اُن پر نازل فرمائی اور ان کو ایک قریب کی فتح سے بدلہ عطا فرمائے گا۔ (پارہ ۲۶ سورۃ فتح ترجمہ مقبول)

بیعت رضوان مختصر واقع یوں ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدنا عثمان کو مکہ شریف میں قریش مکہ سے یہ گفتگو کرنے کے لئے روانہ کیا کہ ہمارا ارادہ لڑنے کا نہیں بلکہ حج اور عمرہ کی نیت سے آئے ہیں۔ تو قریش مکہ نے انہیں قید کر لیا ادھر خبر اڑی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو اس پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان کا بدلہ لئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ لوگوں کو بیعت کیلئے طلب فرمایا تو سب سے پہلے حضرت عثمان کا بدلہ لینے کیلئے شیر خدا حیدر کرار نے بیعت بدست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائی۔

(تفسیر صافی میں لکھا ہے)

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَتَبَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ
(تفسیر صافی جلد دوم صفحہ ۵۸۲)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حیدر کرار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے کیکر کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر (عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے بارے میں) بیعت کی شیعہ مفسرین کی تفسیر مذکورہ آیت کے بارے میں منج الصادقین

وہمہ اصحاب بیعت کردند آنکہ مطلقاً راہ گریز نجویند تا آنکہ کشتہ شوند یا فتح نمایند و حضرت فرمود یک کس بدو بخ نرو و اذاں مومناں کہ زیر درخت سمرہ بیعت کردند۔ و ایں بیعت

را بیعت رضوان نام نہادند بجهت آنکہ حق سبحانہ در حق ایشان فرمود لقد رضی اللہ۔ بہ تحقیق کہ
خدائے تعالیٰ خوشنودگشت عن المؤمنین

ترجمہ: اس بات پر تمام صحابہ نے بیعت فرمائی کہ ہم یا تو شہید ہو جائیں گے یا فتح سے
ہمکنار۔ لیکن آپ سے کبھی کنارہ کش نہیں ہوں گے۔ اور سرور عالم نے فرمایا کہ تم میں سے
کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا جنہوں نے اس درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کی۔ اس
بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ کیونکہ ان بیعت کرنے والوں کے بارے میں خدا تعالیٰ
نے اپنی رضامندی کا اس طرح ذکر فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا جبکہ انہوں نے آپ
کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (تفسیر منہج الصادقین جلد ۸ صفحہ ۳۶۵)

تفسیر مجمع البیان: رَضَاءُ اللَّهِ سُبْحَانَهُ عَنْهُمْ هُوَ إِزَادَتُهُ تَعْظِيمَهُمْ
وَإِثَابَتَهُمْ وَهَذَا إِخْبَارٌ مِنْهُ سُبْحَانَهُ رَضِيَ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَايَعُوا النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جسے بیعت رضوان کہتے ہیں کیونکہ اللہ نے اُن سے اپنی رضاء کا وعدہ فرمایا۔ اور اس
کی رضادراصل اُن کی تعظیم کے ارادے اور اُن کی ثابت قدمی کے ذریعے ظاہر فرمائی تھی اور یہ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خبر ہے کہ اللہ مومنوں سے راضی ہوا جنہوں سرور عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کے ہاتھ پر حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے بیعت فرمائی۔ (فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ) تو
اللہ تعالیٰ ان کی صدق نیت کو جانتا ہے۔ جو جہاد کے بارے میں اُن کے سخت رویہ میں تھی۔

مِنْ صِدْقِ النَّبِيِّ فِي الْقِتَالِ لِأَنَّهُ بَايَعَهُمْ عَلَى الْقِتَالِ عَنْ مُقَاتِلِ
وَقِيلَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْيَقِينِ وَالصَّبْرِ وَالْوَفَاءِ (فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ)
عَلَيْهِمْ وَهِيَ الْلُطْفُ الْقَوِيُّ لِقُلُوبِهِمْ وَالطَّمَانِينَةُ

کیونکہ بیعت لڑائی کی خاطر تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے دلوں میں جو یقین صبر اور وفا تھی اللہ کو ان کا بخوبی علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر سکینہ نازل فرمائی۔ جو اُن کے قلوب کی مضبوطی اور طمانیت کا ذریعہ بنی۔ (تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جز ۹ صفحہ ۱۱۶)

خلاصہ کلام: بیعت رضوان میں شریک تمام صحابہ جن کی تعداد پندرہ سو تھی اس وقت دنیا کے افضل ترین انسان تھے۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق ان حضرات میں کوئی دوزخی نہیں بلکہ سب جنتی ہیں۔ اُن کی نیت، عقیدت، صبر، یقین، وفا اور صداقت اللہ کو معلوم تھی۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیوجہ یہی تھی اور اس کی رضا کا اظہار اور اس سے مراد اُن حضرات کی عظمت کو چار چاند لگانا ہے لہذا اُن لوگوں کو نام ہونا چاہیے جو پھر بھی دیدہ دلیری کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ تین چار صحابہ کے علاوہ کوئی بھی مومن نہ تھا اور نہ جنت میں جایگا۔

تنبیہ: خدائے پاک کہے میں ان پر راضی ہوا۔ رسول پاک کہیں وہ جنتی ہیں۔ تم کہتے ہو کہ ان کا ایمان ہی سرے سے نہیں۔ اب سوچو تمہاری لغو بیانی کوئی مانے یا اللہ پاک اور اس کے رسول پاک کی سچی خبر پر یقین کرے۔

فضیلت نمبر ۳:

اللہ تعالیٰ کو یہ بیعت اتنی پسند آئی کہ اس میں شریک افراد کیلئے اُس نے اپنی رضا کا اعلان فرمایا۔ سرور عالم جب اللہ کی رضا کے اعلان کو سنا تو چاہا اس رضا مندی خدا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شریک ہو جائیں۔

بروایت کلینی حضرت یکدمت خود دابر دست دیگر زدو برائے عثمان بیعت گرفت۔ کلینی کی روایت کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی۔ پس مسلمانان گفتند خوشحال عثمان کہ طواف کرد و سعی

میدان صفا و مروہ کہ دو محل شد۔ حضرت فرمودنخواہد کرد۔ چون عثمان آمد حضرت پر سید کہ طواف کردی۔ گفت چون طواف مکرده بودی من نکردم

ترجمہ: مسلمانوں نے کہا حضرت عثمان خوش قسمت ہیں کہ طواف بھی کیا۔ اور صفا و مروہ کی سعی کرنے کے بعد محل بھی ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اُس نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔ پھر جب آپ نے طواف نہیں کیا تو میں نے بھی نہیں کیا۔

(حیات القلوب جلد دوم باب سی و ہشتم غزوہ حدیبیہ)

فضیلت نمبر ۴:

بمقصد رواں شد چون تیر از کمان	بوسید عثمان زمین وزماں
بگفتند چندیں بہ خیر البشر	چوں اورفت اصحاب روز دیگر
پاخ چنین گفت با انجمن	رسول خدا چون شنید این سخن
کہ تنها کنند طواف آل آستان	بعثمان ندایم ما این گماں

حملہ حیدری باب فرستادن رسول خدا عثمان بن عفان بنزد ابوسفیان

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہایت ادب و احترام کے ساتھ اپنے مقصد کی طرف چل پڑے جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے۔ ان کے چلے جانے کے بعد دوسرے دن صحابہ کرام نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ عثمان بڑے خوش قسمت ہیں جن کی قسمت میں حج بیت اللہ شریف لکھا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا ہمیں عثمان کے بارے میں یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ ہمارے بغیر خانہ کعبہ کا طواف کرے گا۔

قارئین کرام ان مذکورہ تین حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منصب سفارت پر فائز ہو کر حضور کی طرف سے مشرکین مکہ سے

بات چیت کر رہے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عثمان کی طرف سے بیعت فرما رہے ہیں اور اپنے ہاتھ کو اُن کا ہاتھ قرار دے رہے ہیں۔ لہٰذا یہ عثمان اور یہ بات اہل تشیع کی نہایت معتبر کتاب سے بھی ثابت ہے۔

وَضَرَبَ بِأَحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى لِعُثْمَانَ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور حضرت عثمان ﷺ کیلئے غائبانہ بیعت فرمائی۔ (فروع کافی جلد ۸ کتاب الروضہ)

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ تو حضور کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیں (يُدُّ اللَّهُ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ سورة فتح) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اُسی ہاتھ کو حضرت عثمان ﷺ کا ہاتھ قرار دیں۔ اللہ اللہ کیا شان ہے حضرت عثمان ذیشان کی! کہ یہ تو رسول پاک کے قائم مقام ہیں اور رسول پاک اُن کے قائم مقام! رسول پاک کا مقدس ہاتھ اُن کی قائم مقامی کر رہا ہے! قائم مقامی کیا؟ خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقدس ہاتھ کو حضرت عثمان ﷺ کا ہاتھ فرما رہے ہیں۔

جس سے وہ آپ ہی فرمائیں ہم تیرے ہیں

اپنی آہوں میں یہ تاثر کہاں سے لاؤں؟

عشقی رسول: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ تشریف لے گئے تو صحابہ کو رشک ہوا کہ عثمان ﷺ تو مزے سے کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے امید نہیں کہ وہ میرے بغیر طواف کعبہ کریں۔ جب حضرت عثمان مکہ سے واپس ہونے لگے تو قریش نے خود درخواست کی کہ تم مکہ میں آئے ہوئے ہو تم طواف کرتے جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو روکے گئے ہوں اور میں طواف کر لوں۔ قریش کو اس بار پر غصہ آیا۔ انہوں نے حضرت عثمان ﷺ کو قید کر لیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بغیر میں طواف کعبہ کر لوں یہ مجھے سے نہیں ہو سکتا۔
 کتنے روح پرور اور ایمان آفرین لفظ ہیں! عشق رسول میں پختگی کے اور محبت رسول کریم میں
 وارفتگی کے قربان جاؤں حضرت عثمان ؓ کے جس ذات پاک کے خون پاک کا بدلہ لینے
 والوں پر انعامات ربی کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ (کہ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو رہے
 ہیں یہ بڑا انعام ہے۔ قرآن پاک سے ارشاد ربانی (رضوان من اللہ اکبر) اور تمامی شرکائے
 بیعت کو جنتی ہونے کا مژدہ جانفرما دہ عاشق رسول خدا کا کتنا محبوب و مقبول اور انعامات الہی
 کا کتنا مستحق ہوگا۔

حضرت عثمان ؓ کی طرف سے خود اپنے دست مبارک پر دوسرا ہاتھ رکھ کر بیعت کی
 یہ حضرت عثمان ؓ کے تاج فخر کا وہ طرہ شرف ہے جو ان کے علاوہ کسی کے حصہ میں نہ آیا۔
 اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ ان الذین
 یرایعونک انما یرایعون اللہ۔ جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی انہوں نے یقیناً اللہ سے
 بیعت کی ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے تو ان دونوں مقدمات کے سامنے رکھ کر نتیجہ یہ نکلے گا
 کہ عثمان غنی ؓ کا ہاتھ حضور کا ہاتھ اور حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ لہذا عثمان غنی ؓ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ
 ہوا پھر کب ممکن کہ اس کے ہاتھ سے جو قرآن لکھا اور جمع کیا جائے اس میں تغیر و تبدل ہے۔
 فضیلت نمبر ۵:

حضرت عثمان غنی ؓ کی رسول کریم سے جدی رشتہ داری

در حالیکہ تو از جہت خویشی بر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم از آنہا نزدیک تری چوں
 عثمان پسر عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف سے باشد و عبد مناف جد سوم
 حضرت رسول محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف

ترجمہ: حضرت علیؑ نے حضرت عثمانؓ کو فرمایا کہ آپ با اعتبار قرابت ابو بکرؓ و عمرؓ سے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیادہ قریب ہو کیونکہ حضرت عثمانؓ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تیسرے دادے میں جا ملتے ہیں۔

(شرح نوح البلاغہ فارسی فیض الاسلام خطبہ ۴۳ کی شرح)

بقول شیعہ محقق حضرت عثمانؓ کا حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ سے افضل ہونا پس خویشاوندی عثمان از ابو بکر و عمر بہ پیغمبر نزدیک تر است و بہ دامادی پیغمبر مرتبہ اے یافتہ ای کہ ابو بکر و عمر نیاتند

ترجمہ: حضرت عثمانؓ با اعتبار قرابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب ہیں کہ اتنی قرابت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کو بھی حاصل نہیں۔ پھر حضور ﷺ کا داماد بن کر وہ مرتبہ پایا جو ابو بکر و عمر کو نہ ملا۔

فضیلت نمبر ۶:

حضرت عثمان کا داماد رسول پاک ﷺ ہونا

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَوْلُ مَنْ وُلِدَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ الْقَاسِمُ وَيَكْنَى بِهِ ثُمَّ زَيْنَبُ ثُمَّ رُقِيَّةُ ثُمَّ فَاطِمَةُ ثُمَّ أُمُّ كَلثُومُ ثُمَّ وُلْدُهُ فِي الْإِسْلَامِ عَبْدُ اللَّهِ فَسَمِيَ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَأَمَّهُمْ جَمِيعًا خُدَيْجَةَ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے فرمایا! اعلان نبوت سے قبل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں سب سے پہلے قاسم پیدا ہوئے۔ جن سے آپ کی کنیت ابو القاسم ہے۔ پھر زینب پھر رقیہ پھر فاطمہ اور ام کلثوم پیدا ہوئیں اور ظہور اسلام کے بعد عبد اللہ جن کا نام طیب ہے اور طاہر پیدا

ہوئے اور ان سب کی والدہ خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ داماد رسول ہونے کے دلائل پہلے بہت بیان کر چکے ہیں۔ (مرآة العقول جلد ۱ صفحہ ۳۵۲)

فضیلت نمبر ۷:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَحِمَ اللَّهُ أَبَا عَمْرٍ وَكَانَ وَاللَّهِ أَكْرَمَ الْحَفَدَةِ
وَأَفْضَلَ الْبُرَّةِ هَجَادٍ بِالْأَسْحَارِ كَثِيرِ الدُّمُوعِ عِنْدَ ذِكْرِ النَّارِ نِهَاضًا
عِنْدَ كُلِّ مَكْرَمَةٍ سَبَاقًا إِلَى كُلِّ مَنْجِيَةٍ حَيًّا أَبِيًا وَفِيًّا صَاحِبَ جَيْشِ
الْعُسْرَةِ حَتَّى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْقَبَ اللَّهُ عَلَيَّ مَنْ
يَلْعَنُهُ لَعْنَةَ الْإِلَاعِينِ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ

(تاریخ سعودی جلد سوم صفحہ ۵۱، تاریخ التواریخ کتاب ۲ جلد ۵ تہران)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ (ابو عمرو) پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے۔ آپ اپنے خادموں اور غلاموں پر مہربان تھے۔ نیکی کرنے والوں میں افضل شب خیز و شب زندہ دار تھے۔ دوزخ کے ذکر پر نہایت رونے والے عزت و وقار کے امور میں اٹھ کھڑے ہونے والے۔ غزوہ تبوک میں اسلامی لشکر کی اعانت کرنے والے اور سرور عالمیوں کے داماد تھے۔ جو شخص عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر زبان لعن و طعن دراز کرے اللہ تعالیٰ اس پر قیامت تک لعنت کرے۔ سب لعنت کرنیوالوں کی لعنت کے برابر۔

انتباہ: اس روایت نمبر ۶ اور نمبر ۷ کے راوی اہل بیت میں سے ہیں۔ تمام شیعہ اہل بیت کے معتمد اور حقیقی ہمدرد تھے۔ جنہوں نے تمام علوم بلا واسطہ مولا علی کرم اللہ وجہہ سے حاصل کئے۔

کشف العمہ:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلِيُّ عَلَمُنِي فَكَانَ عِلْمُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِلْمُهُ، مَنْ اللَّهُ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهِ فَعِلْمُ النَّبِيِّ مِنَ اللَّهِ
وَعِلْمُ عَلِيِّ مِنَ النَّبِيِّ وَعِلْمِي مِنْ عِلْمِ عَلِيٍّ (كشف الغمّة في معرفة الأئمّة جلد اول

صفحہ ۵۰۷ بمعہ ترجمہ فارسی طہران، امامی شیخ طوسی جلد اول صفحہ ۱۱۷ جز اول مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے علی المرتضیٰ ؑ نے علم سکھایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کر دیا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم عرش کے اوپر سے اللہ کی طرف سے تو علم نبی اللہ سے اور علم علی، علم نبی سے اور میرا (حضرت ابن عباس کا) علم علم علی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

مقام غور و فکر:

جب علم ابن عباس رضی اللہ عنہ علم علی کرم اللہ وجہہ ہوا اور علی، علم نبی، اور علم نبی، علم الہی قرار پایا تو نتیجہ یہ نکلا کہ مذکورہ اوصاف حضرت عثمان ؑ جو بظاہر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبان اقدس سے نکلے دراصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ اللہ رب العزت کی طرف سے اوصاف بیان ہوئے۔ اور جو بدعا حضرت ابن عباس ؑ نے دی وہ اسی طرح بالواسطہ اللہ کی طرف سے ہوئی۔ کیا ایسا با عظمت انسان جس کے اوصاف و فضائل حضرت ابن عباس ؑ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اللہ رب العزت بیان فرمائیں۔ تو ان پر لعن طعن کرنے والے کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔

فضیلت نمبر ۸:

جب حضرت عثمان ؑ کے قتل کیلئے اُن کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے دونوں لخت جگر حسنین کریمین کو (أَمْرَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ أَنْ يَذَّ

بِالنَّاسِ مِنْهُ) حضرت عثمان کے دروازہ پر حفاظت کیلئے مقرر فرمایا۔ (مروج الذهب کی عبارت پڑھیے۔

وَدَخَلَ عَلِيُّ بْنُ الدَّارِ وَهُوَ كَالْوَالِيَةِ الْحَزِينِ وَقَالَ لِأَبْنَيْهِ كَيْفَ قُتِلَ امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْتَ عَلَى الْبَابِ؟ وَلَطَمَ الْحَسَنَ وَضَرَبَ صَدْرَ الْحُسَيْنِ وَشَتَمَ مُحَمَّدَ بْنَ طَلْحَةَ وَلَعَنَ عَبْدُ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ
(مروج الذهب جلد دوم صفحہ ۳۳۵ ذکر عثمان ذی النورین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: شہادت عثمان ﷺ کے بعد حضرت علی اُن کے گھر غزدہ داخل ہوئے اور اپنے دونوں بیٹوں کو فرمایا کہ تم دونوں دروازے پر تھے تو ایسے میں امیر المؤمنین کیسے قتل ہو گئے؟ اس کے بعد امام حسن کے منہ پر طمانچہ مارا اور امام حسین کے سینہ پر مکا مارا محمد بن طلحہ کو برا بھلا کہا اور عبد اللہ بن زبیر کو لعن طعن کیا۔ (اہل تشیع سے دو سوال)

۱۔ سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ کا امام حسن پاک اور امام حسین پاک کو اتنی بڑی قربانی کیلئے بھیجنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سیدنا عثمان ﷺ کا وجود اُن کو اپنی اُس اولاد سے بھی زیادہ عزیز تھا جو با اتفاق مسلمین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جسمانی طور پر ہبیہ رسول مقبول تھے۔

۲۔ کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سیدنا امام حسن پاک اور سیدنا امام حسین پاک اپنے والد گرامی سمیت دین کے بقاء و احیاء کیلئے اپنے نورانی وجودوں سے سیدنا عثمان ﷺ کا وجود ضروری سمجھتے تھے۔ فافہم تدبر

فضیلت نمبر ۹:

حضرت عثمان غنی ﷺ کا پوتا امام حسین کا داماد تھا

وَتَزَوَّجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِ بْنِ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْحُسَيْنِ بْنِ

عَلِيَّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَام (شرح نوح البلاغة ابن حدید جلد ۳ صفحہ ۳۵۹ بیروت
، بیان مناکحات بنی ہاشم و بنی عبد شمس)

ترجمہ: (بنی ہاشم اور بنی عبد شمس کے درمیان ہونے والی رشتہ داریوں میں سے ایک رشتہ یہ
بھی تھا) عبد اللہ بن عمرو بن عثمان نے امام حسین ؑ کی دختر سیدہ فاطمہ بنت حسین سے شادی
کی ابن حدید نے اس مقام پر عثمان غنی ؑ کی اہل بیت کے ساتھ دور رشتہ داریوں کا ذکر کیا ہے

۱- حضرت عثمان ؑ خود داماد رسول اور اُن کا پوتا داماد حسین

۲- بعد از حسن ثنیٰ فاطمہ بحالہ نکاح عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان در آمد

ترجمہ: حسن ثنیٰ کی وفات کے بعد فاطمہ بنت حسین نے عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان
سے شادی کر لی۔ ۱- اَلْحُسَيْنُ اَلْحَسَنُ

۳- فَذَكَرَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خِطْبَةَ الْحُسَيْنِ عَائِشَةَ وَفَعَلَهُ

(مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۳۹ قم خیابان)

ترجمہ: امام حسن ؑ نے عائشہ بنت عثمان کی خواستگاری کی اور رشتہ ہو گیا۔

ثُمَّ إِنَّهُ كَانَ الْحُسَيْنُ تَزَوَّجَ لِعَائِشَةَ بِنْتِ عُثْمَانَ

(مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۴۰)

فرمان رسالت اب اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو وہ بھی عثمان ؑ کو دے دیتا اسی لئے

حضرت عثمان کو ذوالنورین کہتے ہیں۔

وَلَمَّا مَاتَ الْإِبْتَنَانِ تَحْتَ عُثْمَانَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ مَا تَنْظُرُونَ بِعُثْمَانَ آلَا أَبْوَائِمِ آلَا أَخُوَائِمِ زَوْجَتُهُ

إِبْنَتَيْنِ وَلَوْ أَنَّ عِنْدِي ثَالِفَةٌ لَفَعَلْتُ قَالَ وَلِذَلِكَ سُمِّيَ ذَالنُّورَيْنِ

(شرح نوح البلاغة ابن ابی حدید جلد ۳ صفحہ ۳۶۰ بیروت)

ترجمہ: ہمارے شیخ ابو عثمان نے کہا جب حضرت عثمان ؓ کے عقد میں یکے بعد دیگر آن والی دونوں بیویاں فوت ہو گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ تم عثمان ؓ کیلئے کسی چیز کا انتظار کرتے ہو۔ کیا کسی بیوہ کا، بھائی کا یا باپ کا! میں نے اپنی دو بیٹیوں (رقیہ، ام کلثوم) کا عقد اس سے کیا۔ اگر میرے پاس تیسری بھی ہوتی تو اس کی شادی بھی اس سے کر دیتا۔ روای کہتے ہیں اسی لئے عثمان ؓ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ اب علمائے سنت فرماتے ہیں جن کا لقب ذوالنورین ہے۔

لَمْ يَجْمَعْ بَيْنَ بِنْتِي نَبِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ لَدُنِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا عُثْمَانُ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۲)

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت کی کو یہ شرف سوائے حضرت عثمان ؓ کے کسی کو حاصل نہیں ہوا کہ اس کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں۔
۲۔ اور اس سے بڑھ کر سیدنا عثمان غنی ؓ کی فضیلت کی یہ بات ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی کی وفات ہوئی تو حضور ؐ نے فرمایا۔

رَوَّجُو عُثْمَانَ لَوْ كَانَ لِي ثَالِثَةٌ لَزَوَّجْتَهُ، وَمَا زَوَّجْتَهُ إِلَّا بِالْوَحْيِ
مِنَ اللَّهِ تَعَالَى (نیر اس صفحہ ۷۸)

۳۔ اور جس وقت حضرت عثمان غنی ؓ نے عیش العسرة جس کو قرآن پاک میں ساعۃ العسرة (سخت مشکل اور تنگی کا وقت) فرمایا گیا ہے غزوہ تبوک کے موقع پر سینکڑوں اونٹ بمعہ ساز و سامان کے لدے ہوئے اور ایک ہزار مثقال سونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا تو اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ مبارک خوشی سے چمکتا تھا اور آپ بار بار فرماتے تھے۔

مَا عَلِيٌّ عُثْمَانَ مَا عَمَلٌ بَعْدَ هَذَا مَا ضُرَّ عُثْمَانَ مَا عَمَلَ بَعْدَ

هَذَا الْيَوْمِ (ازالہ الحفا صفحہ ۳۹۰)

ترجمہ: اس کے بعد عثمان جو عمل کریں گے اس کی باز پرس نہیں ہوگی۔ آج کے بعد جو بھی عمل کریں گے وہ انہیں کوئی نقصان نہیں دے گا۔

فضائل عثمان غنی ؓ کے ضمن میں جو حوالہ جات ہم نے پیش کیے ہیں ان سے یہ امور ثابت ہوئے۔

۱۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضرت عثمان غنی ؓ نے بے مثال مالی امداد پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے بارے میں فرمایا کہ حضرت عثمان غنی کے اس عمل کے بعد وہ جو بھی عمل کریں وہ انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا یعنی ان کا حساب نہ ہوگا اور نہ ہی جنت میں جانے پر رکاوٹ بنے گا۔

۲۔ ان کی مالی امداد کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی اے اللہ میں عثمان ؓ سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔

۳۔ حضرت عثمان ذیشان ؓ وہ ہستی ہیں جن کے خون پاک کا بدلہ لینے والوں پر انعامات ربی کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے (اللہ تعالیٰ شریک بیعت رضوان پر راضی ہو رہے ہیں۔ اور شرکائے بیعت کو جنتی ہونے کا مژدہ جانفراہ ملا۔ وہ خود عاشق رسول خدائے پاک کا کتنا محبوب و مقبول اور انعامات الہیہ کا کتنا حقدار ہوگا۔

۴۔ حضرت عثمان غنی کی طرف سے خود اپنے دست مبارک پر دوسرا ہاتھ رکھ کر بیعت کی یہ حضرت عثمان غنی ؓ کیلئے ایسا فضل و شرف ہے جو ان کے علاوہ کسی کے حصہ میں نہ آیا۔

۵۔ بروایت حضرت ابن عباس حضرت عثمان کا داماد رسول پاک ہونا۔

۶۔ جب حضرت عثمان کے قتل کیلئے اُن کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تو حضرت مولانا علی شیر خدا نے حضرت امام حسین اور امام حسن پاک اپنے جگر پھروں کو حضرت عثمان ؓ کے دروازہ پر حفاظت کیلئے مقرر فرمایا۔ جن کو رسالت مآب اپنے بیٹے فرمایا کرتے تھے۔

۷۔ حضرت عثمان ذوالنورین ؓ کا داماد رسول ہونا اور اُن کے پوتے کا داماد حسین ہونا۔

۸۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک کسی کو یہ شرف حاصل نہیں سوائے حضرت عثمان غنی ؓ کے کہ اس کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں۔

۹۔ اور اس سے بڑھ کر فضیلت کی یہ بات ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری

صاحبزادی کی وفات ہوئی تو حضور ؓ نے فرمایا اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو ضرور حضرت

عثمان ذوالنورین کے عقد میں دے دیتا۔ یہ فضائل مسلم بین الفریقین ہیں اب بتاؤ ایسے جلیل

القدر عظیم الشان خلیفہ راشد داماد رسول پاک ذوالنورین اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس کو

ایسے اعلیٰ مقام اور بلند مرتبہ کا مستحق قرار دیں کہ آج کے بعد حضرت عثمان ؓ سے کوئی کام

ایسا نہ ہوگا کہ جو باز پرس کا موجب ہو۔

اس عظیم المرتبت ہستی کو مورد طعن و تشنیع ٹھہرانا اور اس قسم کے نظریات و خیالات

پھیلانا کہ اُن کی غلط پالیسیوں سے اسلام میں جاہلیت (کفریہ امور) کو گھس آنے کا موقع ملا

اور اسلامی خلافت کو غیر اسلامی ملوکیت کی طرف لے جانے والے تغیر کا آغاز انہیں کی

پالیسیوں سے ہوا۔ جبکہ یہ حقیقت ثابت قرآن و احادیث اور مسلم بین الفریقین روایت سے

ثابت ہے کہ خلافت راشدہ موعودہ تیس سال ہے اس کے بعد نہیں۔ بلکہ فرمان نبوی صلی اللہ

علیہ وسلم کے مطابق خلافت راشدہ موعودہ کے بعد خلافت عامہ اور ملک و حکومت عام سنت اللہ

پر وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مَلِكًا مَنْ يُّشَاءُ کے مطابق جاری رہے گی اس لئے تدریجی تغیرات کے

مراحل اور ان کی ابتداء سیدنا عثمان جیسے جلیل القدر خلیفہ راشد کے سر پر تھوہنا قرآن و حدیث

سے کوسوں دور ہے۔ خلافت راشدہ موعودہ کی شرط قرآن پاک میں یوں بیان ہوئی۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَتَّخِلَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ

خلفائے راشدین وہی ہیں جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک اللہ نے یہ وعدہ کیا کہ

ضرور ان کو جانشین بنائے گا۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ راشد ہوئے تو ان کا اہتمام

ہونا اور اعمال صالحہ کے حامل ہونا قرآن پاک سے ثابت ہو گیا۔

خلفائے ثلاثہ پر طعن و تشنیع صرف اور صرف سبائی ٹولے کا پراپیگنڈہ ہے ہم قرآن و

حدیث سے دلائل بیان کرتے ہیں اور مطامین کے دلائل روایت و تاریخ سے ماخوذ ہیں۔

ثبوت: صحابہ کرام کے خلاف اکثر روایات عبد اللہ بن سبا کے پیروکاروں کی بیان کردہ

ہیں۔ تاریخ کا ماخذ چار کتابیں۔

مشہور مورخ اسلام شبلی نعمانی مرحوم اپنی معروف کتاب سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حصہ اول صفحہ ۴۴ پر لکھتے ہیں۔ تاریخ کی تمام کتب کا سلسلہ صرف چار کتابوں پر منحصی ہوتا ہے۔

۱۔ سیرت ابن اسحاق ۲۔ واقدی ۳۔ ابن سعد ۴۔ طبری

ان کے علاوہ جو کتابیں ہیں وہ ان سے متاخر ہیں۔ ان میں جو واقعات مذکور ہیں

زیادہ تر انہیں سے لئے گئے ہیں۔ ان میں واقدی تو بالکل نظر انداز کر دینے کے قابل ہے۔

محدثین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ وہ خود اپنے جی سے روایتیں گھڑتا ہے۔ اس سے بخوبی ثابت ہو

گیا کہ ان چار کتابوں کے علاوہ جتنی تاریخ کی کتابیں ہیں وہ سب ان چاروں سے ناقل

ہیں۔ ان کی کوئی اپنی تحقیق یا کسی دوسرے ذریعہ سے ان کے پاس یہ تاریخی روایات نہیں

پہنچیں۔ انہوں نے ناقل ہونے کی حیثیت سے اپنی دیانت و امانت کے پیش نظر دوسروں کی

بات جوں کی توں نقل کر دی۔ مگر اس کی تصدیق و توثیق اور صحت و تائیدگی ہرگز بیان نہیں کی۔

اب ان چار کتابوں کی حقیقت بھی سن لو مؤرخ اسلام شبلی مرحوم کی زبانی۔

ابن اسحاق کی کتاب تو موجود نہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں واقدی کی تمام تصانیف جھوٹ کا انبار ہیں۔ کتب سیرت تاریخ کی اکثر بے ہودہ روایتوں کا سرچشمہ انہیں کی تصانیف ہیں۔ ابن سعد کی نصف سے زیادہ روایتیں واقدی کے ذریعہ سے ہیں۔ اس لئے ان روایتوں کا وہی رتبہ ہے جو واقدی کا ہے۔ باقی رواۃ میں سے بعض ثقہ ہیں اور بعض غیر ثقہ سیرت النبی حصہ اول صفحہ ۳۰ تا ۳۵

علاوہ ازیں شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی کے صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے۔ ابن سعد کی کتاب کا نام طبقات ہے۔ یہ کتاب قریباً تاپید ہو چکی تھی۔ یعنی دنیا کے کسی کتب خانہ میں اس کا پورا نسخہ موجود نہ تھا۔ شہنشاہ جرمن کو اس کی طبع و اشاعت کا خیال آیا۔ چنانچہ ایک لاکھ روپیہ جیب خاص سے دیئے اور پروفیسر ساخو کو اس کام پر مامور کیا۔ کہ اس کے اجزاء جمع کر کے لائیں۔ پروفیسر موصوف نے قسطنطنیہ، مصر، یورپ جا کر جا بجا سے جلدیں بہم پہنچائیں۔ یورپ کے بارہ پروفیسروں نے الگ الگ جلدوں کی تصحیح اپنے ذمہ لی چنانچہ نہایت اہتمام کے ساتھ ہالینڈ سے شائع ہوا۔ یہ تاریخ کے بڑے سے بڑا ماخذ، طبقات ابن سعد جس کا اصل وجود بھی یورپ کے پروفیسروں اور پادریوں دشمنان اسلام کا رہن منت ہے۔ کسی کو کیا معلوم کہ ان مستشرقین دشمنان اسلام نے تالیابی کے زمانہ میں کس کس نے اس کتاب میں کچھ رد و بدل کر دیا ہے۔

طبری کے متعلق لکھتے ہیں۔ طبری کے بڑے شیوخ روایت سلمہ البرش ابن سلمہ وغیرہ ضعیف الروایۃ ہیں بعض محدثین نے لکھا ہے کہ یہ شیعوں کیلئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے ان میں فی الجملہ تشیع تھا لیکن مضر نہیں۔ تمام مستند مفصل تاریخیں ابن اثیر، ابن خلدون، ابوالفداء وغیرہ اسی سے ماخوذ ہیں یہ کتاب بھی تاپید تھی یورپ کی بدولت شائع ہوئی۔ (سیرت النبی حصہ اول صفحہ ۲۷)

خود طبری کی کتاب تاریخ الامم والملوک کی جلد ۱۳ صفحہ ۲۲ صفحہ ۲۹ پر موجود ہے۔ فی وسط خلافت معاویہ لعنہ اللہ فی خلاصۃ یزید بن معاویہ لعمہما اللہ یعنی اس طبری نے حضرت معاویہ جیسے جلیل القدر صحابی پر دو دفعہ لعنت کی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ طبری شیعہ تھا۔ ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاتب وحی پر ہرگز لعنت کرنے کی جرأت نہ کرتا۔

طبری کی زیادہ تر روایات ابوحنیف لوط بن یحییٰ سے منقول ہیں۔ یہاں تک کہ نوے فیصد روایات اس ابوحنیف کی ہیں۔ اس ابوحنیف کے متعلق محدثین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ کذاب رافضی ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۳۶۰، لسان المیزان جلد ۴ صفحہ ۴۹۲)

اور طبری کے دوسرے راوی محمد بن سائب کلبی اور اس کا بیٹا ہشام بن محمد جو کہ ابن سعد کا بھی راوی ہے ان کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔ ابوحنیف و ہشام بن محمد بن سائب و امثالہما من المروءین بالکذب عند اهل العلم (منہاج السنۃ جلد اول صفحہ ۱۳)

ترجمہ: ابوحنیف اور ہشام بن محمد بن سائب اور ان کی طرح دوسرے راوی اہل علم کے نزدیک مشہور و معروف دروغ گو اور کاذب ہیں۔

قارئین غور فرمائیں یہ ہے طبری جس کی روایات موضوعہ مکذوبہ کو قرآن مجید اور احادیث کثیرہ معتبرہ کے مقابلہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مطعون و مجروح کرنے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ اب ساری کتب تاریخ میں صحابہ کرام کے خلاف جو روایات ہیں ان کے اصل ماخذ یہی کتب ہیں جن میں اکثر و بیشتر کذاب و وضاع رافضی راویوں کی روایات ہیں۔

تاریخ طبری کا مقام: طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال تفقہ اور وسعت علم کے معترف ہیں۔ غور فرمائیے امام طبری کی شخصیت کتنی عظیم المرتبت ہے مگر اس کے باوجود ان کی شہرہ آفاق تاریخوں کی اصل و اساس تاریخ طبری کا یہ حال ہے کہ اس

میں بھی غلط روایات موجود ہیں۔ آغاز تاریخ اسلام میں جو واقعات پولیٹیکل مقاصد کیلئے تراشے گئے اس میں داخل ہو گئے۔ مورخ اسلام شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔ ابن سعد اور طبری میں کسی کو کلام نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان لوگوں کا مستند ہونا ان کی تصنیفات کے مستند ہونے پر چنداں اثر نہیں ڈالتا یہ لوگ خود شریک واقعہ نہیں۔ اس لئے جو کچھ بیان کرتے ہیں اور راویوں کے ذریعے سے بیان کرتے ہیں۔ لیکن ان کے بہت سے راوہ ضعیف راویوں اور غیر مستند ہیں۔ سیرت النبی جلد ۱ صفحہ ۴۵

مورخ طبری خود لکھتے ہیں۔ پس میری اس کتاب میں کوئی ایسی خبر ہو کہ قاری کے نزدیک اس بنا پر ناپسندیدہ ہو کہ اس کی صحت کی کوئی اور وجہ اُسے معلوم نہیں۔ فلیعلم انه لم یأت فی ذالک من قبلنا وانما اتی من قبل بعض ناقلیہ الینا۔ (طبری اخری مقدمہ الکتاب)
ترجمہ: اُسے جاننا چاہیے کہ ایسی خبریں ہماری طرف سے نہیں دی گئیں۔ بلکہ یہ خبریں بعض ناقلین کی طرف سے ہم تک پہنچی ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف روایات کی حقیقت صحابہ کرام کی جماعت کے خلاف جو رطب و یابس تاریخی روایات بیان کی جاتی ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک وہ متفقہ طور پر ناقابل اعتماد اور مردود ہیں۔ کیونکہ عقیدہ و مذہب کی بنیاد قرآن مجید اور سنت ثابتہ صحیحہ پر ہوتی ہے۔ اور اس کے خلاف جو کچھ ہوتا ہے مؤول اور نیک محل پر محمول ہوتا ہے۔ یا موضوع یا مردود ہوتا ہے کیونکہ صحابہ کرام کی عدالت و طہارت پر قرآن مجید کی سینکڑوں آیات اور احادیث نبویہ مشہور و متواتر المعنی کی واضح اور بین شہادت کے باعث تمام سلف صالحین، فقہاء اور محدثین کا عقیدہ ہے کہ تاریخی روایات جنہیں کذاب و مردود راویوں تک کی روایات میں اگر کوئی طعن کسی صحابی کے بارے میں پایا جائے تو اسکی کوئی توجیہ و صحیح تاویل ہو گی۔ یا کسی راوی کی اپنی غلط فہمی ہوگی۔

اظہار حقیقت کے صفحہ ۲۸ پر تحریر ہے۔ بعض حضرات اس معاملہ میں یہ نرالا قاعدہ کلیہ پیش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کے بارے میں وہی روایت قبول کریں گے جو ان کی شان کے مطابق ہوں اور اس بات کو رد کر دیں گے جن سے ان پر حرف آتا ہو۔ خواہ وہ کسی صحیح حدیث ہی میں وارد ہوئی ہو۔ کیا کسی محدثین و مفسرین و فقہاء میں سے کسی نے یہ قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے۔ اس کا جواب صحابہ کرام کے خلاف روایات کی حقیقت کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے۔ اور ہمارے ہاں علامہ نووی شارح مسلم شریف فضائل علی ﷺ جلد ثانی میں فرماتے ہیں علماء نے فرمایا ہے کہ جن احادیث میں بظاہر کسی صحابی پر حرف آتا ہو ان کی تاویل ضروری ہے۔ نیز فرمایا ہے کہ ثقہ راویوں کی روایات میں کوئی ایسی بات نہیں جس کی تاویل نہ ہو سکے۔ نیز علامہ نووی نے لکھا ہے۔ لیکن ہم کو صحابہ کرام کے بارے میں باوجود (معصوم نہ ہونے کے) حسن ظن رکھنے اور ان سے ہر زلیل بات کی نفی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب کسی روایت کی تاویل و توجیہ کے تمام راستے بند ہوں تو اس کے راویوں کی طرف کذب و غلط بیانی کی نسبت کریں گے۔ اسی طرح نیر اس شرح عقائد صفحہ ۵۴۷ میں لکھا ہے۔ تمام صحابہ کو سوائے خیر کے ہرگز ہرگز ذکر نہ کیا جائے۔ اگرچہ ان کے متعلق وسواس میں ڈالنے والی چیزیں روایت کی گئی ہوں۔ تو یاد رکھو ہمارے مذہب کی بنیاد قرآن پاک اور احادیث صحیحہ پر نہ کہ تاریخی مواد پر راوی روایت کریندا ہے۔

ہاں تاریخی روایت وہی مانیں گے جو ہمارے عقائد کے متصادم نہ ہوگی۔ اس کی مؤلف اظہار حقیقت نے بھی تائید کی ہے فرماتے ہیں کوئی دعویٰ بلا دلیل کے قبول نہیں ہوتا۔ دعویٰ میں دلیل مقابل کے مسلمات سے ہونی چاہیے۔ اور دلیل قرآن کے خلاف ہو یہ صحیح نہیں ہوتی۔ اگر تاریخی روایت ہمارے مسلمات کے مطابق ہوگی تو ہمارے لئے قابل حجت ہوگی اور اگر قرآن مجید اور ہمارے مسلمات کے خلاف ہوگی تو وہ راوی کی روایت ہمارے لئے حجت نہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللَّهِ فَخُذُوهُ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللَّهِ فَدَعُوهُ

ترجمہ: جو بات یا روایت کتاب اللہ کے موافق ہو اسے مان لو اور جو بات و روایت کتاب اللہ کے مخالف ہو اسے چھوڑ دو۔ (اصول کافی صفحہ ۱۳۹ اور اظہار حقیقت صفحہ ۲۲۷)

فضائل امیر المؤمنین امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ واہل بیت

از قرآن پاک اور کتب اہلسنت

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا إِنَّمَا
نُطْعِمُكُمْ لَوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا
يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا (سورة الدھر)

ترجمہ: اور اس کی محبت میں یتیم مسکین اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔ پھر اُن سے کہتے ہیں ہم تمہیں محض رضائے الہی کیلئے کھانا دے رہے ہیں۔ ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکرگزاری نہیں چاہتے۔ بلکہ ہمیں تو اپنے رب سے اُس دن کا ڈر ہے جو بہت ترش اور نہایت سخت ہے۔

ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ حسین کریمین بیمار ہو گئے تو حضرت علیؑ، فاطمہ اور اُن کی کنیز فضہ نے ان کی صحت کیلئے تین روزوں کی نذر مانی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شفاء عطا فرمائی۔ اب اُن کی وفا کا وقت آیا تینوں نے روزے رکھے۔ حضرت علیؑ تین ساع جو لے آئے اور حضرت سیدہ عالم نے ایک صاع جو تین دن پکائے۔ لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھی گئیں تو ایک روز مسکین، دوسرے دن یتیم اور تیسرے دن اسیر آ گیا۔ ان حضرات نے تینوں دن سب روٹیاں ان سالکوں کو دے دیں اور سب نے ہر

روز اپنا روزہ پانی سے افطار کر کے اگلا روہ رکھ لیا۔ روزے کی حالت میں تین دن کا فاقہ یہ ایسا مثالی نمونہ ایثار و احسان کا تھا کہ اللہ رب العزت نے اسے معیاری عمل کے طور پر قرآن میں قلمبند کر دیا۔ اہل بیت نبوی کے اس عمل میں مزید لطف کا پہلو یہ تھا کہ وہ اس ایثار پر کسی قسم کی شکرگزاری کے بھی خواہش مند نہیں تھے۔ بلکہ اسے اپنی آخرت سنوارنے کیلئے ضروری تقاضا قرار دیتے تھے۔

۲۔ تمام اصحاب سیرت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علیؓ کے ایثار اور نفاق فی سبیل اللہ کا یہ عالم تھا کہ تمام عمر میں آپ ایک مرتبہ بھی صاحب نصاب نہ ہو سکے کہ زکوٰۃ ادا کرنے کی نوبت آتی۔ آپ نے فرمایا:

فَمَا وَجَبَتْ عَلَيَّ زَكَاةَ مَالٍ، فَهَلْ تَجِبُ الزُّكُوتُ عَلَيَّ الْجَوَارِ

میرے اوپر مال کی زکوٰۃ کبھی واجب نہیں ہوئی۔ کیا سخی لوگوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہو سکتی ہے۔ کبھی بھی کوئی سوالی آپ کی بارگاہ سے خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔ امام شععی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تمام لوگوں میں سخی ترین تھے۔ سخاوت اور کرم کو خدا کیلئے محبوب رکھتے تھے، مدینہ منورہ میں یہودیوں کے مخلصانوں میں محنت کرتے اور جو اجرت ملتی وہ ناداروں اور بے کسوں میں بانٹ دیتے۔

۲۔ زہد و استقفا:

آپ سر اپا زہد و تقویٰ کی تصویر تھے۔ آپ کو عالیشان محلات سے نفرت تھی۔ کوفہ تشریف لائے تو آپ دارالامارت کی بجائے ایک میدان میں فروکش ہوئے۔ اور فرمایا عمر فاروقؓ نے ہمیشہ ان عالی شان محلات کو حقارت کی نظر سے دیکھا مجھے ان کی کوئی حاجت نہیں۔ (خلفائے راشدین از معین الدین ندوی صفحہ ۳۵۷)

گھر میں وہی سامان تھا جو حضرت خاوند جنت جہیز میں لیکر آئی تھیں۔ کئی کئی دن چولہا نہ جلا آپ کا کھانا نہایت سادہ ہوتا تھا آپ کی نان جویں بہت مشہور ہے۔

خدایا جنہیں نان جویں بخشی ہے تو نے انہیں قوت بازوے حیدر بھی عطا کر

ایک دفعہ آپ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا تو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا تیری بو میں مہک، رنگ میں حسن اور ذائقہ میں لذت ہے مگر میں تیرا عادی نہیں ہونا چاہتا۔

(کنز الایمان جلد ۶ صفحہ ۳۰۹)

اوڑھنے کیلئے ایک چادر تھی سر چھپاتے تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں چھپاتے تو سر

ننگا ہو جاتا۔

امام حسن پاک ﷺ کے گھر میں چند دن سے فاقے کی حالت دیکھ کر آپ کی خادمہ چاندی کا ٹکڑا لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا اے امام عالی مقام اسے فروخت کر کے کچھ دنوں کا سامان خورد و نوش لے آئیے۔ امام ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں آپ نے جلال میں آ کر اپنا قدم زمین پر مارا۔ گھر کی ساری زمین سونا بن گئی۔ آپ نے فرمایا خادمہ تو نے کیا خیال کیا ہے کہ ہم محتاج ہیں اور فقر اضطراری میں مبتلا ہیں۔ نہیں خدا کی قسم یہ فقر تو ہم نے خود اپنے اوپر طاری کر رکھا ہے تاکہ دوسروں کا فقر مناسکیں۔ یہ فقر اختیاری ہے اضطراری نہیں اور ہمارے نانا پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ کیونکہ آپ نے یہ فرمایا تھا۔

الْفَقْرُ فَخْوَرِيٌّ فَقْرًا خِيَارًا مِرَّةً لِنَبِيِّكَ فَخْرٌ هُوَ۔

ورنہ عام لوگوں کیلئے تو حکم یہی ہے کہ اپنی ضرورتوں کا خیال رکھ لیں اور بقایا انفاق کر دیں۔

۳۔ آپ کا علم و فضل:

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط
بلند فرماتا ہے اللہ درجے اُن لوگوں کے جو تم میں سے مؤمن ہیں اور اُن لوگوں کے
جو صاحب علم ہیں۔

آپ کے علم و فضل کی گواہی حضور فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مبارک الفاظ
میں دی ہے۔ (انامہ سورۃ العلم و علی بابھا) میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔
(جامع ترمذی باب فضائل علی)

ایک روایت میں ہے کہ میں حکمت کا گھر ہوں علی اس کا دروازہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

۴۔ حضرت علی تاجدارِ ولایت:

حضرت علی علم و عرفان کے شہنشاہ ہیں۔ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
تمام اولیاء اور اصفیاء کے پیشوا ابو الحسن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔ اُن کو تصوف میں
شان عظیم اور بلند مرتبہ حاصل ہوتا تھا۔ اصول حقیقت میں اس قدر باریک اور نکتہ رس تھے۔ حضرت
جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی نسبت کہا کہ اصول اور بلاکشی میں ہمارے پیر علی المرتضیٰ ؑ ہیں۔
یعنی معاملات و علم میں علی ؑ ہمارے امام ہیں۔ (کشف المحجوب فصل چہارم صفحہ ۹۷)

۵۔ مسلک امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ چونکہ ولایت محمدی کے حامل ہیں۔ اس لئے قطب
الاقطاب ابدال اوتاد جو اولیاء عزلت میں سے ہیں اور کمالات ولایت کا اُن پر غلبہ ہے۔ اُن
کی تربیت اور امداد و اعانت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد ہے۔ قطب الاقطاب یعنی قطب
مداد کا سر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قدم کے نیچے ہے۔ قطب مدد انہی کی حمایت و رعایت

سے اپنے ضروری کام سرانجام دیتا ہے۔ حضرت فاطمہ الزہراء حضرت امام حسن پاک اور امام حسین پاک بھی اس مقام میں حضرت علی کے شریک ہیں۔ (مکتوب صفحہ ۲۵۱ جلد اول)

دوسرے مکتوب میں یہی مضمون قدرے تفصیل سے ہے۔ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سر پر ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قبل پیدائش اور بعد پیدائش وجود غصری اس مقام کے مرکوز ہے۔ اس راہ ولایت سے جس کسی کو فیض پہنچتا ہے جناب کے وسیلہ سے پہنچتا ہے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم انسان مرتبہ ترتیب وار حضرات حسین کریمین رضی اللہ عنہما کے سپرد ہوا اور ان کے بعد بارہ اماموں میں سے ہر ایک کے ساتھ ترتیب اور تفصیل وار قرار پایا۔ ان بزرگوں کے زمانے اور ان کے وصال فرمانے کے بعد جس کو بھی فیض و ہدایت پہنچا وہ ان ہی بزرگوں کے واسطے سے پہنچتا رہا۔ گواپنے اپنے زمانے کے قطب و ابدال وغیرہ ہوتے رہے لیکن فیض کا مرکز و طبعاو ملائی یہی بزرگوار ہے۔ کیونکہ اطراف کو مرکز کے ساتھ ملحق ہوئے بغیرہ چارہ نہیں ہے۔

(مکتوب صفحہ ۱۲۳ جلد سوم)

پس محبت حضرت امیر تسنن آمد و آنکہ اس محبت ندارد از اہل سنت و جماعت خارج گشت و خارجی نام یافت پس اہل سنت و جماعت ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ انسان حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے جس شخص کا دل اہل بیت کی محبت سے خالی ہے وہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے اور خارجی فرقہ میں داخل ہے۔

خیلے جاہلے باید کہ اہل سنت و جماعت را از مجاہدان حضرت امیر نماند و محبت امیر را مخصوص بر فضہ دارد و محبت امیر رض نیست تبری از خلفائے ثلاثہ رض است و بیزاری از اصحاب کرام مذموم و ملام

وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہل سنت و جماعت کو اہل بیت کا محبت نہیں سمجھتا اور

اہل بیت سے محبت کرنا شیعوں کا خاصہ جانتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے محبت کرنا شیعیت نہیں بلکہ اصحابہ ثلاثہ کی شان میں تمہرا کرنا شیعیت ہے۔ اور صحابہ کرام سے بیزاری قابلِ مذمت و ملامت ہے۔ امام شافعی نے فرمایا: لَوْ كَانَ رَفُضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلَيْشُهِدَ الثَّقَلَانِ ابْنِي رَافِضٍ

ترجمہ: اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا شیعیت ہے تو جن دانس گواہ رہیں میں رافضی ہوں۔ (دفتر دوم مکتوب صفحہ ۳۶)

حضرت شیخ مجدد اسی مکتوب صفحہ ۳۶ کو حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے ان دو شعروں پر ختم کرتے ہیں۔

الہی بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایماں کنی فاطمہ۔ یا الہی حضرت فاطمہ الزہراء کی اولاد کے صدقے مجھے ایمان پر خاتمے کی توفیق دے۔

اگر دعوتِ درکنی و رقبول۔ من و دست و داماں آل رسول

ترجمہ: تو میری دعا کو چاہے رد کر دے یا قبول کرے میں تو آل رسول کا دامن ہاتھ میں لئے تیرے حضور میں دعا کرتا ہوں۔

۶۔ امارت لشکر:

سیدہ میں خیر پر فوج کشی، اس مہم پر پہلے اور بڑے بڑے صحابہ بھیجے گئے تھے۔ لیکن فتح کا فخر کسی اور کی قسمت میں تھا۔ جب مہم میں زیادہ دیر ہوئی تو ایک دن شام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل میں اُس شخص کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا اور جو خدا اور خدا کے رسول کو چاہتا ہے اور خدا اور خدا کا رسول بھی اس کو چاہتے ہیں صبح کو یہ آواز آئی کہ علیؑ کہاں ہیں؟ یہ بالکل غیر متوقع آواز تھی کیونکہ حضرت علیؑ کو آشوب چشم اور سب کو

معلوم تھا کہ وہ جنگ سے معذور ہیں غرضیکہ حسب طلب وہ حاضر ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی۔ آپ کی آنکھیں بالکل درست ہو گئیں اس درجہ صحیح اور درست کہ گویا انہیں کچھ ہوا ہی تھا۔ آپ کو علم مرحمت فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی امارت و قیادت میں خیبر فتح کرادیا۔ فتح خیبر کا سہرا آپ ہی کے سر پر ہے۔ اسی بنا پر دنیا آپ کو فاتح خیبر کہتی ہے اسی جنگ میں مرحب جو یہودیوں کا معزز سردار تھا اور جسے اپنی قوت و شجاعت پر بڑا فخر و ناز تھا۔ حضرت علیؓ کے ایک ہی وار سے واصل جہنم ہو گیا۔

ے۔ شجاعت:

آپ کا نام حیدر بھی تھا۔ آپ بچپن سے بہت بہادر اور شہ زور تھے۔ روایت میں ہے کہ آپ پنکھوڑے میں لیٹے ہوئے تھے ایک اژدھا ادھر نکل آیا۔ شیر خدا نے جلدی سے سانپ کو کھلونے کی طرح پکڑ لیا اور زور سے دبایا کہ سانپ کو ختم کر دیا۔ آپ کی والدہ نے آ کر دیکھا کہ ننھے حیدر کرار نے خوفناک سانپ کو ختم کر دیا تو فرمایا میرا بچہ تو شیر ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

أَنَا الَّذِي سَمَّيْتَنِي أُمِّي حَيْدَر

میں وہ ہوں کہ میرا نام میری ماں نے شیر رکھا ہے۔

اندازہ کیجئے کہ جس شہ زور کے بچن کا یہ عالم ہو اس کی جوانی کا کیا عالم ہوگا۔ جو کی روٹی کھا کرتا بہادر اور صاحب قوت و استقلال ہونا ثابت کرتا ہے کہ بازوے حیدر میں قوت ید الہی کا فرما تھی۔ سچ کہا۔

شاہ	مرداں	شیر	یزداں	قوت	پروردگار
لا	فتی	الا	علی	لا	سیف
				الا	ذوالفقار

۸۔ والد بزرگوار ایں فقیر کہ عالم بودند بعلم ظاہری و بعلم باطنی در اکثر اوقات ترغیب
محبت اہل بیت سے فرمودند و سے فرمودند کہ ایں محبت را در سلامتی خاتمہ مدخلی است عظیم
رعایت آن باید نمود۔

اس فقیر کے والد جو ظاہری و باطنی علوم کے عالم تھے۔ اکثر اوقات اہل بیت سے
محبت کی ترغیب دیتے رہے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو سلامتی خاتمہ بڑا دخل ہے
اس اچھی طرح لحاظ رکھنا چاہیے۔ یہ فقیر آپ کے وصال کے وقت خاطر خدمت تھا۔ جب
والد ماجد کا آخری وقت آیا اور اس عالم دنیا کا شعور کم رہ گیا۔ تو فقیر نے محبت اہل بیت یاد
دلائی اور اس کے متعلق پوچھا تو (بے خودی میں) فرمایا۔ فرمودند کہ غرق محبت اہل بیتم۔ شکر
خدائے عزوجل را در آن وقت بجا آورده شد محبت اہل بیت سرمایہ اہل سنت است فرمایا کہ
میں اہل بیت عظام کی محبت میں مستغرق ہوں۔ حضرت والد ماجد کی اس حالت پر خدا تعالیٰ کا
شکر بجالایا۔ اہل بیت سے محبت اہل سنت و جماعت کے نزدیک سرمایہ نجات ہے۔

(دفتر دوم مکتوب صفحہ ۳۶)

اسی مکتوب میں یہ حدیث پاک بھی درج ہے۔ اَثْبَتُّكُمْ عَلٰی الصِّرَاطِ اَسَدُكُمْ

حُبًّا لِاَهْلِ بَيْتِيْ وَلَا صَحَابِيْ

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
پل صراط پر چلنے میں زیادہ ثابت قدمی وہی دکھلائے گا جو دنیا میں میرے اہل بیت اور میرے
صحابہ کرام کے ساتھ زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔ (مکتوب مجدد الف ثانی)

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسول
نجم ہیں اور تار ہے عترت رسول اللہ کی

۹۔ حضرت فاروق اعظم کے نزدیک گستاخ علی کرم اللہ وجہہ گستاخ رسول مقبول ہے:

فَقَالَ لَهُ، عُمَرُ تَصَرَّفَ صَاحِبُ هَذَا الْقَبْرِ أَمَا تَعْلَمُ أَنَّهُ مُحَمَّدُ
 بِنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بِنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
 وَيُذَكَّرُ لَا تُذَكَّرُونَ عَلِيًّا إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنَّكَ إِنْ تَنَقَّصَهُ أَذَيْتَ هَذَا فِي
 قَبْرِي (امالی شیخ طوسی مطبوعہ ایران صفحہ ۳۶، ۳۵)

ترجمہ: سیدنا عمر فاروق ؓ کی مجلس میں ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق
 چند نازیبا الفاظ کہے۔ اس پر اُسے حضرت عمر ؓ نے فرمایا کیا تو اس قبر والے کو نہیں جانتا یہ محمد
 بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں اور جس کو تو نے برا بھلا کہا وہ علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب
 ہیں تیری تباہی ہو۔ علی ؓ کا بجز خیر ہرگز نام نہ لو اگر تو نے اُن کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ
 کہے تو یقیناً صاحب قبر کو اذیت پہنچائی۔ (خلاصہ کلام)

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق ؓ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
 اتنی گہری عقیدت تھی کہ اُن کی عدم موجودگی میں ان کے بارے میں نازیبا الفاظ سننے
 برداشت نہ کئے اور آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ گستاخ علی ؓ دراصل گستاخ رسول ہے اور کیا یہ
 بات جہنم کی آگ میں پہنچانے کیلئے کافی نہیں۔ آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ
 عَذَابًا مُّهِينًا

وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں وہ یقیناً دنیا و آخرت میں لعنت
 کے مستحق ہیں اور خدا نے اُن کیلئے دردناک عذاب مقرر کیا ہے۔

۱۰۔ اولیاء اللہ کا عقیدہ:

حضرت قبلہ عالم لاٹانی رحمۃ اللہ علیہ علی پوری یاد رہے کہ حضور قبلہ عالم کو سب اہل

بیت اطہار جنہیں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن بھی شامل ہیں سے بھی محبت و عقیدت تھی۔ لیکن حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے زیادہ تعلق خاطر اور محبت و عقیدت مخدومہ کونین طیبہ و طاہرہ سیدہ فاطمہ الزاہرہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ چنانچہ ایک بار فرمایا میرے نزدیک جناب سیدہ فاطمہ الزاہرہ رضی اللہ عنہا کا درجہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ ہے۔ (تکمیل الایمان مصنفہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) میں حضرت امام مالک کا یہ جملہ نقل ہے۔

میں جگر گوشہ رسول پر کسی کو افضلیت نہیں دے سکتا۔ اس کتاب مستطاب کے مطابق حضرت تاج الدین سبکی شافعی اور شیخ عظیم الدین عراقی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یوں منقول ہیں۔ مَا أَفْضَلُ عَلَيَّ بِضْعَةَ النَّبِيِّ أَحَدًا فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِرَأْسِهَا كَأَجْرِ بَارِئِ بْنِ حَرْبٍ فِي رَأْسِ بَارِئِ بْنِ حَرْبٍ دُوسِرِي شَخْصِيَّةً كَوْتَرَجِجٍ نَبِيٍّ دَعَى سَلْتًا۔ تکمیل الایمان صفحہ نمبر ۱۷۴

۱۱۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے کُل ہائے عقیدت بحضور سیدہ فاطمہ الزاہرہ رضی اللہ عنہا مریم علیہ السلام از یک نسبت عیسیٰ علیہ السلام عزیز از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز حضرت مریم حضرت عیسیٰ کی ایک نسبت سے قابل احترام ہیں جب کہ سیدہ زہرا تین نسبتوں کی بنا پر لائق تعظیم و تکریم ہیں۔

نور چشم رحمۃ اللعالمین آل امام اولین و آخرین

پہلی نسبت: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کا نور ہیں اور سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اولین و آخرین کا امام ہے۔

بانوئے آل تاجدار ہل آتی مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا

دوسری نسبت: یہ کہ آپ ہل آتی کے تاجدار یعنی جناب علی المرتضیٰ کی زوجہ کرمہ ہیں اور

حضرت علی وہ ہیں جو شیر خدا اور مشکل کشا ہیں۔

مادر آں مرکز پر کار عشق مادر آں کاروان سالار عشق

تیسری نسبت: یہ کہ آپ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں جو عشق و مودت کے پرکار کے مرکز تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بھی والدہ ہیں جو کاروان عشق کے سالار تھے۔

مزرع تسلیم را حاصل بتول مادراں رال اسوۂ کامل بتول
سیدہ زہرہ رضی اللہ عنہا تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل اور دنیا بھر کی ماؤں کیلئے نمونہ کامل اکمل ہیں۔

آں ادب پروردۂ صبر و رضا آسیا گرداں و لب قرآن سرا
وہ بتول جو کہ ادب گاہ صبر و رضا کی پٹی ہوئیت ہیں اپنے ہاتھوں سے چکی پیتیں تھیں اور اُس وقت اُن کے لبوں پر آیات قرآنیہ جاری ہوتی تھیں۔

روضۂ آئین حق زنجیر پا است پاس فرمان جناب مصطفیٰ است
قانون الہی کا دھاگہ زنجیر پانا ہوا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کا پاس ہے
ورنہ گرد تریش گردیدے سجدہ بر خاک او پاشیدے

اگر ایسا نہ ہوتا تو سیدہ زہرا کی لحد مبارک کے گرد طواف عقیدت کرتا اور آپ کی تربت پاک کی مٹی پر محبت و نیاز کے سجدے نچھا اور کرتا۔

ان اشعار کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اولاد رسول کی محبت کس درجہ کی تھی۔ خداوند عالم اس سچے عاشق رسول اور محبت اولاد علیؑ و بتول کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

۱۲۔ قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مکتوبات مجدد الف ثانی) اَلنَّظْرُ اِلَى

عَلَى عِبَادَةِ (اسناد حسن) وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حضرت ابو سعید ؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 حسن ؓ اور حسین ؓ کو جو تانِ جنت کے سردار ہیں۔ بحوالہ راوہ الترمذی مشکوٰۃ شریف
 الْأَمْنُ مَاتَ عَلَى جُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ جَعَلَ اللَّهُ قَبْرَهُ مَزَارًا مَلَكَةَ الرَّحْمَةِ
 جس شخص کی موت آل محمد کی محبت پر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اُس کی قبر کو فرشتوں کیلئے
 زیارت گاہ بنائے گا۔

(تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۵۳۴ سن طباعت ۱۲۶۴ھ)

آخری دردمندانہ اپیل

اُن لوگوں سے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر لعن طعن کو رو رکھتے ہیں اور
 اُن کو تمبر بازی کا جواز صرف تاریخی روایات پر ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کیا قرآن مجید اور احادیث
 صحیحہ کی مخالف اور جھوٹی روایات کو ترک کرنے سے تاریخ ختم ہو جائے گی اگر واقعی ساری
 تاریخ کی کتب میں قرآن مجید اور صحیح احادیث کے خلاف مواد ہے تو وہ سب مردود ہے اور وہ
 کوئی اسلامی تاریخ نہیں۔ تو اس قسم کی روایات جو رضاع اور کذاب سبائیوں نے عداوت
 صحابہ کرام میں وضع کیں ان کی تردید سے باقی تمام تاریخی روایات جو قرآن مجید اور احادیث
 صحیحہ کے موافق ہیں وہ کیوں بے اعتبار اور ردی ہو جائیں گی یا جو روایات صحابہ کرام کے مخالفین
 نے باوجود عداوت کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعریف و توصیف میں نقل کی ہیں
 وہ کس وجہ سے ساقط الاعتبار اور مردود ہوں گی۔

قارئین کرام کتاب ہذا کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہم نے کوئی حدیث اہل
 تشیع کی معتبر کتاب سے پیش کر کے اپنے عقیدہ پر بطور حجت ان کے سامنے رکھی تو انہوں نے

یہ کہہ کر ٹال دیا کہ خبر واحد ہے ہم نہیں مانتے کسی حدیث کو یوں ٹال دیا کہ منقطع ہے ہمارے لئے حجت نہیں۔ اسی طرح اہل تشیع نے اپنے عقیدہ پر اہل سنت کی کتابوں سے کوئی حدیث یا روایت پیش کی ہم نے ثابت کر دیا کہ اس روایت یا حدیث کا راوی شیعہ ہے یا جھوٹی حدیثیں وضع کر نوالا ہے اسماء الرجال کی کتابوں سے جو ان کے ہاں منقول ہیں۔ تو ایمان داری سے کیسے تاریخی روایات کو آنکھ بند کر کے بلا تحقیق کیسے قابل قبول سمجھتے۔ جب احادیث مبارکہ بغیر تحقیق کے تمہارے نزدیک بھی بلند پایہ محقق اور مفکر اسلام ہیں ان کو بھی یہی تحقیق ہے۔ لکھتے ہیں کہ یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ بخاری شریف میں جتنی احادیث درج ہیں ان کی مضامین کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کر لینا چاہیے۔ (ترجمان القرآن نومبر ۱۹۵۲)

رسائل و مسائل میں لکھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے جس محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں۔ مگر ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم نے سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ متن پر غور کیا جائے۔ قرآن کے مجموعی علم سے دین کا جو فہم ہمیں حاصل ہوا ہے اس کا لحاظ بھی کیا جائے۔

(رسائل و مسائل حصہ اول صفحہ ۲۹۰ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں لیکن فن حدیث کی ان کمزوریوں کی بنا پر جن کام میں نے ذکر کیا ہے ہم اس امر کا التزام نہیں کر سکتے کہ محض علم روایت کی بہم پہنچائی ہوئی روایت پر پورا پورا اعتماد کر کے ہر اس حدیث کو ضروری حدیث رسول تسلیم کر لیں جسے اس علم کی رو سے صحیح قرار دیا گیا ہو۔ (رسائل و مسائل حصہ اول صفحہ ۲۹۲ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب)

اللہ اللہ! اتنی احتیاط کہ بخاری شریف و دیگر صحیح السند احادیث تک کو آپ بلا تنقید حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ماننے کیلئے تیار نہیں۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ ان لوگوں سے جو

تاریخی رطب و یابس اور رسبائی وضاع و کذاب راویوں کی روایات کے بل بوتے پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خلفائے ثلاثہ بالخصوص حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین پر طعن و تشنیع کرتے ہیں ایمانداری اور انصاف سے کہیے یہ جائز ہے۔ حق تو یہ ہے کہ جس طرح ا حدیث کو جانچ پڑتال تحقیق و تنقید کے بغیر آپ لوگ قبول کرنے کیلئے تیار نہیں کیا یہی ایمانداری اور انصاف کا تقاضا ہے؟ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اسی طرح تاریخی روایت اور ان کے راویوں کی جانچ پڑتال کی جائے۔

شبلی نعمانی تاریخی شہادتوں کی شرائط اشتہاد لیکن کسی تاریخی شہادت کے مستند ہونے پر آپ کچھ قیود بھی عائد کر سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اخیر راوی چشم دید گواہ ہو یعنی یہ کہ وہ واقعہ کے وقت مقام واقعہ پر حاضر ہو اور خود اس کا بلا واسطہ ذاتی علم حاصل کیا ہو۔ وہ راست گفتار ہو اس کا حافظ صحیح اور درست ہو فریبی اور کاذب نہ ہو۔ اسی طرح آغاز سلسلہ روایت سے لے کر آخر تک بیچ کا ہر راوی بھی انہی صفات سے متصف ہو۔

(سیر النبی جلد سوم صفحہ ۵۵ علامہ شبلی نعمانی)

واللہ یہ بھی طبری میں ہے کہ اب امام ابن جریر طبری رقم طراز ہیں ان کی حقیقت پسندی ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ بن سبا صنعا کا مالک یہودی تھا اس کی ماں حبش تھی وہ حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں (منافقانہ) اسلام لایا۔ پھر مسلمانوں کو شہروں میں گھوم گھوم کر ان کو گمراہ کرنے لگا۔ لوگوں سے کہا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت علی خاتم الاوصیاء ہیں۔ اس کے بعد کہنے لگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت نہ مانے اور حضرت علی وصی اللہ پر غالب آ کر امت کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لے لے اس سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ اس کے بعد کہنے لگا کہ حضرت عثمان بن عفان نے خلافت بغیر حق کے لے لی ہے

اور یہ حضرت علی رسول اللہ کے وصی ہیں تم اس معاملے میں اقدام کرو اور اسے حضرت عثمان کو اس منصب سے ہٹا دو اور اس مہم کا آغاز اپنے حکام اور گورنروں پر طعن و اعتراضات سے کرو۔ وابدًا وبالطعن علی امرائکم امر بالمعروف اور نبی عن المنکر کا مظاہرہ کرو اسی طرح لوگوں کو اپنی طرف مائل کرو اور ان کو اسی مہم کی طرف بلاؤ پس اُس نے تمام ممالک اسلامیہ میں اپنے داعی اور ایجنٹ پھلادینے اور شہروں میں مفسدہ پردازوں کو ہدایت جاری کیس انہوں نے خفیہ طور پر اپنی سرگرمیاں شروع کر دیں بظاہر امر بالمعروف ونبی عن المنکر کرتے۔

وجعلوا یکتبون الی الامصار بکتب یصنعو نہا فی عیوب ولا تہم اور دوسرے شہروں کے لوگوں کو ایسے بناوٹی مکتوبات بھیجتے جو حکام اور گورنروں کے عیوب پر مشتمل ہوتے۔ اور ان کے ہم مسلک بھی اسی قسم کے مصنوعی خطوط لکھتے۔ ان شہروں کے خطوط ان شہروں میں پڑھے جاتے یہاں تک کہ اس قسم کے خطوط مدینہ طیبہ پہنچنے لگے۔ وادسوا الارض اذاعتہ اور وسیع پیمانے پر سارے ملک میں بڑا پراپیگنڈہ ہونے لگا۔ اور ہر شہر کے لوگ (اس پراپیگنڈہ کا شکار ہو کر کہنے لگے کہ دوسرے لوگ جن حالات و مصائب میں مبتلا ہیں (شکر ہے کہ) ہم ان سے عافیت میں ہیں۔

فیقول اهل کل مصر انالفی عافیہ مما بتلی یہ ہوا مگر اہل مدینہ جن کے پاس ہر طرف سے خطوط آرہے تھے۔ فقالوا انالفی عافیہ مما فیہ الناس کہتے تھے کہ ساری دنیا جن مصائب سے دوچار ہے (خدا کا شکر ہے کہ) ہم ان سے عافیت میں ہیں۔ (طبری جلد سوم صفحہ ۸۷۷) حالانکہ بفسلہ تعالیٰ ساری مملکت اسلامی میں عافیت تھی اور کہیں بھی کوئی تکلیف و شکایت قطعاً نہ تھی۔

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے۔ طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال کے

معتبر ہیں۔ ان کے تفقہ اور وسعت علم کا اعتراف کرتے ہیں ان کی تفسیر احسن التفسیر خیال کی جاتی ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی کی نظر میں امام المؤمنین ابن جریر طبری کا مقام:

ابن جریر طبری جن کی جلالت قدر بحیثیت مفسر۔ محدث، فقیہ، اور مؤرخ مسلم علم اور

تقویٰ کے لحاظ سے ان کا مرتبہ نہایت بلند تھا۔ ترجمان ستمبر ۶۵، ۶۴

طبری کی روایت سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ عہد عثمانی کے گورنروں پر طعن و

اعتراضات کی ایجاد کا سہرا ابن سبا یہودی کے سر ہے۔ اور پروپیگنڈہ کے فن کا امام و استاد بھی

ابن سبا ہے۔ آج جو لوگ دولت عثمانیہ کے گورنروں کو گونا گوں مطاعن اور اعتراضات کا ہدف

بنارہے ہیں اور اپنے پروپیگنڈہ کے زور پر ان محسنین امت کو دنیا میں بدنام کر رہے ہیں۔ وہ

لاکھ کوشش کریں ابن سبا اور اس کی پارٹی کے درجہ و مقام کو نہیں پہنچ سکتے۔

یاد رہے کہ جو کچھ امام المؤمنین طبری نے عبد اللہ بن سبا کے متعلق لکھا ہے۔ یہی کچھ

کامل فی التاریخ لابن اثیر جلد سوم صفحہ ۱۵۴ مطبوعہ بیروت میں لکھا ہے۔

اور البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۱۶۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید میں لکھا ہوا ہے۔ اور

عبد اللہ بن سبا یہودی کے عقائد کے بیان میں اہل سنت کی مذکورہ کتب کی تائید شیعہ تواریخ

سے بھی ہوتی ہے۔ روضہ الصفا جلد دوم صفحہ ۴۷۰ ذکر خلافت عثمان تاریخ شیعہ

۲۔ تاریخ التواریخ خلفاء جلد سوم مطبوعہ تہران صفحہ ۳۳۸ دوران خلافت عثمان بن عفان

۳۔ ابن سبا کے متعلق لکھتے ہیں۔

كَانَ أَوَّلَ مَنْ أَشْهَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرَضِ إِمَامَةِ عَلِيٍّ وَأَظْهَرَ الْبِرَاءَةَ مِنْ

أَعْدَائِهِ وَكَاشَفَ مُخَالَفِيهِ وَكَفَّرَهُمْ فَمِنْ هُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشَّيْعَةَ أَنْ أَصَلَ

التَّشِيْحَ وَالرَّفِضِيْنَ مَا خُوذَ مِنَ الْيَهُودِيَّةِ

یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علیؑ کی امامت کے فرض ہونے کا عقیدہ مشہور کیا اور حضرت علیؑ کے مخالفوں سے بیزاری کا اظہار کیا اور انہیں عوام میں مشہور کیا۔ اسی وجہ سے شیعہ لوگوں کے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ شیعیت اور رافضیت کی اصل جڑ یہودیت ہے اور یہ مذہب یہودیت سے اخذ کیا گیا ہے۔ رجال کشی مصنفہ عمر بن العزیز صفحہ ۱۰۱ تذکرہ عبداللہ بن سبا

۳۔ انوار نعمانیہ مصنفہ نعمت اللہ جرائزی صفحہ ۱۹۷

اور کہا گیا کہ یہ اصل میں یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا یہودیت کے دوران حضرت یوشع بن نون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اسی قسم کی باتیں کیا کرتا تھا۔ جیسی حضرت علیؑ کے متعلق کہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ”وَجُوبِ اِمَامَتِ“ کا عقیدہ اسی کی اختراع و ایجاد ہے۔

۵۔ فرق شیعہ:

حضرت علیؑ کے اہل علم ساتھیوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور حضرت علیؑ کی محبت کا عویدار ہوا۔ یہودیت کے دوران موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت یوشع بن نون کے بارے میں اسی قسم کی باتیں کرتا تھا۔

(یعنی حضرت یوشع بن نون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اور وصی تھے) مسلمان ہونے کے بعد حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت علی المرتضیٰؑ کے بارے میں وہی باتیں کہیں۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی المرتضیٰؑ کی امامت کی فرضیت کو مشہور کیا اور حضرت علی المرتضیٰؑ کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کیا اور آپ کے مخالفین کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا اسی وجہ سے شیعہ لوگوں کے مخالفین کہتے ہیں کہ شیعیت کی جڑ یہودیت ہے۔ (کتاب فرق الشیعہ لابن محمد بن موسیٰ النوبختی صفحہ ۲۲ مطبوعہ حیدرہ نجف اشرف)

قابل توجہ! قارئین کرام! آپ نے مذکورہ سات حوالہ جات دو اہلسنت کے اور پانچ اہل تشیع کے اور ان سے بالصراحت ثابت شدہ امور سے عبد اللہ بن سبا کے عقائد کی تصریحات جان لی ہوں گی اور خود کتب شیعہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مخالفین شیعہ کہتے ہیں کہ شیعیت کی جڑ یہودیت ہے اہل سنت و اہل تشیع کے مؤرخین اس امر پر متفق ہیں۔

اور امام المؤمنین طبری جلد سوم صفحہ ۳۷۸ کا حوالہ دوبارہ غور سے پڑھیں۔ تو آپ اس نتیجہ پر ضرور بالضرور پہنچ جائیں گے کہ حضرت علی المرتضیٰ ؑ کی امامت کی فرضیت کا دعویٰ دار بن کر خلفائے ثلاثہ کو ظالم اور غاصب قرار دینے والا اور مملکت اسلامیہ میں پھوٹ ڈالنے والا پہلا شخص دور عثمانی میں عبد اللہ بن سبا (منافق) تھا۔ اور یہی آدمی شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا باعث تھا اور حضرت عثمان غنی کے عہد کے اکثر و بیشتر عمال ایسے تھے جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت صدیق اکبر یا حضرت عمر فاروق اعظم کے مقرر کردہ تھے اور ان میں چند صحابہ کرام بھی تھے۔ سبائی ایجنٹ دوسرے شہروں کے لوگوں کی ایسے بناوٹی مکتوبات بھیجتے جو حکام اور گورنروں کے عیوب و نقائص اور بیجا تہمتوں پر مشتمل ہوتے۔

حاصل کلام: اب خلفائے ثلاثہ پر تبرا کرنا اور ان کو ظالم اور غاصب کہنا صحابہ کرام پر تبرا بازی کرنا یہ کس شخص کی پیروی کرتا ہے۔ خدا را سوچو۔ با تفاق شیعہ اور اہلسنت مؤرخین یہ عبد اللہ بن سبا لعنتی کی ایجاد ہے۔

۲۔ خلفاء ثلاثہ کو خلفائے الراشدین اور بموجب حکم خدا کامل مؤمن اور اعمال صالحہ بجالانے والے ماننا کیونکہ قرآن مجید اور کتب اہل تشیع سے ثابت ہے اور مسئلہ خلافت کی بحث میں حضرت علی المرتضیٰ ؑ اور اکابر شیعہ علماء کی زبانی خلفائے ثلاثہ کو خلفائے الراشدین کہنا ثابت کر چکے ہیں۔ اور حضرت امام حسن پاک کا معاملہ خلافت اور مسلمانوں کی ولایت اس

۱۔ پہلی شرط یہ تھی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی ولایت اسی شرط پر سپرد کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے درمیان کتاب اللہ، سنت رسول اور سیرۃ خلفاء الراشدین کے سلسلہ میں مسلمانوں کی مشاورت کے پابند ہوں گے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خلفائے راشدین ہونا برحق ثابت ہو گیا۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ جلد اول صفحہ ۵۷ مطبوعہ تبریز تذکرہ امام حسن رضی اللہ عنہ)

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جو فضائل ہم نے لکھے ہیں وہ آیات قرآنی اور احادیث مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ طرفین میں مسلمہ ہیں اس کے بعد امیر المؤمنین امام المتقین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ اہل بیت طہیین الطاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے اقوال مبارکہ اور اکابر علمائے اہل تشیع سے ثابت کیا ہے اب مسلمانوں کے دونوں راستے ہیں اور ان کی نشاندہی کر دی ہے۔ اب ہر شخص اپنی صوابدید سے درست راستہ اختیار کر سکتا ہے۔ ہم نے حقیقت حق کو ظاہر کر دیا ہے ہمیں وثق یقین ہے کہ ان مبارک ہستیوں کیساتھ محبت و عقیدت کا سچا دم بھرنے والے جو کہ ہر مومن کا سرمایہ ایمان ہے ہماری پیش کردہ روایات سر آنکھوں پر رکھیں گے اور حرز جان بنالیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک ان پاکیزہ ہستیوں کے طفیل حق بات سمجھے اور اس پر چلنے اور تادم زیست اُس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نوٹ: اس کتاب میں درج شدہ حوالہ جات میں سے ایک حوالہ بھی غلط ثابت کرنے والے کو یک صد روپے انعام دیا جائے گا۔ مگر وہی حوالہ ہم نے اگر ان کی کتاب سے دکھا دیا تو معترض کو دو صد روپیہ ہمیں دینا ہوں گے۔

کتاب اہلسنت وجماعت

نمبر شمار نام کتاب

1 سیرت ابن ہشام

2 طبقات ابن سعد

3 الاستیعاب

4 تفہیم القرآن

5 فتاویٰ مہرہ

6 فتاویٰ افریقیہ

7 مسلم شریف

8 بخاری شریف

9 مشکوٰۃ شریف

10 کشف المحجوب

11 مکتوبات مجدد الف ثانی

12 تکمیل الایمان

13 ترمذی شریف

14	تفسیر حسینی
15	البدایہ والنہایہ
16	تاریخ الاصابہ
17	فتوحات مکیہ
18	نسان المیزان
19	قانون الموضوعات
20	ازالۃ الخفاء
21	سیرت النبی ﷺ
22	رسائل ومائل

کتب اہل تشیع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
1	مجمع البیان	علامہ نوری طبری
2	اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی
3	استبصار	شیخ الطائفہ ابی جعفر طوسی
4	من لاسخرفہ الفقہیہ	محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی
5	تہذیب طبری الاحکام	شیخ الطائفہ ابی جعفر محمد بن الحسن بن علی الطوسی
6	فروع کافی	محمد بن یعقوب کلینی
7	مرآة العقول	رئیس المفسرین عبد
8	مناقب آل ابی طالب	ابن شہر آشوب
9	التبیینہ والاشرف للمسعودی	
10	حیات القلوب	ملا محمد باقر مجلسی
11	منتخب التواریخ	محمد ہاشم الخراسانی
12	منتہی الامال	الحاج شیخ قتی
13	صحیفہ علویہ	سید مرتضیٰ حسن لکھنوی

سید قائم رضا مروہی	صحیفہ کاملہ	14
مرزا محمد تقی	تاریخ التواریخ	15
شیخ ابوالاحمد بن علی طبری	احتجاج طبری	16
ملا خلیل قزوینی	تفسیر صافی	17
ملاح علی کاشانی	منہج الصادقین	18
ابن میثم	شرح نہج البلاغہ	19
ابن حدید	شرح نہج البلاغہ	20
نعمت اللہ جزائری	انوار نعمانیہ	21
	امالی صدوق	22
محمد باقر مجلسی	جلاء العیون	23
	علل الشرائع	24
قاضی سعید الرحمن	اکلوتی بیٹی	25
	روضۃ الصفاء	26
محمد باقر مجلسی	بجاء الانوار	27
ترجمہ مقبول	قرآن مجید	28
مترجم فرمان علی	قرآن مجید	29
	عمدۃ البیان	30
عبداللہ بن جعفر	قرب الاسناد لابن العباس	31
فیض الاسلام سید علی نقی	شرح نہج البلاغہ	32
	نہج البلاغہ خطبات حضرت علیؑ	33

نفس الرحمان فی فضائل سلیمان	54	
حلیۃ الابرار	55	
تاریخ تہذیب السنن فی تاریخ امیر المؤمنین	56	
سید علی الحارثی	موعظہ تقیہ	57
سید محمد علی حسینی کراچی	گناہان کبیرہ	58

امامیہ مشن لاہور	کتابچہ سرو روکانات	34
علامہ مامقانی	تنقیح المقال	35
مرزا باذل	بصائر الدرجات	36
سید محسن علی شاہ	جملہ حیدری	37
مرتضیٰ علی	غزوات حیدری	38
للشیخ مفید	در الغدہ رشرف بر حاشیہ مقبول	39
محمد باقر مجلسی	الارشاد	40
محمد بن علی الاروینی	حق الیقین	41
الحسن بن یوسف	جامع الرواة	42
علامہ فرات	رجال العلامہ الحلی	43
عمر بن عبدالعزیز الکشی	تفسیر فرات کوفی	44
نور اللہ شوشتری	رجال کشی	45
علامہ السید الحارثی	مجالس المؤمنین	46
سید محمد حسین طباطبائی	خلافت قرآنی	47
نور اللہ شوشتری	المیزان فی تفسیر القرآن	48
شرح نہج البلاغہ	احقاق الحق	49
علم الہدی سید مرتضیٰ	درۃ النجفیہ	50
علامہ حسین بن علی نقی نوری طبری	تزییہ الانبیاء والائمہ	51
محقق طوسی	فصل الخطاب فی اثبات تحریف	52
	تلخیص الشافی	53